مطبوعات مؤتمر المصنفین (۱)

دعواتِ حق

افادات

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دار العلوم حقانیہ

جلد اول

ضبط و ترتیب

مولانا سمیع الحق

مُؤتمرُ المُصنّفِین
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)
پاکستان

نام کتاب ــــــــــــــــ دعوات حق (جلد اول)

افادات ــــــــــــــــ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح

مرتب ــــــــــــــــ مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضخامت ــــــــــــــــ ۶۷۲ صفحات

مطبع ــــــــــــــــ

طبع بار سوم ــــــــــــــــ جولائی ۲۰۰۳ء

ناشر ــــــــــــــــ مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ

قیمت ــــــــــــــــ ۲۱۰ روپے

تحریر: حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمدہٗ و نصلی :

دعوات حق احقر کے سامنے ہے جو حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ صدر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مواعظ کا مجموعہ ہے، اس کتاب کی قدر و قیمت کے لیے یہ حجّۃ کافی ہے کہ مولانا ممدوح کے افکار عالیہ کا ذخیرہ ہے قدر الشّہادۃ قدر الشّہود : ہر تصنیف اپنے مصنّف کے علم و فکر اور اخلاق و اوصاف کا آئینہ ہوتی ہے۔

مولانا ممدوح کے کمالات باطن الحمد للہ کہ اس کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہیں احقر نے چند مواعظ کا مطالعہ کیا ہے، جس کا خاص اثر قلب میں محسوس کیا، حق تعالےٰ اس ذخیرۂ سعادت کو لوگوں کے لیے وسیلۂ سعادت بنائے۔ آمین۔ اور حضرت کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب کو حق تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ جن کی محنت و کاوش اور حسن ترتیب سے یہ ذخیرہ ہم مستفیدین کے سامنے آرہا ہے۔

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

نزیل لاہور — ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء

تحریر حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ الَّذِیْنَ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ لِلدِّیْنِ سَنَدَہٗ وَوَتَدَہٗ : اَمَّا بَعْدُ :

احقر نے دعواتِ حق جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم و شیخ الحدیث حقانیہ کے خطباتِ جمعہ کا ایک مجموعہ ہے۔ مختلف مواضع سے مطالعہ کیا۔ میں الحق میں اس کا مطالعہ کرتا رہا، علمأ اور اہلِ تبلیغ دونوں کے لیے اور عام اُردو دان طبقے کے لیے حضرت مولانا عبدالحق زیدت معارفہٗ کی مجموعہ مواعظ کی اشاعت کتابی صورت میں نہایت ضروری تھا۔ یہ مجموعہ خطبات' اسرارِ عبادات و اخلاق و نوامیس، اصلاح معاشرہ و اصلاح ظاہر و باطن و نکاتِ سیاستِ اسلامیہ کا ایک مستند مخزن ہے۔ طرزِ بیان میں مولانا موصوف کے ممتاز علمی و عملی مقام نے حرارتِ ایمانی کے سوز و گداز کا اضافہ کر دیا ہے، صحیح مسلمان اور بندہ خدا بننے کے لیے اس مجموعہ کا مطالعہ ضروری ہے، خواص ہوں یا عوام

کتاب کے نام کے سلسلے میں میرا خیال یہ ہے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی کی ایک کتاب موسوم بنام آداب العبودیۃ جو طبقاتِ کبرٰے کے حاشیے پر مصر میں چھپی ہے اور حضرت حکیم الامۃ کا ایک مجموعہ مواعظ دعوات عبدیت کے نام سے شائع ہوا عبدیت، عالم کی علۃ غایۃ تخلیق ہے ماورا الثقلین میں صرف عبدیت تکوینی ہے جس میں حقوق عبدیت سے تخلف ممکن نہیں اور ثقلین میں بوجہ فاعل مختار ہونے کے عبدیت تکوینی کے ساتھ عبدیت تشریعی بھی ہے انسان کی موت وحیات، صحت و مرض فقر وغنا، شباب و ہرم، عزت و دولت امر تکوینی کی جبریت کا نتیجہ ہے۔

مامورات و منہیات، شرعیہ پر عمل عبدیت اختیاریہ تشریعی کا نتیجہ ہے، مذکورہ مواعظ اسی قسم میں داخل ہیں۔ احقر کے خیال میں نام موزوں، حقوق عبدیت یا حقوقِ عبودیت یا فرائضِ عبودیت میں جو موزوں سمجھا جاوے۔ عبودیت تکوینی۔ ان کل من فی السموات والارض الا آت الرحمٰن عبدا میں اور عبودیت تشریعیہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ میں مصرح ہے۔ اس لحاظ سے اسم مذکور کو قرآن سے بھی مناسبت ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ مجموعہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو کر سب کے لیے اور صاحبِ خطبات و مرتب خطبات کے لیے بھی یہ فیضِ عام وسیلۂ نجاتِ آخرت بنا دے۔ آمین

احقر شمس الحق افغانی
۲۷ صفر
۱۳۹۶ھ

افتتاحیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لحضرۃ الجلال؛ والصلوٰۃ علیٰ خاتم الرسالۃ

خداوندِ قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں دعواتِ حق جلد اوّل کی اشاعت کی توفیق دی جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کے تقریباً ۶۵ مواعظ، خطباتِ جُمعہ اور دیگر تقاریر کا مجموعہ ہے، ان میں کچھ تو ملک کے مختلف حصّوں میں تعلیمی اور دعوتی اجتماعات میں ہوئے مگر اکثر مواعظ کے مخاطبین حضرت کے اپنی مسجد (جہاں دارالعلوم حقّانیہ کا آغاز ہُوا اور مدّتوں دارالعلوم اس میں قائم رہا) کے سامعین کا مختصر حلقہ ہوتا تھا جن میں دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ بھی شامل ہوتے تھے مگر زیادہ تر عام فہم وعظ سمجھنے والے لوگوں پر مشتمل ہوتا۔ تقریرِ جُمعہ عموماً ایک بجے سے پونے دو بجے تک ہوتی ہے۔ پون گھنٹہ کے محدُود وقت میں نہ تو کبھی موضوع پر گفتگو مقصود ہوتی، نہ ہر تقریر کے ضبط و ترتیب کا اہتمام نہ صاحبِ خطبات کو یہ علم کہ کون سی تقریر ضبط ہوگی بلکہ مہینہ کے چار جمعوں میں کیف ما اتفق کسی ایک جُمعہ کا وعظ قلمبند کر لیا جاتا تاکہ اُسے "الحق" میں شامل کر لیا جائے، حضرت مدظلہ، کے عام فہم اور سادہ اندازِ بیان کی بنا پر اس کی اشاعت سے عام قارئین کی اصلاح مقصود تھی مگر اس کے بعد اہلِ علم و فضل خطباءِ مساجد، فضلاء و تلامذہ دارالعلوم اور اہل اللہ نے اپنے خطوط میں اسے نہایت مؤثر اور مُفید قرار دیا اور کسی پرچہ میں وعظ شائع نہ ہو سکنے کی صورت میں کمی محسوس کی۔ اس دوران چند ایک مواعظ کا مجموعہ عبادات و عبدیت اور دعوات حق ہی کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہُوا تو اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور بعض رسائل اور اخبارات نے بھی اسے ؏ از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق قرار دیا اور بہت

سے احباب کا تقاضا ہوا کہ ایسے منتشر مواعظ کی یکجا اشاعت ہو جو کتابی شکل میں نہیں ہیں ان میں سے اکثر مواعظ پر "الحق" میں اشاعت سے قبل حضرت مدظلہ نے سرسری نگاہ ڈالی تھی۔ اب خیال تھا کہ تمام مواعظ کے احادیث، واقعات اور مضامین کی تحقیق اور مآخذ کی مراجعت بھی کر لی جائے اور خود صاحب مواعظ مدظلہ بھی ان پر نظر ثانی فرما سکیں مگر نہ مجھے کثرت اشغال و عوارض نے اس کا موقعہ دیا نہ حضرت مدظلہ کی علالت، ضعف اور مشاغل اس کے متحمل ہو سکے اس لیے خامیوں کی نسبت مرتب کتاب کی طرف کی جائے، برکت اور تاثیر قائم رکھنے کے لیے وعظ و تقریر کے الفاظ اور ترتیب کو اپنے حال پر رہنے دیا گیا ہے، جملوں اور الفاظ کی نوک پلک درست کرنے کی سعی نہیں کی گئی نہ تذکیر و تانیث اور قواعد زبان کی خواہ مخواہ پیروی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مضامین میں تکرار محسوس ہوگا مگر کسی تصنیف میں اس سے احتراز ممکن ہے۔ مواعظ و ملفوظات میں جب کہ دعوت و ارشاد کا کام شفقت علی الخلق اور جذبۂ اصلاح پر مبنی ہوتا ہے اور ایک بات موقع اور محل کے لحاظ سے مختلف پیرایوں میں سامعین کے ذہن نشین کرانی پڑتی ہے تکرار مذموم نہیں، کہیں ایک واقعہ مجمل ہوتا ہے، کہیں تفصیل سے۔ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے اس لیے بار بار ایک واقعہ کو مختلف انداز میں دہرایا گیا ہے۔ قرآن کریم کے تصریف آیات کا مقصد، تدبر، اعتبار، تذکر اور تعقل ہی ہے۔ کسی وعظ میں تشنگی محسوس ہوگی تو اب ایک باب کے تحت مندرج مواعظ میں دوسرے مواعظ سے وہ دور ہو سکے گی۔ مثلاً حاملین علوم نبوت، اہل علم کے مقام، فرائض منصب وراثت نبوت، آداب تحصیل پر باب ۱ کے متعدد مواعظ منصب نبوت و رسالت محبت و اطاعت رسول اور خیر امت پر باب ۳ کے مواعظ سے قارئین کو سیر حاصل روشنی مل سکے گی۔ یہی صورت دیگر ابواب کی ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا مقصد تعلیم و تدریس کے ساتھ مسلمانوں کی اصلاح و ارشاد بھی ہے۔ اسی کے ساتھ ہی علمی و فکری فتنوں کا تعاقب بھی، یہ دور قلم اور کتاب کا ہے۔ ذہن

جنگ کے آہنی سازو سامان سے زیادہ تصنیف و تالیف کے اسلحہ سے حملہ آور ہو رہا ہے نئی نسل کی علمی و فکری تربیت اور تحقیقی مواد کی اشاعت وقت کا تقاضا ہے ان مقاصد کے پیش نظر دار العلوم نے بھی اللہ کا نام لے کر "مؤتمر المصنفین" کے نام سے تصنیفی کام کا آغاز کر دیا ہے جسکی ابتداء "دعوات حق" سے فال نیک ورانشاء اللہ موجب خیر و برکت ہے اور انشاء اللہ "اسلام اور عصر حاضر" کے نام سے احقر کا ایک مجموعہ مضامین بھی سامنے آرہا ہے۔ صاحب خطبات حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے درس بخاری شریف کے املائی دروس اور افادات (جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں) کی ترتیب و تدوین اور اشاعت بھی ہمارے پیش نظر ہے خداوند کریم ہی عزائم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے اور اس کی رحمت خاص کی دستگیری نصیب ہونے پر یہ سب کچھ موقوف ہے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

سمیع الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

فہرست مضامین

باب ۱

آدابِ عبدیّت

حقیقتِ ایمان ، عِبادات

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ
بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ

(القرآن الحکیم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ
محبت اور اس کے اسباب

خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۲ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ

خطبۂ مسنونہ کے بعد: وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔ محترم بھائیو! اس آیۃ کریمہ میں مومنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ انہیں خداوند تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ تو ایمان کی نشانی اللہ جل جلالہ سے محبت کرنا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب محبت آجائے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اور محبوب کا حکم ماننا باعثِ مشقت نہیں بلکہ موجبِ خوشنودی و تسلّی اور سببِ اطمینان ہوتا ہے۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں، خواہ غریب ہو یا امیر جو مشقت اور تکلیف برداشت نہ کرتا ہو، زمیندار ہو یا دکاندار، حاکم ہو یا امیر و غریب۔ تم نے ایسا کوئی نہ دیکھا ہوگا کہ دن رات پاؤں پھیلائے بیٹھا ہو اور دن رات کسی نہ کسی مشقت اور فکر میں نہ لگا ہو۔ اِلّا کوئی بیمار ہو۔

ساری دنیا دوڑ رہی ہے ہر شخص اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق تکلیف اُٹھا رہا ہے اور یہ بے دین لوگ تو اتنی مشقت اور تکلیف میں ہیں کہ صبح کی نماز کے لئے اگرچہ نہیں اُٹھ سکتے لیکن اگر رات کے تین بجے ڈیوٹی ہے تو اس شدید سردی میں اُٹھ کر ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں۔ ان پر خدا نے صرف دنیا کی ڈیوٹی مسلّط کر دی ہے۔ اگر کوئی زمیندار ہے تو دن رات پانی اور کیچڑ میں، دکاندار دکان میں اور ملازم اکثر سفر میں رہتا ہے۔ سب اس

کوشش میں ہیں کہ کچھ کما سکیں۔ اور یہ پیٹرا نہیں بوجھ معلوم نہیں ہوتی اور وہ یہ سب کچھ محبت کے سلسلہ میں برداشت کرتے ہیں کہ اہل وعیال کے لئے نان ونفقہ، لباس، رہنے سہنے کی جگہ مہیا کریں۔ کوئی نوکری کرتا ہے، کوئی دکانداری، اور کوئی دن رات مزدوری، اہل وعیال کے ساتھ محبت ہے، جس کی وجہ سے نہ اسے گرمی کا احساس ہے، نہ سردی کا۔ اسے یہ احساس بھی نہیں کہ میں کیوں ایک پانڈی یا قلی ہوں کہ دو چار آنے پر گھر سے دکان یا اڈہ تک دو دو من بوجھ اٹھاتا پھرتا ہوں، بلکہ خوش ہو رہا ہے کہ چار آنے کما کر بیوی بچوں کے لئے آٹا دال لے آئے گا۔

تو جب محبت ہو تو طاعت اور فرماں برداری باعث سکون واطمینان بن جاتی ہے مگر آج مسلمانوں کو اللہ تعالے کی تابعداری بہت مشکل معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی چیز جو محبت ہے وہی موجود نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو خدا تعالی کی تابعداری اور فرمانبرداری موجب سکون قلب بنتی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ اور بیوی بچوں اور دوست احباب کی تابعداری سے زیادہ اہم سمجھی جاتی۔

یاد رکھیں! ایمان کی نشانی محبت ہے، اور محبت کے تفاوت سے ایمان متفاوت ہوتا ہے۔ اگر خدا سے محبت ہے تو سمجھئے کہ ایمان ہے اگر بہت ہے تو ایمان مضبوط ہے اور اگر کم ہے تو ایمان کمزور ہے، اور اگر بالکل نہیں تو بالکل ایمان نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیسے پیدا ہو؟ یہ تو زور اور جبر سے پیدا ہو نہیں سکتی، تو اتنا یاد رکھئے کہ محبت کے تین مشہور اسباب ہیں: (۱) احسان (۲) کمال (۳) حسن وجمال۔

محبت کا پہلا سبب احسان اور مہربانی

پہلا سبب احسان ہے کسی کا احسان اور مہربانی یا کسی کا نوال اور عطیہ موجب محبت بن جاتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ ہماری زیادہ محبت ہے اس لئے کہ ان کے احسانات ہر چیز سے زیادہ ہیں۔ اُستاد سے محبت ہے اس لئے کہ

وہ ہمارا محسن اور مربّی ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں کھانا دیتا ہے، کپڑا دیتا ہے، تنخواہ دیتا ہے تو ہم ہزار کہیں مگر دل کے کسی مخفی گوشہ میں اس کے ساتھ محبت ہوجاتی ہے تو محبت کا بڑا سبب احسان ہے اور اس مُنعَم کو اپنے مُنعِم سے طبعی محبت ہوتی ہے، جو ایک فطری بات ہے۔ تو جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جتنے احسانات و انعامات ہیں، سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ جو بھی نعمت تمہارے اوپر ہے خدا کی طرف سے وہ بیشمار ہیں اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو تمہارے شمار سے بھی باہر ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس دنیا اور عالم وجود میں صرف تین چیزیں ہیں۔ (۱) اللہ جلّ مجدہٗ (۲) مُنعَم یعنی انسان ہم اور آپ سب (۳) انعامات یعنی تمام عالم اور اس کی ہر شئے انعام ہی انعام ہے ـــــ یہ ماں باپ، یہ بہن بھائی، بیوی اور شوہر حتیٰ کہ یہ چھت جس کے نیچے ہم سردی گرمی سے محفوظ ہیں۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ کپڑے اور یہ دری، یہ ہوا اور پانی اور یہ غلہ وغیرہ انعامات ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو انعام نہ ہو ـــــ تو دنیا میں یہی تین چیزیں ہیں:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ عرش سے لیکر نیچے تک تحت الثریٰ تک ہر چیز انسان کے لئے مسخر ہے اور ہر چیز انسان پر انعام ہے

اب جب یہ تین چیزیں موجود ہیں تو مُنعَم کو مُنعِم کے انعامات کا بدلہ کیا دینا چاہیئے، اور اس کا سلوک کیا ہونا چاہیئے، تو صاف بات ہے کہ محبت اور شکر خدا، یعنی ہر لحظہ ہر وقت شکر گذار رہنا چاہیئے اگر کوئی کہے کہ ہمارے اوپر تو دوست احباب کے بھی احسانات ہیں، ماں باپ کے بھی، حاکم اور حکومت کے بھی، زید، عمر، بکر کے بھی۔ تو ٹھیک ہے جو مناسب برتاؤ تم ان لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہو کرو کیونکہ وہ تمہارے ہمدرد ہیں، محسن ہیں اور تمہارے دلوں میں شکر و محبت کے جذبات ان کے لئے موجزن

ہیں — مگر سب سے بڑھ کر جو محسن ہے اُسے بھی یاد کیوں نہ کیا جائے — پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بندہ کا احسان و انعام متناہی ہے اور خدا تعالیٰ کا غیر متناہی اور یہ بات یاد رکھیں کہ ایک انسان جو بھی دوسرے انسان کے ساتھ احسان و سلوک کرتا ہے تو یہ سب خدا کی مرضی اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاۤءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ تم کوئی کام نہیں کر سکتے جب تک خدا نہ چاہے۔

خُدا نے چاہا کوئی فائدہ پہنچا دے تو زید کے دل میں ڈال دیا کہ تمہیں روٹی کپڑا دیدے یا فائدہ پہنچا دے۔ خواہ زید تمہارا باپ ہے، بھائی ہے، اُستاد ہے، حاکم ہے، دوست ہے، دُشمن ہے، جو بھی ہے وہ آکر تمہاری ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ خدا نے اس کے دل میں ڈال دیا تو اُس نے نوکری دی، کاشت کے لئے زمین دی اور دیگر ضروریات تمہاری پوری کیں لوگوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے۔

وَمَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ۔ جو لوگوں کا شکر گذار نہ ہو وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا۔

بندوں کا احسان دراصل خدا کا ہی احسان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ نے قلم سے فرمان لکھ کر جاری کیا کہ فلاں شخص کو دس جریب جاگیر دے دو۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص قلم کے لئے دُعا کرے یا قلم کا شکریہ ادا کرے، بلکہ بادشاہ کا شکر گذار ہوگا کہ خدا تمہارا سایہ میرے سر پہ قائم رکھے تو اللہ اور بندہ کے بیچ میں جو کچھ بھی ہے وہ سب بمنزلہ قلم کے ہے اور ہے سب کچھ خدا کی طرف سے اسباب کی حیثیت بالذات کچھ بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا عقیدہ ہونا چاہیئے کہ جو فائدہ اُسے خدا تعالیٰ پہنچانا چاہے دُنیا کے مخالف ہونے سے وہ ٹل نہیں سکتا اور

جو فائدہ خداوند کریم نہ پہنچانا چاہے وہ دنیا کے بادشاہ، دولت منداور دنیا بھر کے حکماء سب جمع ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے۔

محسن کی ناشُکری کرنیوالا چوپایوں سے بھی بدتر ہے،

پس اگر ایک شخص سے خدا احسان کرتا ہے اور پھر اُسے خدا سے بھی محبت نہ ہو تو یہ بڑا بدقسمت ہوگا اور وہ تو اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ کی بناء پر چوپایوں سے بھی بدتر ہے دیکھئے ان حیوانات میں خراب اور بدترین حیوان کتّا سمجھا جاتا ہے۔ کتّے کو تم باسی روٹی کا ٹکڑا اور ہڈی ڈال دیتے ہو، اس معمولی احسان کے بدلے وہ تمہارے دشمن اور مخالف کو کبھی تمہارے گھر کے قریب نہیں آنے دیتا —— کہ تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور بسا اوقات چور آتا ہے کتّے کو گولی مار دیتا ہے اور کتّا اپنے محسن کی حفاظت کے لئے جان قربان کر دیتا ہے اسے احساس ہے کہ احسان کا تقاضا محبت ہے۔ نہ اس کتّے نے کتابیں پڑھی ہیں اور نہ کوئی منطق۔ پھر اس کتّے کو اس قربانی کا مالک کی طرف سے کوئی انعام بھی نہیں ملتا۔ اور اکثر اس کے مالک کو اس کی قربانی کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ تو لحاف اوڑھے ہوئے سویا رہتا ہے۔

انسان نے اگر قربانی دی تو اُسے خدا کی خوشنودی اور جنت ملے گی۔ وہ اللہ جس نے ہمارے اوپر بغیر تلنا ہی احسانات کئے اس کے دربار کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور آواز ہوتی ہے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ مگر ہم اس دربار کے قریب بھی نہ آئیں، اس کا دربار تو مسجد ہے اور ہم نماز تک نہ پڑھ سکیں تو کتنا فرق ہے ایسے انسان اور کتّے میں تو جو شخص باوجود اتنے احسانات کے خدا سے محبت نہ کرے تو کیا وہ کتّے سے بدتر نہ ہوا —— ؟ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ آخرت کی رسوائی تو الگ دُنیا میں اس کی حیثیت اس قدر

گر جاتی ہے۔ غرض ایک سبب خدا سے محبت کا اس کی بخشش و احسان ہے۔

محبّت کا دوسرا سبب

دوسرا سبب کمال جس میں ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے یہاں کے عوام کو اگر پتہ چل جائے کہ فلاں گاؤں میں کبڈی ہو رہی ہے، بہار کے موسم میں دو پہلوان لڑتے ہیں اور جو غالب آ جائے تو اُسے کندھوں پر اٹھا کر بازاروں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھولوں کے ہار ڈالتے ہیں کہ لوگوں کے خیال میں یہ ایک کمال ہے۔ یعنی بہادری کا یہاں تک کہ یہ بٹیر باز جوا کے لئے بدبخت اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور غالب آنے والے بٹیر کے لئے ہزاروں لوگ سردی کے باوجود جمع ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ ایک بٹیر نے دوسرے کو بھگا دیا جو کہ ایک کمال ہے۔ تو اس بٹیر سے محبت کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہے۔ امام بخاری اور حضرت غوث الاعظمؒ سے محبت ہے وجہ کیا ہے؟ ان میں کمال تھا ـــــ کسی میں ظاہری کمال ہوتا ہے۔ کسی میں معنوی امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث جمع کیں۔ ان کی حفاظت کی، اپنی جان حق کے لئے خطرناک مقام میں قربان کر دی مگر حق کو نہ چھوڑا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ جیل گئے حکومت نے زہر دیا مگر آپ نے حق بات نہ چھوڑی یہ ایک کمال تھا۔ علم کے جواہر لوگوں کے سامنے بکھیر دیئے۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگ ماں باپ سے زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ ان کے ایصالِ ثواب کراتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ جب کہ ماں باپ کو لوگ یاد نہیں کرتے وجہ کیا ہے؟ کمال تھا ان میں تقویٰ، زہد، علم اور عمل ـــــ تو کمال ظاہری ہو یا باطنی اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ ہندوستان کے بادشاہ گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ ہزار احادیث مع السند انہیں یاد تھیں۔ قرآن کریم حفظ تھا۔ علوم دینیہ پر کامل عبور تھا۔ کتنے بادشاہ گذرے ہیں مگر کسی کا نام بھی یاد نہیں۔

جب کرسی پر بیٹھا رہے لوگ جی حضور کرتے رہتے ہیں اس کے فوٹو اخبارات میں چھپتے ہیں، اور جب کرسی سے ہٹ جائے لوگ اسے ڈنڈے مارتے ہیں اور اس کی ذلت کے فوٹو چھاپنے لگتے ہیں۔ مگر اورنگ زیبؒ بخارا اور ہرات سے لے کر برما تک جس کی سلطنت تھی ہندوستان اور پاکستان سب اس میں شامل تھے ان کا نام لوگ محبت اور قدر و احترام سے لیتے ہیں۔ وجہ یہ کہ کمال تھا اُن میں اتنی بڑی سلطنت کے باوجود فرض نماز تو کیا تہجّد تک کبھی ناغہ نہ ہوئی، آج تو فرض تک کوئی نہیں پڑھتا۔ کبھی بیت المال سے تنخواہ نہ لی، اس زمانہ میں چھاپہ خانے نہ تھے، قرآن مجید اپنے ہاتھوں سے لکھتے، اس کے نقوش و کتابت کو ہدیہ کر دیتے ــــــ تلاوت کے لئے اُجرت جائز نہیں مگر نقوش اور کاغذ کی خرید و فروخت جائز ہے ــــــ عالمگیرؒ ہی کا مقولہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو نمازِ فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے یہ تمہارے ملک کے حکمرانوں کی مثال ہے مرتے دم تک تنخواہ نہ لی۔ کابل و ہرات سے لے کر آسام تک حکومت کی مگر اپنی کمائی کھائی اور وہ بھی قرآن لکھ کر کمائی کے ساتھ قرآن کی اشاعت ہوتی رہی۔ وفات سے قبل وصیت کی کہ پانچ سو روپیہ میرے ہاتھ کی کمائی کے باقی ہیں۔ میرے مرنے کے بعد اسے مساکین میں خیرات کر دیا جائے ــــــ تو ان میں تقویٰ، عدل و انصاف کا کمال تھا جس کی وجہ سے ہر مسلمان ان کا نام محبت سے لیتا ہے۔ ارسطو اور بقراط اور ابو علی سینا بڑے باکمال لوگ گذرے ہیں۔ ان سے محبت بوجہ کمال علمی کے ہے۔ تو جو ذات منبع الکمالات ہے اصلی محبت کی مستحق بھی وہی ہے۔ اگر تمہیں اولیاء سے محبت ہے، علماء اور بزرگوں سے محبت ہے، دیندار بادشاہوں سے محبت ہے تو ٹھیک خدا اسے اور بڑھا دے مگر ان میں یہ سب کمال بالتبع تھے کہ ان لوگوں کو خدا نے کمال دیا تھا۔ ہم نے امام اعظمؒ کو کبھی نہیں دیکھا۔ ان کا شہر کوفہ نہیں دیکھا مگر طلباء امام اعظمؒ پر جان دیتے ہیں ــــــ تو ان سب کے کمالات کا سرچشمہ اللہ ہے۔ ذرا سوچیے! جس ذات نے تمام عالم کو یہ کمالات

بخشے ہیں اور کمالات کے اسباب اور منشاء دیا ہے اس میں خود کتنے کمالات ہوں گے؟ کیا وہ محبت کے لائق نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔

سائنسدانوں کے کارنامے

آجکل سائنسدانوں کا بڑا چرچا ہے کہ بڑے بڑے کمالات دکھارہے ہیں اور ہمارے انگریزی خواں ان سے بڑے متاثر ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں جو محبت کی وجہ سے اور محبت بوجہ ان کے کمالات کے ہے۔ ٹھیک ہے کہ جنہوں نے انجن بنایا، ایٹم بنایا، موٹر بنائی اور ہوائی جہاز تیار کیا۔ وہ کمال والے تھے۔ مگر سوچئے کہ کیا انہوں نے ان چیزوں کو پیدا کیا؟ نہیں بلکہ ان عناصر کو صرف ترتیب دی۔ انسان کچھ بھی نہیں بنا سکتا۔ انسان عناصر کا خالق نہیں ہے۔

لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ مکھی تک کو روح نہیں دے سکتے۔

مکھی تک کے خالق یہ سائنس دان نہیں بن سکتے۔ البتہ اتنا ہے کہ انسان پٹرول، المونیم، لوہا اور لکڑی وغیرہ کو ایک خاص ترتیب دے سکتا ہے۔ جیسا کہ کمہار نے مٹی اور پانی کو ملایا اُسے کسی برتن کی شکل دی۔ یہ لوہا، یہ پٹڑی، یہ انجن، یہ ہوائی جہاز اور اس کا پٹرول اور وہ فضا جس میں اڑتا ہے، سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں یہ خیال کریں کہ جس فلسفی یا سائنس دان نے ان اشیاء کو ایجاد کیا تو اس کے دماغ اور دل کو کس نے پیدا کیا اور اس میں ان اشیاء کی خاص ترتیب کا علم کس نے ڈالا۔ انسان کی بنائی ہوئی ان چیزوں سے اس قدر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ انسان نے تو آج ہوا میں اڑنا اور پانی میں غوطہ لگانا سیکھا ہے۔ خداوند کریم نے لاکھوں سال پہلے مچھلیوں کو سمندر کی تہ میں غوطے لگانا اور سائنس کے اصولوں پر پرندوں اور مکھیوں کو ہوا میں اڑنا سکھا دیا۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں

اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا — میں اپنا گھر بنائے اور دور دراز پودوں اور پھولوں سے رس چوس کر شہد بنایا کریں۔

نقشہ ان کے دماغ میں بٹھادیا — تو سائنسدان کا دماغ خدانے پیدا کیا اور نقشہ جس کے مطابق اشیا کو یہ ترتیب دیتا ہے اُسے بھی خدانے پیدا کیا تو سارا کمال دراصل خدا کا ہے۔ تو اُس منبع الکمالات سے لازماً محبت ہونی چاہیئے کہ کمال کی قدر کرنے کا یہی تقاضا ہے۔

محبت کا تیسرا سبب تیسرا سبب محبت کا جمال اور حسن ہے۔ خوبصورت چیز سب کو پسند ہوتی ہے اور یہ طبعی محبت ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا، اور دریافت کیا کہ خُدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد میری کشتی گویا ڈوبنے لگی تھی۔ میں گھبرایا کہ اب کیا ہوگا مگر خدا نے فضل کیا اور کہا کہ تونے ایک شعر کہا تھا جس کا مضمون یہ ہے:—— ہر پتے میں خدا کی بے حساب تدابیر اور حکمتوں کا ایک دفتر موجود ہے۔ اس کی سبزی تروتازگی اور رعنائی عجیب عجیب رنگ اس کی خاص نہج پر قطع برید دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یا اللہ تونے کیا کیا کاریگری اور صنعت کاری درخت کے اس پتے میں کی ہے۔ تو سعدیؒ نے کہا کہ اس ایک شعر کی بدولت خدا نے مجھے بخش دیا۔ تو جمال اور خوب صورتی بھی خدا کی دی ہوئی ہے۔ جس نے چاند اور سورج پیدا کیا وہ خود کتنا خوب صورت ہوگا، تو گویا جمال و حُسن اس میں ہے، کمال اس میں ہے، احسانات اس کے ہیں۔ تو جس میں تینوں اسباب کامل اور بالذات موجود ہوں تو اس سے محبت کیوں نہ ہو۔ ہمارے اندر ایک چیز کی کمی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم خداوند کریم کے کمالات اور احسانات پر غور و فکر اور تدبّر نہیں کرتے۔ اس غور و فکر اور تصوّر کو صوفیاء مراقبہ سے تعبیر

۵ؔ برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر شخص دن رات میں پانچ دس منٹ تنہائی میں خواہ رات کو سونے سے پہلے لحاف ہی میں کیوں نہ ہو، سوچا کرے کہ یا اللہ تیرے احسانات اور مہربانیاں ہیں تو نے مجھے کیسی خوب صورت شکل دی، کان، ناک اور آنکھیں دیں، کیسی اچھی زبان دی، کتنا اچھا کھانا پینا اور لباس اور آرائش کا انتظام فرمایا۔ اگر تو مجھے کتا یا بلی بنا دیتا گندا کیڑا بنا دیتا جو بول و براز میں پڑا رہتا ہے تو میں کیا کر سکتا تھا — پھر اس کے حالات کا لحاظ کریں اور روزانہ یہ تصور کریں، مراقبہ کریں، احساس نعمت خداوندی کرتے رہیں تو جلد محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس کو مراقبۂ احسانی کہتے ہیں۔ دوسری چیز محبت کے لئے دینداروں اور صلحاء کی صحبت ہے اگر دیندار نہ مل سکیں تو ان کے مضامین اور حالات اور ان کی کتابیں پڑھیں کہ ان لوگوں نے کیسی زندگی گذاری۔ اگر آپ بدکردار کی رفاقت کریں گے تو بدعملی پیدا ہوگی اور جب محبت پیدا ہو جائے تو جس طرح ہم اپنے لئے اور بیوی بچوں کے لئے گرمی اور سردی کی پرواہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ہمیں خدا کی تابعداری میں بھی بوجھ محسوس نہ ہوگا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔
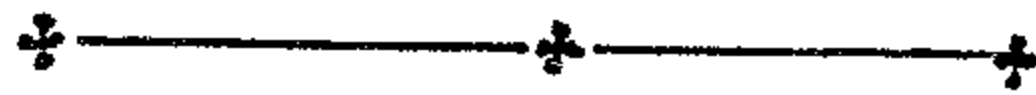
اللہ اور رسول ﷺ کی محبت

خطبۂ جمعۃ المبارک محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ الخ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ۔ الآیۃ

محترم بھائیو! اللہ جل مجدہ کا بے حد احسان ہے کہ ہمیں ایمان سے نوازا۔ اور پھر ہمیں اپنی ذات سے محبت کرنے کو بھی ضروری قرار دیا اور فرمایا کہ جن لوگوں کا مجھ پر ایمان ہے دعوٰے ایمان کا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو اللہ کے ساتھ ہر چیز سے بڑھ کر محبت ہوتی ہے والذین آمنوا اشد حبًا للہ۔ مومنوں کو اللہ سے بے حد محبت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اس کی وضاحت اس طرح فرمائی گئی ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔

ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی، بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے نقصان یا بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں مکان اور بلڈنگ جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ پیاری اور محبوب ہیں۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی یہ چیزیں زیادہ پسندیدہ ہیں تو پھر خدا کی طرف سے عذاب

اور سزا کے کسی حکم کا انتظار کرو۔

اللہ کی محبت ہر خواہش اور تمنا پر مقدم ہے

معلوم ہوا کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں اپنی تمام خواہشیں اولاد کی تمنائیں اور ترقی و تنزل کے تمام امور سے بے نیاز ہو جائے اور یہ سب کچھ اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مقابلہ میں پس پشت ڈال دے۔ والد نے کہا کہ شرک کر لو، تم شرک سے انکار کر دو، اس نے حکم دیا کہ میری خاطر جھوٹی گواہی دے دو، آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کسی کو قتل کر دو، آپ نہ مانئے، اولاد کی خواہش اور آرزو ہے کہ فلاں کام اس طرح ہو جائے، اور وہ چیز خلاف شرع ہے، آپ ان کی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیں قوم قبیلہ، کنبہ اور برادری کسی رسم و رواج پر مجبور کرے، مگر آپ خدا اور رسولؐ کی مخالفت کے ڈر سے ایسے تمام امور سے اجتناب کریں۔ برادری کے لوگ کوئی ایک کام خلاف شرع کرنا چاہیں آپ نہ مانیں اور ان سب چیزوں کو پس پشت ڈال کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کو مقدم سمجھیں۔ تب آپ ایمان کے دعوے میں سچے ہوں گے اور وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کا مصداق بن جائیں گے۔

صحابہؓ نے کیسے کیسے نمونے پیش کئے

صحابہؓ نے کیسے کیسے نمونے اس بات کے پیش کئے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادہ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ تھے، بعد میں مخلص مسلمان ہوئے۔ ایک دفعہ اپنے والد صاحب سے باتوں باتوں میں کہا کہ ابا جان فلاں لڑائی میں آپ بالکل میرے نشان پر تھے اور میری تلوار یا تیر کی زد میں آگئے تھے۔ مگر آپ کی حرمت اور عزت کا لحاظ کیا کہ والد ہیں، اور آپ کو بچا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بیٹا اس وقت جبکہ تم حالت کفر میں تھے، اور کافروں کے ساتھ تھے اگر میری نظر یا میری زد میں آگئے ہوتے تو میں کبھی آپ کو نہ چھوڑتا ——— یہ سچ ہے کہ اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے مگر جب تم کفر کے ساتھ تھے اس لئے میرے لئے اللہ کا حکم مقدم تھا

اور شفقت پدری کی رعایت ثانوی چیز تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک میں اسے اپنے والد اور اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

جنگِ بدر میں ستّر سرکردہ کافر قیدی بنائے گئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے اس کے بارہ میں مشورہ کیا کہ انہیں چھوڑنا چاہیئے یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے، یا قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضورؐ یہاں جو مسلمان مہاجر موجود ہیں یہ بھی مکّہ کے باشندے ہیں اور قیدی بھی مکہ کے ہیں اور یہ مسلمان اور قیدی سب آپس میں قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو جو قیدی جس مہاجر کو سب سے زیادہ عزیز اور قریب ہے، وہی مہاجر اپنے ہاتھ سے اس کافر کو قتل کر دے۔ کوئی باپ ہے، کوئی چچا، کوئی بیٹا، کوئی بھائی۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسلام کی راہ میں ایسے تمام رشتوں کو حائل نہیں ہونے دیا۔ یہ تھا ایمان و یقین اور اللہ و رسولؐ سے محبت کا جذبہ ظاہر بات ہے کہ صحابہؓ کو اپنے اعزہ و اقارب سے بے حد شفقت ہو گی مگر یہ جذبۂ ایثار و اطاعت اللہ کی راہ میں تھا۔

مدینہ کے عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین ہیں، سرغنہ تھے۔ ان کا بیٹا حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ مخلص اور جان نثار مسلمان تھے۔ عاشقِ رسولؐ اور عاشقِ صحابہؓ تھے۔ ایک لڑائی میں مہاجر اور انصار کی آپس میں معمولی سی جھڑپ ہوئی، عبد اللہ بن ابی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے۔ منہ سے نکلا کہ :-

لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ۔	اگر ہم اس دفعہ مدینہ واپس پہنچ گئے تو ہم سے جو عزت مند اور مقامی ہیں ان ذلت والے پردیسیوں کو نکال باہر کر دیں گے۔

عبد اللہ بن ابی نے عصبیت کا نعرہ جو جاہلیت کا نعرہ تھا، بلند کیا کہ ہم نے ان لوگوں

کو جگہ دی کپڑا روٹی مکان دیا اب یہ ہمارے اوپر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ اذل میں اشارہ صحابہ کرامؓ کی طرف تھا کہ وہ ذلیل ہیں۔ ہم عزت والے، یہ بات ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ تک پہنچی کہ میرے والد نے صحابہ کرامؓ کی توہین کی۔ ان کی شان میں بُرے الفاظ نکالے تو تلوار سونت کر مدینہ کے دروازہ میں کھڑے ہوئے اور جب ان کے والد وہاں پہنچے تو انہیں راستہ میں آلیا اور کہا کہ جب تک تم اپنے آپ کو ذلیل اور صحابہ کرامؓ کو اعزّ (عزت والے) نہ کہیں، مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔

باپ نے یہ منظر دیکھا تو چیخا چلایا کہ دیکھو مجھ جیسے بڑے آدمی کے ساتھ ــــــــ بیٹا ایسا سلوک اور جرأت کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپس میں باپ بیٹا ہیں۔ حضورؐ تک بات پہنچی آپ نے انہیں بلایا اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں سب سے زیادہ والدین کا احترام کرتا رہا ہوں، کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ گویا مسلمان کا تو کام یہ ہے کہ اللہ اور والدین کا شکر گزار رہے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ مگر یہاں معاملہ آیا اللہ اور اس کے رسولؐ اور صحابہؓ کی عزت و احترام کا کہ یہ صحابہؓ کو اذل اور اپنے کو عزیز سمجھتا ہے تو یہ بات میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ الغرض جب تک عبد اللہ بن ابی نے یہ نہ کہا کہ میں ذلیل ہوں اور صحابہؓ معزز اور قابلِ احترام تب تک اسے نہ چھوڑا۔ تو مسلمان تو اللہ اور اس کے رسولؐ کا پروانہ ہوتا ہے۔ وہ خدا کی اطاعت رسولؐ کی سنت اور دین کی اشاعت اور تحفظ کے لئے مال و جان سب کچھ قربان کر دے گا۔ مگر اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہو سکے گا کہ خدا کا حکم پیچھے ڈال دیا جائے۔ حضورؐ کی سُنت رہ جائے۔

محبت کے تمام اسباب اللہ میں جمع ہیں

بھائیو! مسلمان کو اللہ سے محبت کیوں نہ ہو گی دنیا میں کسی سے محبت کے چار اسباب ہوتے ہیں۔ کسی سے قرب ہوتا ہے رشتہ جیسے کہیں خداوند تعالیٰ ہمارے وجود سے بھی زیادہ قریب ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ ہم انسان کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

زید کے ساتھ اپنے وجود کا تعلق مؤخر ہے اور اللہ سے تعلق پہلے ہے کیونکہ اس

نے ایصال وجود الی الماھیتہ کیا ہے ہر شخص کو اپنا نفس محبوب ہے اور دیگر تمام اشیاء اس لئے محبوب ہیں کہ وہ اس نفس کے فلاح و بہبود کے لئے ہیں تو نفس سے بھی زیادہ جو ذات قریب ہے۔ اس سے تو اپنی جان اور نفس سے بھی بڑھ کر محبت ہونی چاہیئے۔ دوسرا سبب محبت کا احسان ہوتا ہے۔ الانسان عبد الاحسان۔ مقولہ ہے۔ جس سے اچھا کرو گے وہ تابعدار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ کتے کو جب روٹی ڈالا کرتے ہو تو وہ حیوان ہے مگر وہ بھی محبت میں آپ کی چوکیداری کرتا ہے۔ خدمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسان نے اس کے ساتھ احسان کیا تو انسان تو عقل مند ہے، ہوشیار ہے، اور احسانات بھی تمام کے تمام اور سب سے بڑھ کر خداوند تعالے کے ہیں یہ سب نعمتیں جتنی ہیں، آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں غرض سب نعم ظاہری و باطنی روحانی اور جسمانی سب من اللہ ہیں اس کے احسانات کا تو حد و حساب ہی نہیں وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً اس نے تمہارے اوپر ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش کر دی۔ اس طرح کسی کے کمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو کمالات سب اللہ میں موجود ہیں، دیکھئے علم کی قدر کی جاتی ہے، کوئی حسن کی قدر کرتا ہے تو ان سارے کمالات کا دینے والا اللہ ہے اگر کوئی ڈاکٹر ہے، انجنیئر ہے، عالم ہے تو یہ سب کمال اللہ نے دیا ہے۔ چاند سورج حسین ہیں، خوبصورت ہیں۔ یہ حسن انہیں کس نے دیا؟ اللہ ہی نے دیا۔ جب اس کی مخلوق میں ایسی ایسی حسین چیزیں موجود ہیں تو جو دینے والا ہے۔ اس کا خزانہ تو ان تمام انعامات اور کمالات سے لبریز ہوگا، تو قرب، جمال، کمال احسان، قوت، غلبہ اور سلطنت سب اس میں ہیں تو اس سے محبت نہ کریں تو کس سے کریں۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ ان چیزوں کی معرفت ایمان سے حاصل ہوگی، اور جتنی معرفت ہوگی اتنی محبت میں زیادتی ہوگی اور محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے تو محبوب سے جس چیز کو نسبت ہوگی وہ بھی پسندیدہ ہوگی تو اللہ کی طرف جو چیزیں منسوب ہیں ان سے بھی محبت ہوگی اگر کسی مکان یا زمانہ کو اس سے نسبت ہو جائے وہ پسندیدہ ہو جائے گی۔ مجنوں جب لیلے کے گھر اور گلی میں گزرتا تو ایک ایک دیوار چومتا، کسی

نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو، کہا کہ ؎

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِی　　　وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارُ

ان بنگلوں اور گارے مٹی کی دیواروں سے محبت نہیں بلکہ ان میں بسنے والی محبوبہ لیلےٰ کی نسبت کی وجہ سے چومتا چاٹتا ہوں۔ مجنوں لیلےٰ کی گلی سے گزرنے والے کتے کو بھی گود میں بٹھاتا اور اسے چومتا۔ کسی نے کہا کہ دیوانے تیرا دماغ خراب ہے؟ تو وہ کہتا نہیں یہ کتا کبھی لیلےٰ کی گلی سے گزرا ہوگا۔ اس کی ہوا اسے لگی ہوگی۔

تو ایک مجازی عاشق ایسی چیز کی جسے محبوب سے ادنیٰ اور معمولی سی نسبت بھی حاصل ہو جائے قدر کرتا ہے۔ تو جو اشیاء اللہ کی طرف منسوب ہیں ان سے محبت کیوں نہ کی جائے۔ پھر یہ ساری مخلوق اللہ سے ایک گونہ نسبت رکھتی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا:۔

اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فِی	یہ ساری مخلوق اللہ کے لئے
الْاَرْضِ فَاَحَبُّھُمْ اِلَی اللّٰہِ	بمنزلہ اولاد ہے اللہ کی مصنوع
اَحْسَنُھُمْ اِلٰی خَلْقِہٖ	اس کی کاریگری ہے اور خدا

کو زیادہ وہی شخص محبوب ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا ہے۔

دیکھئے کسی سے محبت ہو تو اس کی کاریگری سے بھی محبت کرتے ہیں، اسے نشانی کے طور پر رکھتے ہیں۔ اگر کسی ایسے شخص کا دستخط کسی کاغذ پر مل جائے تو لے کر اُسے چومتے ہیں۔ آنکھوں پر لگاتے ہیں اس لئے کہ اس سے کسی کی نسبت ہے، یہ اس کی دستکاری ہے۔ اس طرح یہ سارا عالم اللہ کا کارنامہ ہے۔ اس کے یدِ قدرت کی پیداوار ہے تو ساری مخلوق قابلِ قدر اور لائق محبت ٹھہری ــــــ اسی طرح اللہ کے رسولؐ کو سب سے بڑھ کر نسبت اللہ سے ہے تو رسولؐ کے ساتھ محبت بھی سب سے بڑھ کر ہوگی، کیونکہ رسولؐ ہماری ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ خدا کے بعد ساری مخلوق میں اس کی شان ہے۔؟

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

اور جب رسولؐ سے محبت لازمی ٹھہری تو اس کی ہر سنت، ہر قول و فعل اور تمام طور و طریقوں اور سب اداؤں پر جان نثار کرنا ہوگی۔ کیونکہ ان تمام چیزوں کو رسول اللہ سے نسبت ہوگئی ہے اور خود رسولؐ کو اللہ کی طرف نسبت ہے۔ اور اگر اللہ سے محبت ہے تو کلام اللہ سے محبت ہوگی، کیونکہ یہ اس کا کلام ہے اور بیت اللہ سے بھی محبت ہوگی کیونکہ یہ اس کا گھر ہے اور اس کی طرف منسوب ہے۔ تمام مساجد سے محبت ہوگی کیونکہ یہ اس کی عبادت گاہیں ہیں۔

برے اعمال سے حضورؐ کو اذیت ہوتی ہے

پھر دیکھئے کہ کوئی عاشق اپنے معشوق کو اذیت دینا برداشت نہیں کرے گا۔ آج ہم ان کفار پر لعنت بھیجتے ہیں جن کے ہاتھوں حضورؐ کو تکلیف پہنچی، ہمارے سینے جذبات سے موجزن ہیں کہ کاش ہمیں ابوجہل مل جائے تو ہم اس کی ایک ایک بوٹی نوچ لیں۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے محبوب کو تکلیف پہنچائی۔ غرض ہر دشمنی کرنے اور ہر ایذا پہنچانے والا ہماری نظروں میں حقیر ہے۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے محبوب کو اذیت دی ہے۔ تو ذرا اپنے اوپر بھی ایک نظر ڈالیں اور ذرا سوچیں کہ کہیں خود تو ہم حضور نبی کریم علیہ السلام کو ایذا نہیں پہنچا رہے؟ اور ہمارے اعمال کی وجہ سے آج حضورؐ کو اذیت تو نہیں ہو رہی ___ کسی والد کو اپنی اولاد کی برائی کی وجہ سے کتنا دکھ ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر خوشی مل جائے مگر اسے صدمہ ہوتا ہے کہ اولاد بے دین ہے بے عمل ہے، میرے کارناموں پر پانی پھیر رکھا ہے، اس کے مسلک کے خلاف ہے تو والد کو کوفت ہوتی ہے اس طرح حضورؐ بھی ہمارے روحانی والد ہیں۔ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ ان کی بیویاں ہماری مائیں ہیں۔ ہزاروں آباؤ اجداد کی شفقت و محبت ان پر قربان ہو جائے تمام آباؤ اجداد کی محبت ایک طرف اور حضورؐ کی شفقت اپنی روحانی اولاد سے ایک طرف ___

اور جب ہم ان کی اولاد ٹھہرے اور وہ ہمارے والد، تو حدیث میں آتا ہے کہ حضرت

میں دو بار امت کے اعمال اجمالاً حضورؐ کو پیش ہوتے ہیں، مثلاً صوبہ سرحد کے باشندے کیا کرتے ہیں، پشاور والوں کا کیا حال ہے۔ یہ اجمالاً عرض اعمال ہے اُمت کی کارگذاری پیش ہوتی ہے تو جب انہیں معلوم ہو جائے کہ میری روحانی اولاد میرے طور طریقوں کے بالکل الٹ جا رہی ہے۔ تو کیا خیال ہے کہ حضورؐ کے قلبِ اطہر کو صدمہ نہ ہو گا۔

مرزا بیدل کا قصہ

آپ نے وہ قصہ سنا ہو گا۔ ایک شاعر تھے مرزا بیدل صوفی منش آدمی تھے، عشق رسولؐ تھا، ایران کے بادشاہ کی طرف سے سفارت آئی، دربار میں بادشاہ سے خواہش ظاہر کی کہ ہم نے ایران میں مرزا بیدل کا چرچا سنا ہے اس کے اشعار سنے ہیں اگر ان کی زیارت بھی ہو جائے تو اچھا رہے گا۔ بادشاہ نے کہا یہ سامنے ہی تو بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی داڑھی کتری ہوئی تھی یہ لوگ اسے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ اتنا نام ایسے اشعار ایسی تحریر اور کارنامے، مگر داڑھی تراشتا ہے، تو تعجب سے کہا کہ "ایں مرزا بیدل ست ریش می تراشد" مرزا بیدل نے سنا شاعر تھا با کمال۔ کہا کہ "آغا ریش می تراشم ولے دل کسے رانہ می تراشم۔"

شیطانی وسوسہ

آج بھی بہت لوگ کہتے ہیں کہ ایمان تو دل میں ہے داڑھی میں نہیں۔ یہ تو مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ تو مرزا بیدل نے بھی کہا کہ داڑھی کترتا ہوں کسی کا دل تو زخمی نہیں کرتا۔ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا، گالی گلوچ نہیں کرتا، ضرر نہیں پہنچاتا۔ حضورؐ کے ارشاد اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ سے بہت لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے کہ کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ، باقی جو جی میں آئے کرو بس مسلمانی حاصل ہو گئی اور صلح کل بن گئے ہیں اور بہت سے یاروں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ بس کلمہ پڑھ لو پھر دنیا کا ہر کفر ہر ظلم اور ہر برائی اختیار کرو۔ مسلمانی کلمہ پڑھ کر ایسی چپک گئی ہے کہ اب کسی طرح بھی جدا نہیں ہو سکتی، حالانکہ یہ محض ابلیس کی شر انگیزی ہے۔ اسلام تب رہے گا کہ تمام عقائد اور نظریات بھی کلمہ شہادت کے تحت

رہیں اور رسولؐ کے بیان کئے ہوئے ضروریاتِ دین میں سے کسی بات سے انکار نہ ہو۔

الغرض مرزا بیدل نے کہا کہ کسی کے دل کو تکلیف نہیں دیتا۔ ایرانی مہمانوں نے برجستہ کہا کہ "بلے ولیکن دل رسولؐ اللہ را می خراشی"، جب حضورؐ کے امتی بن کر ان کی سنتوں کی مخالفت کرتے ہو تو ان کے دل کو چوٹ لگاتے ہو۔ مرزا بیدل کے دل پر چوٹ لگ گئی اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔ تو جب ہمارے اعمال حضورؐ کو پیش ہوتے ہیں تو کیا ہم حضور نبی کریمؐ کے قلب مبارک کی تکلیف کا باعث نہیں بنتے۔

ہم شریعت سے پھر جائیں زندگی ساری اس کی مخالفت میں گزرے تو انہیں ہماری وجہ سے خوشی حاصل ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہر نبی خصوصاً رحمۃ للعالمینؐ کو صدمہ ہوتا ہے۔ کہ میرا کلمہ گو امتی میرے راستے پر کیوں نہیں چلتا اور حضورؐ نے فرمایا کہ:۔

مَنْ آذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللہ	جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس
وَمَنْ اٰذَی اللہَ یُوْشَکُ الخ	نے اللہ کو اذیت دینا چاہی ،

اور جو ایسا کرنا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دے گا۔

محترم بھائیو! اگر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے تو اس کے احکام و فرامین اور سنتوں سے بھی لازمی محبت کرنا ہو گی۔ اسی لئے تو ہم پیدا کئے گئے کہ نہ صرف خود بلکہ ساری دنیا سے اللہ اور رسولؐ کے احکام اور سنتوں پر عمل کرائیں گے۔ اسی لئے ہمیں خیر امۃ کہا گیا کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

حضورؐ کی تعلیمات سے ساری دنیا کو پاکیزہ بنانا ہے

اس لئے نہیں کہ خود بھی اللہ اور رسولؐ

کو چھوڑ کر دیگر اقوام کے پیچھے بھاگتے پھریں گے۔ بلکہ ہمیں تو خود کو بھی اور ساری دنیا کو تعلیماتِ نبویہؐ سے ظاہراً و باطناً مزّکی کرنا ہوگا۔ اور اس راستہ پر چلانا ہوگا جو حضورؐ نے متعین کیا پھر دیکھئے کہ ہمارے اوپر دنیا اور آخرت کے خزانوں کے دروازے کھلتے ہیں یا نہیں اور اگر ایسا نہ ہو ہر چیز مل جائے مگر اللہ کی یاد اور اس کے قانون سے اعراض ہو تو انجام یہی بربادی اور پریشانی ہوگی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا جس نے میری یاد سے اپنی پیٹھ پھیر لی اس کے لئے زندگی ہوگی بہت تنگ اور پریشانیوں سے لبریز، سکون وعافیت سے محروم رہے گا۔ کروڑوں کے مالک بن جائیں دنیا بھر کی سلطنت مل جائے مگر معیشت تنگ ہوگی۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے مقصدِ حیات سے اعراض اور خدا کی یاد اور محبت سے غفلت کا۔

محبّت حاصل کرنے کے امور ظاہر و باطن کی صفائی

اللہ کے ہاں مال و دولت حسب ونسب اور جمال و کمال کی قدر نہیں بلکہ ذکر و فکر، محبتِ خداوندی، فکرِ آخرت، اطاعت و تابعداری اور رسولؐ سے محبت کی قدر ہے، یہی اس کی محبت حاصل کرنے کے امور ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو مومنوں میں شمار کردے اور ایمان کی برکت سے اللہ ان تمام چیزوں سے بھی محبت کرادے جو اللہ کی طرف نسبت رکھتی ہیں ـــ اور کامل تابعداری نصیب ہو ـــ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کی محبوبیّت اور مالکیّت

اور عبادات کا باہمی ربط و تعلق

نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج ، قربانی۔ جس کے مظاہر ہیں:—

خُطبہ جُمعۃُ المُبارک ۱۷ رمضانُ المُبارک ۱۳۸۶ھ

محترم بزرگو! قرآن مجید تمام عالم کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ مسلمان قوم اگر دنیا میں عزت مند اور کامیاب ہوئی تو قرآن کی بدولت ہوئی۔ آج بھی ہم قرآن مجید کی نعمت کی برکت سے سرخرو ہو سکتے ہیں اگر قرآن مجید کی روشنی میں قدم بڑھائیں۔ ہم نماز کی ہر رکعت کی سورہ فاتحہ میں اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡم۔ کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھادے آگے کہتے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اے اللہ ہمیں راستہ ان لوگوں کا بتلا جن پر تیری نعمت ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین جن پر خداوند کریم کا انعام واکرام نازل ہوا ہے اور ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب اُترا ہے اور جو قومیں گمراہ ہو کر سیدھے راستے سے بھٹک چکی ہیں۔ تقریباً تمام مفسرین مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ اور ضَآلِّیۡنَ کا مصداق یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں۔ یہی یہود و نصاریٰ آجکل مغربی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ خاص طور سے امریکہ اور برطانیہ۔ اللہ تعالےٰ علیم خبیر

ہر نماز میں مغربی تہذیب سے پناہ

مغربی تہذیب امتِ محمدی کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے

عالم ما کان و ما یکون ہیں۔ ان کو معلوم تھا کہ اُمّتِ محمدیؐ کے لئے سب سے بڑا فتنہ یہی تہذیب ثابت ہوگی، اور مسلمانوں کو خدا سے برگشتہ کرنے والی قوم یہی یہودی اور عیسائی بنیں گے۔ آج ہماری تہذیب وتمدّن، لباس، پوشاک، کھانا پینا، تجارت، زمینداری تعلیم اور ملازمت سب یورپی تہذیب میں رنگے ہوئے ہیں جو ضالین یعنی عیسائیوں کی تہذیب ہے۔ عیسائی اتوار کے دن گرجا جاتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر ان سے دو قدم آگے ہیں۔ سال بھر میں صرف عید کے دن ممکن ہو تو عید گاہ میں چلے جائیں گے گویا عیسائیوں اور بھنگیوں سے بھی نیچے ہوگئے۔ جمعہ کی عبادت بھی چھوڑ دی، عید کی تقریب بھی۔ میلہ، تھیٹر اور سینما اور جُوا بازی کے لئے مخصوص کی گئی، جو یہود و نصاریٰ کی تقریب کا حال ہے۔ گویا مذہب بھی ان کے طرز طریقے پر ہے وہ کھڑے ہو کر کھانا کھائیں تو ہم بھی، وہ کھڑے ہو کر پیشاب کریں تو ہم بھی، اور وہ بے حیا ہو جائیں تو ہم بھی بے حیا ہوئے اور جتنا بے حیا ہوا اتنا ہی کامیاب، جنٹلمین مہذب کہلائے۔ گویا معاشرہ میں قدر و عزّت والا وہ ہے جو پورا فرنگی طرز پر ہو۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ وہ اقوام ہیں جن کے ہاتھوں تاحیات مسلمان لغزش کھاتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہمیں راہِ راست سے ہٹا کر ہلاکت و بربادی کی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اس لئے خدا نے پہلے سے پنج وقتہ نمازوں کی ہر رکعت کے لئے جو دُعائیں ہمیں بتلا دیں۔ ان میں بنیادی بات یہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے بچنے کی دُعا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے بار بار دُہرانے کا حکم ہے تاکہ مسلمانوں کو ہر وقت تنبیہہ ہوتی رہے کہ ان مغضوب علیہ اور گمراہ اقوام کی تقلید اور پیروی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ پھر ہر رکعت میں خدا وند کریم سے ہمارا یہی وعدہ

عبادت کس ذات کی زیبا ہے؟

ہوتا ہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ نہ بُت پرست ہیں نہ آتش پرست نہ یہود و نصاریٰ کی طرح دیگر مادی اشیاء کو اپنا معبود بنانے والے ہیں۔

عبادت اس ذات کی ہوگی جو ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک ہو اور وہ اللہ رب العزت ہی ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (تو کہہ اے رسولؐ اللہ ملک وسلطنت کا مالک ہے۔ تو ہی جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے)

اگر ساری مخلوقات جمع ہوکر تمہیں نفع پہنچانا چاہے، اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر ساری مخلوقات ضرر اور نقصان پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے۔ پس لازم ہے ایسے مالک کی عبادت کی جائے۔ اس واسطے ہم اللہ ہی

نماز عبادت کا مظہر اتم

کی عبادت کا عہد ایاک نعبد سے کرتے ہیں۔ اس عبادت کے کئی مظاہر ہیں اور سب سے بڑی عبادت اور اس کا مظہر اتم نماز ہے۔ نماز میں جتنی عجز وتواضع اور اظہار عبدیت اور احتیاج ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالٰے کی عظمت اور استغناء کا جتنا اعتراف ہوتا ہے۔ اس طرح کسی اور عبادت میں نہیں ہو سکتا۔ تو مسلمان اپنی عاجزی اور انتہائی تواضع اور تذلل اور ادب واحترام کا اظہار نماز میں اللہ ہی کے سامنے کرتا ہے کہ اے اللہ میں ایک قیدی محکوم اور غلام ہوکر تیرے سامنے دست بستہ حاضر ہوں۔ جیسے تیرا حکم ہوا ایسا ہی کرتا ہوں، جھکتا ہوں، کھڑا ہوتا ہوں، کبھی رکوع، کبھی سجدہ میں ہوتا ہوں۔ جو بندگی کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ بندہ خداوند کریم کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرتا ہے۔ اس وجہ سے نماز خداوند تعالٰے کی صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ وہ بادشاہ ہے، مالک ہے، نفع ونقصان اور تمام قوت وطاقت کا، اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں بن

سکتا۔ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُکُمۡ وَلَا یَضُرُّکُمۡ شَیۡئًا۔
کیا تم عبادت کرنے لگے ہو۔ اس چیز کو جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان) ایک انتہائی
وفادار غلام بھی اپنے آقا کے سامنے ایسے ادب و تعظیم سے پیش نہیں ہو سکتا۔ جس طرح
مسلمان نماز میں پیش ہوتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت و سلطنت حشمت و عزت
کا تقاضا ہے کہ پورے ادب کا مظاہرہ کریں تو نماز مظہر جلال بھی ہے اور قاعدہ ہے

نماز اور زکوٰۃ کا باہمی ربط

کہ آقا وفادار خادم کو خزانہ کا امین مقرر کرتا ہے مسلمان نے
نماز کی شکل میں جب وفاداری کا حلف اٹھایا تو خدا
نے خزانہ ہی اس کے سپرد کر دیا۔ قرآن مجید میں اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ کے بعد اٰتُوا الزَّکٰوۃَ
کا حکم ہے جس کی باہمی مناسبت یہی ہے ـــــــــ معلوم ہوا کہ جو صحیح نمازی ہوگا، وہ
مالدار بھی ہوگا، مال کا مالک رب العزت ہے اور بندہ امین و خزانچی ہے۔ مال کا مالک نہیں
تو جو بندہ اپنے کو مال کا مالک نہیں سمجھتا ہے۔ وہ مالک کے حکم پر فوراً مال اس کے سپرد
کر دے اور جو شخص مال کو اپنا مملوک جاننے لگا۔ وہ کہے گا کہ میں اپنے مال کو دوسرے
کے حکم پر کیوں دوں ـــــــ تو زکوٰۃ دینا علامت ہے کہ مال دار اپنے کو مالک نہیں سمجھتا
تو رب العزت کی صفتِ مالکیت کا تقاضا ہے کہ زکوٰۃ دیں۔ جیسے آج کی حکومتیں حاکمیت
ہی کی وجہ سے مالیہ اور محصول وصول کرتی ہیں۔ حکومت والے اگر کرسی سے ہٹ جائیں
تو ان کا کوئی حق نہیں رہتا نہ مانگ سکتے ہیں اور نہ کوئی دیتا ہے۔ یہ حکومت کی طاقت
اور دباؤ کا تقاضا ہے تو خداوند تعالےٰ تو سارے بادشاہوں کا بادشاہ اور
احکم الحاکمین ہے اگر مجازی حاکم ہمارے اموال کا کوئی حصّہ ہم سے لے سکتا ہے تو کیا
احکم الحاکمین مالک حقیقی کا کوئی حق نہ ہوگا؟ کاشت کار، زمیندار یعنی مالک زمین کو حصّہ
دیتا ہے کہ ملکیت زمین اس کو حاصل ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنا حصّہ لے تو کیا جس
کو سارے جہان کا مالک سمجھا جاوے اور وہ واقعی سب سے بڑا حاکم ہے اور طاقتوالا

ہے تو کیا بندہ ایسے حاکم اور مالک کا مقرر کردہ حصہ عشر، ربع، ربع الخمس، خمس، زکوٰۃ، صدقہ، فطر، قربانی وغیرہ بخوشی ادا نہ کرے گا؟ اور جس طرح موت وحیات، تندرستی،

انعامات خداوندی

عزت وذلت کا وہی مالک ہے۔ اسی طرح وہ رحیم وکریم بھی ہے۔ بندہ پر اس کے احسانات وانعامات کا کوئی حدود حساب نہیں، شمار سے باہر ہیں۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔
(اگر تم اس کے احسانات کا شمار کرنا چاہو تو نہ گن سکوگے)

بارش بند ہو تو وہی برساتا ہے۔ خشک سالی ہو تو وہ مہربان آقا اپنے غلاموں کی بے کسی پر رحم کر کے آبادسالی کردیتا ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے ہمیں بطن مادر میں رکھا۔ نو ماہ تک لطیف غذا دیتا رہا۔ اسی جگہ سردی اور گرمی سے ہماری حفاظت کرتا رہا۔ جبکہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہ تھی۔ مگر غذا ملتی رہی۔ جس وقت اس زمین میں آئے تو مشفق مہربان ماں کے سینے میں دودھ کے چشموں کا انتظام فرمایا۔ دانت نہ تھے، نہ کچھ غذا کھا سکتے تھے، نہ ہضم کر سکتے تھے۔ خداوند تعالےٰ نے لبنِ خالص میں تبدیل فرما کر دو ڈھائی سال تک ہمیں خوراک سے بے فکر رکھا۔ جوان ہوئے تو دیکھا کہ زمین پر ہمارے لئے دریا جاری ہیں، ہوائیں چلتی ہیں، قسم قسم کی سبزیاں، میوے اور غلّے اُگتے ہیں۔ آسمان پر چاند، سورج، تارے بنے ہیں۔ یہ سب کے سب ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت ہر آن ہر سیکنڈ میں ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش ہے۔ اپنی آنکھوں کو دیکھئے کیا عجیب روشنی ان سے نکل رہی ہے، کان کو دیکھئے کیا عجیب مشین ہے کہ بغیر بیٹری اور بجلی کے آنکھ اور کان کام کر رہے ہیں۔ اپنی زبان کو دیکھیں کیا عجیب پٹرول اس میں خدا نے ودیعت کیا ہے کہ مسلسل چلتی رہتی ہے۔ مگر سوکھتی نہیں۔ غرض سر سے پاؤں کے ناخنوں تک کروڑ ہا نعم ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کی زندگی کو ہم نے سب کچھ فرض کر لیا ہے۔ اور آگے کا خیال تک نہیں نہ اس کا احساس ہے کہ منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے

اس کے احسانات کا کیا شکر یہ ہم نے ادا کیا۔ غرض جب خداوند تعالیٰ علیم ہے اور کمال جمال کا مالک ہے اور اس کے احسان وکرم کی کوئی حد نہیں، رحمٰن و رحیم ہے تو اس کی شان معشوقیّت اور محبوبیت کی ہوئی۔ حسن اور جمال اور کمال و احسان کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ انتہائی محبت پیدا ہو اور اس کی محبت میں بندہ سرشار رہے۔

روزہ شان جمالیّت کا مظہر

روزہ اور حج اس کی شان جمالیّت کا مظہر ہیں۔ ایک عاشق مجازی کے لئے درجہ عشق کی ابتدا یہ ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے کاموں کا سارا نظام الاوقات ہی بدل جاتا ہے۔ طبیعت مضمحل اور پژمردہ رہتی ہے۔ اُٹھنے بیٹھنے سونے میں فرق آجاتا ہے محبوب کے تصوّر اور خیال میں مستغرق رہتا ہے، لذائذ حیات ترک کر دیتا ہے، حلال خواہش بھی پوری نہیں کرتا، اس کا کسی سے سروکار نہیں بلکہ اگر کوئی اسے گالی دے، چھیڑے، جھگڑا کرے تو وہ جھگڑتا نہیں۔ نہ گالی گلوچ دیتا ہے۔ یہ حالت اللہ تعالےٰ کے اس عاشق کی ہو جاتی ہے جس کا نام روزہ دار ہے۔ نہ کھانا نہ پینا خواہشات کی پرواہ۔ روزہ ترک اکل و شرب اور ترکِ جماع اور راتوں کو جاگنے سے عبارت ہے پھر جب کوئی اس سے جھگڑتا بھی ہے تو یہ جواب نہیں دیتا۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا فَاِنْ سَابَّهٗ اَوْ قَاتَلَهٗ اَحَدٌ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ (پس کوئی اسے گالی دے یا اسے مارے پیٹے تو یہ کہے میں تو روزہ دار ہوں) روزہ دار سے کوئی جھگڑا کرے یا اُسے گالی دے تو وہ جواب نہیں دیتا کہ میں تو روزہ سے ہوں مجھے ان دھندوں سے کیا غرض——

اس کے عشق کا پہلا مرحلہ رمضان کے پہلے بیس دن ہیں۔ جن میں نہ دن کو کھانا پینا نہ رات کو آرام۔ دل کا لگاؤ کسی دوسری ذات سے ہے۔

عشق کا دوسرا مرحلہ اعتکاف

عشق نے ترقی کی بیس تاریخ کو گھر بھی چھوڑ بیٹھتا ہے اور مسجد میں جو خدا کا گھر ہے۔ ڈیرہ

ڈال دیتا ہے۔ اب رات کو اہل و عیال سے اختلاط کی جو گنجائش تھی وہ بھی ختم ہوئی اور دنیا کے تمام ضروری مشاغل بھی ممنوع ہوئے۔ اعتکاف عکوف سے ہے جس کا معنی ہے اپنے آپ کو بند کرنا۔ اس لئے اس کا ثواب حج اور عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ آج حج کرنے میں کتنے موانع اور مشکلات ہیں تو رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف جس نے کیا اسے حج جتنا ثواب حاصل ہوا۔ گو اس سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہو گا۔ مگر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ نوافل فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی نے ہزار نیکیاں بھی نوافل کی شکل میں کیں تو اس کی وجہ سے کسی فرضی عبادات سے ذمہ فارغ نہیں ہو گا۔ بہر حال ثواب مل جائے گا۔ محبتِ خداوندی کا پہلا اثر ابتداء رمضان سے شروع ہوا کہ اس کا دل غیر اللہ سے اچاٹ ہوا تھا۔ مگر اہل و عیال کے ساتھ کچھ مخالطت تھی۔ مگر اب تو جان و جسم کو بالکل بند کر دیا۔ گھر جانا، بازار جانا، دنیاوی مجالس میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیا کہ اے اللہ میں تو تیرے در پہ پڑا ہوں۔ جب تک بخشش نہ ہو گی اور رضا حاصل نہ ہو گی تیرے در سے بستر نہ اٹھاؤں گا۔ آج بھی اگر کسی سے جان بخشی کرائی جائے تو اس کے ڈیرہ پر بستر جما دیتے ہیں۔ وہ پہلے آزماتا ہے کہ سچا ہے یا نہیں۔ پھر جب اس کی صداقت ظاہر ہو تو سنگ دل سے سنگ دل بھی معاف کر دیتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالےٰ سے جو رحمان و رحیم ہے۔ معافی مانگتا ہے کہ اے اللہ ہر طرح خطاوار ہوں۔ معاف فرمادے۔ پھر اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ رمضان المبارک کی ہر رات اس کی طرف سے مغفرت بخشش کے لئے اذنِ عام ہوتا ہے۔ اور حسبِ ارشاد نبویؐ ہر رات قبیلہ بنو کلب کے ریوڑ کے بالوں کی تعداد میں مجرم اور گنہگار بخشے جاتے ہیں تو کیا وہ اپنے اس بندہ کی بخشش نہیں کرے گا؟ یقیناً کرے گا۔ اعتکاف کی اس اہمیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت زور دیا۔ یہاں تک عورتیں بھی گھروں میں اعتکاف کر سکتی ہیں محلہ کی مسجد میں اگر کم از کم ایک شخص نے اعتکاف کیا تو سنتِ کفایہ پر

عمل ہؤا۔ سب کا ذمہ فارغ ہؤا۔ ورنہ سارا محلّہ یا سارا گاؤں تارکِ سنّت ہوگا۔ جیسا کہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ بعض نے ادا کیا تو ٹھیک ورنہ سارا گاؤں گنہگار ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا حصول فرض کفایہ ہے کہ ہر ملک اور ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت ہو کہ وہ زندگی علم حاصل کرنے اور اپنی قوم کی رہنمائی اور ہدایت میں خرچ کرے۔ ورنہ سارا علاقہ سارا ملک اور پوری قوم گنہگار اور تارکِ فرض ہوگی۔ جو جماعت حصولِ دین میں زندگی صرف کر رہی ہے۔ وہ پوری قوم اور پورے ملک پر احسان کر رہی ہے۔ یہی حال معتکف کا ہے کہ اس نے مسجد میں اعتکاف کیا تو خود بھی مستحق اجر ہؤا، اور لوگوں کا ذمہ بھی فارغ کرادیا کہ سب کو ترکِ سنّت سے بچا لیا۔ اس وجہ سے ہندوستان میں لوگ اعتکاف کرنے والوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ لوگ بڑے بوڑھوں کو راضی کر کے منت سماجت کر کے مسجد میں بٹھا دیتے کہ سب کا ذمہ فارغ ہو جائے۔

حج عشق کا تیسرا مرحلہ

الغرض عشق اور محبت الٰہی کی جو آگ رمضان المبارک سے بھڑک اٹھی تھی، وہ سلگتی رہی۔ عشق میں ترقی ہوتی رہی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد گھر بار بھی۔ مگر جب عشق کا غلبہ اور زیادہ ہؤا تو گھر بار کے ساتھ گاؤں، ملک اور وطن سے بھی دستبردار ہؤا۔ اب عشق جب آخری مرحلہ پر پہنچا تو محبوب حقیقی کی تلاش میں ملک ملک اور صحرا بصحرا پھرنے لگا۔ اس حالت میں نہ اسے آرام و راحت کا خیال ہے نہ اپنی صفائی اور زیب و زینت کا اور نہ دکان کی خبر ہے، نہ زمین اور تجارت کی۔ اہل و عیال سے دور مارا مارا پھرتا ہے۔ سر کے بال بڑھے ہوئے ہیں، بدن میلا کچیلا ہے۔ بدن پر دو چادریں ہیں، جوئیں رینگتی ہیں۔ مگر اسے کسی چیز کی خبر نہیں۔ اگر کسی نے مارا پیٹا، گالیاں دیں۔ تو جواب نہیں دیا۔ فحش گوئی، بے حیائی اور نفس پروری کا تو احتمال تک نہیں۔ عشق کی یہ حالت اسلام میں "حج" سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور روزوں کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہر حج شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آ بیٹھا تو وہاں سے خیال آیا کہ

خدا کا گھر اور محبوب کی تجلیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے، تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفرِ حج پر روانہ ہوجاتا ہے۔ تصورِ یار میں مجنون کی طرح نغمے الاپتا ہے کہ وہ عشق

تلبیہ اور طواف

میں پرندوں چرندوں سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

بِاللّٰہِ یَا ظَبِیَاتِ القَاعِ قُلْنَ لَنَا
ءَ لَیلَایَ مِنْکُنَّ اَم مِنَ البَشَرِ

اے آہوانِ صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجیو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے زمرہ میں سے ہے مگر اس عاشقِ حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ جب اس کے گھر پر نظر پڑ جاتی ہے تو دیوانہ وار اس کا طواف کرنے لگتا ہے کبھی ایک کونہ اور کبھی دوسرا چھوتا ہے کہ کہیں معشوق کا سراغ لگ جائے۔

منیٰ، عرفات

پھر وہاں سے خیال آیا کہ شاید آبادی سے باہر محبوب ملے تو دیوانگی میں صحرائے عرفات پہنچتا ہے۔ وہاں سے مزدلفہ اور منیٰ۔ غرض جہاں بھی امید لگے وہاں ڈیرا ڈالتا ہے کہ وصال اور رضائے محبوب حاصل ہو۔

رمی

درمیان میں ناصح ناداں نے ملامتی شروع کر دی یعنی ابلیس دل میں وساوس ڈالنے لگا کہ یہ عشق تمہیں کہاں کہاں پھرائے گا۔ اس عشق نے تمہیں دیوانہ بنا دیا۔ اس محبتِ خداوندی کے چکر سے نکل آؤ تو عاشقِ خداوندی سات پتھروں سے اسے مارنے لگتا ہے جس کا نام ہے رمی جمرات۔

عشق کا آخری مرحلہ قربانی

عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے جیسے پروانہ عاشقِ مجازی ہے شمع کا، تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی لَو میں غوطہ لگا کر جان دے دیتا ہے۔

ع کارِ عاشق خون خود بر پائے جانان ریختن

تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ مگر محبوب حقیقی کی طرف سے ندا اور آواز پہنچتی ہے کہ لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اپنی جان کے بدلہ کسی محبوب جانور دنبہ یا گائے یا اونٹ کو ذبح کر دو۔ یہ تمہاری جان کے بدلہ میں جان ہے۔ جو ہم تمہاری قربانی کی بجائے منظور کرتے ہیں۔

اساسی عبادات باہمی مربوط ہیں

تو بھائیو! کسی کی فرمانبرداری کسی خوف یا طمع یا محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خداوند کریم مالک نفع وضرر ہے۔ تو خوف و طمع دونوں پائے گئے اور موصوف باوصاف الکمالیہ ہے اور محسن ہے۔ اور محبوب کی فرمانبرداری عاشق کے لئے موجب اطمینان و تسکین ہے۔ حج اور روزہ سراسر محبوب کے حسن وجمال کے جلوہ کا تقاضا ہے اور اس کے فضل وکمال کا آئینہ دار ہے اور نماز زکوٰۃ اس کی عظمت وجبروت اور جلال کا تقاضا اور اس لحاظ سے اسلام کی یہ اساسی عبادات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبوبِ حقیقی کے جلال وجمال کا صحیح احساس بندگی کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

+———————+———————+

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقتِ ایمان و عبادات

خُطبۂ جُمعۃُ المُبارک ۲۳ صفر ۱۳۹۵ھ

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

(اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ)

محترم بزرگو! مسلمان اس وقت تک اللہ کی معیت و نصرت سے مالا مال رہا جب تک اس نے دین کو مضبوط پکڑے رکھا اور اللہ پر اس کا ایمان تھا۔ اور اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کئے تھے۔ اور طرزِ زندگی تمدن اور معیشت میں وہ مذہب کا پابند تھا یہ سب چیزیں مذہب کے مطابق اور اسلامی تھیں تو جدھر بھی ان کا رُخ ہوتا وہ کامیاب ہوتے اسلئے کہ اللہ پر بھروسہ تھا اس کے سامنے گردن نہادہ تھے، یہ ہے ایمان، ایمان۔ صرف یہ نہیں کہ دل میں اللہ کو ایک جانے سارے کمالات کا منبع ذاتِ خداوندی کو جانا۔

صرف جاننا ایمان نہیں

صرف اس علم اور معرفت سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو محبت ہے اور وہ خدمت بھی کرے تو صرف اسی بناء پر بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ صرف معرفت اور صرف علم یہ ایمان نہیں نہ صرف خدمت کرنا ایمان ہے صرف یہ یقین دل میں آگیا کہ واقعی آپ رسول ہیں اس سے بھی مومن نہیں ہو سکتا حضرت موسیٰؑ فرعون کے مقابلے میں آئے۔ نشانیاں پیش کیں۔ دلائل نبوت پیش

کئے۔ اس نے کہا، تو جادوگر ہے۔ یہ تو آپ نے جادو کیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ۔ اے فرعون تو خوب سمجھتا ہے، جانتا ہے کہ یہ جو نشانیاں اور جو دلائل اور معجزات پیش ہوئے یہ رب السمٰوٰت والارض نے نازل کئے ہیں۔ اس پر آپ کو علم ہے کہ دلائل قدرت ہیں۔ اگر اُسے علم نہ ہوتا تو پیغمبر کب کہتے اور خدا کیوں اس جملہ کو نقل فرماتا۔ تو صرف علم پر نہیں کہ کوئی اعتراف کرے کہ اللہ ایک ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا سارے کمالات اور اچھی صفات پر متصف ہے۔ اس بات سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ تو خوب جانتا ہے کہ خدا ایک ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ اللہ ہی کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کے زمانے کے منکرین کے بارہ میں فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ کہ یہ اہلِ کتاب اللہ کو جانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں کہ برحق ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کی پیشگوئیاں کتب سابقہ میں موجود ہیں۔ یعرفونہ خوب جانتے ہیں جیسا کوئی شخص اپنے بیٹوں کے بارہ میں شبہ نہیں کر سکتا، نہ اجنبی کو بیٹا سمجھتا ہے نہ بیٹے کو اجنبی، اسی طرح اہلِ کتاب جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی کافر ہیں جہنمی ہیں۔ انہیں یقین بھی تھا کہ آپ سچے رسول ہیں۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا (النمل [۱۴]) فرعونیوں نے انکار کیا ان کا یقین تھا، دل میں یقین تھا، مگر انکار کر بیٹھے۔ تو ایمان صرف اس علم سے عبارت نہیں۔ آج بھی کہتے ہیں کہ جانتا ہوں مولوی صاحب ہمیں کیا مسئلے سنا رہے ہو۔ تو فرعون بھی جانتا تھا کہ موسیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ آیات معجزات ہیں۔ مگر بڑا کافر ٹھہرا۔ اہل کتاب بھی حضورؐ کو جانتے تھے مگر صرف جاننے سے مسلمان نہ کہلا سکے۔

صرف محبّت اور خدمت بھی کافی نہیں

اور صرف محبت اور خدمت سے بھی کام نہیں ہوتا، ایمان ایک بہت بڑا

ہو رہا ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابو طالب حضورؐ کے چچا تھے۔ حضورؐ سے بے حد پیار و محبت تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر محبت ابو بکر صدیقؓ کو تھی۔ اور ایمان نہ لانے والوں میں سب سے زیادہ ابو طالب کو۔ حضورؐ کی طفولیت سے لیکر اپنی وفات تک کفار سے مقابلہ کرتے رہے، قید و صعوبتیں گذاریں، تین سال تک شعب ابو طالب میں قید رہے۔ حضورِ اقدسؐ کی وجہ سے تکالیف اٹھائیں، بھوک پیاس کی جیل، آج جیسی جیل نہیں، بلکہ دانہ پانی سب کچھ بند رہا۔

الغرض ہر قسم کی شفقت و محبت اور نصرت ابو طالب نے کی ہے۔ حضورؐ معصوم بچے تھے کاندھوں پر اٹھائے رکھا گود میں پالا۔ مگر ایمان نہ تھا۔ تو حضورِ اقدسؐ نے فرمایا کہ ابو طالب جہنم میں ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں بھی درجات ہیں گویا اے کلاس۔ بی کلاس، سی کلاس جیسے درجے ہیں۔ اے کلاس والوں کو مشقت نہیں ہوتی اچھا کھانا پینا ملتا ہے۔ اچھی رہائش اور خادم وغیرہ ہوتے ہیں۔ مگر ہے وہ جیل ہی۔

ابو طالب کی حالت

تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابو طالب کے صرف جوتوں کے تسمے آگ کے ہیں۔ اور باقی جسم پر آگ نہیں مگر ہے تو وہ جہنم کی آگ۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ سب کو محفوظ رکھے۔ دنیا کی آگ سے سو گنا زیادہ تیز ہے۔ اس کا ایک ذرّہ بھی دنیا پر ظاہر ہو تو ساری دنیا بھسم ہو کر رہ جائے۔ تو اس تسمۂ نار کی وجہ سے بھی ابو طالب کا دماغ کھول رہا ہے، جیسے دیگچہ میں آگ پر پانی کھولتا ہو۔ ان تسموں کا بھی اتنا شدید اثر ہے۔ مگر باقی بدن آگ سے بچا ہوا ہے۔

ایک نکتہ

علماء نے یہ نکتہ بھی بیان کیا کہ باقی جسم کے بچنے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ بچپن میں آپ کی گود میں رہے۔ بچے کو کبھی سر پر اٹھاتے ہیں، کبھی پیٹھ پر کبھی کاندھوں پر کبھی ساتھ ساتھ سلایا جاتا ہے۔ تو جسم سے بچہ لگا رہتا ہے۔ تو چونکہ جسم کا اکثر حصہ حضورؐ اطہر کے جسم سے مس ہوا ہے۔ تو [illegible] رہتے ہیں۔ اور ویسے بھی بچپن سے ابو طالب حضورِ اقدسؐ کا [illegible]

فرماتے تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے بارہ میں اشعار کہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

بارش نہ ہوتی تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بچے تھے آپ انہیں لے آتے خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیتے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے کہ یا اللہ اس بچے اور اس کے نورانی چہرہ کی برکت سے ہم پر بارش برسا، اس نورانی چہرہ کی طفیل و برکت سے بارش ہو جاتی تو بچپن سے ان کے دل میں عزت اور احترام تھا، مگر جب مرنے لگے، حضور اقدسؐ پاس آئے، ابوجہل وغیرہ بیٹھے تھے، سارا کنبہ تھا کہ گاؤں کا بزرگ قریب المرگ تھا، تو حضورؐ نے کہا کہ چپکے سے اگر ایک بات کہہ دو تو اللہ تعالیٰ جہنّم سے بچا دے گا۔ اور میرے لئے شفاعت کی ایک بڑی دلیل مل جائے گی، ذرا میرے کان میں کہہ دو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه۔ فرمایا بھتیجے! خوب جانتا ہوں تو نبی ہے۔ مگر اب اگر ایمان لایا تو لوگ کہیں گے کہ یہ بوڑھا موت سے ڈر گیا اور باپ دادا کے دین سے تائب ہو گیا۔ قریش کی بوڑھی عورتیں مجھ پر ہنسیں گی، اس لئے میں اپنے پرانے مذہب پر ٹھیک ہوں۔ تو محبت بھی تھی خدمت بھی ہے مگر ایمان صرف علم اور صرف معرفت نہیں۔

بغیر تخم کا درخت

جب تخم نہ ہو تو ساری زندگی زمیندار کھیت کو پانی دے، کھاد ڈالتا رہے مگر اس پانی، اس کھاد سے اس خدمت سے درخت اور پودا نہیں اگتا تخم ہو تو درخت کے پتے اور شاخ خشک بھی ہوں مگر جب تخم ہے، جڑیں ہیں تو بہار کے آتے ہی سرسبزی اور شادابی آ جاتی ہے۔ خشک شاخیں تر و تازہ ہو جاتی ہیں، اگر ایمان ہو اور کوئی فاسق و فاجر بھی ہو مگر توبہ اور استغفار کی بہار جب اس پر آ جائے اور وہ خدا کے سامنے رو دیا عبادت شروع کر دی تو خشک شاخیں تازہ ہو جائیں، دو آنسو اور دو قطروں سے خشک درخت لہلہا اٹھے گا۔ اور تخم نہ ہو ایمان کا تخم نہ ہو تو پھر کوئی کام کوئی عمل آخرت میں نسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ جہنم میں اسے، بی، سی کا فرق آ جائے تو

آ جائے، وہ الگ بات ہے۔

ایمان کیا ہے؟ توایمان صرف زبانی اعتراف یا یقین ومعرفت نہیں، ایمان کامعنی انقیاد گردیدن گردن نہادن ہے۔ کیفیت لاحقہ بالعلم ہے، یعنی علم کے بعد ایک کیفیت ہے۔ ہمارے پٹھان کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہو جو کہتا ہے خوب جانتا ہوں کہ ٹھیک ہے مگر میری پشتو مجھے ماننے نہیں دیتی، پشتون ہوں، لڑوں گا اور دیکھوں گا ــــ توایمان یہ ہے کہ خوب جانے اور جاننے کے بعد مانے بھی۔ گردن نہاد ہو جائے۔ غیراللہ سے توجہ ہٹا کر مکمل توجہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی طرف، اور دل و جان سے یہ تسلیم کرے کہ میں فرمانبردار ــــ بھی رہوں گا۔ جیسے انقیادتام اور گردن با طاعت نہادن کہتے ہیں، رگ و ریشہ میں اللہ اور رسولؐ کی محبت راسخ ہو جائے اور صرف محبت نہیں بلکہ وہ ــــ مردہ بدست غاسل ــــ ہو جائے یہ ایمان ہے، یہ نہیں کہ کہے خدا ایک ہے مگر معاملہ اس کے ساتھ ایک رب جیسا نہیں، پس وہ کفر ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے کہا: لَقَدْ عَلِمْتَ۔ (الآیۃ) فرعون کا دل میں یقین تھا کہ سچا نبی ہے۔ انکار جہل کی وجہ سے نہیں عداوت اور تعصب کی وجہ سے کرتا ہے۔ تو ایمان سے محروم رہا جو ایک بہت بڑا جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا نصیب کر دے۔

اسلام کیا ہے؟ ایک ایمان ہے اور ایک اسلام ہے ایمان جڑ ہے اور حج زکوٰۃ نماز اور دیگر نیکیاں یہ پھل اور شاخ ہیں، یہ اسلام کہلاتی ہیں۔ اسلام ظاہری چیز ہے، ایمان دل کی چیز ہے، دل مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار بن جائے، جانے اور مانے کہ اللہ تعالیٰ سارے کمالات کا مرکز اور منبع ہے۔ ہر چیز اس سے مانگوں گا۔ اللہ حاکم ہے ہر حکم اس کا مانوں گا۔ اور حسد و عناد میں دل کی تنگی سے نہیں خوشی سے مانے، اور ایمان بالکل اس طرح جڑ ہے جیسے کسی درخت کی جڑ ہو، زمین میں اس کی شاخیں پتے پھل پھول باہر ہوتے ہیں۔ اگر کسی درخت میں یہ سب کچھ ہے تر و تازگی

بھی ہے اور تم اوپر سے پانی ڈالتے رہو مگر اندر سے جڑیں کاٹ دو، پھل پھول پتے سب جھڑ جائیں گے اور اگر شاخیں پتے نہ بھی ہوں مگر جڑیں راسخ ہوں۔ تو جب کہ اس کی آب یاری ہو جائے بہار اس پر آجائے گی توقع اور امید قائم رہتی ہے کہ تراوت موجود ہے، حیات موجود ہے، اگر ایمان نہ ہو، بظاہر حاجی ہو، صائم ہو مگر ایک نہ ایک دن یہ سب کچھ چھوڑ جائے گا۔ قیامت کے دن اس کے سارے اعمال حسنہ ھباءً منثوراً کر دئے جائیں گے۔

تسلیم وانقیاد

بھائیو! ایمان دل سے یہ کہہ دینا ہے کہ یا اللہ میں آپ کے ہر حکم کے سامنے گردن نہادہ ہوں میرے رگ وریشہ میں آپ کی محبت ہے، میں ہر لحاظ سے آپ کی تابعداری کروں گا۔ آپ کا غلام رہوں گا اور ماننا بھی ایسا کہ محبت بھی ہو دل کی بشاشت بھی ہو۔ اگر پیشانی پر بل ہیں، دل میں تنگی ہے تو ایسی غلامی قبول نہیں، بلکہ عربی میں انقیاد و تسلیم فارسی میں گردن باطاعت نہادن یا گرویدن اور پشتو میں منل او کول جسے کہتے ہیں، خدا ایک ہے: میں مانتا ہوں، میں مانوں گا۔ اور جو اس کے احکام ہیں اسے بجا لاؤں گا۔ خدا اور رسول کے احکام کے سامنے اپنے آپ کو ایسا کر دے جیسا مردہ بدست غاسل۔ میری کوئی رائے نہیں، حرکت نہیں، سرتابی کی مجال نہیں، وہی کروں گا جو خدا کہے گا، بس یہی ایمان ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (اے نبی تیرے رب کی قسم کہ یہ لوگ جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافی مسائل خاندانی اور بیرونی جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ کریں تیرے پاس اپنے مسائل نہ لے آئیں اور اس کے بعد کھلے دل سے آپ کے فیصلے پر سر تسلیم خم نہ کر دیں۔ اور دل میں کوئی تنگی نہ آنے دیں اس وقت تک یہ ہرگز مؤمن نہیں کہلا سکتے)

شریعت سے مذاق

آج تو ایسی ایسی جاہلانہ باتیں کی جاتی ہیں کہ خدا کی پناہ، پشتو میں کہتے ہیں: شریعت بندہ دے خود

بنو گے۔ انا نونہ دے (شریعت اچھی چیز ہے مگر اچھے جوانوں کے لئے نہیں) تو کیا شریعت کنجروں غنڈوں کے لئے ہے۔ کافروں کے لئے ہے، خدا کا حکم آجائے تو پیشانی پر بل آجائیں، ترش روئی سے سُنے، یہ تو اسلام نہیں، پہلے آکر پوچھتے ہیں کہ شریعت پر فیصلہ کرانا ہے۔ اگر فیصلہ میرے حق میں ہے تو ٹھیک ہے ورنہ عدالت چلا جاؤں گا۔ اگر فیصلہ خلاف پڑتا ہے تو نہ فیصلے کرانے کو تیار رہتا ہے نہ ماننے کو، اگر فیصلہ شریعت کا خلاف ہُوا تو گالی گلوچ کرے کہ شریعت نے ظلم کیا قاضی اور مولوی نے رشوت لی ہوگی۔

مولوی کی آڑ میں اسلام سے نفرت

جنہیں آج کل اصل نفرت شریعت اور دین سے ہے۔ وہ مولوی اور قاضی کی آڑ میں اپنی نفرت نکالتے ہیں۔ شریعت کو گالی دے نہیں سکتا تو مولوی کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ مُلّا پر سب و شتم ہوتی ہے۔ اس طرح دل کی بھڑاس اسلام اور شریعت کے خلاف نکال دی جاتی ہے۔ اور مولوی اس لئے بُرا لگتا ہے کہ وہ دین کی بات کرتا ہے اور اصل میں اسے نفرت ہے دین سے، لیکن خدا نے کہا کہ جب تک خدا اور رسول کے فیصلوں پر گردن نہادہ نہ ہوگا۔ سرِ تسلیم خم نہیں کرے گا اگر فیصلہ خلاف بھی ہو تو دل میں بھی تنگی نہیں لائے گا۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ صرف یہی نہیں شریعت کا فیصلہ اپنے خلاف سن کر بھی مسلمان کو اللہ کی حمد ادا کرنی چاہیئے کہ الحمد للہ۔ جیسے کہ نماز پڑھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے اس طرح اگر شرعی فیصلہ میں دس بیس جریب زمین ہار بھی دے گا۔ مگر دل خوش ہوگا کہ الحمد للہ حرام سے دوزخ سے بچ گیا۔ اور الحمد للہ کہ شریعت کا فیصلہ مان لیا۔

ایمان و یقین کی برکت امن و اطمینان

پھر یہ کہ اللہ پر بھروسہ بھی ہے تو دل ہر وقت خوش و مطمئن ہے کبھی اسے بے اطمینانی اور بے چینی نہیں آتی۔ مثال کے طور پر پولیس کا ایک سپاہی ہے اور سارے غنڈوں، مفروروں کے پیچھے اکیلا بڑی جرأت اور دلاوری سے بھاگتا پھرتا ہے۔ کوئی تلوار

ہاتھ میں نہیں۔ صرف ایک فرمان شاہی ہے۔ کہ یہ سرکاری تحفظ میں ہے تو کیسے قاتلوں غنڈوں کو بھگاتا
ہے۔ ایک ڈاکیہ کے ساتھ ہزاروں روپے کا تھیلہ ہے۔ بدمعاشوں میں الگ تھلگ گھومتا پھرتا ہے
کوئی اُسے آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ اب پوری حکومت اس کی پشت پر ہے، مجال
ہے کوئی اوپر بھی دیکھے ورنہ فوج اور پولیس اس کی مدد کے لئے آجائے گی۔ ڈاکیہ کو اپنی حکومت پر
بھروسہ ہے، اس لئے ہر خطرے میں مطمئن جارہا ہے۔ تو اب جس کا خدا پر اعتماد اور بھروسہ ہوگا
تو کیا اس میں بے قراری اور بے اطمینانی آسکتی ہے۔ جب رب العالمین اس کے ساتھ ہے۔ پھر
اسے کیا خوف اور کیا ڈر۔

دولت ایمان سے محروم دولتمندوں کی بے چینی

یہ دولت مند اور کروڑ پتی آج بے چین ہیں۔ گھنٹوں میں ہزاروں
لاکھوں آمدنی ہوتی ہے۔ مغرب کے بڑے بڑے کروڑ پتی تھے۔ مگر دو وقت کھانا بھی اس دولت
میں نصیب نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ ساری دولت کو دے کر بھی دل کا اطمینان خریدنا چاہتے ہیں، مگر
نہیں مل سکتا، کسی نے ایک امیر سے ذکر کیا کہ تجھے اتنی ترقیات ملیں۔ قسم قسم کے کارخانے وسیع و
عریض سلطنت اور کاروبار پھر تمہیں کیا فکر۔ کہا یہ سب صحیح مگر دل کا سرور اور دل کا اطمینان دیکر
میں نے یہ سب کچھ پایا بھی تو کیا۔

— تو مسلمان کا بھروسہ تو اللہ پر ہے وہ مطمئن نہ ہوگا تو کون ہوگا۔ ایک شخص کا صوبہ کے وزیر اعلیٰ
یا دوسرے حاکم سے ربط ہے تعلق ہے۔ تو وہ مطمئن ہے۔ کہ کسی نے آنکھ بھی اٹھائی تو وہ ٹھیک کردے
گا۔ جس سے دوستی ہے۔ تو اب جس کی دوستی خدا سے ہوگی وہ بھی ڈرے گا نہیں، بالکل مطمئن پھرتا رہے
گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (خدا کی یاد سے ہی قلب
مطمئن ہوتا ہے۔ صرف اور صرف اس کی یاد سے۔)

— تو اس کی یاد ایسی ہو کہ یا اللہ تو میرا خالق ہے۔ تو ہر چیز کا مالک ہے۔ یا اللہ میں نے
سب کچھ تیرے سپرد کردیا۔ اور منقاد ہوگیا۔ پورے رگ وریشہ میں تیرا ہی حکم اور محبت راسخ ہوگا۔

تیرے ہر حکم پر خوش ہوتا رہوں گا۔ اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ بس یہ ہے ایمان۔ اور جب ایمان آ گیا تو تم دیکھو گے کہ مصیبت بھی ہوئی تو کہے گا کہ خدا کو منظور تھا۔ دولت گئی خوش ہوگا کہ محبوب کی مرضی ہے۔ اب اس کے دل میں ایسی تنگی کب آئے گی کہ یہ معاملہ میرے ساتھ اللہ نے کیوں کیا۔ اگر یہ معاملہ اس کا مجھے منظور ہے۔ دل و جان سے راضی ہوں۔ تو اب غم کہاں رہے گا۔

حضورؐ کے اخلاق حسنہ کی پیروی

اس کے ساتھ اخلاق محمدی یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی ضرورت ہے۔ حضور اقدس نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔ ساری دنیا نے ستایا، پتھر برسائے، گالیاں دیں، مگر کسی سے بدلہ نہ لیا یہ ہیں اخلاق محمدیؐ یہ امت دنیا میں اس لئے آئی کہ دنیا میں امن و اطمینان قائم کرے۔ دنیا میں خیر اور بہتری پھیلادے اور آج ایمان سے کہیں کہ آپ ایک گالی کے بدلہ میں دس گالیاں نہیں دیتے اس طرح بدی کم ہوگئی۔ دس گنا اور بھی بڑھ گئی، کسی نے تھپڑ دیا۔ آپ نے چاقو سے مارا تو اس نے ایک بار بدی کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اس سے بھی زیادہ اور بار بار بدی کی۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ پر کتنا عمل ہوتا ہے۔

عفو اور صفح

افسوس کہ جو قوم دنیا کی اصلاح کے لئے آئی تھی، اب اس نے بدی اور شر کو اور بڑھا دیا جس امام کے ہم مقلد ہیں۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کسی نے امام سے کہا کہ فلاں شخص نے بھری مجلس میں آپ کی غیبت کی، گالیاں دیں۔ حد سے زیادہ الزامات لگائے امام صاحب نے کہا اچھا پھر کسی وقت ایک بھرا ہوا تھال تحفوں کا لے کر اسی شخص کے پاس گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اس نے دیکھا تو ڈر گیا۔ کہ شاید امام صاحب کو میری باتیں پہنچی ہیں۔ امام صاحب نے مصافحہ کیا اور تحفے پیش کر دئے اس نے حیرت سے کہا یہ کیا۔ امام نے کہا تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ تم نے مجھے گالیاں دیں، غیبت کی۔ تو تم نے اپنی آخرت خراب کر دی۔ اور میری اچھی کر دی۔ اور کوئی کسی کو ایک گھونٹ پانی پلادے تو وہ شکر گزار ہوتا ہے۔ بدلہ دیتا ہے۔

تو امام صاحب نے کہا کہ اس سے بڑا احسان تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم نے اپنی نیکیاں مجھے دے دیں۔ اور میرے سیئات اپنے اعمالنامہ میں ڈال دئے اس لئے گالی غیبت دینے والے حقوق العباد ضائع کرنے والے کے قیامت کے دن حسنات دوسرے کو دے دئے جائیں گے۔ حسنات و سیئات کا تبادلہ ہوگا۔ میرے گناہوں کا بوجھ تم نے اپنے اوپر لاد دیا۔ اس شخص کو تنبیہہ ہوئی تائب ہوا۔ قدموں پر گر پڑا، یہ ہے برائی کو بھلائی سے ختم کر دینا نہ کہ برائی کا جواب برائی سے مگر آج تو کوئی تنکا اٹھائے ہم شہتیر اٹھا دیتے ہیں، اخلاق محمدی نہیں رہے۔ دین کے کسی معیار پر زندگی پوری نہیں اترتی۔ فرمایا گیا کہ آخری زمانہ میں اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن شریف رسم ہوگا۔ آج رسم و رواج نے جگہ لے لی ہے۔ اور صرف نام باقی چھوڑا ہے۔

عبادت

بہرتقدیر خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میری تابعداری اور عبادت کرو گے۔ یہ میرا قطعی فیصلہ ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اور عبادت کا معنی ہے انتہائی تذلل اختیار کرنا، اس کی مرضیات کی تعمیل اور اس کی نامرضیات سے اجتناب کرنا۔ یہی ہے عبادت۔ اللہ نماز پر راضی ہوتا ہے جو اسے ناراض ہوتا ہے مسلمانوں کے اتفاق و محبت پر راضی اور باہمی نفاق بغض و حسد پر ناراض ہوتا ہے تو مرضیات کی تعمیل اور نامرضیات سے اجتناب اور پرہیز، یہ عبادت ہے۔

عبادت کی پہچان وحی ورسالت سے ہے

اب یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی مرضیات کیا ہیں؟ اور نامرضیات کیا ہیں۔ یہ تو بغیر وحی کے معلوم نہیں ہوسکتا۔ ہم آپ ایک نوع کے ہیں۔ بنی نوع انسان ہیں۔ دو انسان ایک جگہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ باہمی معانقہ بھی کر لیتے ہیں۔ مگر دوسرے کو ہرگز یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ جس سے معانقہ کیا دل سے دل ملا دیا۔ اس وقت اس کے دل میں کیا خیالات ہیں۔ کس بات سے راضی اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ کون سی چیز کھانا چاہتا ہے۔ کونسی نہیں کس کام پر راضی اور کس پر ناخوش ہوتا ہے۔ جب تک وہ خود اپنی مرضیات اور نامرضیات [illegible] نہ کہہ دے، خود نہ تبلادے تو اللہ تعالیٰ

سے تو انسان فانی کی کوئی نسبت ہی نہیں تو بغیر بیان کے ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے نہ عقل سے نہ فلسفہ سے نہ سائنس اور منطق سے اب جس ذاتِ اقدس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ یہ تبلاتے ہیں، اُسے رسول کہتے ہیں۔ اور اس بیان کو وحی کہتے تو خدا کی مرضیات معلوم ہوتی ہیں وحی سے۔ اور وحی آتی ہے نبی اور رسول کے ذریعہ۔

تو اب اللہ کے احکام کی تعمیل ہی عبادت ہے۔ یہ عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا نہ خدا ہر شخص کو اپنی مرضیات براہِ راست بیان کرتا ہے۔ بلکہ فانی بادشاہ بھی اپنے آرڈر سے کسی ایک کو مطلع کر دیتا ہے۔ پھر وہ اسکا اعلان کرتا ہے۔ تو نبی کے کہنے پر چلنا اس کے تبلائے ہوئے راستے پر چلنا اس نے جو طریقہ تبلایا۔ کسی بات کا امر کیا بس یہ اللہ کی وحی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ اس نے کہا یہ مت کرو اسے نہیں کرنا۔ تو اب اللہ کی مرضیات اور نامرضیات یعنی عبادت کی پہچان کا ذریعہ پیغمبر ہی ہیں۔ دوسرا راستہ نہیں۔ تو اسی آیت میں نبی کی اطاعت بھی آگئی جیسا کہ ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ۔ اگر اللہ سے محبت ہے تو رسولؐ کے نقشِ قدم پہ چلنا پڑے گا۔ اور اس کی پیروی اور اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی، حضورؐ کے اخلاق پر چلنا ہوگا۔ اور جب تک عبادت معیشت اور معاشرت تہذیب اور تمدن آپؐ کی زندگی کے مطابق نہیں ہوگی، تو نہ عبادت درست ہوگی نہ اسلام اور ایمان کی تکمیل ہو سکے گی اور اگر اتباع اور اطاعت اختیار کی تو دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ دونوں بہتر کر دے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اسلام اور ہجرت کی حقیقت

خطبۂ جمعۃ المبارک ۲۱ محرم ۱۳۹۱ھ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ۔

مسلمان اور مسلم کا مفہوم

محترم بزرگو اور بھائیو! مسلمان قوم جس کی تعداد ستّر اسّی کروڑ ہے اور مختلف ممالک میں موجود ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمان بھی ایک قومی، وطنی یا جغرافیائی نام ہے۔ جیسے سیّد یا پٹھان، مہمند، یوسف زئی یا خٹک قبائل کا نام ہے۔ باقی حالت کچھ بھی ہو اگر پٹھان گھرانے میں پیدا ہوا تو پٹھان یا خٹک رہے گا۔ خواہ اس کے عادات و اطوار کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ تو جیسا کہ بعض نام خاندانی اور قبائلی لحاظ سے ہوتے ہیں۔ بعض وطنی اور نسبی لحاظ سے اس طرح مسلمان بھی بس ایک نام ہے کہ گھر اور محلہ مسلمانوں کا ہے۔ باپ دادا مسلمان تھے۔ حالانکہ مسلمان ہونا اس چیز کا نام نہیں، نہ یہ خاندانی نام ہے، نہ صنعت وحرفت کی بنا پر ہے۔ بلکہ مسلمان وہ ہے جو اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دے اور اللہ کی ہر مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اس کی زندگی ہو وہی مسلمان ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی نسل یا قوم سے ہو۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ کسی جہاد میں ایک صحابی جن کا نام غالباً کرکرہؓ تھا اپنے اونٹ سے کجاوہ اتارنا چاہتے تھے یا سامان لاد رہے تھے کہ کافروں کا ایک تیر آ کر اُن کو لگا۔

اور وہ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اللہ کی راہ میں شہادت کے بہت متمنی رہتے تھے۔ اور ایک آج کل کے مسلمان ہیں کہ ذرا سی قربانی بھی بمشکل دے سکیں۔

کثرتِ تعداد کے باوجود مسلمان کیوں کمزور ہیں

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ دنیا کی دیگر اُمتیں تمہارے تقسیم کرنے اور بانٹنے کے لئے ایک دوسرے کو پکارتی ہوں گی۔ امریکہ اپنے دوستوں کو برطانیہ، چین اور روس اپنے اتحادیوں کو بلا رہا ہے کہ آؤ مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ان کی حکومتوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بدل کر اور انہیں کمزور کر کے اپنے تسلط میں لے لیں۔ حضورؐ نے اس کی پیشنگوئی فرمائی کہ:

یُوْشِكُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمُ الْاُمَمُ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا۔

وہ وقت آنے والا ہے کہ دیگر اقوام تمہارے اوپر ایک دوسرے کو اسی طرح بلائیں گی جس طرح دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے والے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آ کر تم بھی شریک ہو جاؤ۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اَمِنْ قِلَّةٍ يَوْمَئِذٍ یا رسول اللہ کیا ہم اس دن بہت تھوڑے ہوں گے؟ ہم تو جب ۳۱۳ افراد تھے اور ابو جہل نے ساری طاقت مقابلے میں پیش کر دی تھی اور خندق کے جہاد میں تقریباً ۳ ہزار تھے اور سارا کفر سمٹ کر مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس وقت یہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کر سکے تو کیا اس وقت ہماری تعداد ۳۱۳ سے بھی کم ہو گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں اس وقت تم بہت زیادہ ہو گے۔

دیکھئے آج بھی ہماری مردم شماری سب سے زیادہ ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہماری ہر بات یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری مردم شماری بھی یورپ کے اعداد و شمار پر مبنی ہوتی ہے۔ اپنا کوئی انتظام نہیں ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ساری اُمتوں سے زیادہ ہے۔ دوسرے نمبر پر عیسائی ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری تعداد اس وقت بہت زیادہ ہو گی۔ مگر جیسے خس وخاشاک ہوتا ہے۔ بظاہر بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے مگر معمولی سیلاب کے آگے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ کوڑے کرکٹ کی طرح پانی اسے بہالے جاتا ہے۔ ولکنکم غثاءٌ کغثاء السیل۔ سیلاب گھاس پھونس سب کو بھگالے جاتا ہے تو تمہاری حالت تعداد کے زیادہ ہونے کے باوجود ایسی ہو گی۔

مشرقی ومغربی پاکستان اور عالم اسلام کا بحران حبِّ دُنیا کا نتیجہ ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا ہو گی ؟ فرمایا :

حُبُّ الدُّنیَا وَکَرَاھِیَۃُ المَوْت۔ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ تمہارے دلوں میں دنیا کی محبت بس جائے گی۔

اس وقت مشرقی ومغربی پاکستان کے جھگڑے کا جو بحران ہے اور سارے عالم اسلام کی یہی حالت ہے اس کی وجہ یہی حب دنیا ہے کہ حبِّ جاہ اور حبِّ مال کی وجہ سے اور اقتدار اور دولت کی ہوس میں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہر شخص انفرادی اور اجتماعی طور پر سب کچھ غصب کرنا چاہتا ہے۔ اور حب دنیا میں سب کے حقوق پامال کر رہا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچائے۔

قیامِ پاکستان

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں اتنا خطرہ نہ تھا، بلکہ ایک آس لگی ہوئی تھی کہ اسلامی ملک ہاتھ میں آجائے گا۔ ہم نے یہ پاکستان اس لئے حاصل کیا تھا کہ اس میں لا الٰہ الا اللہ کی عملی تعبیر ہو گی، خدا کی حکومت کا عملی نمونہ پیش ہو گا۔ یہ ایک ایسی اسلامی ریاست ہو گی جو سارے عالم اسلام کی حفاظت کے لئے قلعہ ہو گی۔ اور ہم انشاء اللہ پاکستان سے ساری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلائیں

گے ۔ پاکستان کی آبادی تھوڑی آبادی نہیں ۱۱ کروڑ کی تعداد بہت بڑی تعداد ہے ۔ مگر بدقسمتی سے اسلام کو ایک نعرہ بنایا گیا اور اصل اسلام کو طاق میں رکھ دیا گیا۔ افسوس ! کہ اس عرصہ میں نہ ہم نے اسلام کا کردار دکھایا، نہ اخلاق و عادات اور خُو بو پیدا کی۔

انگریز کی ذہنی غلامی

اسلام تو یہ نہیں کرتا کہ ہم اسے چاہیں یا نہ چاہیں از خود ہم پر مسلط اور چپکا رہے گا۔ اگر کوئی قوم اسلام چاہتی ہے تو اس کے لئے اپنے اخلاق و اعمال اور عادات و کردار کو بھی درست کرے گی۔

انگریز نے فرنگیوں کے دَور میں اگر ہمیں اسلام سے روکا تھا تو اس ۲۳ سال کے عرصہ میں کس نے منع کیا۔ اس فکری غلامی میں ہم کیوں اب تک مبتلا ہیں۔ الحمدللہ کہ بظاہر ہم آزاد ہیں، جسم آزاد ہیں مگر ذہن وہی ہے کہ جو مغرب چاہے ہم اس کی تقلید کریں، وہ جو کچھ کہے یا کرے ہم کہیں بس یہی صحیح ہے۔ وہ اپنی زندگی کا سبق عیش و عشرت، مادہ پرستی، فحاشی اور بے حیائی بنا چکے ہیں اور یہ کہ اپنی برتری اور دوسروں کی کمتری ثابت کی جائے، اپنے کو زورآور اور دوسرے کو زیر قدم دکھایا جائے۔ ہم نے بھی یورپ کی انہیں باتوں کو اپنا شیوہ بنا لیا اور انہی نعروں کو اپنا لیا۔

انتخابات اور لادینیّت کی لہر

اور ایک بڑی بدقسمتی یہ ہو گئی کہ صوبہ سرحد تو الحمدللہ ایک حد تک محفوظ رہا، مگر باقی خطّوں نے مادیّت، قومیّت، عصبیّت اور صوبائیّت کے نام پر ووٹ حاصل کیا اور نتیجۃً آج ہم اس مقام پر پہنچ گئے کہ اسلامی آئین تو ایک طرف رہا جو محض اللہ کے فضل و کرم ہی سے ہو سکے گا، اور اللہ اسے رائج کردے۔ نفس آئین بھی بننا مشکل ہو گیا اور ملک کی سالمیت بھی پس پشت ڈال دی گئی۔ ۲۳ سال میں ہم نے یہ کچھ ترقی کی۔ ۱۹۴۷ء میں نعرہ لگایا کہ ہمارا نظام اسلامی ہوگا۔ ہم ہندو، عیسائی اور یہودیوں کا تمدن نہیں چاہتے، نہ ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ سب کچھ اپنی جگہ رہ گیا۔

نتیجتاً پاکستان کی سالمیت بھی ایک مسئلہ بن گیا

اب پاکستان بھی سالم رہتا ہے۔ یا نہیں یہ بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔

ہر خطہ آج علیحدگی چاہتا ہے۔ مگر یہ ملک کس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ دشمن کے گھر میں خوشیاں ہو رہی ہیں۔ آج ہمارے حالات کو دیکھ کر ہندو کی خوشی کا ٹھکانہ نہ ہو گا امریکہ اور برطانیہ میں کتنی خوشی منائی جائے گی۔ ہم سب ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے ہیں اسلام کو دلوں میں جگہ نہ دی۔ تو اللہ نے دلوں میں نفرت کا بیج ڈال دیا ـــــ گویا اسی بات کا ظہور ہو رہا ہے، جیسے حضورؐ نے فرمایا کہ دیگر اقوام ہمیں آپس میں بانٹنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے نعمتوں کا ایک سجا سجایا دسترخوان آزادی کی شکل میں دیا، اور ہم نے اس کی ناشکری کی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر میری نعمتوں کی قدردانی کی تو ضرور ترقی دوں گا۔ اگر ۲۳ سال میں ہم نے اللہ کے دین کو تھام لیا ہوتا تو آج اسلام کا جھنڈا ہر جگہ پر مضبوطی سے لگا ہوتا۔ مگر ہم نے ناشکری کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا وبال ہم پر مسلط کر دیا۔

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

آج مسلمان مسلمان کو کاٹ رہا ہے۔ نہ ہندو سے لڑائی ہے، نہ انگریز سے، نہ امریکہ سے بلکہ مسلمان مسلمان کے ہاتھوں لٹ رہا ہے۔ ایسی قوم کیسے ترقی کرے گی؟ یہ ہے حب الدنیا کا کرشمہ۔

کراہیۃ الموت

اور دوسری بات حضورؐ نے یہ فرمائی کہ اللہ کی راہ میں موت سے ڈریں گے۔ ویسے تو ہم ہر آواز پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر آواز ہو جائے کہ اسلام کی سربلندی کے لئے نکلو تو دیکھئے کہ کتنے تیار ہوتے ہیں۔ ایک بھی نہ نکلے گا ـــــ بلکہ سوچے گا کہ اس کام میں کتنی تنخواہ ملے گی، کتنی غنیمت حاصل ہوگی

صحابہ کرامؓ کو اللہ کی راہ کی موت کافروں کے شراب کے پیالہ سے زیادہ محبوب تھی اور مرتے وقت کہتے: فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَه۔ اللہ کی قسم اب کامیاب ہو گیا۔

تو اگر ہم صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ سیرت و کردار، شکل و صورت اخلاق و معاشرت ہر طریقے سے مسلمان ہوتے۔ ہماری عبادت مسلمانوں جیسی ہوتی تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ کی رحمت سے اب بھی کوئی بعید نہیں، اگر ہم سنبھل جائیں تو رحمت کا دروازہ بند نہیں، اور یہ موجودہ حالت ایسی ہے جیسے شاگرد کچھ نہ پڑھے تو استاد امتحان سے چند دن قبل اسے ماننا پڑتا ہے کہ ان چند دنوں میں تیاری کر لو تب بھی کامیاب ہو جاؤ گے، تو جب تک پورا عذاب ہم پر مسلط نہیں ہوتا —— اللہ تعالےٰ ہمیں بچائے —— اسی طرح تنبیہات ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ذرا بھی سنبھل جاؤ تو میں تمہیں اپنی رحمت میں لے لوں گا۔

اسلام صرف ایک نام نہیں

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم اسلام کو صرف ایک نام سمجھے ہوئے ہیں حالاں کہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ اعتقادات ہیں۔ اخلاق و اعمال اور عبادات ہیں۔ میں نے صحابی کا واقعہ بیان کیا کہ جب وہ کفار کے ہاتھوں شہید ہوا۔ تو صحابہؓ خوشی سے حضورؐ کو بشارت دینے گئے الحمدللہ کہ ایک ساتھی تو شہید ہو کر جنت پہنچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ ایک چادر میں لپٹے ہوئے آگ میں جل رہا ہے —— اللہ دبی —— فرمایا اس کے سامان کی تلاشی لی جائے۔ سامان بیچارے کا کیا ہوگا۔ ایک چھوٹی سی گٹھڑی ہوگی۔ اسے ٹٹولا دیکھا کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل ایک چھوٹی سی چادر لئے ہوئے تھا۔ یعنی اس نے تقسیم سے قبل اسے اٹھا لیا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُسْلِمُوْن دخولِ اوّل جنت کو اس شخص کی ہوگی جو مسلم کامل ہوگا۔

ہمیں نہ عبادت کا علم ہے نہ معاملات کا عبادات میں ہماری جو حالت ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ نماز جو بنیادی عبادت ہے اسے پسِ پشت ڈال دیا۔ الصلوۃ عماد الدین (نماز دین کا ستون ہے) نماز پہلا فریضہ ہے قیامت کے دن پہلا سوال اسی کا ہوگا۔ تو جب نماز سے یہ سلوک ہے تو باقی عبادات کا کیا حال ہوگا۔ کامل ناشکری کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ شیطان کو اللہ نے جس وقت مردود بنا کر اپنے دربار سے نکالا تو اس نے کہا:

لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔

اے پروردگار اس حضرت آدمؑ کی وجہ سے تو نے مجھے نکال دیا تو میں سیدھی راہ بیٹھ کر چاروں طرف سے انسان پر حملہ کروں گا نیکیوں سے روکوں گا اور سوار و پیادہ فوجوں کو ان پر لے دوڑوں گا، اور اے اللہ آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔

الغرض رسول اللہ فرماتے ہیں: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ پہچانتے ہو مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں کے ضرر سے اور ان محفوظ رہے۔ اسلام اور مسلم سلم سے ماخوذ ہے سلم سلامتی، سلامت روی اور صلح و آشتی کو کہتے ہیں۔ کم از کم اس کی تو کچھ لاج رکھنا ہوگی۔ ایک شخص مولوی کہلاتا ہے تو بہت سے کام کرنے کو اس کا جی اگر چاہے بھی تو مولویت کا نام اسے برائیوں سے روکتا ہے۔ تو یہ اسلام اور مسلم کا نام جو حضرت ابراہیمؑ نے تجویز کیا۔ اس کی لاج ہمیں رکھنی چاہیئے، اور مسلم کا لفظ تب صادق ہوگا کہ ہم اسلام کے اصولوں کی روشنی میں اپنی عادات اور اطوار اور اخلاق کو سنوار لیں۔ اگر آپ اپنی پریشانیاں دور کر کے اپنی زندگی میں حقیقی خوشیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے پیارے مذہب اسلام کے اصولوں کو اپنا لیں۔

اکرامِ مسلم | لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا مِّنْهُمْ

کسی سے ناجائز ہنسی مذاق نہ کریں، کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کی تحقیر نہ کریں، کسی کا مال نہ چھینیں، کسی کا خون نہ بہائیں، کسی کی آبرو ریزی نہ کریں کسی کے حقوق غصب نہ کریں۔ آپ کے ہاتھوں سے سب مسلمان محفوظ ہوں تب آپ مسلمان ہیں ـــــ آج معاشرتی امور میں دیکھئے کہ کتنے لوگ اس حدیث پر پورے ہیں۔ اوروں کے ساتھ قول وفعل میں ہمارا کیا سلوک ہے۔ آیا ہمارے ضرر سے اور مسلمان محفوظ ہیں۔ ہمارے ہاتھوں اوروں کو تکلیف تو نہیں پہنچتی؟ تو جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مسلم کامل کا خطاب تب صادق ہوگا کہ اس کی زبان اور ہاتھ پاؤں سے ساری مخلوق اور خاص طور پر مسلم قوم محفوظ رہے۔

ظاہری اور حقیقی ہجرت

آگے فرمایا: وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مہاجر کون ہے؟ وہ جو اپنے گھر بار وطن اور دار کفر کو چھوڑ کر دار الاسلام چلا جائے۔ وہاں کفار کا تسلط تھا، وہ عبادات میں رکاوٹ ڈالتے تھے اس لئے اسے چھوڑ دیا۔ اس کو مہاجر کہتے ہیں۔ ظاہری ہجرت تو یہی ہے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ حقیقی مہاجر وہ ہے مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ۔ جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے انہیں چھوڑ دے، منہیات ترک کر دے، زنا، چوری، جوا ترک کر دے، بے نماز نہ ہو وہ شخص مہاجر ہے اور جس شخص نے گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا اور دار الاسلام میں آکر بھی عبادات کی پیروی نہیں کرتا اور نہ اللہ کے دین کو اپناتا ہے۔ منہیات میں لگا ہوا ہے تو وہ یہ توقع نہ رکھے کہ میں مہاجر کے مقام پر فائز ہو سکوں گا اور اللہ کے ہاں مجھے ہجرت نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سارے ملک کے تمام قائدین اور عوام کو متفق فرمادے۔ یہ ملک شر و فساد سے محفوظ رہے اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ زندگی اسلامی آئین اور دستور کے مطابق بنا دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم۔ قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم الدین یسرٌ۔

نعماءِ خداوندی

محترم بزرگو! ہم سب اللہ جل جلالہٗ کی مخلوق ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ خداوندکریم کی دی ہوئی ہے: وما بکم من نعمۃ فمن اللہ۔ جو نعمت بھی ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان، حیات، زندگی اور وجود، مال، دولت، اولاد، زمین، مکان، سلطنت، غریبی اور امیری سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہے۔ اوپر سے ہمیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے اللہ نے ڈھانپ دیا۔ واسبغ علیکم نعمۃ ظاہرۃً وباطنۃً۔

تفویضِ تام

اور ہم جب لا الٰہ الّا اللہ کا کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو گویا یہ ایک معاہدہ ہے خداوندکریم سے کہ اے اللہ میری زندگی کا ہر کام، ہر شعبہ ہر عمل تیرے قانون اور منشاء کے مطابق ہوگا اور وہ قانون اللہ کا دین اسلام ہے جو سیدنا و شفیعنا وحبیبنا سید المرسلین خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہمیں ملا ہے اب ہمیں اس دین کا پابند رہنا ہوگا۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

میری زندگی اور موت میری عبادت اور قربانی خالص اللہ کی رضا کے لئے ہوگی وہ اللہ جو سارے عالم کا پالنے والا ہے اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمْ

الْجَنَّةَ۔

مسلمانوں کی جان اور مال کو اللہ نے خرید لیا ہے جنت کے بدلہ میں مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو جان مال عزت و آبرو اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے اس لئے کہ اس نے یہ سب کچھ اللہ پر فروخت کر دیا ہے اور اس کے بدلہ اللہ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

ہماری ملکیت مجازی ملکیت ہے

الغرض ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اپنا اور خود ساختہ نہیں، نہ کسی اور نے دیا ہے، بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے تو ہماری حیثیت اُس غلام کی سی ہے جسے خزانچی بنا دیا جائے۔ اور خزانچی اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہو وہ اس کا صرف نگران تو ہے۔ وہ اس میں جو بھی تصرف کرے آقا کی اجازت اور اشارہ کے مطابق کرے گا۔ اپنی طرف سے کچھ بھی اختیار نہیں اور ایک خزانچی اسے اپنی عیش و عشرت میں لگا دے، ملازم ہے اور ملازمت کا وقت اپنے کاموں میں لگائے تو سب اُسے خزانچی نہیں بلکہ خائن اور غاصب کہتے ہیں، نہ ایسا ملازم تنخواہ کا حق دار سمجھا جاتا ہے، تو دنیا میں مجازی مالک خواہ عوام میں سے ہو یا خواص حکومت ہوں یا رعایا اگر انہیں کوئی چیز بطور امانت دیدیں تو وہ تصرف کا مجاز نہیں ہوتا اپنی طرف سے ذرّہ بھر بھی تصرّف نہیں کر سکتا۔ جبکہ مجازی مالکوں کا اللہ جیسے مالک حقیقی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہر نعمت کا موجد اس کا بنانے اور پالنے والا اللہ ہی ہے۔ مجازی مالک ایسا کب کر سکتا ہے۔

مالک حقیقی سب کچھ واپس لے سکتا ہے

وہ مالکِ حقیقی سب کچھ ہمیں دے دیتا ہے۔ البتہ سال بعد شخصی اموال میں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔ پھر دین کی آسانی کو دیکھئے کہ جب کوئی حکومت نظم و نسق چلائے تو لوگوں سے ٹیکس لیتی ہے اور ٹیکسوں کا حال آپ کو معلوم ہے جس پر ٹیکس لگایا گیا ہے، خواہ اس کی حالت جیسی بھی رہتی ہو۔ تنگی ہو یا سہولت، نفع کمایا یا نقصان، وہ قرض لے کر دے گا مگر ٹیکس

مالیہ وغیرہ ہر حال میں حکومت وصول کرتی ہے، خواہ دینے والے کی صلاحیت اور طاقت ہو یا نہیں۔

زکوٰۃ اور عشر مگر اللہ کی شان کریمانہ دیکھئے کہ تجھے مال کا امین بنایا کہ جائز طریقوں سے اسے خرچ کرو، اہل وعیال خویش اقارب دوست احباب پر لگایا کرو، البتہ اسے ظلم اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ، اسراف اور تبذیر نہ کرو۔ اس پر فحاشی نہ کرو اور اگر سال بھر یہ مال آپ کے پاس ذاتی ضروریات پر خرچ ہوتا رہا اور سال بعد جب دیکھا تو پھر بھی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر روپیہ یا اتنا ہی سامانِ تجارت موجود ہے اور تم قرضدار نہیں ہو تو حکم دیا کہ اس میں زکوٰۃ دو وہ بھی سو میں پچاس فیصد نہیں، پچیس فیصد نہیں جبکہ دنیا میں بعض اوقات اس میں بھی زائد ٹیکس میں سے لیا جاتا ہے بلکہ صرف ڈھائی فیصد ادائیگی کا حکم دیا گویا ۲ ۱/۲ اللہ کی طرف سے زکوٰۃ کا حکم ملا۔ زمین کی اس پیداوار کا یہی حال ہے، جو زمین کی قیمت بڑھانے کے لئے ہو، گھاس پھوس نہ ہو بلکہ وہ زمین کی نمو اور ترقی کے لئے ہو تو اگر بارش سے ہوا ہو تو دسواں (عشر) دیدو کہ آبیانہ اور آب پاشی کا بوجھ بھی نہیں اٹھایا۔ اللہ نے بارش برسائی، اُسے اگایا بغیر کسی زیادہ محنت کے کاشت کار کو پیداوار ملی۔ اور اگر مشین کنواں، رہٹ وغیرہ سے آب پاشی کی ہو تو بیسواں حصہ (نصف العشر) ادا کرنا ہوگا۔ الغرض اس میں بھی مصلحت رکھی کہ یہ اموال کا وجوب تجدید عہد کی ایک صورت ہے کہ اپنے آپ کو مال و دولت میں اللہ کا نائب اور خزانچی سمجھے کہ اصل مالک اللہ ہے اور کسی مالک کے حکم کے بغیر کوئی تصرف کرنا چوری اور ڈاکہ ہے۔

تسلیم ورضا کا ثبوت لیکن جب اپنے کو غلام سمجھتے ہو تو رب العزت کو اس عہد کی تجدید اور تسلیم وانقیاد کا ثبوت زکوٰۃ وعشر کی شکل میں دینا پڑے گا تاکہ پتہ چلے کہ یہ غاصب ہے یا خزانچی۔ اب کوئی زکوٰۃ ادا کرنے کے [illegible] ادا کرے تو گویا اس کا عقیدہ اللہ کی ربوبیت اور خالقیت کا بدل گیا ہے اور

اپنے آپ کو خود مختار اور مالک حقیقی سمجھنے لگا ہے۔ باغی ہے خزانچی نہیں۔

نماز اور زکوٰۃ باہمی تعلق

قرآن مجید میں عموماً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے ساتھ اللہ نے وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم بھی دیا ہے۔ پہلا جملہ نماز کی ادائیگی کرنا بندہ کے وفادار غلام ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ نماز میں جو عجز و بندگی ہے۔ اتنی کسی اور عمل یا عبادت میں نہیں۔ تو فرمایا کہ اے غلام اب تجھے خزانچی بھی بنا دیا مال و دولت بھی دیدی۔ اب تجھے اموال کا مالک بناتا ہوں اس میں بھی اپنی غلامی اور بندگی کا ثبوت زکوٰۃ کی شکل میں دیتے رہو اور یہی نکتہ ہے نماز اور زکوٰۃ کے اتصال کا کہ عبادات کی ادائیگی سے مال و دولت کی فراخی بھی آئے گی اور حکومت و سلطنت بھی مل جائے گی اس لئے قرآن میں جگہ جگہ ایمان اور عمل صالح پر حفاظت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے اور تمکین فی الارض حکومت و سلطنت کا مقصد اقامت صلوٰۃ ادائیگی زکوٰۃ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر بتلایا گیا ہے۔

بدنی عبادات ملکیت جسمانی کا اعتراف

نماز کی فرضیت سے جسم اور جان پر اللہ کی ملکیت تسلیم کرنے کا اعتراف ہوگا اور نماز پانچ وقت فرض کی گئی۔ مگر اس میں بھی اتنی سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ دنیا کی کسی نوکری یا ملازمت میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جو حالت بھی ہو ملازم ڈیوٹی پر جائے گا مگر دین میں تنگی نہیں۔ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ طوفان اور بارش ہو تو گھر میں نماز پڑھو، بیمار ہے، صاحب عذر ہے تو بیٹھ کر پڑھے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو چارپائی پر لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ اندھا ہے، لنگڑا ہے تو گھر میں پڑھے۔ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمم کر لے۔ سفر میں تو صلوٰۃ قصر یعنی (۴) رکعت فرض کی بجائے دو رکعت پڑھے کیا دنیا کے کسی اور قانون میں اتنی گنجائش ہے؟ کہ عدالت میں حاضر ہونے کی بجائے گھر میں بیٹھ کر حاضری لگا دے ـــــ الغرض ہر عبادت بدنی میں اس کی ملکیت جسمانی کا اعتراف

ہے وہ جسم جو اللہ پر فروخت کر دیا گیا ہے ہمارا ہے کیا؟ سب خداداد ہے۔

دین میں یسر و سہولت

اسی طرح سہولت نماز زکوٰۃ کے علاوہ دیگر عبادات میں بھی ہے۔ حج بھی استطاعت پر موقوف ہے، زکوٰۃ میں حولانِ حول اور نصاب کی شکل میں سہولت ہے اس کے علاوہ ہمارے دین میں جو اور سہولتیں ہیں اس کا بھی حد و حساب نہیں۔

بعض ادیان میں گناہ کی سزا قتل نفس تھی، گھر پر لکھ دیا جاتا کہ یہ مجرم ہے فلاں جرم کیا ہے، کپڑا پلید ہو جاتا، تو اسے کاٹ دیا جاتا یا جلا دیا جاتا، تیمم کی گنجائش نہ تھی، نماز صرف مسجد میں ادا ہو سکتی تھی۔ اسلام کہتا ہے کہ جتنا بھی بڑا گناہ کیوں نہ کیا ہو، اس پہ اظہارِ ندامت کرو، روؤ، استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کر دے گا۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔

پھر گناہ ہو گیا تو پھر آ جاؤ۔ اور توبہ کرو۔ ؎

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ این درگہ ما درگہ نومیدی نیست

ہاں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، جب تک کہ ادا نہ کیے جائیں۔ حقوق العباد میں اللہ تعالیٰ کی حق تلفی بھی ہو جاتی ہے۔ اس گناہ کا ازالہ ندامت دھونے سے ہو جائے گا مگر بندہ کا حق ادائیگی سے ہی معاف ہو گا۔ گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہم عاجزوں کے حقوق کی پاسداری کے لیے لازم کرایا کہ اوروں کو نقصان نہ ہو۔

الغرض پورا دین اتنا آسان اور پھر اتنا نفع بخش کہ دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو جائے دنیا و آخرت کا اس میں نفع ہو جس طرح اللہ نے اس دین کے صدقے صحابہ کرامؓ کو دنیا و آخرت کا چاند اور سورج بنا دیا۔ ایک بے آسرا اور بغیر آلات و وسائل قوم کے ذریعہ دنیا میں حکومت عادلہ قائم کر دی، ہر ایک جنت کا پھول اور باغ بن گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رضائے الٰہی کی نعمت پر فائز ہوئے۔ اور اگر عبادات اور احکام میں بعض مرتبہ کچھ تنگی اٹھانی بھی پڑ جائے

تو آخرت کی کامیابی کے بدلے اس کی کیا حیثیت ہے کاشت کار اور دکاندار ذرا سے نفع کے لئے سال بھر مشقت کرتا ہے تو یہ تنگی کہاں اس کے بدلے میں عرش کے سایہ میں بیٹھنا نصیب ہوگا۔ جب کہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۵۰ ہزار سال کا دن ۲ رکعت نفل ادا کرنے کے وقت کے برابر ہو جائے گا۔ پھر اگر عبادات میں کچھ پابندی بھی ہو تو کیا۔ دنیا کے سارے کاموں میں پابندی نہیں؟ کھانے پینے، لباس پہننے، قضائے حاجت کرنے میں پابندی نہیں؟ گھر بار اہل و عیال کی ذمہ داریاں اٹھانے میں پابندی نہیں؟ ملازمت، تجارت میں پابندی نہیں؟ اگر یہ سب کچھ نفع کی خاطر کرنا پڑتا ہے تو دین کو بھی نہایت خوشی سے اپنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آسان دین پر عامل بنادے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

+ ———— ★ ———— +
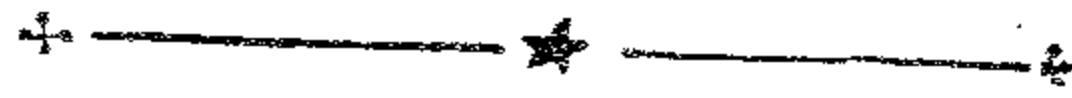
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدود و مقادیر زکوٰۃ

اور

منصوصات قرآنی کے مفہوم میں تبدیلی کے ملحدانہ خیالات

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کے ناظم تعلیمات نے ۹ اجولائی ۱۹۷۰ء
سٹوڈنٹس یونین گورنمنٹ ڈگری کالج مظفر آباد کے جلسہ رسم حلف وفاداری
میں ایک تقریر کی تھی اس تقریر میں انہوں نے اسلام کے بعض بنیادی اور
مسلّمہ اصولوں کے بارہ میں ایسے خیالات کا اظہار کیا تھا جن کے خلاف ملک بھر میں
شدید ردّ عمل کا اظہار کیا گیا۔ قرآن کریم کے جن ارشادات کے بارے
میں ناظم تعلیمات نے رائے زنی کی وہ یہ ہیں:

(۱) زکوٰۃ کی شرح

(۲) قطعِ ید کا مفہوم قرآن اور سنّت کی روشنی میں

(۳) قرآنی احکامات کے مفہوم اور معانی میں تبدیلی کے احکامات

شیخ صاحب کی تقریر سے ملک میں جو ہیجان برپا ہوا اس کی وجہ سے حکومت نے
بجا طور پر موزوں فیصلہ کیا اس بارہ میں دین کے مستند اور مسلّمہ علماء اور فضلاء کی رائے معلوم
کی جائے۔ اس لئے حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری تعلیمات نے حضرت شیخ الحدیث مولانا
عبدالحق مدظلہ، کی خدمت میں شیخ صاحب کی مفصل تقریر ٹیپ ریکارڈ سے نقل کروا کر بھیجی کہ آپ
اس بارہ میں رائے قائم کر سکیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، نے تقریر کو ملاحظہ فرما کر حسبِ ذیل

جواب لکھوایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ صاحب کے خیالات قرآن حکیم کے قطعی نصوص اس کے مفہومات اور صحیح اسلامی نظریات سے متصادم ہیں۔ ہم شیخ الحدیث مدظلہٗ کی طرف سے دیا گیا جواب یہاں شائع کر رہے ہیں۔ (مرتّب)

شیخ محمود احمد صاحب ناظم تعلیمات آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی تقریر (جو انہوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج کے جلسۂ رسم حلفِ وفاداری میں بتاریخ ۱۹ جنوری کی تھی) غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شیخ صاحب موصوف مسٹر پرویز اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نہج پر الحاد اور تحریف دین کے دلدادہ ہیں۔ اگر انہیں اس قسم کی مجالس میں لب کشائی کے مزید مواقع فراہم کئے جائیں تو ان کی اسلام دشمنی، قرآن و حدیث میں رائے زنی فقہاء کرام اور محدثین حضرات پر طعنہ زنی کے بہت سے خفیہ عزائم کھل کر عوام کے سامنے آجائیں گے۔

دینی مسائل میں رائے زنی کیلئے اہلیت شرط ہے

تعجب ہے کہ فنِ طب اور ڈاکٹری کے اصول وفروع سے بے خبر شخص کو تو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ محض زبان دانی اور فنِ طب کی چند کتب اور تراجم کے مطالعہ کے بعد اس فن کے مسائل پر بحث کرے۔ جب تک کہ وہ مکمل نصاب طب پڑھ کر عملی امتحان میں کامیابی حاصل نہ کرے۔ اسی طرح موجودہ مروجہ قوانین کی تشریح اور ان کے مطالب و مفاہیم کو وہی متعین کر سکتا ہے جو کسی لا کالج سے فارغ التحصیل اور ماہر ہو۔ مگر شریعت اور قانونِ الٰہی کو ہر ایک اپنی تحقیق کا نشانہ بناتا ہے۔ حالانکہ اسے ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرات، حدود و تعزیرات سے تفصیلاً علی وجہ البصیرۃ واقفیت نہ ہو اور نہ ان کو دین کے مآخذ یعنی قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ (علی صاحبہا الف الف تحیہ) میں تعمق و تحقق کا ملکہ میسر ہو۔ اور نہ احکام منصوصہ، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ پر اسے عبور حاصل ہو اور

نہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفاسیر سے آشنا ہو اور نہ احادیث نبویہؐ پر محققانہ نگاہ رکھتا ہو۔ صرف عربی لغت کے ابتداء اور چند تراجم کے مطالعہ سے وہ دینی مسائل پر بحث و تنقید شروع کرنے لگتا ہے، حالانکہ ایسے لوگوں کو حکم ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (الآیۃ) — اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کیا کریں۔

انما شفاء العی السؤال۔ (الحدیث) — جہل کا علاج یہ ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم سے مسائل دریافت کئے جائیں۔

شیخ صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی موجودہ زمانہ کے دوسرے متجددین کی طرح دین کی تحصیل میں تراجم اور زبان دانی پر قناعت کی ہے۔ دوسرے صناعات اور فنون ادبیہ وغیرہ علوم طبعیہ کی طرح علم دین کے لئے مستند ماہرین کا تلمذ اور اس میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے معتدبہ وقت خرچ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس لئے صاحب قرآن کے عملی اور قولی تشریح اور صحابہ کرامؓ جن کو قرآن مجید کے مطالب و مسائل کا علم (بلا واسطہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے۔ اور تابعین ائمہ مجتہدین، مفسرین و محدثین کی بیان کردہ تشریحات سے بالاتر ہو کر زکوٰۃ کو ٹیکس بتایا۔ سرقہ کی حد میں قطع ید (ہاتھ کاٹنا) کے مفہوم کو لغت سے احسان و انعام قرار دینے لگا اور سرقہ کے مفہوم میں ہر ناجائز استحصال کو مندرج کر کے ساتھ ساتھ فقہاء کرام کے ساتھ تمسخر کرنے لگا کہ انہوں نے بلا وجہ سرقہ کے مفہوم سے کئی جزئیات مستثنیٰ کر دئے ہیں۔ آگے بڑھ کر خود اپنے آپ کو اس کا اہل قرار دیا کہ "ید" کا معنی اکرام لیا اور شریعت مطہرہ کی مقرر کردہ حد کو منسوخ سمجھا۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

کیا شیخ صاحب کے مزعومہ معنی کو نہ تو خود رسول پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے، باوجودیکہ آپ اہل لسان تھے، افضل البشر تھے، روئے زمین پر بلاغت و فصاحت میں ان کا

کوئی ہمسر نہ تھا۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے مطالب بیان کرنے کا خود ذمہ لیا ہے:
ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ۔ یقیناً ہم ہی اس قرآن کریم کی تشریح کریں گے۔

حدود و مقادیر میں کوئی رد و بدل کا مجاز نہیں

اور اسی طرح شیخ صاحب کے بیان کردہ معنی سے یہ حقیقت ظاہر ہوگئی ہے کہ ان کے خیال میں صحابہ کرامؓ نے بھی یہ معنی نہیں سمجھے ورنہ مخزومیہ کے معاملہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ بھیجتے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو عتاب آمیز خطاب فرما کر یہ حقیقت واضح کر دی اَفِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ۔ کہ حدود اللہ میں سفارش کی کوئی گنجائش نہیں اور اس میں رد و بدل کا کوئی مجاز نہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی عبادت ہے نہ کہ ٹیکس جس طرح کہ نماز، روزہ حج عبادات اور حقوق اللہ ہیں۔ کوئی انسان کسی کو نماز۔ روزہ، حج، زکوٰۃ معاف نہیں کر سکتا۔ اگر ان امور میں صاحبِ رسالت یا حکومت یا اور کسی کا حق ہوتا تو جس طرح ایک انسان دوسرے حقوق العباد میں اپنے حق سے دستبردار ہو سکتا ہے اور اپنے حق کو معاف کر سکتا ہے تو یہ نماز، روزہ وغیرہ بھی انسان کی طرف سے قابلِ معافی ہوتے تو جس طرح نماز کی رکعات اور اوقات میں کسی کو کمی بیشی۔ رد و بدل کا حق حاصل نہیں اسی طرح زکوٰۃ کے مقادیر میں کمی بیشی کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا ہے "بد قسمتی سے ہم نے زکوٰۃ کے تصور کو مرورِ ایام" کے ساتھ ترقی نہیں دی، زکوٰۃ کا حکم قرآن میں بیسیوں جگہ موجود ہے۔ شرح زکوٰۃ کہیں بیان نہیں ہوئی اس میں اللہ پاک کی بہت بڑی حکمت تھی۔ کیونکہ اصول زکوٰۃ غیر متبدل چیز تھی اس کا تو حکم دے دیا گیا۔ شرح زکوٰۃ کوئی ایسی ہو ہی نہیں سکتی تھی جو غیر متبدل نہ ہو۔ اس لئے شرح زکوٰۃ بیان نہ ہوئی کیونکہ مرورِ ایام کے ساتھ حالات کے ساتھ زمانے کے ساتھ، مختلف ماحول میں مختلف شرحیں رکھنی پڑتی ہیں"

زکوٰۃ اور منکرین حدیث

مذکورہ بالا شیخ صاحب کی تقریر کا متن ہے۔ اب آپ ذرا مسٹر پرویز کی نام نہاد اسلامی تحقیق کو دیکھئے۔ پرویز اپنی کتاب "قرآنی فیصلے" کے صفحہ ۵۳ میں رقمطراز ہے:

"زکوٰۃ اس ٹیکس سے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں ہے، اس لئے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریات ملی پر ہے، حتّٰی کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو"

مسٹر پرویز اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ میں لکھتا ہے:

زکوٰۃ یعنی حکومت کے ٹیکس کی شرح میں تغیّر و تبدّل کی ضرورت ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں آتی"

ان عبارات سے باسانی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ صاحب درحقیقت مسٹر پرویز کے افکار کے ترجمان ہیں اور دونوں کا مبلغ علم ایک جیسا ہے۔

اہلِ الحاد کا استدلال اور اس کا مختصر جواب

شیخ صاحب نے وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ سے استدلال کیا ہے۔ یعنی ضرورت سے زائد تمام مال کو خرچ کرو اس کے متعلق واضح رہے کہ ماہرینِ قرآن و تفسیر نے اس کو خیر و خیرات پر محمول کیا ہے۔ اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو منسوخ کہا ہے۔ "رواہ ابن ابی حاتم"

لیکن زکوٰۃ پر اس کو کسی نے محمول نہیں کیا اور اصولی طور سے یہ صحیح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر قرآنِ کریم کا یہ مطلب ہوتا کہ ضرورت سے زائد مال کو وجوبی طور سے خرچ کیا جائے گا ۔۔۔ تو پیغمبر علیہ السلام کا ڈھائی فیصد اور دیگر متعدد اجناس کے مختلف مقادیر زکوٰۃ مقرر کرنا قرآن سے تصادم اور مخالفت ہوتا ۔۔۔ اور یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے

ایک محکم اور دائمی حکم کے مقابلہ میں ایک متضاد حکم نافذ کریں۔ اس کے بعد شیخ صاحب فرماتے ہیں :

"کہ حضورؐ نے اپنے زمانے میں اپنے ماحول کے مطابق کچھ شرحیں مقرر کی تھیں لیکن حضرت عمرؓ جن کی خلافت میں، اور رسولِ پاکؐ کے زمانے میں صرف اڑھائی سال حضرت ابو بکرؓ کی خلافت آتی ہے، انہوں نے اپنے زمانے میں گھوڑوں پر زکوٰۃ کی شرح عائد کی جو کہ حضورؐ نے عائد نہیں کی۔ مالِ تجارت پر انہوں نے شرح زکوٰۃ لگائی جو کہ حضورؐ نے نہیں لگائی جس کا مطلب یہ ہے کہ عمرؓ یہ سمجھتے تھے کہ زکوٰۃ جو ہے اس کی شرح ایک تبدّل چیز ہے۔"

اس کے متعلق واضح رہے کہ گھوڑوں اور مالِ تجارت میں زکوٰۃ حضورؐ نے خود لگائی ہے۔ بیشک عامل کی وصولی غیر مصرح ہے :

روی الدار قطنی مرفوعًا فی کلّ فَرَسٍ سَائِمَۃٍ دِیْنَارٌ اَوْعَشَرَۃُ دَرَاھِمَ وَروی ابو داؤد عن سمرۃؓ بن جندب ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یَاْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَۃَ مِنَ الَّذِی نَعُدُّہٗ لِلْبَیْعِ ۔

دارقطنی مرفوع روایت بیان کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک گھوڑے میں (جو سال کے بیشتر حصّہ میں چرنے پر گذارہ کرتا ہو۔) ایک دینار زکوٰۃ لازم ہے ابوداؤد شریف نے بھی بروایت سمرہ بن جندب آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ ہمیں ان گھوڑوں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے جو تجارت کے لئے ہوتا۔

نیز یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ حضرت عمرؓ نے جس نوعیت سے زکوٰۃ کی وصولی عائد کی تھی وہ کسی ضرورت پر مبنی نہیں تھی۔ لہٰذا شیخ صاحب کا استدلال غلط ہے۔ بلکہ واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اہلِ شام اصرار کر رہے ہیں کہ ہم سے گھوڑوں کی زکوٰۃ بھی وصول کریں تو حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کے بعد لکھا۔ اِنْ اَحَبُّوْا فَخُذْھَا مِنْھُمْ ۔ یعنی اگر اپنی مرضی سے کوئی دیوے تو وصول کیا کریں۔ (کتاب الاموال لابی عبید صفحہ ۴۶۵)

شیخ صاحب کہتے ہیں :

" اور حضرت علیؓ نے جو فرمایا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں احتیاج باقی ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہاں زکوٰۃ نہیں دی جا رہی "

____ تو حضرت علیؓ کی اس عبارت سے ہر صاحب غرض اپنے منشاء اور غرض کے مطابق استدلال کرے گا۔ بعض کہیں گے کہ اس میں اشتراکیت کی طرف لطیف اشارات ہیں کہ یہ سرمایہ دار جب غریبوں کے حقوق ادا نہیں کرتے لہٰذا ان غریبوں اور مزدور طبقہ کی دادرسی کرنی چاہیئے۔ اور کوئی کہے گا۔ کہ اس میں سرمایہ داری کی طرف اشارہ ہے کہ سرمایہ زیادہ سے زیادہ جمع کرنا چاہیئے، تاکہ احتیاج ختم ہو جائے۔ اور کوئی کہے گا کہ شرح زکوٰۃ کے غیر متبدل ہونے کی طرف اشارہ ہے مگر حقیقت صرف یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ نہ دینے پر دنیوی وبال کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے :

ما ظهر الغلول في قوم الا القى الله في قلوبهم الرعب ولا فشا الزنا في قوم الا كثر فيهم الموت ولا نقص قوم المكيال والميزان الا قطع عنهم الرزق ولا حكم بغير حق الا فشا فيهم الدم ولا ختر قوم بالعهد الا سلط عليهم اليهود۔
(رواه مالك)

کسی قوم میں جب خیانت کی بیماری پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے اور جب کسی قوم میں زنا کا مرض پیدا ہو جائے تو ان میں موت و ہلاکت زیادہ کر دیتا ہے اور جو لوگ تول ماپ میں کمی کرتے ہیں ان پر رزق کی تنگی کا وبال نازل فرماتا ہے اور جو لوگ ناجائز فیصلے کرتے ہیں ان پر خونریزی کا عذاب مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے تو ان پر یہود مسلط کر دیتا ہے۔

قطع ید کے مفہوم میں تحریف

شیخ صاحب نے چور کے ہاتھ کاٹنے سے مراد اس پر احسانات وغیرہ بند کرنا لیا ہے۔ لیکن صرف

یہ کا اطلاق اگرچہ احسان پر آتا ہے، مگر قطع ید کا معنی لغتِ عربی میں ہاتھ کاٹنا ہے دراصل حق تو پیغمبر علیہ السلام نے مراد لے کر چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے:

عن عائشۃ رضی ان قریشًا اھمّھم شان المرءۃ المخزومیۃ الّتی سرقت فقالوا من یکلم فیھا رسول اللّٰہ فقالوا ومن یجترئ علیہ الا اسامۃ حِبُّ رسول اللّٰہ صلعم فکلّمہ اسامۃ فقال رسول اللّٰہ ؐ اتشفع فی حدّ من حدود اللّٰہ ثمّ قام فاختطب فقال یا ایھا النّاس انما ھلک الّذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللّٰہ لو ان فاطمۃ رض بنت محمّد سرقت لقطعت یدھا۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ قریش کو قبیلہ مخزومی کی ایک عورت کے چوری کے فعل نے پریشان کر دیا۔ قریش نے باہمی مشورہ کیا کہ اس عورت کو ہاتھ کاٹنے کی سزا سے بچانے کے لئے حضور ؐ کی خدمت میں سفارش کرنی چاہیئے۔ سب نے حضرت اسامہ رض کو منتخب کیا کیونکہ وہ آں حضرت ؐ کے محبوب تھے، تو حضرت اسامہ رض نے جب سفارش کی تو بارگاہِ رسالت سے جواب ملا کہ تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو پھر حضور ؐ اکرم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی نادار چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ رض (خدانخواستہ) چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کو کاٹتا۔

اسی طرح خلفاء راشدین نے اپنے زمانہ خلافت میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ اور قطع ید سے تمام محدثین۔ ائمہ اربعہ۔ فقہاء کرام اور تمام کے

تمام ماہرینِ قانونِ اسلامی نے ہاتھ کاٹنا مراد لیا ہے نہ کہ احسان واکرام۔ لہٰذا شیخ صاحب نے قطعی طور پر قرآن مجید میں جرمِ تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

مفہومِ قرآن میں تبدیلی؟

قرآنی احکام کے مفہوم میں تبدیلی درحقیقت تحریف ہے۔ ظاہر ہے کہ الفاظ قرآن سے جو معانی ارادہ کئے گئے ہیں۔ درایۃً یا روایۃً۔ تفسیراً یا تاویلاً درست نہیں قرآن مجید کے الفاظ سے ایسا معنی مراد لینا کہ نہ تفسیر ہو نہ تاویل نہ درایت سے حاصل ہو نہ روایت سے تو اس کو تحریف معنوی کہتے ہیں۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (الآية)

اور یہود میں ایک گروہ ایسا تھا کہ وہ تورات سن سن کر اس میں تحریف وتبدیلی کرنے لگتا حالاں کہ وہ اس کے صحیح مفہوم کو سمجھ چکے ہوتے۔ پھر ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی خود نوشت باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور الفاظ کے معانی کو تبدیل کرنے سے احکام بدلتے ہیں اور شارع کی اجازت کے بغیر کسی حکمِ شرعی کو بدلنا نئی تشریع ہے۔ گویا بدلنے والے خود مقنّن (قانون ساز) ہیں تو یہ قانونِ الٰہی نہ ہوا بلکہ انسانی قانون ہوا۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ۔ آنحضرتؐ کو خطاب ہے کہ آپ ان کو بتا دیجئے کہ مجھے بھی اس کتاب میں اپنی طرف سے تبدیلی کا کوئی حق نہیں میں تو صرف وحی الٰہی کا تابع ہوں۔

مزید برآں اگر اس کا مراد وہ ہوتا تو فَاقْطَعُوا اَیْدِیَکُمْ عَنْهُمَا۔ فرمانا ضروری ہوتا یعنی اپنے احسانات ان پر بند کردو۔ بہر حال آیت مذکورہ حد سرقہ میں از روئے شرع محکم ہے۔ اس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور تاویل کرنا درحقیقت الحاد ہے پس جس طرح دینِ اسلام کے مسلمات اور قرآنی کلمات اور شرعی اصطلاحات میں نئی نئی تعبیر کا فتنہ سب سے پہلے باطنیہ اور قرامطہ نے برپا کیا اور اُمّت نے بالاتفاق ان کو کافر خارج از اسلام قرار دیا۔ تو اسی طرح دیگر متجددین (نئی ضرورتوں کے مطابق نئے معانی پیدا کرنے والوں) کے ایسے نظریات ملحدانہ اور کافرانہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک فضائل برکات حکمتیں

رحمتوں کی بارش کا مہینہ | قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو شھر اوّلہ رحمۃ ـــ واوسطہ مغفرۃ ـــ

واٰخرہ عتق من النار ـ (الحدیث) محترم بزرگو! جس طرح انسان کے بدن میں سر سے پاؤں تک مختلف اعضاء ہیں مگر سب اعضاء کا نہ ایک حکم ہے نہ ایک مرتبہ ـ پاؤں کا الگ حکم ہے، ناخن کا الگ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں الگ مقاصد رکھتی ہیں ـ دل اور آنکھوں کا الگ مقام ہے ـ الغرض انسان ایک ہے مگر اعضاء و جوارح میں فرق ہے ـ کھیت میں ایک ہی تخم اُگتا ہے مگر پودے کے پتے الگ اور میوہ الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں ـ جس میں ہر شخص فرق کر سکتا ہے کہ آنکھوں کا درجہ اور مقام آنکھوں سے اونچا اور برتر ہے ـ اسی طرح سال کے بارہ مہینہ میں رمضان کا مقام اور درجہ بہت اونچا ہے ـ پھر رمضان میں آخری عشرہ (دس دن) تو درحقیقت ایسا ہے جیسے کہ رحمتِ خداوندی کی جھڑی لگ جائے، بارش کبھی بوندا باندی ہوتی ہے، کبھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اور کبھی تو لگاتار جھڑی لگ جاتی ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ اس میں شدت آنے لگتی ہے اور جس طرح بارش سے سارا ملک سبزہ زار اور آباد ہو جاتا ہے ـ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی بخشی ـ اس طرح رحمت باطنی کی بارش سے سوکھے اور مرجھائے ہوئے دل لہلہا اُٹھتے ہیں ـ اور معنوی زندگی مردہ دلوں کو نصیب ہو جاتی ہے، اور جس طرح پانی ایک بڑی رحمت اللہ

نعمت ہے مگر جو قوم نعمتِ خداوندی کا شکر بجا نہ لائے تو یہی نعمت اس کے لئے وبال بن جاتی ہے اور قوم نوح کی طرح وہ قوم اسی نعمت کے ذریعے ہلاک کر دی جاتی ہے، اس طرح رمضان جو رحمت کی جھڑی کا موسم ہے جو شخص اس سے فائدہ اٹھائے وہ عذابِ خداوندی کا مورد بن کر رہ جاتا ہے اور رحمت کا یہی موسم اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح حضورؐ نے تین مرتبہ بددعا دی اور فرمایا کہ ایسا شخص بہت بدقسمت ہے جس پر رمضان آکر گزر گیا، اور یہ خدا کی رحمت سے محروم رہا، اور بخششِ ومغفرت کا اپنے آپ کو مستحق نہ بنایا فرمایا ایسے شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جائے پھر جیسا جیسا بھی رمضان کا مہینہ گذرتا جاتا ہے، اس رحمت کے نزول میں اضافہ اور ترقی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخری راتیں تو اس رحمت کے پورے جوش کی ہوتی ہیں۔

رمضان کا سارا مہینہ دھیمی دھیمی بارش ہوتی رہی اور آخری دنوں میں رحمت میں جوش اور تلاطم پیدا ہو کر رحمت کی جھڑی لگ جاتی ہے ـــــ تو رمضان خدا کی رحمتِ معنوی کا موسم ہے گھر بار بیٹھے بیٹھے رحمت برستی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اس کا پہلا عشرہ (دہائی) رحمت ہے رحمتِ خداوندی کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا عشرہ مغفرت ہے۔ اس میں گنہگاروں کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، اور آخری عشرہ تو جہنم کی آگ سے خلاصی کے دن ہیں۔ وآخرہ عتق من النار۔ اس میں دوزخ کے مستحق آگ سے بچائے جاتے ہیں۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کپڑا یا بدن میلا ہو تو معمولی گرد وغبار تو ذرا سے پانی سے چلا جاتا ہے، لیکن اگر قدرے سخت ہو تو پہلی دفعہ پانی ڈالنے سے میل کچیل نرم ہو جاتا ہے لیکن اسے زیادہ ملنے اور رگڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوبارہ پانی ڈال دیا تو صاف ہوا، اور اگر میل کچیل زیادہ سخت ہو تو صابن اور گرم پانی میں جوش دینے اور پتھروں پر اسے مارنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح لوہا ہے، وہ زنگ آلودہ ہو جاتا ہے تو لوہار اسے بھٹی میں ڈالتا ہے۔ سنداں سے مارتا ہے کہ زنگ چلا جائے ٹھنڈا ہونے پر اسے دیکھتا ہے

صاف نہ ہوا ہو تو اسے زیادہ گرمی اور حرارت کی ضرورت ہوتی ہے، بار بار اسے آگ میں ڈالتا اور مارتا ہے، اور اگر بالکل مایوس ہو جائے کہ سارا زنگ آلودہ ہو چکا ہے تو اسے بیکار سمجھ کر بھٹی ہی میں چھوڑ دیتا ہے کہ جلتا رہے کیونکہ یہ اب کسی کام کا نہیں رہا۔

پس جو پاکباز ہیں ان کے قلوب تو پہلے ہی عشرہ میں شفاف ہو جاتے ہیں، اور جو پاکباز نہ تھے اور گنہگار تھے، دوسرے عشرہ میں ان کے قلوب رحمت و مغفرت سے تر و تازہ ہوئے اور جو دل کوئلہ کی طرح جل گئے تھے پورے زنگ آلودہ تھے، گناہوں کی وجہ سے دل چھان چھان ہو گیا ہے، تو اگر ایسے لوگ بھی سدھر جائیں، اللہ کی رحمت کے طلب گار بن جائیں، استغفار اور توبہ کر لیں تو رمضان کے آخری ایام ان کے لئے بھی۔ عتق من النار۔ (جہنم سے نجات) کا سبب ہیں، بشرطیکہ بندہ ذرا سی توجہ اور طلب ظاہر کر دے اور دنیا کی حکومتیں بھی ایسا کرتی ہیں، اعلان ہوتا ہے کہ فلاں دن یوم آزادی ہے اس دن دس سالہ قیدیوں کو رہا کیا جائے گا اور یہ سب بہت بڑی خوشی کا دن ہوتا ہے تو پھانسی کے مستحق اور عمر قید پانے والوں کو بھی درخواست کی صورت میں نجات کا پروانہ مل جاتا ہے۔

تو بھائیو! واللہ العظیم ایسی گھڑی کا مہینہ پھر ملے یا نہ ملے اس سے فائدہ اٹھاؤ کچھ کاشت کر لو آخرت کے لئے کچھ کما لو، اگر کسی کاشتکار نے بارش سے فائدہ اٹھایا، زمین پر محنت کی تو اس کی محنت بار آور ہو گی، اور جو غافل رہا تو اس کو سوائے محرومی اور افسوس کے کیا ملے گا۔ اور اگر کسی نے پہلے سے تیاری کی ہو، زمین صاف کی ہو اور بیج بو لیا ہو تو ایسے زمیندار کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ اب تو انشاءاللہ محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔ پس ان ایام میں آخرت کے لئے کچھ بو لو۔

حضورؐ نے فرمایا:

الدنیا مزرعة الآخرة — دنیا آخرت کے لئے کھیتی ہے۔

تم بھی اس موسم سے فائدہ اُٹھاؤ جس میں نفل نیکی فرض اور ایک نیکی ستر نیکیوں کے برابر ہے پھر آجکل تو ٹھیکوں کا زمانہ ہے، نفع کے لئے رشوت دی جاتی ہے۔ پوری قوم اس لعنت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس گناہ سے بچائے۔

تو اللہ تعالےٰ اس موسم میں بغیر رشوت کے ستر گنا نفع دیتا ہے اور پھر دنیا کے ٹھیکیدار اگر سو میل سڑک بنا دیں، اور اس میں دو ایک میل بھی خراب ہو تو مالک سارے کا سارا کام مسترد کر دیتا ہے۔ مگر اللہ وہ ذات ہے کہ اگر ایک سو میل بنائی ہوئی سڑک خراب ہے مگر دو ایک میل اس میں ٹھیک ہے تو وہ سب قبول کر دیتا ہے کہ صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر واپس آجائے تو اسے بھولا نہیں کہا جاتا۔ اگر مہینہ بھر رمضان کی قدر و قیمت نہ ہوئی، پچیس روزوں کو ضائع کر دیا اور آخری پانچ دنوں میں بھی سنبھل گیا، رویا، استغفار کیا تو اس صورت میں بھی اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور سب کچھ بخش کر اسے پورے رمضان کی برکتوں سے نواز دیتا ہے —— افسوس اور حسرت ہے اس بدقسمت پر جو ایسی سردی کے موسم میں بھی روزے نہ رکھ سکا، وہ کس طرح قہر خداوندی سے بچ سکے گا۔ یہ زنگ آلودہ لوہا ہے جو بھٹی میں چھوڑ دیا جائے گا۔ یا یوں کہیئے کہ ایسی شوریدہ زمین ہے جس کی سرسبزی کی کوئی امید نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان، اللہ کی رحمتوں کا پیغام

محترم بزرگو! رمضان شریف کا مہینہ خوش قسمت لوگوں کے لئے رحمتوں اور مغفرت و بخشش کا پیغام تھا، اس پیغام کے مطابق جس نے مغفرت خداوندی حاصل کرنے کی سعی کی، اللہ تعالےٰ نے اسے کامیاب کر دیا، اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ:

ع تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

قسمت یاوری نہ کرے تو پیر اور استاد بہت کامل ہو تو کیا ہوتا ہے کہ: ع

خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

بدنصیب دریا کے کنارے سے بھی پیاسا آجاتا ہے، مسجد میں بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھتا، ایسی سخت سردی میں بھی روزہ نہیں رکھتا، ایسے شخص کا تو سب کچھ لٹ گیا۔ حضورؐ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ایمان اور علم کی دولت تقسیم ہوتی رہی اور آج چودہ سو برس بعد بھی خٹک قوم کی ان خشک اور ویران پہاڑوں میں بھی لا الٰہ الا اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے، یہ وہی آواز ہے جو حضورؐ نے بلند کی مگر جو بدقسمت تھا ابوجہل اور ابولہب حضورؐ کے گھر کی دیوار اور دروازے سے ملے ہوئے ہیں، مگر محروم ہیں، ابولہب حضورؐ کے چچا ہیں ایک گھر ہے بیچ میں چھوٹی سی دیوار حائل ہے۔ حضورؐ ایک مرتبہ بوجہ علالت تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے، تو ابولہب کی بیوی نے کہا کہ اب ان کا شیطان ان سے روٹھ گیا اس لئے وہ آج نہیں اُٹھے ـــــ رحمت کا سمندر بہتا رہا، مگر بدقسمت محروم رہے ـــــ یہ کسی کی عقل اور سمجھ پر نہیں، علم اور قوت سے

نہیں، اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری حالت بہتر بنادے اور خاتمہ ایمان پر ہو۔

رمضان جیسا رحمتوں کا موج مارنے والا مہینہ آیا اور یہ نادم نہ ہوا اس کی آنکھوں سے نہ آنسو بہے اس کا دل سخت ہے تو یہ علامت ہے شقاوت کی دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے، باغ لگاتا ہے۔ بنگلہ، زمین، ٹھیکہ وزارت اور صدارت کے منصوبے بناتا ہے، اس ادھیڑ بن میں رہتا ہے اور حضرت عزرائیلؑ آکر اسے گردن سے پکڑ لیتے ہیں۔ تیسری علامت بدبختی کی یہ ہے کہ اس کی حرص دن بدن بڑھنے لگ جاتی ہے —— دنیا کی حرص اور محبت نے ہی ہمیں تباہ کر دیا اور یہ دو چیزیں بے حد خطرناک ہیں۔

بہر تقدیر رمضان کے جتنے دن باقی ہیں انہیں غنیمت سمجھ لو، اب بھی موقع ہے، جب قیامت کے دن محروم اور غافل لوگ غم کے مارے اپنی انگلیاں کاٹیں گے۔ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ ۔ تو روزہ دار قیامت کے دن عرش خداوندی کے سایہ میں اس کی نعمت سے مالا مال ہوگا اور حسرت کرنے والوں کو اس حسرت وارمان کا کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ قیامت کے دن ہر شخص کو حسرت ہوگی۔ افسوس ہوگا کہ دنیا کی زندگی سے آخرت کے لئے کیوں زیادہ فائدہ نہ اٹھایا۔ اس لئے قیامت کو یوم الحسرۃ کہا گیا ہے۔ گنہگار اور مجرم حسرت کریں گے اے کاش! پیغمبر کے راستہ پر کیوں نہ چلے، فرنگی کا راستہ کیوں اختیار کیا، مگر نیکوکاروں کو بھی حسرت ہوگی کہ زیادہ نوافل زیادہ تلاوت اور زیادہ ختم قرآن کیوں نہ کئے۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ ۶۱ قرآن مجید پورے ختم کرتے۔

عشرۂ آخرہ اور سحری کا وقت آخری دس دنوں میں خصوصیت سے دو چیزوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ جن میں ایک اعتکاف ہے

اختیاری ہے اور ایک لیلۃ القدر ہے جس کی طلب اور تلاش کرتا ہے، اور طالب کا حکم بھی کسی چیز کے حاصل کرنے والے جیسا ہے کہ یہ بھی اللہ کے ہاں پانے والوں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہوتی کہ:

کان یوقظ اھلہ فی العشر الاواخر	حضورؐ اس عشرہ آخیرہ میں اپنے اہل و
من رمضان وکل صغیر وکبیر	عیال کو جگاتے تھے اور ہر بڑے چھوٹے کو
یطیق الصلوٰۃ (اوکما قال)	بھی جو نماز پڑھنے کے قابل ہوتے۔

گویا سات آٹھ سال عمر کے بچوں کو بھی حضورؐ تہجد اور نماز کے لئے جگاتے۔

ہم سب سحری کے لئے جاگتے ہیں، بچوں کو کھلانے پلانے کے لئے جگاتے ہیں، مگر شیطان ہمیں تہجد پڑھنے نہیں دیتا، ایسا قیمتی وقت بے پرواہی میں کھو دیتے ہیں۔ اگر ہم خود بھی دو رکعت پڑھ لیں اور بچوں کو بھی وضو کرائیں اور دو رکعت ان سے پڑھا لیں کہ عادت بن جائے تو کتنی خوش بختی ہوگی۔ اللہ اور بندہ کے درمیان سارے حجابات اس وقت اٹھا دئے جاتے ہیں مگر ہم کھانے پینے اور ہنسی مذاق میں سارا وقت ضائع کر دیتے ہیں، کھانا پینا تو چند منٹ کا کام ہے۔ چند لقمے لے لو اور اس سنہری وقت سے فائدہ اٹھاؤ، حضورؐ کی حالت تو یہ تھی کہ شد مئزرہ گویا کمربستہ ہو جاتے تھے اور یہ ایک محاورہ ہے کہ کسی کام کے لئے کمر باندھ لی تو حضورؐ تو سال بھر عبادت کے لئے مستعد رہتے مگر ان دنوں تو بالکل جہاد جیسی حالت ہو جاتی۔ لہٰذا چاہیئے کہ ان دنوں ہم بھی خاص طور سے اہل و عیال کو دین کی طرف راغب کریں۔ کھانا پینا اور سونا بھی جائز ہے مگر اہم مقصد رغبت دین پیدا کرنا ہے۔

اعتکاف

حضورؐ ان ایام میں اعتکاف فرماتے: وکان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان۔

اعتکاف کا معنی کسی چیز کو بند کرنا باندھ لینا اپنے آپ کو مقید اور محبوس کر لینا ہے

اپنی درخواست عاجزانہ شکل میں منوانے کے لئے کسی کے در پر پڑھ جاتا کہ بارش ہو، دھوپ
ہو، گرمی سردی ہو تیرے در کا غلام ہوں اس در پر پڑا رہوں گا جب تک میری درخواست
قبول نہ ہو، نہ گھر جاؤں گا نہ اور کوئی دنیا کا کام کروں گا، روتا ہے گڑگڑاتا ہے، اٹھتا نہیں
دھرنا مار لیتا ہے ـــــ تو ایسی صورت میں تو سنگ دل سے سنگ دل حاکم بھی اس کی
حاجت پوری کر دیتا ہے تو یہاں تو اللہ جیسے رحیم و کریم آقا سے معاملہ ہے اور رمضان
جیسا بابرکت مہینہ ہے کہ ہر رات اللہ کی طرف سے مجرموں کو بخشش کے لئے پکارا جاتا ہے
کہ اے مجرمو ذرا تو توجہ کرلو معاف کر دوں گا بخشش دوں گا۔

ذرا سا بہانہ بھی مغفرت کا بن جائے تو بخشش دیتا ہے۔ ہر رات اس کی آواز ہوتی
ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والو ذرا تو آگے بڑھو اور کچھ تو دستِ طلب بڑھا
دو، گناہوں سے توبہ کرلو، دل سے رو، اگر آنکھوں میں نمی آجائے یا اللہ رمضان
کی حرمت سے مجھے معاف کر دے تو وہ بخشش دے گا۔ وہ تو رمضان کی ہر رات دس لاکھ
مجرم بخشتا ہے، اور آخری رات تو مہینہ بھر کے مجرموں کے برابر ـــــ تو جو اللہ کا بندہ
گھر بار جائداد، دکان، سامان، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں قیدی کی طرح اعتکاف
کی شکل میں مقید ہو گیا تو اس کی بخشش کیسے نہ ہوگی۔؟

اعتکاف یہ ہے کہ ایک شخص پنجگانہ جماعت والی مسجد میں بیسویں رمضان کی شام کو
بیٹھ جائے۔ اگر عورت ہو تو گھر میں نماز کے لئے جو کونہ مختص ہو اس میں بیٹھ جائے سوائے
حاجات انسانی کے اپنی اس قیام گاہ سے نہ نکلے، اکثر وقت ذکر و اذکار، تلاوت، نوافل
اور نماز میں گذرے۔ یہ اعتکاف فرض کفایہ کی طرح سنتِ کفایہ ہے۔ اگر محلہ یا گاؤں میں
کسی نے بھی نہ کیا تو سارا گاؤں یا محلہ تارک سنت ہوا۔ اور کسی نے ادا کیا تو خود بھی اجر و
ثواب کا مستحق بنا اور سارے محلہ کو بھی گناہ سے بچا کر احسان کیا۔ افسوس کہ ہم نے اعتکاف
جیسی سنت کو عدیم الفرصتی کا بہانہ بنا کر ترک کر دیا۔ لیکن کتنے لوگوں کو ہم نے دفنایا، اُس

وقت مردہ کو دیکھ کر ذرا تو سوچ لو کہ "بابا کہاں جا رہے ہو، تمہیں فرصت نہ تھی، اب تو ہزاروں سال پڑے رہو گے۔ اب بھی فرصت ہے یا نہیں؟ یہ سب قبروں والے بڑے مصروف تھے کوئی کام نہیں چھوڑ سکتے تھے، مگر اب ان کی کیا حالت ہے۔"

بھائیو! نہ دنیا ہماری وجہ سے آباد ہے نہ ویران ہے۔ قبر میں اکیلے خدا کے ساتھ معاملہ ہو گا، نئی دوستی تو اس وقت قائم نہیں ہو سکتی اور دنیا میں قائم نہ کی تو ہکّا بکّا رہ جائے گا کہ یارب اب کیا کروں؟ تو معتکف سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد کے کونہ میں بیٹھ گیا، تو گویا قبر کی زندگی دنیا میں اختیار کی، محبت اور رابطہ اللہ سے قائم کیا، نہ مکان نہ دکان، نہ زمینداری کی فکر نہ دوست احباب کی۔ تو بعد از مرگ اللہ سے ایسی الفت اور ربط کام آئے گا۔ پھر اعتکاف کی فضیلت اتنی ہے کہ حدیث میں اس کا اجر دو حج اور دو عمروں کے برابر فرمایا گیا ہے فانوی حج تو ہر مسلمان مستطیع پر فرض ہے مگر اسے اس عمل سے دو حج اور دو عمروں کا ثواب مل گیا۔

لیلۃ القدر

دوسری چیز آخری دس دنوں میں ہر رات خاص ذوق وشوق سے عبادت کرنا ہے۔ جس میں لیلۃ القدر کا احتمال ہے جو طاق راتوں: ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں زیادہ محتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خیرٌ من الف شهر کہا ہے۔ ہزاروں مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، پھر خیر کی بھی کوئی حد نہیں، گویا بے حد اور بے حساب بہتر ہے، اسّی سال کی عبادت پر بھاری ہے، اور ان دس دنوں کے علاوہ رمضان کی ساری راتوں میں بھی لیلۃ القدر کا احتمال ہے۔ اگر کوئی اتنا باہمت نہ ہو کہ ہر رات شب خیزی میں گذارے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے مغرب وعشاء اور صبح کی نماز باجماعت پڑھ لی تو لیلۃ القدر کا ایک حصّہ اس نے بھی پا لیا تو ان ایام میں تو یہ لازم کر لو کہ نماز باجماعت چھوٹنے نہ پائے۔ مغرب کی اذان اور افطار کے بعد نماز گھر میں نہیں پڑھنی چاہیے حضورؐ نے فرمایا:

لاصلوٰۃ لجار المسجد الّا فی المسجد۔ — مسجد کے پڑوسی کی فرض نماز صرف مسجد ہی میں ہوتی ہے

امام کے لئے بھی چاہیئے کہ رمضان میں اذان کے بعد قدرے توقف کرے اور مقتدیوں پر مسجد پہنچنا لازم ہے، الغرض یہ دو چار گھنٹے بھی رات ہی کا حصّہ ہیں۔ تو خاص دعاؤں کا لحاظ رکھا جائے۔ رمضان میں تیسری چیز تہجّد کو ملحوظ رکھنا ہے۔ جس کا خاص اہتمام ہونا چاہیئے۔ اگر گالی گلوچ اور دیگر منہیات میں مشغول رہیں تو یہ روزہ کی ایک بدبودار لاش ہوگی۔ چاہیئے کہ اس میں لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کی روح آجائے۔ صبح سے شام تک زبان کو قابو رکھو۔ برائی، حسد، بغض، کینہ، عناد ترک کردو۔ کسی کا حق نہ مارو، اپنی نظریں نیچی رکھو، اپنے کانوں کو فلمی گانوں سے قطعاً بچاتے رہو۔ اس لئے کہ نامحرم عورتوں کی آواز سننا حرام ہے۔ اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے بچاتے رہو۔ جتنا بھی ہوسکے تقویٰ اور پرہیز گاری کا جذبہ پیدا کرو، یہی روزہ کامیاب ہوگا جس پر اجر و ثواب بھی مرتب ہوگا۔

قرآن اور تراویح

تراویح میں کم از کم ایک دفعہ ختم کرنا سنت ہے اب تک مسلمانوں میں حضورؐ کی یہ سنّت رائج ہے اور اس کا مقصد قرآنِ مجید کا سننا اور اس پر عمل کرانا ہے جسے خدا زیادہ ہمّت دے تو اور بھی بڑی نعمت ہے مگر اسے ہماری کمی کہئے کہ شیطان پہلے تو نیکی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے اور اگر شروع کر دیں تو جلدی اور عجلت کراتا ہے کہ جلدی جلدی ٹھوکر لگاؤ یا جیسا کہ مرغی ٹونگا لگاتی ہے، اور ہمیں تلاش ہوتی ہے ایسے حافظ کی جو پندرہ بیس منٹ میں ساری تراویح پڑھا وے، جتنا بھی جیبر میل گاڑی کی طرح تیز دوڑ سکے وہی اچھا حافظ ہے۔ گویا تیز رفتاری اور ترقی کا زمانہ ہے ہم تراویح میں کیوں تیز رفتار نہ ہیں۔ تو بھائیو! یہ بہت غلط بات ہے۔ تراویح میں جتنا زیادہ وقت لگ جائے موجب اجر ہے اور جتنا بھی صحیح تلفظ ہو، حروف کی تصحیح ہو کہ مقتدی کی سمجھ میں آسکے۔ اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا، شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے اپنی نیکی برباد نہ کرو، شیطان کبھی یہ روڑا اٹکاتا ہے۔ منکرین حدیث وغیرہ کے ذریعہ کہ بغیر مطلب سمجھے ہوئے تلاوت اور اس کے سننے کا کیا فائدہ، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم نازل اس لئے کیا کہ ہم اسے پڑھیں، حفاظ سے سنیں اور اس کو سیکھ کر اس پر عمل کریں۔

موجودہ تعلیم حضورؐ نے فرمایا: جس پیٹ دماغ اور جس روح میں قرآن نہ ہو تو وہ پیپ اور خون سے بھرا ہوا اچھا ہے۔ فلمی گانوں اور اشعار سے تو دماغ بھرا ہو قسم قسم کے اشعار اور گانے مرد اور عورتیں حیوانات کی بولیاں اور نقلیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو یاد ہوں اور اس میں اتنا انہماک اتنا توغل اور ذوق و شوق ہو کہ شعر خواہ مہمل الفاظ کا کیوں نہ ہو بڑے چھوٹوں کو یاد ہوں اور قرآن کے تلفظ تک سے محروم رہیں اور پہلے تو کچھ نہ کچھ تھا، اب تو بدقسمتی سے سب کچھ چلا گیا۔ کاش ہم سمجھتے کہ اس قوم کی ترقی اور صحیح تعلیم و تربیت دین ہی سے ہو سکتی ہے، اگر موجودہ تعلیم سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا تو واللہ اس سے بڑھ کر خوشی کی اور کیا بات ہوتی مگر یہ تعلیم تو دین کے لئے نہیں بلکہ عیسائیت قادیانیت اور پرویزیت کے لئے ہے، اس لئے نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا کلام سیکھیں بلکہ دین کی جڑیں کیسے کاٹیں گے، سُرخ گورا کیسے بنیں گے، کھڑے ہو کر پیشاب کیسے کریں گے، کوٹ پتلون کیسے پہنیں گے۔ یہ تعلیم تعلیم کی جو رٹ لگائی جا رہی ہے اس کی تہ میں گورا اور فرنگی بیٹھا ہوا ہے اس تعلیم نے مرد اور عورتوں کو ننگا کر دیا، سڑکوں اور محفلوں میں نچوایا، یہ بے حیائی ثمرہ تھا اس تعلیم کا کیا اس تعلیم پر ہم خوش ہوں گے۔ اس پر تو ہم روتے ہیں اور جب روتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ مُلّا ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے ـــــــ ارے ظالمو! زنا کرنا ہے تو خود کرو، اپنی بہن بیٹی کو نچواؤ، پوری قوم اور پوری رعایا کو کیوں زانی اور ڈانسر بناتے ہو، اگر یہ تعلیم دین اور اچھے اخلاق کے لئے ہوتی تو کونسا مسلمان اس پر خوش نہ ہوتا، مگر یہ تعلیم تو ڈانس کے لئے ہے، او پر جاؤ تو انگریز اور میم بنو، رقص و سرود اور عیاشی سیکھو۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں سکول سے آ کر بجائے اللہ اور اس کے دین کی بات کے بلّی کتا کی رٹ لگاتی ہیں اور جب بڑی ہوتی ہیں تو مشنز کہ ڈانس اور کلچر سکھایا جاتا ہے۔ اس صورت میں قرآن کی تعلیم پڑھنے پڑھانے اور سننے کی کیا صورت ہو۔

روزے کا مقصد روزہ اور قرآن

رمضان کے تیس دن ہماری ٹریننگ اور عملی تربیت کے دن ہیں، جس طرح فوجی تربیت ہوا کرتی ہے۔ اسے لڑائی کے لیے جنگلوں اور میدانوں میں رکھا جاتا ہے، بھوک اور پیاس کی عادت ڈالی جاتی ہے اس طرح جب رات کو ہم نے پارہ سوا پارہ قرآن مجید سن لیا جس میں کچھ اوامر ہیں کچھ نواہی ہیں تو اب ہم دن کو اپنی خواہش اور ھومی کو اپنے قابو میں رکھیں گے، خدا کے حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہش کے پیچھے نہیں جائیں گے بلکہ اس کی عملاً تعمیل کریں گے۔ خدا کا حکم ہے کہ مت کھاؤ، مت پیو، جی چاہے گا مگر ہم رک جائیں گے، دن بھر رات کی تراویح کا سبق دہرایا جا رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ عمر بھر اللہ کے احکام کی اس طرح تعمیل کرنی ہے جیسے رمضان میں اور قرآن کریم پر اسی طرح عمل پیرا ہونا ہے، اس لئے قرآن مجید اور رمضان کا باہمی گہرا تعلق ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن اتارا گیا اور اسی مہینہ میں ہر سال دہرایا جاتا رہا۔ اور یہ سننا صرف سننا نہ ہو بلکہ ایک ایک مسئلہ کو سننا اور اس پر عمل کر کے دکھانا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا کردار

صحابہؓ نے ایسا کر دکھایا۔ مثلاً اسلام کا ایک مسئلہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ حضرت عثمانؓ حضورؐ کے داماد ذوالنورین ہیں، خلیفہ ثالث ہیں، ساری اسلامی سلطنت پر حکومت ہے، دشمنوں نے محاصرہ کیا، فوج، پولیس اور ذاتی غلام بے شمار موجود ہیں، ایک اشارہ ہو جاتا یا کم از کم لوگوں کو تو روکتے تو دشمن کا منٹوں میں صفایا ہو جاتا مگر آخر تک لوگوں کو باغیوں پر اسلحہ اٹھانے سے منع کیا کہ اپنی ذات کے لئے اور حکومت قائم رکھنے کے لیے کسی کا خون نہیں بہاؤں گا۔ گھر کے اردگرد اپنے ذاتی غلام ہیں۔ انہیں یہ کہہ کر آزادی کا موقع دیا کہ جس نے اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دیا وہ آزاد ہو گیا، اور حکم دیا کہ میرے مخالفین پر تلوار نہ اٹھائی جائے، یہاں تک کہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مگر قرآن کی تعلیم اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ پر عمل پیرا رہے کہ ذاتی وقار کے لیے کسی کو ایذا نہیں پہنچاؤں گا ——— الغرض رمضان میں ہم سب طالب العلم

ہیں، جتنا بھی قرآن رات کو سنتے ہیں اس کا خلاصہ اور اجمال یہی ہے کہ خدا کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ روزہ اس کی عملی تربیت ہے۔

روزے کی رُوح جس کے بغیر روزہ بے روح لاش رہ جاتا ہے۔ انسان کی صورت اچھی ہو بڑی شان و شوکت والا ہو مگر جب روح نہ ہو تو مسلمان اسے دفن اور ہندو اسے جلا دیتے ہیں یا دریا میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ روح نہیں تو انسان بھی نہیں۔ اگر اس بلا روح لاشے کو ہم رکھیں گے تو تعفن اور بدبو پھیلے گی۔ اسی طرح یاد رکھئے کہ اعمال کی بھی ایک روح ہے اور ایک صورت۔ تو صورت صبح صادق سے مغرب تک تین چیزوں سے پرہیز کا نام ہے، اور اس کی روح یہ ہے کہ ہم میں تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو۔ روزہ جہاد کی عملی تیاری ہے بھوکوں پیاسوں کی مدد کرنے کا احساس روزہ دلاتا ہے۔ روزہ ہمیں حرام سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ روزہ ضبط نفس کا سبق دیتا ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ہمیں برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے قریب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

برکاتِ رمضان

خُطبہ جُمعۃُ المُبارک یکم رمضانُ المُبارک ۱۴۰۸ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد: وعن عبد اللّٰہ بن عباسؓ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اجود الناس وکان اجود ما یکون حین یلقاہ جبرئیل علیہ السّلام وکان یلقاہ فی کلّ لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ (اوکما قال)

خُداوند تعالیٰ کی خاص نعمت

محترم بھائیو! ہم اور آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں اور یہ خداوند کریم کے ان عظیم نعمتوں میں سے جو اس امت پر ہیں، سب سے بڑی نعمت ہے کہ ہمیں حضور اقدسؐ کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنّت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور میں اپنی امت سمیت جنت میں داخل ہوں گا۔ اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جہاں آقا، سردار یا حاکم موجود ہو وہاں اس کا خادمِ خاص بھی خدمت کی خاطر ساتھ ہی رہتا ہے۔

نعمت کا تقاضا

جب اللہ جلّ مجدہٗ نے ہم پر اتنی بڑی نعمت فرمائی تو چاہیئے کہ ہم اپنے آقائے نامدار اور روحانی والد سردارِ دوجہاں کے نقشِ قدمؐ پر چلیں ہر امت اپنے پیغمبر کی روحانی اولاد ہوتی ہے، اور روحانی رشتہ جسمانی رشتہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین۔

جب تک تم میں سے ہر شخص کے نزدیک میں اس کے والد اس کی اولاد اور ساری مخلوق سے زیادہ محبوب نہ ہوں تب تک وہ شخص مؤمن نہیں کہلا سکتا۔

صحیح اولاد وہی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کی صحیح اتّباع اور پیروی اختیار کرے اور جو اپنے والدین کے نقش قدم پر نہ ہو لوگ اسے نااہل اور نالائق سمجھتے ہیں تو امّتی وہی سچا امّتی ہے جو حضورؐ کی سنّت پر عمل درآمد کرتا ہو اور جو امّتی ہونے کا دعوےٰ کرے مگر اپنے نبیؐ کی اتّباع نہ کر سکے وہ دعویٰ میں غلط ہے اور یہ دعویٰ اس کے لئے باعثِ تمسخر ہے۔

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امّت پر خداوند تعالیٰ کے خاص کرم کا مہینہ ہے۔ خداوند کریم نے اس امّت پر حد سے زیادہ انعامات واکرامات کیے ہیں اور کر رہا ہے۔ اس کی نعمتیں تو لا تعدُّ ولا تحصیٰ ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں یہ ہماری روح ہماری زندگی ہمارا وجود، یہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں دل و دماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ زمین، ہوا، پانی، غلّہ، پھل، پھول جو کچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا سب اللہ جلّ شانہٗ نے زمین کے دسترخوان پر ہمارے لئے بچھا دیا۔ پھر خاص طور پر انسان کو نوا شرف المخلوقات بنا دیا، اپنا خلیفہ بنا دیا، ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلّط دیا تاکہ وہ اس میں تصرّف کرتا رہے۔ یہ خاص انعام ہے۔

انسان پر سب سے بڑی نعمت اللہ کی ہمکلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے

رب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہمکلامی سے مشرف کیا، اپنے کلام کا مخاطب بنایا اپنے کلام کے نزول کا اہل بنا دیا، اس کی افہام وتفہیم اور اس کی تلاوت کرنے سے نوازا ـــــ ہر نعمت اس کی بے حد ہے مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریمؐ کو مبعوث فرما کر ان کے ذریعہ

ہیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا، ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا، اور ہمیں اس قابل کر دیا کہ اس کی تلاوت کریں اسے سنیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں اس پر غور و فکر کریں۔ یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔ — ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھ اور نصیحت کے لئے آسان بھی بنا دیا۔

قرآن مجید خدا کا کلام نفسی ہے۔ اور خدا کی ذات و صفات کا تحمل ادراک اور فہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے۔ تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو اس ــــ کلام لفظی کا شکل دیکر اسے آسان کر دیا۔

تلاوتِ قرآن صرف اس اُمّت کی خصوصیّت ہے

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں، اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ امام کی تلاوت سنیں، جب سورۃ فاتحہ ختم ہو تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے۔ وہاں ملائکہ جمع ہو کر عرش تک اوپر نیچے پرے لگا دیتے ہیں ارد گرد گھیرا ڈال دیتے ہیں۔ حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کے مورد بن سکیں اور اسے سن سکیں۔ تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت و منقبت صرف اس امت کو حاصل ہے۔ اگلی امتوں کو بھی اللہ نے احکام سے نوازا مگر ان کو کتابیں دیں کلام نہیں دیا مثلاً حضرت موسیٰؑ کو تورات شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اس کو کلام نہیں کہہ سکتے۔

کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق

کتاب الگ چیز ہے اور کلام الگ جس پر متکلم تلفظ کرے اور آواز و صوت پیدا ہو اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات لکھ دو، اس کو کتاب کہیں گے، اور اگر ٹیلی فون پر بات چیت

کردیا تشافہۃً کہ کانوں سے سن لے تو اس کو کلام کہیں گے۔ تو قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جلّ جلالہٗ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ بنا دیا۔ اور تلاوت اس کی آسان بنا دی۔

ماہِ رمضان کی برکتیں

تو اس مہینہ میں قرآن مجید اتارا گیا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ۔ اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہا نعمتیں ہیں، یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل ستر نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے، ایک تسبیح سبحان اللہ کہنے کا بھی ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کے برابر اجر ہے۔

ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ثواب ہے۔ ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ

اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے کہ جہنم کے شدائد میں کمی آجاتی ہے، جو لوگ قبر یا برزخ میں ہیں تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے کہ اس کی بدبو، گرمی اور شدت پہنچتی رہے اور جو جنتی ہے ان کے لیے جنت کے دروازے قبر میں کھولدیئے جاتے ہیں اور وہاں کی روح و ریحان خوشبو اور تازگی ان تک پہنچتی ہے۔

القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النيران۔	قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

تو جو لوگ برے اعمال اور فسق و فجور کی وجہ سے عذابِ قبر میں مبتلا ہیں —— تو رمضان میں جہنم کے دروازے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کو کچھ چھٹی مل جاتی ہے۔ اور قدرے فائدہ ہو جاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔

جہنّم والوں کو رمضان کا فائدہ

اس طرح اگر کوئی گنہگار رمضان ہی میں مرگیا تو جیسے کہ جیلخانہ چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی مجرم کو پکڑ لیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں۔ پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جا سکتا ہے۔ ملاقات بھی خویشں واقارب کر سکتے ہیں مگر جب جیل کا دروازہ کھلا اور وہاں داخل کر دیا تو سب رعائتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو اگر یہ شخص گنہگار ہے اور مستحقِ جہنم ہے، اس مہینہ میں مرجائے تو ختم رمضان تک تو کم از کم جہنّم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

حدیث کا دوسرا مطلب

حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے، رمضان میں نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے جنت کے داخلہ کے لئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں ہر نیکی کے بدلہ ستر نیکیوں کے برابر ثواب ہے ہر رات آواز آتی ہے غیب سے کہ دیا باغی الخیر اقبل۔ اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔ یہی وقت ہے نیکی کا۔ ایک دفعہ استغفار کر تسبیح پڑھ۔ نماز پڑھ لے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر دے۔

ویا باغی الشرّ اقصر۔ اور اے شر کے طلب گار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ذرا ٹھہر جا۔

شیاطین قید ہونے کے باوجود گناہ کیوں صادر ہوتے ہیں

رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری، قتل ہوا، زنا اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگاتا ہے کہ اس کے ورغلانے کی وجہ سے گناہ ہوا اگر یاد رکھئے۔ رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگا سکتے، کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہیں۔ اور اس کو سمندر کی تہ میں ڈال دیا جاتا ہے ـــــ صفدت الشیطین ومردۃ الجن۔ میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف ہوگیا۔

لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آجاتی ہے اور اللہ کی طرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہو جاتے ہیں، گھروں میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں۔ تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔ مگر جس مرد و عورت کا رمضان میں بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہوا تو سمجھ جائیے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں، وہ خود شیطان بن چکا ہے کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کرواتا ہے؟ خود اس کا نفس کرواتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

ان اعدیٰ عدوّك نفسك التی بین جنبیك — یہ تیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے سب سے بڑھ کر تیرا دشمن ہے۔

نفس امّارہ کی کارستانیاں

یہ نفس جب تک مطمئنہ اور لوّامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤ گے اللہ تعالےٰ نے جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو رب ہے، خالق ہے، مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں۔ مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ تو نفس نے جواب دیا کہ:

انت انت و انا انا — تُو تُو ہے اور میں میں ہوں۔

یہ نفس خبیث کا جواب تھا، آج بھی نفس کا اثر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں، میرے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ میں تو لعل و جواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بددیانتی اس سے نفس ہی کرواتا ہے، گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

ایک عجیب خیال

اور اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا تو ہم اپنی بددینی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کا جھنڈا سربلند نہیں کیا۔ اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا، مگر اب تو ہم ۲۸ سال سے آزاد ہوئے ہیں

غلامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلام اور قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں بلکہ اس حالت سے بھی بڑھ چکے ہیں۔ گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غلامی کے دور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا انہیں بخش دے کہ مجبور تھے مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جب بند ہوا تو نفس خبیث کا پنجہ پڑ گیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے، دل نرم ہو گئے، با جماعت نماز پڑھنے لگے پہلے ان پر شیطان کا تسلط تھا، اب وہ جیل گیا تو یہ آزاد ہوئے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جائیے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا۔

فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی جبر نہ تھا۔

تو بھائیو! یہ انتہائی خطرے کی بات ہے کہ رمضان میں بھی ہم نماز نہ پڑھ سکیں، اور نہ چوری، جوا، جھوٹ، فریب چھوڑ سکیں۔ ہر رات آواز آتی ہے۔ یا باغی الخیر اقبل۔ اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں آگے بڑھ۔ ویا باغی الشر اقصر۔ اے شر کے طلب گار اب ذرا پیچھے ہٹ جا خدا نے شر کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے۔ تو اے شریر ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑ دے۔ ذرا شرم و حیا خداوند کریم سے کر اور برائی چھوڑ دے۔

روزے کا اجر خاص

رمضان کی رحمتوں میں بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:

الصوم لی وانا اجزی بہ۔ روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہو گا وہی روزہ رکھے گا۔ روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اس میں ریا و نمود نہیں آ سکتی جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے

مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا ہے۔ اللہ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، غنی ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے ان تمام چیزوں سے، تو اس کا غلام بھی انہی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی اللہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک حاکم دربار منعقد کر کے کسی کو بُلا لیتا ہے اور خاص اپنے ہاتھ سے اُسے تمغہ سے نوازتا ہے۔ دوسرے وسائط اور ذرائع سے آتنی عزّت نہیں ہوتی تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہِ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا ہے۔ ایک دوسری قرأت "انا اُجزیٰ بہٖ" کی ہے کہ میں خود اس کو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اس کی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا وہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا۔ تمام عالم کا بادشاہ، عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جب اپنا دیدار روزے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

روزہ قیامت میں بھی ساتھ دے گا

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں کی نیکیاں اُس کے بدلہ میں اصحاب حقوق لے لیں گے۔ مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا۔ تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی کہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں۔ مظلوم سب کچھ لے گا۔ مگر یہ روزہ اس وقت جہنّم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا۔ یہ نیکی محفوظ رہے گی۔ الصّوم جُنّۃٌ روضہ ایک ڈھال ہے۔

رمضان اور نزولِ قرآن کا باہمی تعلق

پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت یہی ہے جو میں نے عرض کر دی کہ خدا نے اس ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنا دیا۔

یہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب العلم وہی ہے جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، راتوں کو جاگتا ہو، یکسو ہو کر ایک ہی طرف کا رہے، توجہ ایک طرف ہو جائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سُننا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذّت میں اس کے تصوّر میں اور اس پر عمل

کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود۔

حضورؐ کی جود

تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس تھے۔ آپؐ ہر شخص کو وہ چیز عطا فرماتے جو اس کے مناسب حال ہوتی تو جود ایک ملکہ ہے اور سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال پر تفوق رکھتے تھے، پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا نماز کے بعد سب کو تقسیم کر دیا اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز ادا فرماتے ہی جلد حجرہ مبارک تشریف لے گئے، اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لائے۔ فرمایا یہ ٹکڑا گھر میں تھا میں نے اس لئے جلدی کی کہ پیغمبرؐ کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں پھولدار گدا بچھا ہوا دیکھا تو فوراً واپس تشریف لے آئے حضرت ام المومنین گھبرا گئیں۔ عرض کیا کہ حضرت کیوں واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا مالی وللدنیا ہمارا دنیا سے کیا تعلق۔ عرض کیا کہ آپ کے آرام کے لئے یہ تکیہ بنایا تو مالی وللدنیا کہہ کر فوراً تقسیم کر دیا۔ ایک خاتون بڑے اشتیاق سے ایک تہبند لائیں۔ عرض کیا کہ حضرت آپ اسے پہن لیں۔ حضورؐ نے ازراہ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر چھوا اور کہا یہ تو بہت عمدہ ہے دیجئے۔ آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے۔ پرانا تہبند پہنا اور اس کو تہ کر کے اس صحابیؓ کو عنایت فرمایا۔ لوگوں نے اس صحابیؓ کو ملامت کی تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے یہ تہبند مانگا کہ اس کا اتصال آپ کے بدن مبارک سے ہو چکا ہے، میں اسے اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے جسد اطہر سے یہ کپڑا مس ہوا ہے، تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا غزوۂ حنین کے موقعہ پر بہت سے دیہاتیوں نے آ گھیرا کہ کچھ عنایت فرمائیے۔ ہم آپ کا مال نہیں مانگتے آپ کے باپ کا مال نہیں مانگتے، اللہ کا مال مانگتے ہیں۔ آپ ان کی اس گستاخانہ گفتگو سے نہ متاثر ہوئے اور نہ برا مانے اور برابر مال دیتے رہے۔ حتیٰ کہ ازدحام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیکر کے درخت میں الجھ گئے

فرمایا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے پاس مویشی ہوتے تو سب کو تقسیم کر دیتا ـــــــ یاد رکھیں کہ اس موقع حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کر دیئے۔ یہ ہے آپؐ کے شان جود کا ادنیٰ کرشمہ۔

حضورؐ کا تخلق باخلاق اللہ

مگر رمضان شریف میں حضورؐ کا جود بہت بڑھ جاتا تھا۔ کیونکہ رمضان شریف میں خداوند کریم کا جود لاتناہی اور بے شمار ہوتا ہے تو تخلقوا باخلاق اللہ کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب خداوند کریم کے جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ الصوم لی و انا اجزی بہ۔ اور من قام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص رمضان میں ایمان و یقین کے ساتھ حسبۃً للہ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے والوں اور عبادت گزار کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ اور جس طرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت کی بارش برساتا ہے تو حضور پُر نورؐ اس ماہ مبارک میں جود و کرم زیادہ فرماتے تھے۔ حضورؐ اس وقت جب کہ رمضان کی راتوں میں جبرئیل علیہ السلام آکر قرآن مجید کا دور فرماتے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دور کی وجہ سے علمی و عملی ترقیات ہوا کرتی ہیں اور حضورؐ کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں، اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی، تاکہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے تھے تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چھوڑی جاتی ہیں جو زندگی

کامدار ہیں اس سے بھی آپ کی جود زیادہ ہوا کرتی تھی آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ الغرض امت کو بھی چاہیئے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآنِ مجید کی تلاوت کرتی رہے اور جود و سخا کی صفت اپنے اندر پیدا کریں۔ تاکہ پیغمبرؐ کے نقشِ قدم پر چل کر نجات دارین حاصل کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انابت الی اللہ کا دن

عِیدُ الفطر

یکم شوال ۱۳۸۹ھ خُطبہ عید الفطر عیدگاہ میں ہوئی جس میں تقریباً آٹھ ہزار افراد شریک ہوئے۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد) وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ۔

رونے اور گڑگڑانے کا دن

محترم بزرگو! وقت کم ہے، اور ہمارے فوجی بھائی بھی بہت زیادہ تعداد میں آئے ہیں جن کی خواہش ہے تقریر اردو میں ہو اور پٹھان بھائیوں کی خواہش پشتو کی ہے۔ کوشش کروں گا کہ کچھ نہ کچھ دونوں زبانوں میں عرض کرسکوں۔ کسی خاص موضوع پر کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم سب کو اپنے دربار میں جبینِ نیاز جھکانے اور سجدہ میں سر رکھ کر اپنے گناہوں پر گڑگڑانے اور معافی مانگنے کا موقع عطا فرمایا ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشند خدائے بخشندہ

ہدایت خُدا کی توفیق پر ہے

بہت سے لوگ آج کے دن بھی اس سعادت سے محروم رہیں گے اور خُدا کی توفیق ان کی شامل حال نہ ہوگی۔

ابولہب جن کا نام ہے شعلوں والا، چہرہ ان کا دمکتا تھا، حضورؐ سے رشتہ، گھر کے قریب، مگر قسمت

میں اسلام نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس پر ہلاکت کی دُعا مذکور ہے: تبّت یدا ابی لھب و تبّ جو آج کل نمازوں اور تلاوت میں دہرائی جاتی ہے، ادھر حضرت بلالؓ حبش کے رہنے والے مسافر ہیں، چہرہ مبارک سیاہ ہے مکّہ مکرمہ میں ایک مظلوم غلام ہیں جن پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے گئے، گرم ریت پر لٹایا جاتا، رات بھر سونے نہ دیا جاتا، سر پر امیہ کے خادم جوتے اور کوڑے برساتے کہ نیند نہ کر سکیں، مگر اس اللہ کے بندے کے قدموں میں لغزش نہ آئی۔ اسلام کے ان جاں بازوں نے ایسی جانبازی دکھائی جس کی برکت سے اسلام کی جڑیں لوگوں کے قلوب میں اور انسانی بستیوں میں قیامت تک گاڑ دیں اور آج چودہ سو برس بعد بھی ہم سب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھتے ہیں تو جس کے گھر سے نعمت کے خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔ اس کی قسمت میں نہ تھا تو وہ محروم رہے اور بلال حبشیؓ اور صہیبؓ رومی نے دامن بھر لیا اور وہ مقام پایا کہ حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ راشد نے حضرت بلالؓ کو سیدنا کہہ کے پکارا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ اے بلالؓ تم کون سا ایسا عمل کرتے ہو کہ آج رات میں جنت میں آپ کے قدموں کی آہٹ سُن رہا تھا ____ تو اللہ نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا کہ ہمیں نیست سے ہست کر دیا، خون کے لوتھڑے سے اشرف المخلوقات بنایا اور بہتر بن شکل دی، اس کی نعمتوں کو ہم شمار نہیں کر سکتے، وہ ازل سے لے کر ابد تک ہمارا محسن ہمارا پالنے والا اور تربیت فرمانے والا ہے۔

ماویٰ و ملجا اُس کی ذات ہے

اگر ہم اس کے سامنے نہ گڑگڑائیں، اپنی تمنائیں نہ پیش کریں۔ ہاتھ نہ پھیلائیں تو کس کے سامنے پھیلائیں

اس کا ارشاد ہے:

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

اے میرے بندو! جو اپنے اوپر ظلم اور زیادتی کر چکے ہو میری رحمت سے مایوس

مت بخو میں سب گناہ بخشنے والا مہربان رب ہوں ـــــ تمہارا تو کوئی خالق اور مربّی میرے سوا نہیں میں ہی تمہیں بنانے والا رزق دینے والا اور سلطنت دینے والا ہوں۔

تو بھائیو! اگر ایسے مربّی اور رب العالمین کے سامنے ہم نہ گڑگڑائیں تو کس کے سامنے روئیں؟ کیا ہمارا کوئی اور کارساز ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایک آدمی رات بھر اللہ کے سامنے روتا رہا ہاتف غیبی سے آواز آئی "جا مردود تیری کوئی عبادت قبول نہیں ہوئی" دوسری رات پہلی سے بھی زیادہ روتا رہا اور عبادت میں مشغول رہا۔ کسی نے کہا تم مردود ہو گئے ہو اب اتنی عبادت سے کیا فائدہ؟ کہا "ٹھیک ہے مگر کیا کروں کہیں دوسرا کوئی در بھی ہے۔؟ کہ اللہ کو چھوڑ کر وہاں چلا جاؤں۔" تو کوئی اللہ کی خدائی سے نکل کر کہاں جا سکتا ہے۔ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ۔

تو کیا کوئی اور خالق نعوذ باللہ تمہارا ہے۔ کہ اللہ سے نہ مانگیں اور اس دوسرے سے مانگ لیں؟ اللہ کی مہربانی اور شفقت وکرم تو اس قدر ہے کہ مغفرت را بہانہ می طلبد ـــــ بہانہ چاہتا ہے، قیمت نہیں مانگتا، ورنہ کون تھا ہم میں سے جو قیمت ادا کر سکتا۔؟

حضورؐ کی امت دعوت میں آپ کو سب سے زیادہ پیارے اور سب سے بڑھ کر آپؐ کے خدمت گار ابو طالب تھے، لیکن حضور اقدسؐ ان کی نزع کے وقت انہیں فرماتے ہیں کہ اے عمّ بزرگوار میرے کان میں آہستہ سے کلمہ شہادت کہہ دینا تاکہ آپ کی شفاعت کر سکوں اور اللہ کے قانون نجات کے لئے کم از کم کوئی سہارا تو مجھے مل جائے کیونکہ وہاں اعلان ہے کہ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ۔ شرک کو معاف نہیں فرماتے اس کے علاوہ ہر قسم کے گناہ اگر چاہے تو بخش دیتا ہے۔ تو میرے بھائیو! اللہ کو کیا پڑی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کریں۔ مگر کچھ تو بہانہ چاہیئے۔ آپ لوگ آج یہاں جمع ہوئے ہیں نو دس پندرہ منٹ عیدگاہ میں بیٹھ کر اس کے سامنے گڑگڑائیں، اپنے گناہوں سے

توبہ کرلیں اگر ہم اس سے نہ مانگیں تو ہماری حاجتوں کو کون پورا کرے گا۔

نعمتِ قرآن و رمضان کی خوشی

بھائیو! میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہ عید ہم
اس خوشی میں منا رہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں
رمضان کا مہینہ روزہ رکھنے کی توفیق دی۔ اللہ نے دنیا کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے
رحمۃ اللعالمینؐ کے واسطے سے جو کامل مکمل کتاب قرآن مجید نازل فرمائی، وہ اسی مہینہ میں
اتاری گئی۔ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے اور جن لوگوں نے اسی کتاب پر ایمان کی سعادت پائی
اور جن لوگوں نے کتاب اللہ کو واقعی صراطِ مستقیم جان کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال
لیا۔ اس کے اوامر و نواہی کی پابندی کی۔ اس کی ہدایات سے اپنی زندگی سنوار دی، وہ دین
اور دنیا ہر لحاظ سے رشد و صلاح پا گئے، کامیاب ہو گئے۔

صحابہؓ پر قرآن کے انقلابی اثرات

اور آج خدا کی قسم ساری دنیا اور ساری قومیں
ابوبکر صدیقؓ کا نمونہ نہیں پیش کر سکتیں، حضرت
فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، خالد بن ولیدؓ اور حضرت معاویہؓ جیسے قرآن سے مالا مال
اور سچے عامل نہیں مل سکتے۔ ان کی کایا قرآن نے پلٹ دی۔ بھائیو! عرب کے رہنے والے
ریگستان کے بدّو دنیا بھر کے مالک بنے اور دین کے لحاظ سے یہ حالت کہ زندگی میں حضورؐ
اقدسؐ نے جنت کا مژدہ سنایا۔ ابوبکرؓ فی الجنۃ، عمرؓ فی الجنۃ، عثمانؓ فی الجنۃ، علیؓ فی الجنۃ،
ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ جنتی ہیں۔ حضورؐ ایک دن مسجد تشریف لائے ایک ہاتھ میں ابوبکرؓ
کا ہاتھ دوسرے میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ تھا۔ فرمایا جنت میں ہماری ایسی ہی رفاقت اور معیّت
ہوگی اور اتنی اچھی حالت جب دین کی برکت سے ہوئی تو دنیا کیوں ان کے قدموں میں نہ ہوتی،
دنیاوی جاہ و جلال بھی ان کا ایسا تھا کہ قیصر و کسریٰ اپنے محلات میں لرز جاتے۔ اسی لئے
جہاں دین ہوگا وہاں دنیا ضرور ہوگی کہ خادم اپنے مخدوم کے ساتھ رہتا ہے۔ تو اللہ نے ان
کے ہاتھ میں تاج و تخت بھی دیا، اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی قرآن کے سپرد کی۔

خدا فراموشی کا نتیجہ

آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ. اے میرے بندو! اور رسول اللہ کے امتیو! تم ان لوگوں جیسا مت بنو جنہوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔ اُسے بھول گئے تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے بھی بھلا دیا وہ اپنی حقیقت اور ذات کو بھی بھول گئے، انہیں باپ، بیوی، دکان، زمین، ملازمت تو سب کچھ یاد ہے مگر اللہ کو بھولے ہوئے ہیں۔ قرآن کو اپنے خالق اور مربی کو اپنے محسن کو فراموش کر بیٹھے تو اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسے مت بنناکہ کافر قوموں ہندو، سکھ، یہود اور عیسائیوں کی تقلید میں اپنے آپ سے غافل ہو جاؤ ورنہ اپنی حقیقت بالکل بھول جاؤ گے اور جب آدمی کی عقل ماری جائے تو نفع نقصان کی چیزوں کو بھی نہیں سمجھتا۔

اخلاقی ومعاشرتی خرابیاں

محترم بزرگو! حضورؐ نے ہماری رہنمائی فرمائی، ہمیں دین عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق سکھائے، ان کا طریقہ سکھلایا، اور آج الحمدللہ کہ عبادات کے سلسلہ میں تو مسلمان کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ مگر معاملات معاشرت اور اخلاق کے معاملہ میں ہم اسلام سے بہت دور ہو گئے اور یہ بہت بڑی بربادی اور تباہی کی علامت ہے، اور یہی ہماری پسماندگی کی وجہ ہے کہ ہم معاملات اور معاشرت میں اوروں کی طرف دیکھتے ہیں حضورؐ کی طرف ہماری نگاہیں نہیں اٹھتیں۔ یاد رکھیے ہمارے دین کا تعلق صرف عبادات سے نہیں، وہ معاملات، معاشیات، اخلاق ومعاشرت سب پر حاوی ہے۔ اگر ہم نے اپنی زندگی میں دین اور دنیا کو تقسیم کر دیا۔ تو ہم مسلمان نہیں رہ سکیں گے۔ اور پھر ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا۔ تم سے بہتر اور پوری مومن اور مسلم ہو گی اگر اسلام اور اس کے دیئے ہوئے نظام کو قائم اور بلند رکھنے میں ہم سے ذرا بھی غفلت ہو گئی اور ہم نے پیٹھ پھیر دی تو کسی فاسق سے بھی اللہ اپنے دین کا کام لے لے گا۔ مگر ہم محروم رہ جائیں گے۔ اور اگر ہم نے اپنی زندگی اسلام کے سپرد

کی تو اللہ کی مدد بھی شامل حال ہو جائے گی۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔ اگر تم نے اللہ کے دین کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

نصرت دین کے صلہ میں بر و بحر پر حکومت

حضرت عمرؓ کی زندگی آپ دیکھیں، اللہ نے ان کو کیسی فتوحات عطا فرمائیں کہاں وہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہاں مصر، کہ دریائے نیل کے نام ایک خط لکھتے ہیں کہ اے نیل اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو بہتا رہ۔ اور اگر اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ایک رقعہ خشک دریا میں ڈال دیا گیا، اور اس وقت جو چلا تو آج تک نہیں رکا۔ ہم دعائیں کرتے ہیں تو آیا ہوا بادل چلا جاتا ہے۔ علاء حضرمی سخت دھوپ اور بے آب و گیاہ جنگل میں پھنس گئے، فوج بھی ساتھ ہے جتنے اونٹ اور گھوڑے ہیں سب پیاس کے مارے بھاگ رہے ہیں، فوجی بھی پیاس سے مر رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں اور کیا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نہیں نکلے، سب نے نماز پڑھی اور دعا کی کہ اے اللہ ہمیں پانی دینا۔ اسی وقت زمین سے چشمہ اُبلتا ہے، ٹھنڈا پانی نکلا اور سب سبحان اللہ پکار اٹھے، یہ ہے وہ نصرت جس کا وعدہ اللہ نے فرمایا ہے آج ہم سب کشمیر اور فلسطین جیسی ریاستوں میں مقابلہ نہیں کر سکتے مگر علاء حضرمی ہمارا ایک فوجی جرنل ہے، سمندر کے کنارے پہنچے، فوج بھی ساتھ ہے جو کشتیوں کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے دیکھ کر کہا کیوں انتظار کرتے ہو۔ سمندر کا کنارہ ہے، سمندر میں کود پڑے، ہاتھ اُٹھایا اور دُعا کی کہ اے اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تو نے بحیرۂ قلزم میں بارہ سڑکیں پیدا کیں، آج حضورؐ کے صحابہؓ کے لئے بھی راستہ پیدا فرما۔ چنانچہ سب ساتھیوں سمیت سمندر کو اطمینان سے عبور کیا، تو آج اگر ہم مسلمان بن جائیں تو اللہ کی رحمتیں یقیناً ہمارے ساتھ ہوں گی۔

نظریہ سے غداری

ہمارا یہ ملک اللہ کے فضل سے آزاد ہوا، اس وقت خدا کی نعمتیں ہمارے اوپر تھیں کہ خدا نے بے سروسامانی میں ہمیں محفوظ رکھا، ۱۹۶۵ء میں ان نہتے مسلمانوں اور مخلص مجاہدین کی قربانیوں سے اللہ نے ہماری حفاظت کی اس ملک کو ہم نے جس مقصد کے لئے حاصل کیا تھا وہ یہ نظریہ تھا کہ ہم خالص اسلامی حکومت بنانا چاہتے ہیں ہمارے ہاں ایسا معاشرہ ہوگا کہ زنا، چوری، سود، جوا نہ ہوگا۔ ہمارے ہاں کوئی بھوکا اور ننگا نہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ کا احساس ذمہ داری

ہمارے سامنے حضرت عمرؓ کی مثالیں تھیں جو رات گھومتے کہ کسی کو تکلیف تو نہیں کہیں معلوم ہوا کہ ایک بچہ رات کو رو رہا ہے، معلوم ہوا کہ ابھی اس کو حکومت سے وظیفہ مقرر نہیں ہوا، چونکہ دودھ سے چھوٹنے پر وظیفہ مقرر ہوتا تھا۔ اس لئے ماں نے قبل از وقت دودھ چھڑا دیا کہ وظیفہ مقرر ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کو بڑا افسوس ہوا اور حکم دیا کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اُسے وظیفہ دیا جائے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو عراق کے دور دراز علاقہ میں کوئی بیوہ اور مسکین بھوکا نہیں رہے گا، حضرت عمرؓ فرماتے کہ اگر عراق میں فرات کے کنارے بھی اگر کوئی کتا بھوک کی وجہ سے مرگیا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے احتساب کرے گا۔ تو اگر امیر المومنینؓ کو محاسبہ کا اتنا فکر ہو تو ساری رعایا پر اس کا اثر کیوں نہ پڑتا، یہاں تو یہ حالت ہے کہ پچھلے دنوں مختلف محکموں کے ۳۰۳ اونچے افسروں کو بدعنوانی کی بنا میں معطل کیا گیا، جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں بڑے بڑے ستارے اور بڑے تمغوں والے بھی ہیں، جو ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے۔ تو بقول شاعر جب امیر انڈے کی چوری میں عار نہ سمجھے تو رعایا اور ماتحت افسر مرغ کباب سیخ پہ کیوں نہ چڑھائیں گے، اس سارے عرصہ میں جو بھی آیا خود کمایا اور سارا خود کھانے کی فکر کرنے لگا۔ مگر اللہ کا حکم ہے کہ خود کماؤ اور اوروں کو کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی توفیق دے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج کی اہمیت اور فضیلت

جذبۂ عشق و عبادات کی تسکین

خطبہ جمعۃ المبارک ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) قال اللہ تعالیٰ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب۔ قال النبی علیہ السلام من ملک زادا و راحلۃ (الحدیث)

حج مخصوص عبادات

محترم بزرگو! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اوّل کلمہ شہادت ہے پھر نماز، پھر روزہ پھر زکوٰۃ ہے، پھر حج، حج اللہ کے بیت کی زیارت کا قصد کرنا ہے۔ اوقات مخصوصہ میں افعال خاصہ کے ساتھ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ اشہر حج کہلاتے ہیں۔ احرام باندھنے کے لئے ان تین ماہ سے تقدیم مناسب نہیں۔ ان ایام میں بمقصد حج احرام باندھ کر بیت اللہ جانا۔ طواف زیارت کرنا، سعی کرنا، عرفات جانا، مزدلفہ اور منیٰ میں ٹھہرنا، رمی کرنا اور کئی دیگر مناسک کی ادائیگی جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ حج سے عبارت ہیں۔

عرفات کے لئے نویں ذی الحجہ کی اور بطور فضیلت طواف زیارت کے لئے دسویں دن مخصوص ہے۔ تو حج کے اوقات بھی مخصوص ہیں اور امکنہ یعنی مقامات بھی مخصوص ہیں۔ اور

ادائیگی کی کیفیت اور حاجی کی حالت اور شان بھی مخصوص ہے۔

عبادت کے لئے عبادت گاہ

اس وقت تفصیل کا وقت نہیں، اتنا سمجھنا چاہیئے کہ جن وانس کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے۔
اور عبادت کے لئے عبادت گاہ پہلے سے چاہیئے۔ جیسا کہ ہم تجارت کا ارادہ کرلیں تو اس کے لئے منڈی و دکان اور بازار دیکھتے ہیں تب تجارت ہوتی ہے، مدرسہ سبق پڑھنے کے لئے تو اس کے لئے جگہ ساماں کتابیں اور مکان ضروری ہے، عمارت ہوگی تو طالب العلم کو اس میں سبق پڑھایا جائے گا۔ تو اللہ نے جن وانس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے لئے عبادت گاہ بنائی۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدًی للعلمین

اس کی نظر رحمت اور توجہ، تخلیق ارضی سے پہلے اس مبارک اور مقدس خطہ پر ہوئی۔
اور اس مقام پر خداوند قدوس کی تجلّیات کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا، اور جس طرح کہ آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی ساری مملکت اس کی ملک ہوتی ہے مگر اس کی ایک خاص قیام گاہ اور محل ہوتا ہے جسے خاص شان اور مقام حاصل ہوتا ہے۔ خداوند کریم تو مکان سے منزّہ ہے وہ تو امکنہ کا خالق ہے، مکین نہیں نہ اُسے کسی مکان و زمان کی حاجت ہے۔ مگر اس کی تجلّیات کا نزول اس مکان پر لگاتار ہوتا رہتا ہے جسے ہم کعبہ مکرمہ کہتے ہیں اور یہی شرف باعث ہے جس کی وجہ سے مسلمان جہاں بھی ہو سفر میں یا حضر میں نماز پڑھنے وقت قبلہ رُخ ہوگا۔ تب نماز صحیح ہوگی یا قبلہ کی تحری کرے گا تب قبول ہوگی۔

مرکز تجلّیات اور اس کی نظیر

الغرض خانہ کعبہ محل نزول تجلّیاتِ باری تعالےٰ ہے اور مرکزِ جمال ہے اور مخلوقات میں اس تجلّی کی نظیر ایسی ہے کہ آئینہ سورج کے سامنے کردو تو سورج جو کئی کروڑ میل دور اور آئینہ سے کئی کروڑ گنا بڑا ہے۔ مگر آئینہ میں بوجہ شفاف ہونے کے سورج کی شعاع اور عکس آجاتا ہے۔ اس تجلّی شمس کی

وجہ سے آئینہ پر اثرات سورج مرتب ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً سورج گرہن ہو تو بعض لوگ آئینہ
سورج کے سامنے رکھ کر اس کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں یہ اثرات بھی اتنے تیز ہوتے ہیں کہ اس
سے بھی کئی لوگ اندھے ہوئے ہیں، جبکہ اس وقت اس کی شعاع اور روشنی مضمحل ہوتی ہے۔
اور آتشی شیشہ میں تو سورج کی حرارت اور گرمی بھی جو خاصۂ شمس ہے آجاتی ہے۔ تو گو
سورج کا قرص اور جسم بھی اپنی جگہ پر ہے۔ اور نہ اس کی شعاع اور حرارت کو آئینہ نے احاطہ
کر لیا ہے بلکہ وہ بھی اپنی جگہ پر ہے مگر اس کا انعکاس ہو گیا تو شیشہ روشنی کا مرکز بن گیا، تو
مظہر تجلی ہونے کی بھی ایسی ہی صورت ہوتی ہے ہمارے حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے ایک
نکتہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ درحقیقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مظہر تجلی ہیں اور خانہ کعبہ
عکس مظہر تجلی ہے۔

بیت اللہ کی فضیلت

بہر حال اللہ نے تخلیق آدم و جن اور تخلیق ارض سے پہلے
بیت اللہ کے خطے کو پیدا فرمایا اور انّ الارض
دحیت من تحتها اس کے نیچے سے ساری دنیا پھیلائی گئی اور جس طرح تمام حیوانی
اور جسمانی عناصر کی اصل زمین ہے۔ اسی طرح ساری زمین کا مرکزی نقطہ بھی خانہ کعبہ بنا دیا
گیا، پھر اسے تمام فیوض و برکات کا محور قرار دیا گیا اور اللہ نے اسے سارے انسانوں کے قیام
کا ذریعہ کہا۔

جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس (الآية)

پھر امن و امان اور ساری خیر و برکت کا سرچشمہ بھی اسے بنا دیا۔

اوجعلنا البيت مثابة للناس وامنا۔

جب ہم نے بنایا بیت اللہ کو خیر و برکت اور امن کی جگہ جس کی طرف انسان بار بار
لوٹتے رہتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ خیمہ کی شکل میں ایک موتی کو اتار کر یہاں رکھا گیا اور فرشتے

نامعلوم مدت سے اس کا طواف کرتے رہے پھر اس کی تعمیر طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیل علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء نے اپنی ہاتھوں سے فرمائی۔

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۳۵ برس کی عمر میں خود اس کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ پتھر ڈھوئے حجر اسود کو اپنے ہاتھ مبارک سے اس مقام پر رکھا جہاں اب موجود ہے۔ اور طواف و حج وغیرہ کے موقع پر اسے بار بار چوما اور استلام فرمایا۔ خانہ کعبہ کے طواف فرمائے ملتزم کے ساتھ چمٹ گئے اور روئے، گڑگڑائے، آخر دم تک خانہ کعبہ کی طرف نمازوں میں رخ فرمایا۔ خداوند کریم نے بیت اللہ کو جسے انبیاء نے اپنے سجدوں سے آباد رکھا "اپنے گھر" کا خطاب دے کر اس کی نسبت اپنی طرف فرمادی اور اس طرح اس کی عظمت اور احترام پر دائمی مہر لگادی——

حج سراسر عشق و محبّت کا مظہر

بھائیو! مسلمان تو عاشقِ خدا ہے —— وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ کی بناء پر سب سے زیادہ عشق رکھے گا۔ اور عاشق اپنی ساری کمائی جان و مال محبوب حقیقی پر نچھاور کردیتا ہے، سب کچھ اس کی راہ میں لٹاتا ہے، نہ چین نہ راحت کی فکر نہ گھر بار کی، اُسے ہر وقت محبوب کی تلاش رہتی ہے کوبہ کو اور صحرا بہ صحرا حیران و سرگرداں پھرتا رہتا ہے کہ کسی طرح محبوب سے ملاقات ہوجائے، دنیا کے عشاق کو دیکھئے کہ کھانا پینا، فیشن، صفائی، آرام، لباس اور تعیش سب کچھ چھوڑکر دیوانے نکل جاتے ہیں۔ تو جو لوگ اللہ تعالےٰ سے جو کہ محبوبِ حقیقی ہے۔ معشوقِ حقیقی ہے، عشق رکھیں انہیں صبر کیسے ہوسکتا ہے وہ ضرور حج اور عمرے کی شکل میں اس کے گھر کی زیارت کریں گے، محبوب سے ملاقات نہ ہو تو اس کی جلوہ گاہ سے تسکین ہوجاتی ہے، دیوانہ وار طواف کرتے ہیں کہ کسی گوشہ میں تو محبوب کی جھلک نظر آجائے،

بے چینی بڑھ جائے تو شہر مکہ چھوڑ کر منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی خاک چھانتے ہیں، اور مارے مارے پھرتے ہیں کہ شاید یہاں جلوۂ یار نظر آ جائے۔ یہاں تک کہ عشق کے سوز و گداز میں اپنے آپ کو قربانی کے لئے منیٰ کے میدان میں پیش کر دیتا ہے۔ مگر مالک حقیقی کا حکم ہوا کہ تم اپنے آپ کو قربان گاہ پر قربانی کے لئے پیش نہ کرو، بلکہ حیوان کی قربانی تمہاری قربانی کے بدلہ میں ہمیں منظور ہے۔

دنیوی و اخروی برکات

حضورؐ کا ارشاد ہے

تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب۔

حج اور عمرہ کی وجہ سے فقر اور گناہ دور ہو جاتے ہیں۔

اوّلاً تو عاشق کو محبوب کی تلاش میں مادی نقصان اور مال کی پرواہ نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی کو فکر ہو کہ سارا مال خرچ ہو جائے گا۔ تو فقیر بن جاؤں گا تو حضورؐ نے ایسے لوگوں کو خوشخبری دی کہ بظاہر تو عمر بھر کی کمائی حج میں لگ گئی۔ مگر در حقیقت حج کی خاصیت یہ ہے کہ یہ تو پرانی غربت اور فقر کو بھی کاٹ دیتی ہے اور یہ تو تجربہ شدہ چیز ہے کہ گو ہر جگہ مال خرچ کرنے سے فقر آتا ہے۔ مگر حج کے بعد رزق کی فراخی بڑھ جاتی ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ حج گناہوں کو بھی ختم کر دیتا ہے۔

آداب

حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور ہر قسم کے رفث، فسوق و فجور، اور اس کے دواعی اور فحش باتوں سے بھی بچتا رہا، نماز با جماعت قضا نہ کی، ہاتھ پاؤں نظر قابو میں رکھے اور خاص طور سے باہمی جنگ و جدال اور گالی گلوچ سے بھی بچتا رہا، اور خصوصیت سے جنگ و جدال سے ولا جدال فی الحج کہہ کر اس لئے منع کیا گیا کہ سفر کی صعوبت اور ساتھیوں کا ایک دوسرے سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑوں کی نوبت بہت آتی ہے۔ یہ ہمارے طلبا اور حجاج حضرات کے جھگڑے ایک

جیسے ہوتے ہیں کہ معمولی سی ناگوار بات پر آمادۂ جنگ ہو جاتے ہیں ورنہ وہاں تو زر، زن، زمین جو جنگ کی بنیاد ہوتے ہیں، کا جھگڑا نہیں ہوتا بلکہ کام کاج میں ساتھیوں کا جھگڑا ہو جاتا ہے، تو اللہ نے روک دیا کہ لڑائی جھگڑا بالکل نہ کرو نہ کسی کو اذیت پہنچاؤ۔ اگر کوئی بات ایسی پیدا ہو جائے تو صبر سے کام لو اور وہاں قدم قدم پر اللہ ایسے مواقع سے آزمائش کراتا ہے، ہم جب جدّہ اترے تو شام کا وقت تھا تو پہلے تو جگہ نئی اور نامعلوم پھر کسی سے بھی دریافت کرتے تو وہ درشتی اور سخت کلامی سے پیش آتا تو گویا ہر مرحلہ پر ضبط کا دامن تھامنا ہوگا، ایسے وقت میں عاشق کا کام یہ ہے کہ تکالیف اور برے بھلے کی پرواہ نہ کرے۔

حرمین کے باشندوں کی حرمت

پھر باشندگانِ حرمین سے تو اس لئے بھی شکوہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک لاکھوں اور ہزاروں حاجیوں سے ہر وقت انہیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان کے لئے حاجیوں کا آنا کوئی نئی بات نہیں۔

بہر حال جب ہم مجازی عشق میں برُے بھلے کی پرواہ نہیں کرتے تو عشق حقیقی میں کیا مجال کہ اُف تک کیا جائے۔ اسے تو جتنی تکلیف پہنچے اتنی ہی خوشی محسوس کرے گا، اللہ کی راہ میں حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے گا، سختی اور درشتی سے کسی کو جواب نہ دے گا۔

حرمین الشریفین کے مجاورین اور پڑوسیوں سے ہر حالت میں اعزاز و اکرام سے پیش آنا چاہیئے، اور کسی بات میں نکتہ چینی نہ کی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے لکھا ہے کہ نواب چھتاری ایک دفعہ مدینہ طیبہ گئے، زبان سے ایک دفعہ ناگواری سے نکلا کہ مدینہ طیبہ کا دہی تو ترش ہے، رات خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی اور ڈانٹا کہ مدینہ کا دہی ترش ہے تو جاؤ مدینہ سے نکل جاؤ۔ بیدار ہوئے تو پریشان تھے اور کہا کہ غرق ہو گیا، اب اس کا کیا علاج ہوگا ——— ؟ کسی بزرگ سے ذکر کیا تو کہا کہ حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر روؤ اور اللہ سے معافی مانگ لو، گیا، رویا، استغفار

کیا، رات خواب میں حضرت حمزہؓ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ عقلمندی یہ ہے کہ ابھی نکل جاؤ، ورنہ ایمان خطرہ میں ہے، گویا حکم ہوا کہ یہاں نوابی اور امیری کا ٹھاٹھ نہیں چلے گا، اگر حکم کی تعمیل میں پس وپیش کیا تو ایمان سلب ہوجائے گا تو یہ منزل عشق ہے۔ احترام اور ادب قائم رکھنا بہت ضروری امر ہے۔ یاد رہے کہ وہاں اکڑ اور بے ادبی سے کام نہیں چل سکتا۔

حج مبرور کی نشانی

الغرض حضورؐ نے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھنے والے کو بشارت دی کہ حج مبرور کی جزا جنت ہی ہوگی، کوئی دوسری چیز نہیں، حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج میں کوئی خلافِ شرع بات نہ کرے اور حج کے بعد اس کی زندگی کے اعمال حج سے قبل کی زندگی سے بہتر ہوجائیں۔ حج سے قبل جو معاصی اور اعمال سیئہ ہوتے تھے اب حج کے بعد اعمال صالح کرتا رہے اور اعمال سیئہ کو ترک کرے تو حج مقبول ومبرور ہے، اور اگر پہلے سے زیادہ دنیا کو رغبت اور انہماک ہے نیکی کی طرف جذبہ کم ہے اور بدی سے اجتناب نہیں تو سمجھئے کہ حج مقبول اسے نصیب نہیں ہوا، اور ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ حج مقبول پانے والا حاجی جب گھر لوٹتا ہے تو معاصی اور گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ رجع کیوم ولدتہ امہ۔ بچہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے اس طرح حج مقبول تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حج کی اہمیت

عالم باعمل کی رہنمائی اور رفاقت بہت بہتر ہے تاکہ مسائل بھی معلوم ہوں اور نہ مناسک میں نقصان آئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بیت اللہ شریف دلہن کی پالکی کی طرح سجا سجایا ہوگا، اور جن لوگوں نے حج کیا ہو، اس کا طواف کیا ہو، حجر اسود کو چوما ہو وہ اس کے دامن کو پکڑ لیں گے۔ اللہ تعالےٰ حکم دے گا کہ یہ حصہ جنت میں چلا جائے تو جتنے حجاج بھی اس کے ساتھ چمٹے

ہوں گے، وہ بھی ساتھ چلے جائیں گے۔

حج کی اہمیت

حضورؐ نے اس شخص کے بارہ میں جس پر حج فرض ہوا، اور اس نے ادائیگی میں کوتاہی کی، فرمایا کہ مجھے اس کے بارہ میں کوئی پروا نہیں کہ یہودی مرجائے یا نصرانی مرجائے۔ جس آیت میں فرضیت حج کا ذکر ہے اس میں بھی اس فریضہ کی عدم ادائیگی پر "ومن کفر" کا لفظ مرتب کیا ہے کہ جس نے حج نہ کیا گویا اس نے کفر اختیار کیا۔ عنوان اور تعبیر بہت سخت ہے جیسے کافر حج نہیں کرتے اس شخص نے بھی اُن کی طرح حج نہ کیا۔ پھر اس سے زیادہ سخت اور جانکاہ اعلان ہے۔ فان اللہ غنی عن العالمین۔ کہ بے شک ایسے لوگوں سے اللہ بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ اور جنہیں عشق و محبت ہو ان لوگوں کو اس سزا کی تلخی اور شدت کا احساس ہو سکتا ہے۔ عاشق کے لئے محبوب کی بے نیازی ایسی سزا ہے جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور تکلیف نہیں ہو سکتی اس لئے حاجی امداد اللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک آخرت کی بدترین سزا اور عذاب وہ ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم۔	پس نہ تو اللہ ایسے لوگوں سے بات کرے گا اور نہ شفقت سے نوازے گا۔
کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔	یہ لوگ قیامت کے دن خدا کے دیدار سے محروم و محجوب رہیں گے۔ یہ لوگ اللہ کو نہ دیکھ سکیں گے

تو یہ تکلیف مصیبت جہنم میں داخل ہونے سے زیادہ ہوگی۔ حج کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت کا وبال بھی بہت سخت ہے حج مقبول کے لئے اتنی بات ضروری ہے کہ دیگر عبادات کی طرح حج وعمرہ بھی خالص اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ نام و نمود اور نمائش یا سیر و سیاحت اس کا مقصد نہ ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت سے پہلے حج اغنیاء و امراء سیر و سیاحت اور اوسط درجہ کے لوگ تجارت اور مالی منافع کے لئے علماء و قراء نام و نمود اور فقراء بھیک مانگنے کے

لئے بھی حج کیا کریں گے۔

خلوص نیت اور للہیت

توجہ محض رضائے مولا اور ادائے فرض کی خاطر ہونا چاہیئے، اگر نیت صحیح ہے تو ایسے لوگ حج کی قبولیت کے لئے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ علی بن موفق فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی رات خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے کہ ایک نے پوچھا حجاج تو بہت ہیں، کن کا حج قبول ہُوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ صرف چھ آدمیوں کا قبول ہُوا۔ بیدار ہُوا تو رونے لگے کہ میں تو یقیناً ان چھ میں نہیں ہوں گا۔ اس لئے میرا حج بھی قبول نہ ہُوا ہوگا۔ دوسری رات سوئے تو پھر وہی فرشتے اور ان کی گفتگو خواب میں دیکھی اور فرشتے نے دوسرے کو کہا کہ ان افراد کی وجہ سے اللہ نے سب حاجیوں کا حج قبول کر دیا تو خوش ہوئے، اور اجتماعی عبادات نماز باجماعت وغیرہ میں یہی فائدہ ہوتا ہے کہ بعض افراد کی برکت سے قصوروار لوگوں کا ٹوٹا پھوٹا عمل بھی قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حج کا ارادہ کرنے والے بعض مخلصین کے اعمال کی وجہ سے حجاج کا حج قبول ہو جاتا ہے وہ حج تک نہ بھی پہنچ سکے ہوں۔ ان کے اخلاص جذبۂ شوق اور کسی اور عمل کا وزن سب پر بھاری ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ نے حج کی رات کو خواب دیکھا، فرشتے نے کہا صرف ایک آدمی کا حج قبول ہُوا اور اس کی وجہ سے سب حاجیوں کا حج بھی قبول ہُوا۔ مگر وہ شخص خود حج میں شریک نہیں ہُوا

یہ بزرگ اس کی ٹوہ میں لگا رہا، خواب میں نشانات اور علامات معلوم ہوئی تھیں۔ تلاش کرتے کرتے بالآخر اس کے پاس پہنچے وہ شہر سے باہر کھیتی باڑی کر رہا تھا۔ اس کو ایک واقعہ سنایا اور حالات اس سے دریافت کئے کہ تم حج پر بھی نہیں گئے اور حاجیوں کا حج تمہاری وجہ سے قبول ہُوا۔ اس نے کہا کہ میں نے کچھ پونجی اکٹھی کی تھی سفر حج کے لئے۔ ایک دن میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں گوشت پکایا تھا،

میرے بچے اس سے ترکاری مانگنے کے لئے گئے۔ اس نے کہا یہ تمہارے لئے حرام ہے، پھر بطور شکوہ اس سے ذکر کیا تو اس نے کہا میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے تھے تو میں نے ان کے لئے مردار کبوتر پکایا، تو میں تو مضطر تھا اور تم غنی ہو، اس لئے نہ دیا کہ تمہارے لئے وہ حرام تھا۔ میں نے وہ پونجی اس کو دیدی کہ اس کو تجارت میں لگا دو۔ خود اگلے سال حج پر جانے کی کوشش کروں گا، اگر حکومت کی بے جا پابندیوں کی وجہ سے جن کا نام قرعہ میں نہیں نکلتا، انہیں بھی اللہ کی طرف حج کے برابر اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔ فضیلت و ثواب تو مل ہی جاتا ہے گو قانونی حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔ وہ تو جب بھی موقعہ میسر ہُوا لازمی ہوگا۔ مگر اس وقت جو صدمہ اور تکلیف ناکامی کی وجہ سے ہوئی شاید اس کی وجہ سے اوروں کا حج بھی قبول ہو چکا ہو۔

حاجی کی دُعائیں

اب ایک بات اور سُن لیں کہ حاجی جب سفرِ حج پر روانہ ہو تو اس سے مل کر دُعا کی درخواست کرنی چاہیئے۔ شہرت اور نام و نمود کے لئے ہنگامہ نہیں ہونا چاہیئے۔ واپسی میں بھی جب تک حاجی گھربار کی آلائشوں سے پاک ہو۔ دعا لینی چاہیئے کیوں کہ وہ واپسی میں گناہ سے پاک ہوتا ہے اس کے ساتھ مصافحہ کریں سلام کریں۔ کہ اس نے حجرِ اسود اور بیت اللہ کو مس کیا ہے اس وقت وہ معصوم عن المعاصی ہے۔ اللہ کے گھر سے آیا ہُوا مہمان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حج مقبول و مبرور نصیب فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

+———★———+

قربانی

سُنّتِ ابراہیمیؑ

خطبہ عید الاضحےٰ ۱۳۹۴ھ عیدگاہ اکوڑہ خٹک

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن - الایۃ

محترم بزرگو! اکثر حضرات دور دراز سے آئے ہیں، اس لیے چند منٹ کچھ عرض کروں گا۔ تقریر کا نہ وقت ہے نہ صلاحیت، بیمار بھی ہوں۔

محترم بزرگو! آج جو سنّت ہم اور آپ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد انشاء اللہ ادا کریں گے، یہ قربانی ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: سُنّت ابیکم ابراھیم (ابراہیم علیہ السلام قربانی اور عزیمت کا پیکر) انبیاء کرام کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ کا ایک نہایت بلند مقام ہے، ان کی ساری زندگی قربانی اور عزیمت کی زندگی ہے۔ ساری زندگی عظیم الشان ایثار، استقامت اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے سے لبریز ہے۔ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو ملک کا ماحول ستارہ پرستی اور بُت پرستی کا تھا۔ نمرود جیسے ظالم حکمران کے ہاتھ میں حکومت تھی۔ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر بت پرستوں کا پروہت یعنی لاٹ پادری ہے۔ تمام دھرمسالوں کے نگران ہیں۔ گویا وزیر تعلیم اور وزیر مذہبی امور ہیں۔ ایک اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ خود بُت تراش ہیں۔ ایسے وقت میں ظالم نمرود کے خلاف آواز بلند کرنا کتنا سخت کام تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

جگر تھا کہ سارا ماحول، سارا خاندان اور سارا گھر، سارا علاقہ بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کا طریقہ اختیار کر لیتے تو ان کو بھی والد جیسا اہم منصب مل سکتا تھا، وہ بھی ملک کے مذہبی پیشوا ہوتے، وزیر ہو جاتے، مگر نہ صرف اس منصب اور عہدہ کو لات مار دی بلکہ پوری قوم، حکومت اور ملک کی دشمنی مول لی اور اعلان کیا کہ: انی بریٔ مما تعبدون۔ ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ میں تمہارے بتوں اور ان کی پرستشوں اور مشرکانہ رسم و رواج سے بالکل بیزار ہوں۔

دعوتِ توحید اور حجۃ ابراہیمی

پہلے اپنی قوم کو عقلی پیرایہ میں سمجھانا چاہا کہ اے میرے والد! اے میری قوم! تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو مجبور و مقہور اور بے بس ہیں۔ دوسرے کے حکم کے تابع ہیں۔ دوسرے کے کنٹرول میں ہیں یہ سورج کبھی طلوع ہوتا ہے، کبھی غروب۔ یہ چاند کبھی گھٹتا ہے، کبھی بڑھتا ہے، تغیّر و تبدل قبول کرتے رہتے ہیں۔ فلما جن علیہ اللیل رای کوکباً۔

معبود برحق اور خدا تو ہمیشہ کی صفت پر متصف رہتا ہے۔ وہ تو قدیم اور واجب الوجود ہوتا ہے۔ اس کی صفات اور حالات میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر قسم کے دلائل سے بات قوم کے سامنے رکھ دی کہ یہ بت پرستی اور شرک بالکل حرام اور خلافِ عقل ہے۔ لیکن قوم جہالت کی وجہ سے نہ سمجھ سکی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے سمجھانے کا دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ یہ بت عاجز ہیں کچھ نہیں کر سکتے، ان لوگوں کا کوئی تہوار تھا، ان کی عید کا دن تھا، لوگ سب باہر کسی میدان میں جمع ہونے نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ شہر میں رہے۔ دھر مسال میں آکر سب بتوں کو توڑ دیا بڑے بُت کو چھوڑ کر کلہاڑی اور تیشہ اُس کے کاندھے پر رکھ دیا

اور جو نذرانے اور چڑھاوے لوگوں نے بتوں کے سامنے رکھ دیئے تھے وہ سب اکٹھے کر کے بڑے بت کے سامنے رکھ دئے۔ یہ چڑھاوے ان لوگوں کے زعم میں متبرک ہو جاتے اور عید کی شام کو آکر اسے آپس میں بانٹ لیتے۔

لوگ تہوار سے واپس آئے تو بت خانہ کی حالت دیکھی کہ ہمارے سارے خداؤں کو توڑا گیا ہے تو حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ کلہاڑی تو اس بڑے بت کی گردن پر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خفا ہوا اور سب کو توڑ ڈالا۔ زبان حال سے تبلا رہا ہے کہ ان میں لڑائی ہوئی۔ اگر جواب خواہ مخواہ چاہتے ہو تو خود ان بتوں سے پوچھ لو۔ قوم شرمندہ ہوئی، اور دل میں اعتراف کیا کہ یہ تو نہ بولتے ہیں نہ آواز سنتے ہیں، نہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ابتلاء و آزمائش میں تفویض تام: مگر حق کی دشمنی اتنی دلوں میں بس گئی تھی کہ بجائے ایمان لانے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں فیصلہ دیا کہ لکڑیاں جمع کر دی جائیں تو عظیم الشان لاوہ تیار کر کے حضرت ابراہیمؑ کو اس میں جلا دیا جائے کہ انہوں نے ہماری ملکی قومی اور ریاستی مذہب کی توہین کی ہے اب بڑے بوڑھے مرد عورت حاکم و رعایا اس کام میں شریک ہو گئے اور آگ کے لئے ایندھن جمع کرنے لگے اور فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھا کر لاوہ میں پھینک دیا جائے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا کہ اللہ کی راہ میں ایک مقدس نبی قربانی دیتا ہے۔ عرش سے فرش تک کائنات اور ملائکہ رٹتے ہیں کہ یا اللہ آج تیرے جان نثار بندے کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ روایات میں ہے کہ آگ کے شعلے جب بھڑک اٹھے اور دھواں فضا میں پھیل گیا تو پرندے تک اپنی چونچوں میں پانی کے قطرے لا لا کر آگ پر ڈالنے لگے مگر ایک دو شریر الطبع حیوان بھی تھے جو دور سے آگ کو پھونکتے رہے کہ اور بھی بھڑک جائے۔ آگ نہ پرندوں کے چند قطروں سے بجھ سکتی تھی نہ کسی جانور کے پھونک سے بھڑک سکتی تھی، مگر یہ خدا کی تقسیم ہے۔ اپنی اپنی ہمت ہے، کسی نے حق کے لئے اپنی محبت و اخلاص کا مظاہرہ کیا، کسی نے حق دشمنی کا۔ کچھ جانور حلال اور پاک تھے، اور کچھ حرام اور مردار۔ ہر ایک نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا، ایسے موقع پر نیت ہر ایک کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ تیرے عاشق بندے کے لئے ساری دنیا جمع ہے کہ اسے جلا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو اجازت دی کہ جا کر حضرت ابراہیمؑ سے حالت دریافت کر لو اگر وہ تجھ سے مدد مانگتا ہے تو کر لو۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے ابراہیمؑ

میں جبرائیل ہوں۔ میری قوت اور طاقت تو جانتے ہو اور ان کی طاقت آتنی کہ قوم لوط و سدوم کو آسمانوں تک اٹھا
کر نیچے پٹخ دیا۔ لاکھوں کی آبادی پر پتھروں کی بارش برسادی اور زمین اوندھی کر دی۔
حضرت ابراہیمؑ کو کہا میں تیرا خادم حاضر ہوں، حکم دو کہ ان سب کو مع لاؤ لشکر کے ابھی ختم کر دوں یہ
ایک امتحان تھا۔ شاگرد سارا سال استاد سے پڑھتا ہے مگر امتحان کے وقت پرچہ میں کسی سے مدد مانگے تو
امتحان میں فیل ہو جاتا ہے تو اس امتحان کے موقع پر اللہ تعالے فرشتوں کو اور سارے عالم کو تبلاتے ہیں
کہ میرے ساتھ عشق رکھنے والا بندہ کیسا ہے؟ اس کی استقامت دیکھیں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اما
انت فلا۔ تیری مدد نہیں مانگتا یہ تو عشق ہے خدا کی راہ میں قربان ہوتا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا مجھ
سے نہیں تو اللہ سے مانگ لے کہ وہ اس مصیبت سے نجات دے۔ فرمایا: حسبی عن سوالی
علمہٗ بحالی۔ خدا مجھے دیکھتا ہے، میری حالت اسے معلوم ہے تو اس کا علم میرے حال پر کافی ہے
سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو اس کی رضا ہو، وہی میری رضا ہے۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔

واقعہ نار نمرود کا سبق تو حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ نے ہمیں یہ سبق بھی دیا کہ
اسلام کی حفاظت و بقاء کے لئے جتنا بھی ہو سکے کوشش کرو۔ پرندوں کی طرح باطل کی آگ بجھانے کے لئے
دو دو قطرے کیوں نہ ہو سکیں آگ پر ڈالنے کی سعی کرو۔ دین کی حفاظت تو خود اس کے ذمہ ہے، ہماری ہمت
اور سعی اور نیت کا امتحان ہوتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اللہ دیکھتا ہے کہ
یہ لوگ آگ بجھانے والے پرندے بنتے ہیں یا آگ بھڑکانے والے شریر الطبع جانور۔ باقی حفاظت کرنا خدا کا کام
ہے۔ آگ سے بھی باغ بنا سکتا ہے۔

من کان للہ کان اللہ لہٗ قیصر روم نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کے لئے آدمی بھیجا، اس نے
آ کر دیکھا کہ حضرت عمرؓ درخت کے سایہ میں سوئے ہیں، دُرّہ سرہانے رکھا ہوا ہے۔ کافر تاک میں رہا اگر
دیکھا کہ ان کے ارد گرد شیر گھوم رہا ہے، حفاظت کر رہا ہے۔ خوف کے مارے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت
بیدار ہوئے، کافر کو ہوش میں لایا گیا، پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا یہ تو پھر بتاؤں گا، پہلے یہ بتلا دو کہ یہ شیر
اور درندے کیسے آپ کے مسخر ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو شیر کا پتہ نہیں تھا، ولی کے لئے اپنی کرامت کا علم ہونا
ضروری نہیں۔ تو فرمایا یہ تو مدینہ سے آبادی ہے۔ یہاں شیر کہاں سے آیا؟ اتنے میں غیبی آواز آئی کہ اے عمرؓ

تم خدا کے دین اور امت کی مدد کرتے ہو۔ اسکی بقاء و ترقی میں مشغول ہو تو خدا کی کل مخلوق تیری خواہ مخواہ اور ہمدرد ہوگی

صبر و استقامت کا نتیجہ | تو جب حضرت ابراہیمؑ نے ایمان و استقامت کا کامل مظاہرہ فرمایا تو آگ کو خدا نے گلزار بنا دیا۔ بردًا و سلامًا علیٰ ابراھیم۔ ہوگیا اور آگ کی معمولی تپش سے بھی خدا نے محفوظ رکھا ـــــ پھر ایک موقع آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو پورے ملک اور قوم کو چھوڑنا پڑا۔ یہ دوسری عظیم قربانی تھی۔ ملک و وطن قوم قبیلہ سب سے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ پھر جب اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کی آبادی کا موقع آیا تو شیر خوار معصوم بچے اور محبوب رفیقۂ حیات حضرت ہاجرہؓ کو ایک ویران اور سنسان وادی۔ وادی غیر ذی زرع میں جا کر چھوڑ دیا۔ یہ اللہ کے احکام پر تسلیم و انقیاد کے مظاہرے تھے۔ نار نمرود کے موقع پر اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جان کی قربانی تو آسان ہے۔

دوسری عظیم قربانی | مگر اولاد اور بیٹے کی شکل تو اب اللہ نے یہ امتحان بھی پورا کرنا چاہا، حکم ہوا کہ اپنے جگر گوشہ اسماعیل کو ذبح کردے، میری راہ میں بڑھاپے کا یہ سہارا جوان بیٹا قربان کردے لوگ اپنے آرام و راحت اور ہر عیش و عشرت اولاد ہی کے لئے قربان کرتے ہیں، آپ نے سب کچھ اللہ کے لئے قربان کر دیا۔ اپنے بیٹے سے کہا: یابنیّ انی ارٰی فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا ترٰی۔ اے بیٹے مجھے حکم ہوا ہے۔ وہ بھی خواب کا حکم تھا۔ دوسرے لوگ اس کی تعبیر میں تاویل ڈھونڈھتے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے خواب اور جاگنے کا حکم برابر تھا، فرمایا کہ اے بیٹا میں تجھے اللہ کے حکم پر ذبح کرنا چاہتا ہوں۔

اسماعیلؑ پیکر صبر و رضا | حضرت اسمٰعیل علیہ السلام طاعت شعار اور پیکر صبر و رضا۔ فرمایا: ابا جان جلدی کیجئے اللہ کے حکم کے سامنے میں گردن نہاد اور صابر و شاکر ہوں۔ یاابتِ افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین ـــ انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائے گا۔ مجھے اوندھا لٹا دیں اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں۔

ادھر اللہ نے قربانی قبول فرمائی اور حضرت اسمٰعیل کے بدلے حضرت ابراہیم کی سنّت قربانی قیامت تک جاری فرما دی۔ آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی سنتوں کی احیاء کرتے ہیں۔ قربانی اور حج حضرت ابراہیمؑ کے اعمال اور قربانیوں کی یاد ہے۔

قربانی میں اولاد کیلئے سبق دوسرا سبق یہ بھی ہوا کہ اولاد کو والدین کا فرمانبردار ہونا چاہیئے جو اولاد ماں باپ کی عظمت اور احترام نہیں کرتے وہ دوزخی ہے۔ والدین خفا ہیں۔ تو جہنم کے دروازے اس کے لئے کھلے ہیں خوش ہو تو جنت کے دروازے کھلے ہیں ولا تقل لهما اُفٍّ ولا تنهرهما۔ انہیں محبت اور عظمت کی نظروں سے دیکھنا چاہیئے، جھڑکنا بھی جائز نہیں، شفقت و محبت سے دیکھنے کا بھی حج اور عمرہ کے برابر ثواب ہے۔ آجکل دوست احباب کے لئے تو ادب ہوتا ہے۔ ان کے لئے مرغ پلاؤ ہے۔ مگر بوڑھے ماں باپ کو جتنا ڈانٹ سکتے ہیں دریغ نہیں کرتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ ایک روایت کے مطابق بارہ سال کے تھے۔ مگر باپ کے سامنے گردن نہاد ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ کی وفات کے وقت زبان بند تھی۔ کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ماں اس سے ناراض تھی۔ فرمایا لکڑیاں جمع کر کے لے آؤ، اسے جلادیں ماں ڈر گئی، پریشان ہوئی۔ فرمایا: اس کا انجام تو ویسے بھی یہی ہے۔ جب تک تو اسے معاف نہیں کرے گی، ماں نے اسے بخش دیا، کلمہ طیبہ بھی اس وقت اس کے بیٹے کی زبان پر جاری ہو گیا۔

مگر اس وقت عجیب حالت ہے، جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا قیامت سے قبل عالم اکبر کا مزاج بگڑ جائے گا۔ اولاد ماں باپ کا آقا بن جائے گی، مالک اور غلام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔

قربانی کا روح الغرض حضرت ابراہیمؑ کا عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے۔ قربانی دیتے وقت ہمیں یہ بات مستحضر کرنی چاہیئے کہ یا اللہ ہم تیری مرضی کے لئے اپنی جان دینے سے اپنی اولاد سے بھی دریغ نہیں کریں گے، نوجوانوں کو سوچنا چاہیئے کہ ہم حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح والدین کی اطاعت کا شیوہ اختیار کریں گے، اور اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ یہ اجتماع عید مبارک ہے تو استغفار کا وقت ہے، جو حدیث کی بناء پر دلوں کے زنگ کو دور کرتا ہے۔

شیطان نے کہا میں انسانوں کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا ازال اغفر لهم ما استغفروا جب تک یہ استغفار کریں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت اور ہدایت دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربانی کی اہمیّت اور شُبہات کا ازالہ

قربانی

خطبہ جمعۃ المبارک ۷ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

وان لیس للانسان الّا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یریٰ۔

محترم بزرگو! خداوند کریم کی وہ لاتناہی نعمتیں اور احسانات جو کل عالم اور پھر خصوصاً انسان پر ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے عاشق بنیں اس سے ہمیں محبت ہو جائے۔ اور اللہ کے فرمانبردار بن جائیں۔ اس کی فرمانبرداری اور تابعداری پر صرف مسلمان اور انسان ہی نہیں بلکہ خدا کی ساری مخلوق اس کا شکر ادا کرتی ہے۔ وان من شیئٍ الا یسبّح بحمدہ ولکن لا یفقھون تسبیحھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عالم میں ایسی کوئی چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرے۔ مگر ان کی تسبیح انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ پہاڑ پتھر سمندر دریا اور نباتات حیوانات چوپائے اور جمادات یہ آسمان و زمین چاند اور سورج سب خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سب خدا نے نعمتِ وجود سے نوازا ہے۔ اور تمام چیزوں میں اپنی حیثیت کے مطابق حیات اور زندگی موجود ہے۔ کل قد علم صلوٰتہ وتسبیحہ ہر ایک کو اپنی نماز اور خدا کی تسبیح کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ جب ان چیزوں میں علم ہو تو حیات ضرور ہوگی۔ اور تمام چیزوں کی تابعداری دیکھئے خدا کا حکم ہے کہ یہ دیوار یہاں کھڑی رہے اور اس پر چھت کا بوجھ قائم رہے۔ یہ خدا کی مرضی ہے۔

تو یہ بھاگ نہیں سکتی۔ اس کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تابعدار ہے۔ کبھی پانی نے یہ نہیں کہا۔ کہ انسان کا مجھ پر کیا حق ہے کہ مجھے پیتا ہے اور مجھ سے کھیت سیراب کرتا ہے۔ اس طرح حیوانات نے بھی بوجھ لادنے، ہل جوتنے، دودھ پینے سے کبھی انکار نہیں کیا، ہر چیز کی پیدائش سے کوئی مقصد و حکمت خدا نے وابستہ کی ہے۔ اور وہ اس میں پوری فرمانبردار ہے۔ ذرّہ برابر اس میں حکم عدولی نہیں ہوتی۔ تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ کل قد علم صلوٰتہ اور علم بغیر زندگی کے ہوتا نہیں، تو معلوم ہوا کہ اگر علم ہے تو زندگی بھی ہے۔ مگر زندگیوں میں فرق و تفاوت ہے۔ ہمارا جسم ایک ہے مگر اس کے اجزاء کے احساس میں فرق ہے مثلاً انگلی کے سر میں قوتِ احساس باقی سارے بدن کی نسبت زیادہ ہے۔ سر سے پیر تک ہمارے اعضاء کی زندگی ایک طرح کی نہیں بلکہ متفاوت ہے۔ اسی طرح زمین بھی زندہ ہے۔ گھاس پھوس پانی آسمان اور اس کے تارے بھی زندگی رکھتے ہیں۔ اور اس زندگی کے بموجب خدا کے حکم کی تابعداری ان میں موجود ہے۔

عناصر کی زندگی کی دلیل | جب نمرود نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا۔ تو خداوند کریم نے آگ کو حکم دیا یانار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراھیم اے آگ اسی وقت جلانا چھوڑ دے ٹھنڈی ہو جا مگر برف کی مانند نہیں بلکہ سلامتی والی اگر سلاماً نہ کہا ہوتا تو آتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ آپ کو تکلیف ہوتی بلکہ یہ فرمایا کہ سلاماً علیٰ ابراھیم کہ انسانی مزاج کے مطابق ہو جائے، اعتدال کے درجہ میں ہو ایسا نہ ہو کہ ٹھنڈک سے حضرت ابراہیمؑ کو تکلیف ہو۔ تو اگر آگ میں زندگی نہ ہوتی تو حکم نہ ملتا۔ جب فرعون کا غرور حد سے بڑھ گیا تو خدا کی گرفت میں آ گیا۔ جیسا کہ آج خدا نے امریکہ کو ویت نام میں پھنسا دیا ہے یہ اس کے غرور و تکبر کی سزا ہے، کہ جب مغضوب علیہ ذلیل قوم یہود کی پشت پناہی کی ساری دنیا میں تباہی مچادی خدا نے پکڑ لیا۔ امریکہ شکست کھانے والی طاقت نہ تھی مگر مولی گاجر کی طرح اس کی فوج کٹ رہی ہے یہودیوں کی پشت پناہی کا ثمرہ امریکہ کو مل رہا ہے۔ جنگلی اور ننگے لوگوں کے ہاتھوں خدا نے اسے رسوا کر دیا ہے خدا آج بھی قدرت رکھتا ہے مگر کاش ہم دیدۂ عبرت کھولیں اور نصیحت حاصل کریں۔

فرعون کے پاس نو لاکھ فوج تھی حضرت موسیٰؑ کے پاس صرف ایک لکڑی ہے۔ آگے سمندر (بحیرۂ قلزم) ہے۔ اور پیچھے نو لاکھ فوج ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا فاضرب بعصاك البحر اپنے عصا کو سمندر پر مار دے۔ اگر سمندر میں زندگی نہ ہوتی تو اس نے پیغمبرؑ کے حکم سے خدا کی مرضی کے مطابق تعمیل نہ کی ہوتی۔ سمندر بارہ

مقامات سے پھٹ گیا۔ بنی اسرائیل کے بارہ اسباط اور قبائل الگ الگ راہوں سے گذر گئے فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ۔ بنی اسرائیل الگ الگ سڑک پر سے گذر گئے۔ اور جب فرعون آیا تو اسی سمندر کی موجوں نے اسے گھیر لیا۔ اور ساری فوج کے ساتھ غرق ہوا۔ مجال کیا کہ خدا کے حکم سے کوئی نافرمانی کرے۔ آج بھی سرکش انسانوں کی نافرمانی محض کھیل تماشا ہے۔ جیسے معصوم بچے کو کھلونا دیدیا جاتا ہے تو کبھی وہ کودتا ہے، اچھلتا ہے۔ کبھی گالی دیتا ہے، تھپڑ مارتا ہے اور بڑے اُسے دیکھ کر ہنستے ہیں کہ یہ کھلونا تو ایک مٹھی میں مسلا جا سکتا ہے اسی طرح مغرور انسان معمولی اختیار ملنے پر کبھی اسلام کا مقابلہ کرنے لگتا ہے کبھی خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور قدرت ہنستی رہتی ہے۔ کہ یہ انسان اپنی حقیقت اور پوزیشن کو بھولے ہوئے ہے۔

تم اپنے آپ کو دیکھو اور اس آسمان کو دیکھو چاند اور سورج کو دیکھو۔ تم میں سے تو بڑے بڑے اجسام خدا کے سامنے منقاد ہیں۔ اس وجہ سے حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت کی وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا بیٹے زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ تم زمین تو نہیں پھاڑ سکتے نہ پہاڑ کو ٹکر مار سکتے ہو۔ پس جب یہ تم سے زیادہ مضبوط ہیں تو کیوں غرور اور تکبر اختیار کرتے ہو۔ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا۔ تم نہ تو زمین اپنی اکڑ سے پھاڑ سکتے ہو اور نہ سینہ تان کر چلنے سے پہاڑوں کے برابر لمبے ہو سکتے ہو۔ بہرحال خدا کے انعامات سب پر ہیں۔ اور انعامات کی وجہ سے خدا کو کائنات سے محبت ہے اور محبت کا تقاضا اطاعت ہے۔ اور اس وجہ سے تمام کائنات منقاد رب ہے۔

یاد رکھیں آپ کے دل میں خدا کی محبت کا خدا کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ کسی کا حاجتمند نہیں ہم اس کے محتاج ہیں۔ ہمیں اپنے فائدے کے لئے خدائی نعمتوں کا تصور اور احساس کرنا چاہیئے۔ فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی وجہ سے ہمارے اندر اطاعت و فرمانبرداری پیدا ہوگی۔ جو کہ موجب سکون ہوگی۔ اور ہر قربانی موجب خوشنودی و راحت ہوگی۔ بوجھ محسوس نہیں ہوگا۔ ہم سب محبت کی وجہ سے اہل وعیال کے لئے دنیا بھر کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ اور ہمیں کلفت محسوس نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو کچھ دے لیں تو خوشی کے مارے کپڑوں میں نہیں سماتے اور ساری تھکاوٹ زائل ہو جاتی ہے۔ یہ سب محبت طبعی کا نتیجہ ہے کہ ہر تکلیف اور مصیبت اولاد کے لئے عین راحت، عین سکون اور اطمینان کا باعث بن گئی، تو محبت

خداوندی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہر حکم کی تعمیل خوشی، سرور اور اطمینان کا باعث بن جائے گی اور جتنی بھی عبادت کی جائے گی اس سے دل کو سکون نصیب ہو گا۔

حضرت بلالؓ کی آزمائش بھائیو! محبت سے عجیب عجیب کرشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ محبت تو حضرت بلالؓ کی تھی کہ جب کلمہ توحید پڑھا تو ان کے مالک امیہ نے اذیت دینے کے لئے ایک ہی وار میں انہیں قتل نہ کرنا چاہا۔ تاکہ عذاب و تکلیف زیادہ سے زیادہ دی جائے۔ ورنہ وہ یہ کر سکتا تھا کہ چھری لے کر انہیں ذبح کر دیتا۔ آزاد ملک تھا۔ قانون اور حکومت نہ تھی۔ مگر گرم ریگستان میں تپتی دھوپ میں بلالؓ کو ڈال دیا جاتا اور بڑے بڑے پتھر سینہ اور پاؤں پر رکھ دیئے جاتے۔ رات کو تازہ دم غلام اور نوکر مارتے پیٹتے۔ کہ سو نہ جائیں مگر وہ اللہ کا بندہ پکارتا اَحَدٌ، اَحَدٌ اَحَدٌ۔ (اللہ ایک ہے)

تصوّرِ محبوب میں راحت وہ بھی ہماری طرح گوشت پوست ہی سے بنے تھے۔ تکلیف انہیں ہوتی تھی مگر محبت تھی اور اللہ کے ورد سے سکونِ قلبی ملتا تھا محبوب کے نام کے لطف میں تکلیف بھول جاتے۔

ایک بادشاہ نے اپنی بیٹی کے نکاح کے لیے یہ شرط لگادی کہ جس نے موسم سرما کی ساری رات تالاب میں گذاری اسے اپنی لڑکی بیاہ دوں گا۔ بہت سے یاروں نے ہمت کی مگر تھوڑی دیر گذار کر بھاگ اٹھتے ایک باہمت شخص نے ساری رات گذار دی مگر مرا نہیں تو لوگوں نے پوچھا کہ کیسے زندہ بچ گئے کہا کہ ایک تو بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کا تصوّر تھا۔ اور دوسری یہ کہ رات کو پہاڑی پر دور سے آگ کی ایک روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے سامنے تپتے رہنے کا تصور کرتا۔ اس طرح رات گذری تو شرط جیت گیا۔ اور بادشاہ کی لڑکی سے نکاح ہو گیا۔ یہ تو مجازی عشق تھا۔ تو عاشقِ حقیقی کا کیا حال ہو گا۔ حضرت بلالؓ تو خدا کا تصور کرتے تھے۔

حضرت صدیقؓ کا عشق رسول

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کفار نے مارا پیٹا یہاں تک کہ سر اور بدن کا کوئی حصہ زخم سے نہ بچ سکا۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ سر پہ انگلی رکھنے سے بال اکھڑنے لگتے۔ گھر لائے گئے بے ہوش تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد ان کی ماں ام الخیر نے جو سرہانے بیٹھی تھیں طبیعت کا حال پوچھا تو جواب میں انہوں نے یہ پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ دراصل حضورؐ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار نے احاطہ کر لیا۔ حضرت صدیقؓ نے آکر یہ منظر دیکھا تو لوگوں کو روکنا چاہا۔ اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہ۔ کیا تم اس وجہ سے اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ تو لوگ ان کو مارنے لگے یہاں تک کہ مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ خیر جتنی بار والدہ نے حالت پوچھی انہوں نے جواب میں یہی کہا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے ماں نے حضورؐ کی حالت دریافت کرنا چاہی تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمرؓ کی بہن مسلمان ہے ان کے ذریعہ پتہ چلے گا۔ تو ام الخیر حضرت عمرؓ کی بہن کے ہاں گئیں کہ حضورؐ کی حالت معلوم کریں وہاں سے دونوں ایک ساتھ ہو کر حضورؐ کے ہاں گئیں اور مزاج پرسی کر کے واپس آئیں پھر حضرت صدیقؓ نے آپ کی حالت دریافت کی فرمانے لگی ہاں ابھی آئی ہوں۔ الحمدللہ وہ ٹھیک ہیں۔ پھر دوائی یا غذا دینی چاہی۔ فرمایا اے ماں جب تک حضورؐ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں دوائی وغیرہ نہیں پی سکتا حضرت ابوبکرؓ ام الخیر کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ میری والدہ مسلمان ہو جائے۔ دعا کی برکت سے مسلمان ہوئیں۔ یہ تھی محبت کہ تکلیف محسوس نہ ہوئی بلکہ محبوب کا تصور راحت کا سبب بنتا رہا۔

محبت میں مال و جان اور اولاد کی قربانی محبؐ کے لئے بڑی آسان ہو جاتی ہے۔ اور کامیابی بھی تب ہی ہوتی ہے۔ دیکھو کفار اگر فتح حاصل کرتے ہیں تو ول میں وطن کی محبت ہوتی ہے اور دنیا دار کے دل میں مال کی محبت ہوتی ہے تب کامیاب ہوتا

ہے۔ اسی طرح اگر طالب العلم کے دل میں علم کی محبت ہو تو عالم بنے گا۔ ورنہ نہیں۔ اور
محبت کا یہ فائدہ ہے کہ پھر کوئی کام مشکل معلوم نہ ہوگا۔ محبت کا ایک منظر وہ بھی ہے
جو حضرت ابراہیمؑ نے پیش کیا۔ خداوند تعالے نے ان کی آزمائش کرنا چاہی بڑھاپے
میں بیٹا عطا کیا حضرت اسماعیلؑ ۱۱، ۱۲ سال کی عمر کے تھے۔ اور مستقبل میں پیغمبر بننے
والے تھے۔ اللہ تعالے کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوئی۔ خواب میں
دیکھا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی محبت اللہ تعالے کے حکم
سے قربان کردی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو کہا۔

اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ	اے بیٹے میں نے خواب میں تجھے ذبح
اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا	کرتے ہوئے دیکھا اب تیری کیا مرضی
تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ	ہے؟ سعادتمند بیٹے نے جواب دیا
مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ	اے باپ اپنے خواب کو پورا فرما دیجئے
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔	انشاءاللہ مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائیں گے۔

حضرت اسمٰعیل نے اپنی تعریف اور بڑائی نہیں کی، جیسے آجکل لوگ بڑی بڑی
باتیں بتاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ نے چاہا تو میں صبر کروں گا باپ عاشق ہے اور تقریباً
۱۲۰ سال کا بوڑھا ضعیف اور بیٹا صرف ایک آثارِ نجابت چہرے سے عیاں ہیں مگر محبت
کا امتحان ہے خدا کی طرف سے۔ پیغمبر کو وحی آتی ہے جس کی اقسام ہیں۔ آپ کو جاگتے میں
وحی آسکتی تھی۔ مگر اس آزمائش کی وحی نیند میں آئی۔

تعمیل میں تاویل چھوڑدو۔

خدا نے چاہا کہ آپ کی شان اونچی ہو جائے
اور دنیا میں ظاہر ہو جائے ________ کہ ایسے بھی عاشق ہوتے ہیں۔
لوگ خواب دیکھتے ہیں تو صبح اٹھ کر تاویل و تعبیر کرنے بیٹھتے ہیں۔ مگر خدا نے دنیا کو بتا دیا

کہ میرے عاشق اس طرح بن جاؤ کہ تعبیر و تاویل کو چھوڑ دو بس جس بات کو دیکھو اس پر یقین کر لو اور اس کی تعمیل میں لگ جاؤ۔

منامی امتحان میں کامیابی ہمیں قرآن نماز کا حکم دیتا ہے، قرآن پاک میں غالباً پانچ سو جگہ سے زیادہ ہمیں نماز کا حکم ہے۔ اور یہ حکم حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ جاگتے میں اتارا گیا ہے پھر بھی ہم اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور ایک وہ عاشق ہے خدا کا کہ نیند میں اشارہ ہوتا ہے اور وہ فوراً مستعد اور تیار ہو جاتا ہے۔ اور پھر بیٹا کیسا ہے؟ آج لوگ بیٹے کو کسی بُرے کام سے روک نہیں سکتے کہ کہیں وہ گلے نہ پڑ جائے ایک یہ اولاد ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کہ انہیں باپ نے کہا۔ بیٹا صاف صاف بات یہ ہے۔ کہ میں نے تمہیں نیند میں ذبح کرتے دیکھا ہے اللہ کے حکم سے اور میں نبی ہوں کہ جس کا خواب وحی ہے۔ بیٹے نے کہا اس سے زیادہ خوشی کی بات کونسی ہو گی۔ کہ خدا کی راہ میں قربان ہو جاؤں۔ اللہ تعالےٰ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ غیرت والی ذات ہے۔ بندہ کی نیت و اخلاص دیکھتا ہے۔ سیدنا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے جب سر تسلیم خم کیا تو سیدنا ابراہیمؑ کو بدلہ ملا۔ اور انہیں خدا نے ساری دنیا کی امامت دی اور ان کے بعد سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی حضور خاتم النبیینؐ کا جدِ امجد بنا کر قیامت تک دنیا کا امام بنایا انبیاء کرامؑ میں دونوں کو خدا نے ایک عظیم مقام دیا۔ آج انہی کی بنائی ہوئی مسجد بیت اللہ کا رُخ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں تب قبول ہوتی ہے۔ نماز کے آخر میں درود پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد بھی یاد ہوتی ہے۔

حضرت اسمٰعیل کی قربانی قبول ہوئی وہ زندہ ہے اور قربانی کا طریقہ قیامت تک جاری کر دیا وترکنا علیہ فی الاٰخرین ہم نے اسمٰعیل کی قربانی کے بدلے دنبہ بھیج دیا جو ذبح ہوا۔ اور یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا۔ آپؑ سے لے کر حضورؐ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر خود حضورؐ نے اس کا اہتمام فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ خود حضورؐ

نے دس سال تک مدینہ طیبہ میں ہر سال دو قربانیاں دیں ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی کہ امت کے جو لوگ غریب ہیں اور قربانی نہیں کر سکتے ان کے لئے بھی قیامت کے دن سواری کا انتظام ہو جائے۔ حضرت علیؓ بھی ہر سال دو قربانیاں کرتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔

قربانی پر نکتہ چینی کا جواب | بھائیو! افسوس ہے کہ اب قربانی کا عمل ختم ہو رہا ہے۔ عقیدہ اور ایمان بھی ختم ہو رہا ہے۔ لوگ کہنے لگے ہیں کہ قربانی کی حکمت کیا ہے؟ فائدہ کیا ہے؟ مال کیوں ضائع کیا جائے؟ اس کی قیمت جمع کر کے قومی کاموں میں کیوں نہ لگائی جائے۔ کشمیر فنڈ یا کسی دوسرے قومی فنڈ میں کیوں نہ دی جائے مگر یاد رکھئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم (او کما قال) عید قربان کے دن اللہ کو کوئی دوسری نیکی قربانی سے زیادہ محبوب نہیں۔

جانوروں کے بدلہ میں قیمت | اگر آپ دس بیس روپے کی قربانی کے عوض دس ارب روپیے بھی کسی دوسرے نیک کام پہ لگا دیں۔ تو قربانی سے ذمہ فارغ نہ ہوگا۔ دیکھئے یہاں اگر ایک شخص بھوکا ہے روٹی کا محتاج ہے اور تم اسے دس ارب روپے کا سونا دیدو تو کیا اس کی روٹی کی خواہش یا بھوک صرف سونے کو دیکھ کر ختم ہو جائے گی؟ اس کی زندگی ہرگز اس سے نہیں بچے گی۔ اس کو روٹی اور پانی کی ضرورت ہے دنیا میں ایک کام کی جگہ دوسرا کام کافی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قربانی کی بجائے روپیہ دینا ٹھیک نہیں۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں میں فرق ہے۔ آخرت کی نعمتیں اور بخششیں اعمال اور نیکیوں کے بدلے میں ملتی ہیں اور دنیا کی نعمتیں بلا عمل مل رہی ہیں ہم نے اپنی پیدائش سے قبل کوئی نیکی نہیں کی مگر خدا ہمیں دنیا میں پالتا ہے مسلمان ہوں یا کافر سب کو روٹی دیتا ہے اور پالتا ہے مگر یہ دنیا کا معاملہ ہے۔

آخرت کی ہر نعمت اور اجر کے لئے الگ الگ عمل مقرر ہے۔ مغفرت کے لئے الگ عمل
جنت کیلئے الگ عمل نیکیوں کا ثواب اگر چاہتے ہو تو الگ عمل کرو۔ خدا کا دیدار چاہتے ہو تو
اس کے لئے الگ عمل کرنا ہوگا۔ آیت جو تلاوت کی قیامت کے بارہ میں ہے۔ کہ وہاں
ہر انسان کو اپنے عمل کا بدلہ ملے گا۔ اور ساری کوشش اور محنت اس کے سامنے آجائیگی۔
ووجدوا ما عملوا حاضرًا اور پھر اللہ نے بعض امور کے کئی اسباب
بھی پیدا کئے ہیں مگر ہر عمل کا اجر دوسرے عمل کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ بخاری شریف میں
حدیث ہے کہ اگر کسی نے عصرین یعنی صبح اور عصر کی نماز قضا نہ کی اور باجماعت پڑھی تو
خداوند تعالیٰ اسے اپنے دیدار سے مشرف فرمادیں گے۔ اب اگر کوئی دن بھر نیکی کرے مگر
نماز نہ پڑھے تو چونکہ اس کے پاس رویت خداوندی کا ٹکٹ نہیں وہ اس میں کامیاب نہ ہوگا
یہ مولویوں کی تنگ نظری نہیں۔ دنیا میں دیکھئے تم کسی کو ایک خط بھیجنا چاہو اور ٹکٹ لگانے کی
بجائے اس کے ساتھ سو روپے کا نوٹ چسپاں کردو تو کیا یہ جرمانہ سے بچ جائے گا؟ نہیں
وہ بیرنگ ہو جائیگا، یعنی وہاں سو روپے کا کام نہ دیں گے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیسا احمقانہ
قانون ہے کہ ۵ پیسے کے ٹکٹ کی بجائے سو روپے لگادئے اور پھر بھی جرمانہ ہوگیا تو جواب
ملے گا کہ عقل سے کام لو۔ حکومت نے ٹکٹ لگانے کا قانون بنایا ہے اس کے بغیر دس لاکھ روپے بلا قانون لگادو
پھر بھی مجرم ہوگے۔ یہ مت خیال کرو کہ دنیا میں سرکشی کے باوجود کھانا پینا ملتا ہے۔ لہذا آخرت میں بھی ایسا ہوگا۔
نہیں وہ تو نتیجے کا دن ہے۔ جو کام نیکی کا یہاں کیا اس کا پھل وہاں ملے گا۔ حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے فرمایا
کہ قربانی دو۔ اسکے ہر قطرۂ خون کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہونگے۔ اور بھیڑ بکری وغیرہ کے ہر بال کے
عوض خدا نیکی کا اجر دیگا۔ یاد رکھئے عاجزی اور خشوع کا الگ اجر ہے جو نماز ہی کے ذریعہ مل سکتا ہے۔ اگر ایک شخص دن بھر
خدا تعالیٰ کو سلام کرتا رہے تسبیح لئے ذکر کرتا رہے، مگر نماز نہ پڑھے تو وہ اجر کبھی نہیں ملیگا جو پنجوقتہ نماز سے ملتا ہے۔ قربانی
خدا کی راہ میں عاشق کے عشق کا مرحلہ ہے۔ قربانی کی بجائے اگر آپ اربوں روپے بھی دیدیں تو وہ ثواب نہیں ملیگا
جو قربانی سے ملتا ہے۔ اور قیامت کے دن ہر عمل کے مطابق جزا ملیگی۔ قربانی کے بجائے آپ کسی دوسرے عمل سے
سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ سب کو قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احساسِ گناہ کا فقدان

خطبۂ جمعۃ المبارک ۶ جمادی الاوّل ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۵ء

ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین ۔ (پ ۱ ع ۷)

اور تم خوب جان چکے ہو جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر ذلیل۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

احساسِ گناہ کا ختم ہو جانا سب سے بڑی گمراہی ہے

محترم بزرگو! امتوں میں گمراہیاں بہت ہیں اور گمراہی کی کئی قسمیں ہیں مثلاً بعض قوموں میں شراب نوشی موجود ہے جو بڑا گناہ اور گمراہی ہے۔ قتل مقاتلے، جھگڑے باہمی اختلافات بھی گمراہیاں ہیں۔ بے نمازی، خیانت چوری، یہ سب گمراہیاں ہیں۔ مگران میں سب سے بڑی گمراہی جو خدا کے قہر و غضب کو کھینچتی ہے، وہ یہ ہے کہ گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے۔ بعض لوگ اپنے گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں جو شخص اپنے آپ کو مجرم و خطا کار سمجھے۔ لوگوں کی نظروں میں گنہگار ہو اور وہ خود بھی اپنے آپ کو گنہگار کہے۔ اس وقت تک عذاب عمومی اس پہ نازل نہیں ہوتا اور ایسے شخص کی اصلاح بھی ممکن ہے ـــــــ

ایک طالب علم جو کتاب نہیں سمجھتا مگر اپنے کو نا سمجھ تصوّر کرتا ہے، تو اس کا عالم بننا ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو جاہل سمجھ رہا ہے۔ آج بے شوق ہے، محنت نہیں کرتا، لیکن آخر ایک دن فکر مند ہو کر کام پر لگ جائے گا۔ وہ سوچے گا کہ علم کی خاطر گھر اور وطن چھوڑا ہے، اب

وقت کیوں ضائع کروں، اور پڑھنے لگ جائے گا کیونکہ اس کا اپنے متعلق نا سمجھ ہونے کا عقیدہ ہے۔ مگر جو شخص خود کو سب سے اچھا اور سمجھدار گمان کرتا ہو تا اس کا عالم بننا ناممکن ہے اور اس کی اصلاح مشکل ہے ؎

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند — در جہل مرکب ابدالدھر بماند

ایسا ہی گنہگار کا حال ہے، وقت گزرا، نماز نہ پڑھی، مگر ندامت محسوس کی تو آخر ایک نہ ایک دن پڑھنے لگے گا۔ تو ایسے شخص کی اصلاح کسی نہ کسی وقت ممکن ہے، کیونکہ وہ خدا کے سامنے رو کر تائب ہو جائے گا، مگر جو آدمی سر سے پاؤں تک گناہوں میں غرق ہو، مگر اپنے کو گنہگار ہی نہ سمجھے، ہفتہ، مہینہ، سال، جمعہ، عید گزر جائے، رمضان آئے اور گزر جائے مگر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا خیال تک نہ آئے اور نہ ترکِ صلوٰۃ پر اُسے ندامت ہو۔ ایسے شخص کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔؟ اب تو وہ حالت یہ ہے جس کی طرف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں ارشارہ فرمایا:

بُخل

اذا رایت شحا مطاعا وھوی متبعا واعجاب کل ذی رای برایہ ۔الخ (او کما قال)

ترجمہ: کہ بُخل کی پیروی اور خواہشات کی تابعداری اور ہر شخص کو اپنی رائے پر گھمنڈ پیدا ہو۔ تو ایسی صورت میں عوام کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ اپنے نفس کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ کمال اس میں ہے کہ ہر چیز میں جائز بچت کی جائے، حج، زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر جو فرض ہیں، ان کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ بچت کے لئے حج، زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی سے گریز کرنا مخلوق کی ہمدردی اور خدا کی راہ میں بخل سے کام لینا، اور ناجائز طریقہ سے مال جمع کر کے فخر کرنا ٹھیک نہیں۔

خواہشات کی پیروی

وھوی متبعا ـــــ دل نے چاہا تو سینما گیا، میلہ میں شریک ہوا، چاہا تو جھوٹ بولا۔ گویا جو خواہش پیدا ہوا اسے پورا کرے اور خود کو حق پر سمجھنے لگے، خواہش کی اتباع اور پیروی میں کوشاں ہو۔ ایسے وقت میں اصلاح مشکل

ہو جاتی ہے ——— تو اپنے آپ کو سنبھالے رکھو۔

حضرت آدمؑ کا اعتراف

ہمارے جدامجد حضرت آدمؑ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے اللہ تعالیٰ نے جنّت میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہلے سے ان کو زمین کا خلیفہ بنانا مقدر تھا۔ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ۔ (بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) کہ وہ اس دنیا کے انتظام کو سنبھالے۔ اس کی اولاد میں سے کوئی زمینداری کرتا ہے کوئی باغبانی، کوئی تجارت کرتا ہے۔ اور کوئی صنعت اور کاریگری کر رہا ہے ——— اللہ کو منظور تھا کہ یہ نظام آدمؑ اور ان کی اولاد کے ہاتھوں میں ہو۔ یہاں بھی حکومت کی طرف سے زرعی کالج قائم ہیں جن میں ہر فصل کی خاصیّت اور اس کے محفوظ رکھنے اور بڑھانے کے طریقے بتلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت میں تمام چیزوں کی تعلیم دلائی، جنت کے مکانات اور سب چیزوں کا معائنہ کرایا تاکہ زمین کا انتظام اسی طرز سے کریں ——— ان کے لئے جنت زرعی کالج تھا۔ خدا نے اسباب کا ایک سلسلہ قائم رکھا ہے۔ درحقیقت تو ایک پتہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نہیں ہلتا۔ مگر اسباب ومسببات کے درمیان ایک ربط اور تعلق قائم رکھا ہے۔ خداوند تعالیٰ آدم کو بلا وجہ بھی جنت سے نکال سکتے تھے، کیونکہ وہ مختار مطلق ہے۔ مگر ابتداء سے ایک سلسلہ اسباب کا بنایا کہ "ایک شجرہ" (درخت) سے کھانے کی ممانعت کردی۔ آدم علیہ السلام کی قسمت اور تقدیر میں تھا کھایا تو زمین بھیجے گئے۔ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو اللہ کے دربار میں روئے اور گڑگڑائے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ اے خدا ہم نے اپنے اوپر زیادتی کی اگر تو ہم پر رحم نہ کرے تو خسارہ میں پڑ جائیں گے ——— یہ نہ کہا کہ قسمت اور تقدیر میں ایسا تھا تو ایسا کیا۔ اب مجھ سے مواخذہ اور باز پرس کیوں کی جاتی ہے بلکہ اپنے عجز اور قصور کا اقرار اعتراف فرمایا۔ اس کے مقابلہ میں ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مجادلہ اور مخاصمت شروع کی حجت بازی کرنے لگا۔ تو سب سے بڑا ملعون اور مردود ٹھہرایا گیا۔ اس

سے قبل اگرچہ شیطان فرشتوں کی جماعت میں شامل تھا اور کئی لاکھ سال اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مگر جب خدا تعالےٰ کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی تو گمراہ اور مردود ہؤا۔ اور جب خدا نے تعمیل حکم نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے اپنی گمراہی کے لئے تاویل شروع کی، اعترافِ عجز و قصور نہ کیا، بلکہ گناہ پر اڑ گیا ۔۔۔۔

عالمِ اسباب اور عالمِ بالا

حضرت موسیٰؑ ایک دن مغموم و متفکر بیٹھے ہوئے تھے کہ قوم کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھائی، اس سے قبل فرعون کے ہاتھ سے پریشان ہوئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ فرمایا۔ کہ پوتے کی فکرمندی کی وجہ پوچھے۔ ملاقات ہوئی، حضرت موسیٰؑ نے ناز کے انداز میں شکوہ شروع کیا کہ باباجان آپ دانۂ گندم نہ کھاتے تو ہم سب جنّت میں آرام کی زندگی گزارتے اَب ان تکالیف میں مغموم اور دشمن کے ہاتھوں پریشان رہتے ہیں۔ حضرت آدمؑ نے کہا۔ اے موسیٰ تم اولوالعزم پیغمبر ہو، تمہیں معلوم ہے کہ تخلیقِ سمارے ۵۰ ہزار سال قبل تورات جو لوحِ محفوظ میں لکھی گئی تھی اس میں لکھا تھا کہ آدمؑ دانہ کھا کر جنّت سے نکالا جائے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا ہاں معلوم ہے۔ پھر کہا اے موسیٰؑ جو مصیبت اور تکلیف بھی انسان کو پہنچتی ہے۔ اللہ کے اذن اور تقدیر سے پہنچتی ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللّٰہ۔ عالمِ بالا میں امور کا مدار اسباب پر نہیں ۔۔۔۔ اطباء، حکماء اور بڑے بڑے ڈاکٹر جو صحت کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں، وہ اسباب کے اختیار کرنے کے باوجود بیمار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں ۔۔۔۔ تو حضرت آدمؑ نے ان کو تسلّی دی اور تقدیر کے سپرد کردیا مگر خداوند کریم نے جب استفسار فرمایا پوچھا کہ دانہ کیوں کھایا تو ان کو یہ جواب نہ دیا۔ کہ میری تقدیر میں آپ نے مقرر کیا تھا، بلکہ اعترافِ قصور فرمایا اور گڑگڑانے لگے۔ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین۔ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش | عذر بدرگاہِ خدا آورد

یہاں تک کہ حضورِ اقدس کا واسطہ پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کے واسطے سے میری بخشش فرما۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہوئے، وجہ اور علت پیش نہ کی، اللہ تعالیٰ بندوں سے یہی چیز مانگتے ہیں۔ گناہ بندوں سے ضرور ہوتا ہے۔ پیغمبروں کے علاوہ سب غیر معصوم ہیں۔ لہٰذا خود کو معصوم سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ گناہ بھی کرے اور توبہ بھی نہ کرے، روئے بھی نہ، ندامت بھی محسوس نہ کرے تو یہ بہت بڑا جرم اور خطرے کی بات ہے۔

مسلمانوں کی عزّت وحُرمت

بلکہ آج اگر کسی سے کہیں کہ حرام مال کھایا، تو جواب دیتے ہیں کہ خنزیر کی گردن کے بال تھے وہ اکھاڑ دئے ہیں گویا اُلٹا مسلمان کو ذلیل کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں ـــــ جس کا مال کھایا اسے گالی بھی دی ـــــ جرم پر جرم ـــــ

حضرت عمرؓ نے خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ بیشک تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہت احترام اور عزت کا مالک ہے۔ مگر ایک مسلمان کی عزّت واحترام تجھ سے بھی زیادہ ہے ـــــ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص ایک مسلمان کو ذلیل کردے اور دوسری طرف تمام آسمانوں اور زمینوں کو بگاڑ دے، تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک پہلا جرم بہت زیادہ ہے ـــــ مسلمانوں کو نقصان دینا، انہیں ہلاک اور برباد کرنا دنیا کی تباہی سے بڑھ کر جرم ہے ـــــ مسلمانوں کو مارنے والا، ان کا مال ناجائز طریقے سے کھانے والا، ان کی عزّت اور آبرو لوٹ کر مونچھوں کو تاؤ دینے والا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ـــــ

حضور صلعم کا ارشاد ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ ہو۔

ابلیس نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا

مگر اب تو ایسا وقت آگیا ہے کہ لوگ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابلیس بھی اس گھمنڈ سے تباہ ہوا کہ اس نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا، گویا ابلیس نے یہ کہا کہ یہ تیرا حکم حکمت کے خلاف ہے (نعوذباللہ)

خود کو حکمتی وفلسفی کہلانے لگا۔ کہ اس آدم کی سرشت سے میری سرشت اونچی ہے۔ زمین مکدر اور ثقیل ہے۔ اور آگ نورانی اور اوپر جانے والی ہے، جو میری سرشت ہے ـــــ گمراہی کو گمراہی نہ سمجھا، ناروا کو روا کہا۔ تو اس کی اصلاح نہ ہو سکی ـــــ

الغرض ناجائز کو جائز کہنا۔ اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھنا سخت گناہ ہے۔ احساس گناہ کے بغیر اصلاح ممکن نہیں ہے۔ اور اصلاح کے بغیر کوئی قوم بھی عذاب سے بچ نہیں سکتی اگر ایک شخص مریض ہے، اُسے مرض کا احساس ہو اور علاج کی طرف متوجہ ہو تو اس کا مرض زائل ہو سکے گا لیکن اگر مریض کو مرض کا خیال بھی نہ آئے تو بالآخر یہ مرض اُسے ختم کر کے چھوڑے گی۔

بنی اسرائیل کی تاویلیں

اللہ پاک نے اس آیت مذکورہ میں اس طرف اشارہ کیا بنی اسرائیل میں ایک گاؤں تھا۔ اس کے باشندوں کو خدا نے ایک حکم دیا کہ فلاں دن عبادت کے لئے فارغ کر دو جس طرح مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جمعہ کے دن اذان جمعہ کے بعد سے نماز جمعہ تک دنیا کے سارے کام حرام ہیں۔ سونا، کھانا، پینا سب ناجائز ہے۔ البتہ غسل کرنا کپڑے بدلنا، وضو کرنا یعنی نماز کی تیاری کے مشاغل ادا کرنا جائز ہے ـــــ اس کے علاوہ دیگر مشاغل تا فراغ از نماز جائز نہیں۔

دوسری قوموں پر تمام دن کے لئے یہ مشاغل ممنوع تھے۔ صبح سے شام تک، جیسے اتوار انگریزوں کے لئے اور ہفتہ یہودیوں کے لئے کہ وہ سارا دن عبادت میں گذاریں ـــــ

ـــــ تو ـــــ یہ لوگ سمندر کے کنارے ایک شہر کے باشندے تھے۔ ان کا محبوب مشغلہ مچھلی کا شکار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے امتحاناً اس دن شکار سے بھی انہیں منع کر دیا ـــــ مگر اللہ کی شان کہ اس دن مچھلیوں کے غول کے غول سمٹ کر سمندر کے کناروں پر آجاتے اور دوسرے دن پانی کی گہرائی میں غائب ہو جاتے۔ ہفتہ کے دن مچھلیاں اتنی جمع ہو جاتیں کہ ہاتھ سے پکڑی جا سکیں۔ ادھر خدا کے حکم کی مخالفت، ادھر ان کا شوقِ شکار، عجیب آزمائش میں آگئے ـــــ چنانچہ شیطان نے انہیں ایک سبق سکھلایا۔ وہ تالاب بنا کر نالے کے ذریعے اس میں

پانی لے آئے ——— ہفتہ کے دن بند کھول دیتے، مچھلیاں بھی تالاب میں آجاتیں۔ پھر بند باندھ دیتے اور اتوار کے دن مچھلیوں کو تالاب سے نکال لیتے اور بعض جمعہ کے دن جال ڈال کر اتوار کو اٹھا لیتے، کوئی پوچھتا تو کہتے کہ ہم نے تو جمعہ اور اتوار کو شکار کیا ہے: تالاب والے بھی کہتے کہ تالاب میں مچھلیاں خود آئی ہیں۔ ہم نے تو صرف بند باندھا ہے ——— خدا کا حکم توڑنے کے لئے یہ تدبیریں بنائیں۔ نیک لوگوں نے نصیحت کی کہ خدا سے دھوکہ نہیں چلتا، ایسا مت کرو مگر وہ منع نہ ہوئے، خدا تعالےٰ کا قہر جوش میں آیا اور وہ لوگ بندروں کی شکل میں مسخ ہوئے، خدا نے ان کو تین دن تک زندہ رکھ کر پھر ہلاک کیا ——— ہمیں چاہیئے کہ تدابیر اور حیلوں کے ذریعہ بھی اللہ تعالےٰ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں ——— اپنے آپ کو مجرم سمجھیں اور اپنے جرائم پر تائب و نادم ہوں۔
اللہ تعالےٰ ہمیں گناہ کو گناہ سمجھنے اور توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ہمیں مغفرت تامہ نصیب ہو۔

* ——— ★ ——— *

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعض اعمالِ صالحہ کی خاصیتیں

خُطبۂ جُمعۃُ المُبارک ۱۸ رمضانُ المُبارک ۱۹۶۶ء

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نقصت صدقۃٌ من مال وما زاد اللہ عبداً بعفوٍ الا عزاً وما تواضع احدٌ للہ الا رفعہ اللہ[1]

اس حدیث میں جو آپ کے سامنے پڑھی گئی تین چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بعض اعمال کے ثمرات اور خاصیتوں کو اشارہ فرمایا ہے۔

اشیاء کے اسباب حقیقی خداوند کریم نے ہر ایک شئے کے کچھ ظاہری اسباب پیدا کئے ہیں اور کچھ حقیقی، جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ شریعت نے ان حقیقی اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایک شخص عمر کی زیادتی چاہتا ہے تو اس کے ظاہر اسباب تو یہ ہیں کہ صحت کی رعایت رکھے، مقوی غذائیں کھائے، ورزش کرتا رہے، ہر کام میں بے اعتدالی سے بچتا رہے، مضر صحت اشیاء سے پرہیز کرتا رہے، مگر باطنی سبب کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ عمر کی تمنا رکھنے والے کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے، لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ فرمایا:

ولا یزید فی العمر الا البر[2] عمر کی زیادت نیکی اور احسان سے ہی ملتی ہے

---

[1] مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۱۶۹ ؛ مسند احمد جلد ۲ ص ۲۳۵، ص ۴۳۸۔ [2] مشکوٰۃ متفق علیہ ص ۴۱۹۔

من احب ان یبسط لہ فی رزقہ ویسأ لہ فی عمرہ فلیصل رحمہ — جو شخص کہ رزق کی فراخی اور عمر کی زیادتی چاہتا ہو تو صلہ رحمی کرے۔

اسی طرح والدین کی خدمت کرنا ہے۔ عالم ہونے کا ظاہری سبب محنت مطالعہ درس وتدریس ہے۔ مگر حقیقی اسباب تقویٰ وخشیت، اخلاص نیت اور اساتذہ وشیوخ کا ادب کرنا ہے، ورنہ علم میں برکت نہیں ہوگی۔ امام سرخسیؒ کسی جگہ تشریف لے گئے وہاں ان کے جتنے بھی شاگرد تھے آس پاس سے خدمت میں حاضر ہوئے کہ استاد سے ملاقات کریں۔ ایک شاگرد نے آنے میں سستی کی آخر میں آئے۔ امام سرخسیؒ نے وجہ پوچھی تو کہا میری والدہ بہت کمزور اور ضعیف ہے اس کی خدمت کے لئے کوئی دوسرا شخص تھا نہیں۔ خدمت میں لگا رہا، اس لئے آپ کی خدمت میں دیری ہوگئی۔ امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ اس کی عمر تو بڑی ہوگی، مگر علم میں برکت نہ ہوگی۔ یہ بددعا نہ تھی بلکہ عمل کی خاصیت بتلادی کہ استاد کی خدمت سے علم میں برکت ہوتی ہے۔

ادب کے ثمرات جو استاد اور شیخ کا ادب واحترام نہ کرے وہ چاہے جتنا بڑا سے بڑا عالم ہوجائے اس کا فیض عام نہ ہوگا۔ شاگرد کو سب کچھ ادب کی برکت سے ملتا ہے اور والدہ کی خدمت کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی رضامندی اور خفگی والدین کی خوشنودی اور خفگی میں ہے۔

بغداد میں دو طالب علم تھے ایک بزرگ کا انہوں نے حال سُنا وہاں حاضر ہوئے ایک تو اس خیال سے کہ اس شخص کی علمیت معلوم کروں۔ اس سے بحث ومباحثہ ہو، دوسرا اس غرض سے کہ میرے حق میں یہ بزرگ دعا دیں۔ علم حاصل کروں۔ ایک ادب کے لحاظ سے گیا، ایک غرور اور عجب میں مبتلا ہو کر گیا۔ ذہین تھا، محقق تھا، جاتے ہی مناظرہ شروع کیا۔ مسائل بیچ اس بزرگ کو خاموش کرنے کی کوشش کی۔ دوسرا ادب سے خاموش

بیٹھا رہا۔ بزرگ نے خود پوچھا تم کیسے آئے ہو۔ فرمایا حضرت میں تو صرف دعا اور استفادہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بزرگ نے آثار سے معلوم کیا کہ اس شخص کا تمام اولیائے وقت پر اثر ہوگا، اس سے ایک عالم فیض پائے گا۔ یہ طالب علم آگے چل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسرا حکومت کی جانب سے سفیر ہوا۔ اس کے نفس کا غرور اور عجب بڑھتا رہا۔ چند یوم کے بعد ایک عیسائی عورت پر فریفتہ ہوا۔ اس کے کہنے پر اسلام کو چھوڑ دیا، اور اس کے خنزیروں کے ریوڑ چرانے لگا۔ عشق نے ہر طرح ذلیل ورسوا کر دیا۔ سینہ سے تمام علم اور قرآن مجید اُٹھوا دیا گیا۔

بعض گناہوں کی خاصیت

اس طرح حضورؐ نے بعض گناہوں کی خاصیت بتلا دی کہ اللہ تعالٰے اس شخص کو ہم اور غم میں مبتلا کر دیتا ہے جس کے گناہ حد سے بڑھے ہوئے ہوں۔ بظاہر اس غم کے اسباب معلوم نہیں ہوتے مگر یہ اندرونی فکر و پریشانی اور بے چینی میں گھلتا رہتا ہے۔

اذا کثرت ذنوب العبد	جب انسان کے گناہ زیادہ ہو جائیں
اوقعہ اللہ فی الھم۔	تو اللہ تعالٰے اسے پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے

بعض گناہوں کے نتیجہ میں انسان رزق سے محروم ہوتا ہے اور بسا اوقات مال و دولت کی فراوانی کے باوجود "معیشت ضنک" یعنی تنگی اور عسرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حدیث میں ہے:

وان الرجل لیحرم الرزق	انسان بسا اوقات گناہ کے سبب اس
بالذنب یصیبہ [1]	رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کو پہنچنے والا ہو۔

---

[1] مشکوٰۃ جلد ا صـ۱۸۲ متفق علیہ۔

کفارۂ سیئات اور حبطِ اعمال

بعض اعمال صالحہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اتنی مقبولیت پاتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ تمام گناہ معاف کردیتے ہیں، اور وہ عمل کفارۂ سیئات بن جاتا ہے اور بعض اعمال اتنے برُے کہ اس کی وجہ سے تمام حسنات اور نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی یہاں تک کہ اونچی آواز سے بولنے کا اثر بھی حبطِ اعمال ہو جاتا ہے۔ یعنی اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ تینوں چیزیں آج بھی سب لوگ چاہتے ہیں:

(۱) مال میں ترقی اور حلال کمائی میں اضافہ اور برکت ہو۔ (۲) عزت حاصل ہو جائے (۳) لوگوں میں سربلندی حاصل ہو۔

صدقہ کے برکات

تو حضورِ اقدس نے فرمایا کہ صدقہ دینے کی وجہ سے مال میں ہرگز کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ اور برکت ہوتی ہے۔

صدقہ عربی میں صدق سے ہے یعنی سچائی اور اس وجہ سے صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مال و دولت دینا دعوئ اسلام اور مسلمان ہونے کی صداقت کی دلیل ہے۔ جان کو قربانی کرنا بسا اوقات آسان ہوتا ہے مگر مال کی قربانی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ جان کے ساتھ مال کی قربانی وہی شخص کر سکتا ہے جو سچا مسلمان ہو ورنہ محض دعویٰ ہے ـــــ صدقہ انسان کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور وہی دے سکتا ہے جس کا توکل اعتماد اور بھروسہ ہو اللہ تعالےٰ پر کہ وہی رزق کا کفیل ہے۔ وہی میرے مال کو بڑھائے گا۔ تو حضور نے فرمایا کہ صدقہ کی وجہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا جائے گا۔ آخرت میں ثواب زیادہ ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے اُٹھے گا تو اس کے سامنے جبل احد کے برابر نیکیوں کا پہاڑ آجائے گا کہ یہ تمہاری نیکیاں ہیں۔ وہ دل

میں حیران ہوگا کہ اتنی نیکی تو میں نے نہیں کی، یہ پہاڑ برابر نیکیاں کہاں سے آئیں۔ جواب میں فرمایا جائے گا کہ ایک کھجور جو حلال کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تم نے اخلاص سے دی تھی، اسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہا اور اب پہاڑ کی شکل میں تمہارے سامنے ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ کھجور برابر صدقہ کو خداوند تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پالتے ہیں جس طرح تم کسی گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جائے۔

سُود کے ہولناک نتائج آجکل سود کا کاروبار کرنے والے اور کھانے والے سمجھتے ہیں کہ ہم بڑھ رہے ہیں اور ترقی کر رہے ہیں مگر درحقیقت مٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یمحق اللہ الرّبٰوا و یربی الصدقات۔ — اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

برطانیہ سودی کاروبار کا علمبردار ہے۔ ایک وقت برطانیہ پر ایسا تھا کہ اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مگر سود کے نتیجہ میں وہ ایسا تباہ ہوا کہ آج وہ ایک جزیرہ میں سمٹ کر رہ گیا ہے، اس پر نزع کی حالت طاری ہے۔ یہی حال امریکہ کا ہو رہا ہے، ایک ویٹ نام میں کروڑوں اربوں روپے خرچ کر رہا ہے، سامان جنگ اور سرمایہ تباہ ہو رہا ہے، چیختا اور چلّاتا ہے کہ کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ بظاہر وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس سرمایہ بہت ہے، مگر نتیجہ اس سودی سرمایہ کا اب بھگت رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہیں۔ پکڑتے ہیں مگر آہستہ آہستہ ــــــ تو سود کا بالآخر انجام یہی ذلت اور خواری ہے، کوئی سودی لین دین بھی ہو تجربہ کرلیں۔ دس بیس سال ظاہری ترقی ہو گی، پھر در بدر دھکے کھائے گا اور بچے دربدر ٹکڑے ٹکڑے کے لئے پھرتے رہیں گے۔ اگر نیکی اور بدی کا نتیجہ دنیا میں اسی وقت ظاہر ہو تو یہ ابتلا اور آزمائش کے خلاف ہے۔

نتائج اعمال کا ظہور حکمت کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ فوری

اللہ تعالیٰ حکیم اور حلیم ہیں چاہتے ہیں کہ بندوں کا ایمان بالغیب رہے۔ اگر اعمال کا نتیجہ آج ہی ظاہر ہو تو ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خدا کی نظر تو لاتنا ہی ہے۔ ہم تو آج کا دن ہی دیکھتے ہیں۔ مگر خدا کے سامنے تو قبر کی طویل زندگی۔ پھر قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر جنت اور دوزخ کی لاتناہی زندگی بھی ہے۔

وان یوماً عند ربک کالف سنۃ۔ مما تعدون۔ تمہارے گنتی کے ہزار سال اللہ کے نزدیک ایک یوم کے برابر ہیں۔

اگر دنیا میں باوجود گناہ کے ایک ہزار سال بھی راحت سے مل جائیں، تو گویا ایک دن کی راحت ہے، جو ابدی زندگی کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ انسان کو نتائج اعمال بھگتانے کے لئے وسیع میدان اور طویل زندگی پڑی ہوئی ہے، یہاں ہزار سال بھی کوئی عیش و عشرت میں رہے تو خدا کے ہاں یہ ایک دن کے برابر بھی نہیں۔ تو سود کو خدا تعالےٰ مٹاتا اور نیکی کو اتنا بڑھاتا ہے کہ کھجور برابر نیکی پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے اگرچہ دنیا دارالعمل ہے۔ دارالجزا نہیں۔ مگر پھر بھی صدقہ کا اثر دنیا میں ظاہر ہو گا کہ مال میں نقصان نہ ہو گا۔ اور برکت و غنائے نفس اسے میسر ہو گا۔ تجربہ اس کا شاہد ہے۔

حدیث شق ثمرۃ کی تشریح

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے خالی ہاتھ، ننگے سر اور پاؤں اٹھایا جائے گا، پھر خداوند تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گا بیچ میں ترجمان ہو گا، نہ کوئی وکیل صفائی نہ کوئی ساتھی اور غمخوار جس کی وجہ سے رعب و ہیبت کم ہو۔ اللہ تعالےٰ ہر شخص کے ساتھ خود ہی حساب کتاب فرمائے گا۔ یہ شخص ہر طرف دیکھے گا۔ دائیں بائیں سامنے پیچھے ہر طرف جہنم میں محصور ہو گا۔ بے چارہ اب سوچے گا کہ کیا کیا جائے کوئی مددگار نہیں رہا۔

یہ بے چارہ اب سوچے گا کہ کیا کیا جائے کوئی مددگار نہیں۔ اتنے میں جہنم کی آگ کے سامنے کھجور کا ایک ٹکڑا اس پر ڈھال بن جائے گا۔ جو آگ کو اس سے چھونے بھی نہ دے گا۔ ایسے وقت کے لئے حضور اقدس فرماتے ہیں:

اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے کیوں نہ ہو۔

اس ارشاد کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر مسلمان کا آدمی کھجور کے برابر بھی حق مارا ہے تو اگر اسے واپس کر دو تو آگ سے بچ جاؤ گے۔ ورنہ آگ کے لئے تیار رہو۔ ہمارا نفس ہمیں جہنم میں لے جانا چاہتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پکڑ پکڑ کر آگ سے بچا رہے ہیں: وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کو آگ سے بچایا۔

کہیں حضورؐ کو ہماری وجہ سے پریشانی نہ ہو

حضور اقدسؐ کی شفقت و رافت ہمارے اوپر حد سے زیادہ ہے، اگرچہ وہ بھی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دیگر امتوں کے اعمال و عبادات پیش ہوں گے۔ کسی نے ہزاروں سال عبادت کی ہوگی، کسی نے بے شمار حج کئے ہوں گے، کسی نے زندگی بھر جہاد کیا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو تم اس حال میں پیش ہو جاؤ کہ تمہاری گردنوں پر دوسروں کا اونٹ، گھوڑا، بھیڑا، کسی کی جان کسی کی چادر کپڑا، کسی کا مال و دولت ہو اور پھر مجھے پکارو کہ یا رسول اللہ اغثنی[۱] (اے اللہ کے رسول میری مدد کریں) اس وقت کہوں گا کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ کیا میں نے نیکی

---

[۱] مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۲۹ عن ابی ہریرۃ الحدیث متفق علیہ

اور بدی کے احکام تمہیں نہیں پہنچائے تھے۔ تمہارے پاس کتاب وسنت اور نیک لوگوں کے مواعظ و نصائح نہیں پہنچے تھے۔ کوئی کہے گا اس نے چوری کی، دوسرے کا فصل کاٹا، کسی کا حق مارا، تو یہ تمہاری رسوائی ہوگی۔ دوسری امتوں کے سامنے کہ وہ تو نیک اعمال اور کارنامے حضرت حق جلّ مجدہٗ کی بارگاہ میں پیش کریں اور تم بدکاریوں کے کارنامے۔

رابعہؒ کو حضورؐ کی عظمت و حرمت کا احساس

قربان جائیے حضرت رابعہ بصریہؒ عدویہ سے دن رات میں ہزار رکعت نفل پڑھا کرتی تھیں۔ آجکل عورتیں فرض نماز نہیں پڑھتیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ تو تو بڑی خوش قسمت کہ جنت میں جائے گی، دن رات بندگی میں مشغول رہتی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی مرضی ہے کہ جنت میں بھیجے یا دوزخ میں عبادت اس وجہ سے نہیں کرتی۔ کہا کہ مجھے تو مذکورہ حدیث یاد آتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہماری وجہ سے پریشانی اور تکلیف نہ ہو، اور ان کی انتہائی عظمت پر دھبہ نہ لگے۔ بلکہ قیامت کے دن آواز ہو کہ حضورؐ کی امت کی ایک عورت اور ایک روحانی بیٹی نے دن رات میں اتنی عبادت کی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور روحانی عظمت اور بھی چمک اٹھے۔ چھوٹوں کی برائی پر بڑوں کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ واللہ العظیم ہماری برائیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ پھر شفاعت کی امید کس طرح رکھیں۔

صدقات میں صحابہؓ کی مسابقت

غرض صحابہؓ نے صدقات دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کی۔ جو کچھ بھی طاقت ہوئی اس کے مطابق اللہ تعالےٰ کی راہ میں صدقہ دینے سے دریغ نہ کیا۔ بخاری شریف میں تفصیلات موجود ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے لئے چندہ دینے

کا اعلان فرماتے تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے تونگر ہزاروں دے دیتے اور کسی کے پاس کوڑی بھی نہ ہوتی تو صبح سے شام تک سامان کی ڈھلائی کرتے مزدوری کر لیتے، شام کے وقت مزدوری میں چند کھجوریں مل گئیں وہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لا کر جہاد کے لئے پیش کر دیں کہ جہاد کے لئے یہی قبول فرما لیں۔ بعض نے رات بھر ایک ایک چھوہارہ پر ایک ایک ڈول نکالنے کی مزدوری کی اور صبح کی نماز میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں خرچ کرنے کے لئے اپنی رات بھر کی کمائی پیش کر دی۔

انفاق کا نتیجہ دولت اور خوشحالی پھر اس انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار کی برکت سے ایسا وقت آیا کہ ان کے گھروں میں ایک ایک لاکھ پڑا رہا۔ امام بخاریؒ نے مال جہاد کی برکت پر مستقل باب باندھا ہے ـــــ حضرت زبیرؓ پر ۲۲ لاکھ قرضہ تھا۔ قرض اتارنے کے لئے کچھ زمین بیچنی چاہی تو ۵ کروڑ ۹۸ لاکھ اس کی قیمت نکلی[۱] ـــ لوگ امانتیں رکھتے تو حضرت زبیرؓ حفاظت کے خیال سے اسے بطور قرض رکھ لیتے۔ حضرت زبیرؓ کا کام ہی جہاد کرنا تھا، تو صحابہؓ کی قربانیوں کا ثمرہ ہمیں دنیا میں بھی ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فارس اور روم کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں دی گئیں اور وہ خزانے بہت جلد حضورؐ کی امت میں آئے۔

عفو اور درگذر کی خاصیت دوسری چیز حضور اقدسؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ کسی کے زور و ظلم اور زیادتی کرنے پر عفو و درگذر کرنے سے بے عزتی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔ کسی نے

---

[۱] تفصیل بخاری شریف جلد ۲ ص ۴۴۱

تم پر ظلم کیا، مارا پیٹا، گالی دی، بے ... بی کی، تم نے اسے معاف کر دیا ... ہمارے پٹھان کہتے ہیں اس سے ناک کٹتی ہے۔ یہ پٹھانیت نہیں، بہیمیت ہے۔ کتا اگر کسی کو کاٹے اور یہ بھی اسے کاٹے تو کیا یہ عزت ہوگی یا ذلت۔ تم بندوں کو معاف کر دو گے ... خدا تمہیں معاف کر دے گا۔ اگر کسی کو معافی نہ دو تو خدا اسے کیسے معاف کرے گا۔ عفو کے طلب گار رہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

صل من قطعك واعف عمن ظلمك واحسن الی من اساء الیك

جو تم سے الگ رہنا چاہے تم اس سے صلہ رحمی کرو، ظالم کو معاف کرو، جو تم سے برائی کا سلوک کرے، تم اس سے بھلائی کرو

عفو کی برکت سے لوگوں اور دشمن کے دلوں میں بالآخر تمہاری عزت بڑھ جائے گی، ان کی دشمنی دوستی میں بدل جائے گی، وہ خود زیادتی پر نادم اور شرمندہ ہو جائیں گے تو عفو اور درگذر کی خاصیت بالآخر معزز ہوتا ہے۔

تواضع کی خاصیت

تیسری چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ کسی نے اللہ کے لئے تواضع عاجزی اور مسکینی اختیار نہیں کی۔ مگر اللہ تعالے اسے رفعت اور سربلندی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالے نے تمہیں عزت دی، حکومت دی، دولت دی، عہدہ عطا فرمایا تو تم اس وقت متکبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کو نیچا کر دو۔ عربی مقولہ ہے۔

"الوضیع اذا ارتفع تکبر" کمینہ شخص جب اونچا ہو جاتا ہے تو متکبر ہوتا ہے۔

شریف جتنا بڑھتا ہے، اتنا ہی اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتا ہے جس نے تواضع اختیار کی اللہ تعالے اسے اونچا کر دے گا۔ جس نے کہا "میں ہوں"، تو ہندوستان میں کہا کرتے ہیں "میں کے گلے چھری"۔ انانیت اور غرور کا انجام ہلاکت ہوتا ہے جس

نے غرور کیا، سمجھ لیں کہ وہ مٹے گا۔

ایاز کی خود شناسی

محمود غزنویؒ کا غلام ایازؒ جسے سلطانؒ نے قدر و منزلت کی وجہ سے بڑا درجہ دیا تھا، کہا کرتا تھا کہ "ایاز قدر خود بشناس"۔ ایک دفعہ وزراء نے اعتراض کیا کہ بادشاہ سلامت ایاز کی اس قدر کیوں عزت فرماتے ہیں۔ محمود غزنویؒ نے کہا اس کا جواب ختم اجلاس پر دیا جاوے گا۔ اجلاس کے بعد ایاز اپنے کمرہ میں پہنچا اور شاہی خلعت اتار دیتا، قد آدم آئینہ سامنے رکھتا اور پہلے وقت کے پھٹے پرانے کپڑوں کو پہن کر اپنے نفس کو خطاب کرنے لگتا کہ ایاز تم غرور میں نہ آنا۔ تم اس لباس میں غلامی کیا کرتے تھے "ایاز قدر خود بشناس" آج جو شاہی لباس پہنے ہو اور شاہی دربار میں تجھے قدر و منزلت حاصل ہے۔ یہ محض خداوند کریم کے کرم اور محمود غزنویؒ کی ذرّہ نوازی ہے۔ ایاز اپنے آپ کو نہ بھولتا۔ محمود غزنویؒ مع وزراء دریچہ میں چھپ کر دیکھتے تھے۔ وزراء سے کہا کہ ایاز کے اس پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص پیشاب کے دو قطروں سے پیدا ہوا ہو اور فی الحال نجاستوں کا حامل ہو، اور فی المال جس کی انتہا یہ کہ گل سڑ کر بدبودار ہو جائے، کیڑے اسے کھائیں وہ کیوں بڑائی کرنے لگے اور تکبّر کیوں کرے تو انسان کا یہ ابتداء و انجام ہے تو غرور کس چیز پر ہے اللہ تعالٰی کی شکر گذاری ہر حال میں ضروری ہے۔

اللہ تعالٰی ہمیں بہتر اعمال پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی برکات و اثرات سے ہمیں مالا مال کر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

باب ۲

قُرآنِ حکیم

تبدّل و تحریف سے محفُوظ لافانی کتاب
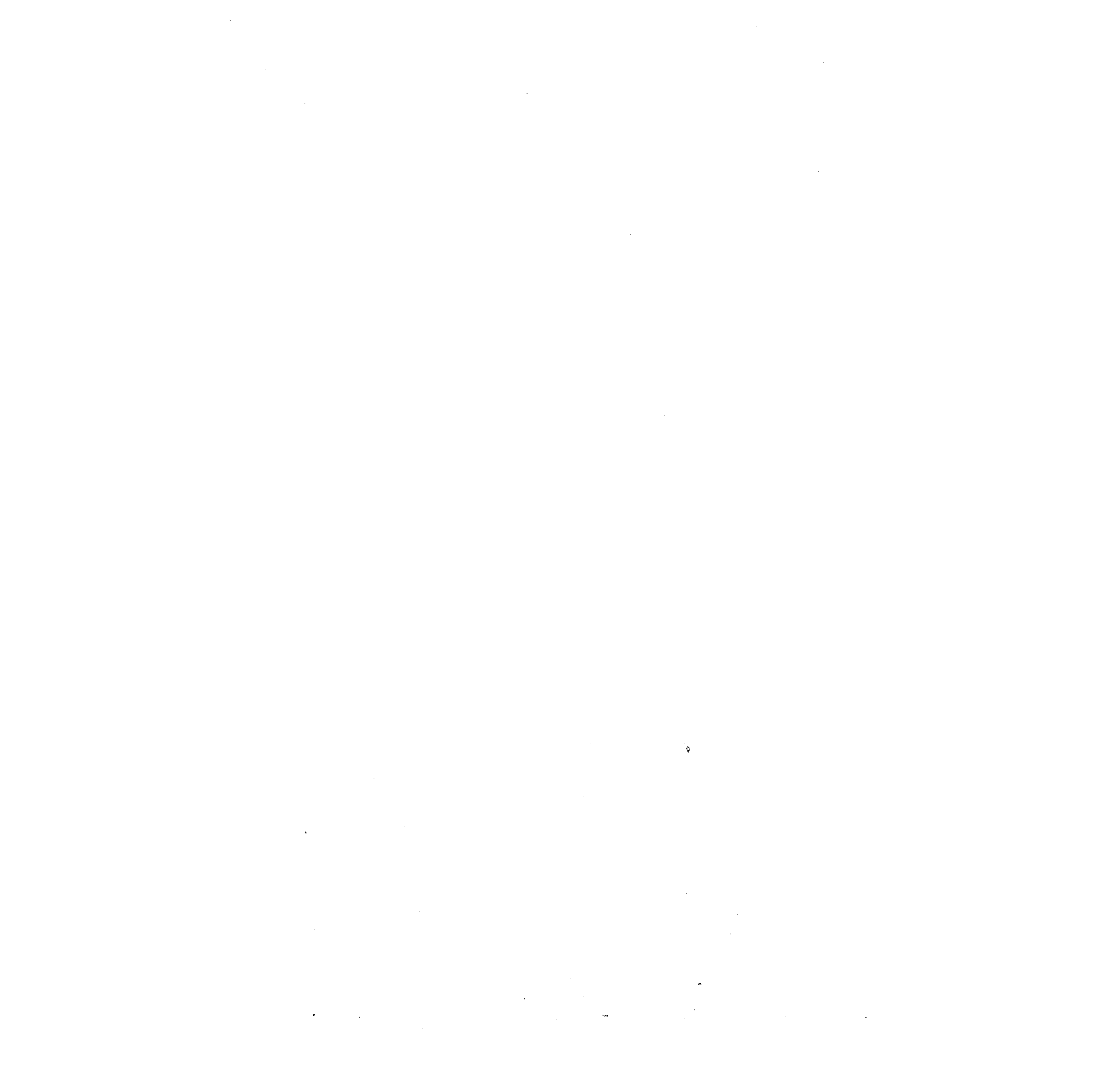
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کائنات و آیات میں شانِ ربوبیت

یہ تقریر تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کے زیرِ اہتمام جلسہ عام میں ڈھاکہ کے اہم تجارتی مرکز بیتُ المکرم کی عظیمُ الشّان جامع مسجد میں ہزاروں افراد کے مجمع میں ۲۴ فروری ۱۹۶۸ء کو نمازِ عصر کے بعد ارشاد فرمائی (مرتب)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

مشرقی پاکستان ہمارا دیندار اور مضبوط بازو

محترم بزرگو اور بھائیو! آپ حضرات سے ملاقات کی عرصہ سے خواہش تھی۔ دیوبند کے زمانۂ طالب العلمی میں مشرقی پاکستان کے بہت سے احباب ساتھی رہے، پھر اسباق میں بھی کافی احباب کی شرکت رہی اس وقت سے یہ علاقہ دیکھنے کا جذبہ دل میں موجزن رہا۔ پھر جب پاکستان بنا تو فطری طور پر اس خواہش میں اضافہ ہوا کیونکہ یہ حصہ ہمارے ملک کا اہم ترین بازو ہے۔ یہاں کے دینی جذبات کا حال سنتا بھی رہا اور کل سے دیکھ کر مجھے مسرّت ہو رہی ہے کہ پاکستان کا دیندار اور مضبوط بازو ہے اور جس سے دین کی حفاظت کی توقع کی جاسکتی ہے وہ بفضلِ خدا یہی حصہ ہے۔ میں تعلیم القرآن سوسائٹی اور اس کے اراکین بالخصوص اپنے مخلص دوست حاجی بشیر الدین بوگرہ صاحب کا ممنون ہوں جن کی تحریک اور خواہش پہ یہاں آنے کا اتفاق ہوا۔

نعمتِ قرآن کا حق کسی جشن منانے سے ادا نہیں ہو سکتا

دنیا کے مسلمان اس سال قرآن کریم کا جشن منا رہے ہیں اور مختلف ادارے نزولِ قرآن کی تقریبات منعقد کر رہے ہیں اگرچہ قرآن سے عقیدت کا اظہار ہے، اس کا شکر یہ سارے عمر بھی ادا کر...

تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ کہاں انسان ناتوان اور بے کس مخلوق اور کہاں خداوند کریم کی لامحدود اور بے حد وحساب نعمتیں وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ اگر تم سب مل کر بھی خدا کی نعمتیں گننا چاہو تو گن نہ سکو گے ـــــــ پھر جب خدا نے خود فرمایا ان الانسان لظلوم کفار۔ بے شک انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والا بڑا ناشکرا ہے ـــــــ تو انسان کہاں نعمتِ قرآن کا حق ادا کر سکے ـــــــ پھر بھی کیا عجب کہ یہ ظاہری اور رسمی تعلق اور لگاؤ خداوند کریم کی بارگاہ سے شرفِ قبول پاکر حقیقی معنوں میں قرآن حکیم پر عمل کرنے کا ذریعہ بن جائے ـــــــ خریدارانِ یوسفؑ میں ایک بڑھیا نے بھی اپنا نام شامل کیا تھا۔ ہماری حیثیت تو اس بڑھیا سے بھی کم ہے۔ لیکن اگر خداوند کریم ہمیں بھی خریداران قرآن کی فہرست میں شامل فرمائے تو یہ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا۔

رسالت محمدیؐ اور قرآن نعمتوں کی تکمیل ہے

بھائیو! قرآنِ مجید دنیا کی ہدایت کے لئے اللہ تعالے کی جانب سے ایک کتاب ہے، جس کے بھیجنے والے (مُوحِی) خود اللہ تعالے ہیں۔ اور جو اس وحی کا لانے والا ہے وہ حضرت جبرائیلؑ جیسی قوی اور امین ذات ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی یعنی جو موحیٰ الیہ ہیں وہ سیّد العالم سیّد الکائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا ارشاد ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور تمام علوم اور نعمتوں کی تکمیل آپ کی ذات پر ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضورِ اقدسؐ میدان عرفات میں قدسیوں کی جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہیں کہ خداوند کریم کی طرف سے اس نعمت عظمیٰ کی تکمیل کا اعلان ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔	آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام پسند کر لیا۔

خداوند کریم نے اپنی ہدایات اور نزولِ علوم کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع فرمایا تھا آپؐ کی ذات پر اسے تکمیل تک پہنچایا۔

شانِ ربوبیّت

یہ خداوند کریم کی شانِ ربوبیت ہے کہ ہر چیز کو ترقی و کمال تک آہستہ آہستہ پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت تکوینیات اور تشریعیات دونوں میں جاری ہے۔ بچے کو خداوند کریم ایک سیکنڈ میں کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ اذا اراد شیئا ان یکون فیقول لہ کن فیکون۔ جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا ارادہ فرمائے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

پھر یہ سیکنڈ بھی ہماری زبان پر ہے ورنہ حکم خدا "کن" کے سامنے اتنا وقفہ بھی نہیں۔ اگر چاہے تو ساری زمین آن لبیط میں سبزیوں، ترکاریوں اور باغات سے بھر دے۔ مگر فصلیں مہینوں میں اور باغات سالوں میں کمال تک پہنچتے ہیں۔

پھر اس حقیقت میں ذرہ بھر اخفاء نہیں کہ ہم اپنی مرضی سے اس دنیا میں نہیں آئے نہ خود بخود پیدا ہوئے۔

سائنسی دَور در حقیقت جہل کا دَور ہے

افسوس کہ جہالت کا زمانہ ہے چاہے مشاہدات اور مادیات کے تجربات کے لحاظ سے نہ ہو مگر روحانیات اور حقائق کے ادراک کے لحاظ سے جہل کا دور ہے، آج خدا سے انکار وحی سے انکار ہے، اور کھلم کھلا تحریکیں اینٹی گاڈ اور مذہب سے انکار کی چل رہی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی جہالت ہے کہ ایک سلیم الفطرۃ اور اَن پڑھ انسان بھی اسے حماقت ہی سمجھے گا۔ مگر روشن خیالی اور عقل مندی کا دعویٰ کرنے والے اسے عقل و خرد کا ثبوت سمجھتے ہیں وہ زمانہ بھی گزرا ہے کہ ایک بدو گنوار سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس خداوند کریم کے وجود کی کیا دلیل ہے اس نے لاٹھی اٹھا کر اسے مارتے ہوئے کہا:

البعرۃ تدل علی البعیر و آثار — مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور قدموں

الاقدام علی المسیر فسماءٌ ذاتُ ابراج وارضٌ ذات فجاج کیف لا تدلان علی اللطیف الخبیر۔ کے نشان کسی کے چلنے پر اس بڑے بڑے برجوں والا آسمان اور بڑی بڑی گھاٹیوں والی زمین ایک لطیف وخبیر پہ دلالت نہ کرے۔

کیا یہ عظیم ستارے یہ زمین یہ نہریں یہ دریا اور یہ ساری کائنات خود بخود پیدا ہوئی۔ اگر یہ فلسفی اور دہری خود بخود دنیا میں آئے ہیں تو مرتے کیوں ہیں؟ کیوں انہیں اپنے آپ کو بچانے پر اختیار نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کا منکرِ خُدا سے مناظرہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں کسی دہری نے خدا کے وجود پر مسلمانوں کو چیلنج دیا۔ حضرت امامؒ کے ساتھ مناظرہ طے ہوا۔ وقت اور مقام مقرر کیا گیا۔ حضرت امام صاحب وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد میں پہنچے۔ منکرِ خدا نے شور مچایا کہ جو شخص وعدے اور بات کا پکا نہ ہو اس کا علم اور کردار کیا پختہ ہوگا۔ امام صاحبؒ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ میرے راستہ میں ایک دریا حائل تھا، جہاں نہ کشتی تھی، نہ ملاح، یکایک دریا میں کچھ تختے ظاہر ہوئے کہیں سے میخ کہیں سے لوہا، پھر خود بخود یہ تختے آپس میں جڑنے لگے اور کشتی تیار ہوگئی۔ جب میں اس میں بیٹھ گیا تو بغیر ملاح کے خود بخود اس کنارے سے روانہ ہو کر اس کنارے آ لگی، تب میں یہاں پہنچا اس وجہ سے کچھ تاخیر ہوئی۔ یہ سُن کر دہری مناظر بھڑک اُٹھا اور چیخنے لگا کہ اس شخص سے کیسے مناظرہ کروں جو اتنی خلافِ عقل اور غلط بات کہتا ہے۔

نیچریوں کی بددماغی

یہ فلسفی نیچری اور دہری لوگ ہمیشہ سے عجیب بددماغ واقع ہوئے ہیں۔ کوئی معجزہ کوئی کرامت کوئی خرقِ عادت بیان کرو تو شور مچائیں گے کہ طبعی حالت کے خلاف ہے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی اور خود ساری کائنات بغیر صانع و خالق کہہ کر بھی اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے جواب دیا

کہ بس ہمارا مناظرہ اس بات پر ختم ہؤا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جب ایک کشتی بغیر مستری اور ملاح کے نہ تیار ہو سکتی ہے نہ چل سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ساری کائنات اور پرحکمت عالم کی کشتی بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا کوئی نہ ہو۔

کائنات کی نظم و ربط اور معنویت

اور پھر کیسا عجیب اور پیچیدہ نظام ہے۔؟ صرف انسانی جسم کی باریکی اور حکمتوں کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ منہ میں جب نوالہ ڈالا جائے تو منہ کے اگلے حصّہ میں جو دانت ہیں اسے چھرے کی طرح تیز بنایا تاکہ سخت چیزوں کو توڑا جا سکے۔ پھر پچھلے دانتوں کو چکی کے دو پاٹوں کی طرح کہ وہ اسے باریک کر دیں۔ پھر تالو اور زبان کی خلقت ایسی کی گئی کہ وہ کھانے والی چیز کو سمیٹ لیتا ہے اور گلے کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی چیز اٹھانے کے لئے ہاتھ میں انگلیاں رکھیں اور اشیاء کی اذیّت اور ضرر سے بچنے کے لئے انگلیوں کے سروں میں حرارت اور برودت کا احساس سب سے زیادہ رکھا۔ پھر قبض و بسط کی ضرورت ہے کہ ہر چیز کی موٹائی اور حجم الگ الگ ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہر انگلی میں تین تین جوڑ پیدا کر دئے کہ جتنا چاہو انہیں کھول دو۔ پھر ایک ہاتھ نظیف اشیاء کے لئے رکھا اور ایک غیر نظیف کے لئے کہ جس سے ناک سینکا جائے اور استنجا کیا جائے —— اسی طرح پوری کائنات کو لیجئے۔ موجودہ سائنس دانوں کو اعتراف ہے کہ اگر یہ چاند اور سورج اپنے مدار اور موجودہ محلِ وقوع سے ذرا پیچھے ہٹ جائیں یا نیچے ہو جائیں تو گرمی اور سردی دونوں میں اتنی بے اعتدالی آ جائے کہ ساری دنیا گرمی یا سردی کی شدّت سے ختم ہو جائے اور موجودہ سارے احوال اور کیفیات بدل جائیں گے۔

انسان کے لئے ہر ذرّہ میں شانِ ربوبیّت

غرض ایک ایک ذرّہ ایک ایک چیز میں غور و فکر سے پتہ چلتا ہے کہ اسے ایک علیم و حکیم رب نے پیدا کیا اور اس احکم الحاکمین نے اس میں ہر ہر ضرورت کا لحاظ

کیا۔ اور یہ سارا نظام اس طریقے سے بنایا کہ انسان ہر چیز سے فائدہ اٹھا سکے اور وہ اس کے کارآمد ہو۔ ہر چیز حکمتِ خداوندی کی آئینہ دار ہے اور ہر چیز مناسب ہے وکل شئ عندہ بمقدار۔ انسان کھانے پینے رہنے سہنے کا محتاج ہے تو وہ سب چیزیں عطا فرما دیں جس سے یہ خود زندہ رہ سکے پھر اسے اپنی نسل باقی رکھنے کے لئے توالد و تناسل کا طریقہ بتایا اور بقائے نسل کی جو ضروریات تھے وہ چیزیں بھی عطا فرما دیں —— دیکھئے راستہ پر چلنے کے لئے پاؤں کی ضرورت ہے اور راستہ کی رکاوٹوں اور ضرر رساں چیزوں سے بچنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے۔ تو ہر جگہ ہوا کا خزانہ بھی عام کر دیا۔ پھر ہمیں ایک دوسرے تک اپنی باتیں پہنچاتی تھیں تو یہی ہوا آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ یعنی ہوا آواز و اصوات سے متکیف ہو کر دوسرے تک آواز پہنچانے کا ذریعہ ہے، اور اس ہوا کو روک کر دماغ تک پہنچانے کے لئے ایک گول دائرہ کی شکل میں کان دئے جو ہوا کو روک کر آواز اندر پہنچا دیتے ہیں۔ اگر کان نہ ہوتے اور صرف سوراخ ہوتا تو آواز سے متکیف ہوا بمشکل اندر جاتی اور اگر کان آواز کی شدت کو اعتدال پر نہ رکھتے تو بسا اوقات آواز کی تیزی کی وجہ سے دماغ کا پردہ پھٹ جاتا۔ ان حکمتوں کی وجہ سے ایک خاص نہج پر کان بنا دئے۔ بے شک وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا و ما بکم من نعمۃٍ فمن اللہ۔ تمہارے اوپر جو بھی نعمت ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہے۔

آیاتِ قرآنی میں غور و تدبر کی حقیقت

بھائیو! ذرا خدا کی نعمتوں پر سوچتے رہو۔ یہ آیاتِ آفاقی اور انفسی خدا کی پہچان کا ذریعہ ہیں مگر غور و فکر اور سوچنے کا وہ مطلب نہیں جس کی آج کل دعوت دی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ قرآن میں سوچو۔ اور پھر اپنے اس من گھڑت تفکر اور اختراعات کو قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ کہا جا رہا ہے۔ سوچنے سے کون منکر ہوگا۔ مگر قرآن میں تفکر سے مراد وہ غور و فکر ہے، جو خود حضورؐ نے فرمایا۔ حضرت صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ نے قرآن

پر سوچا ہے ۔ لاکھوں صحابہؓ کروڑوں تبع تابعین نے تفکّر کیا ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ ، امام بخاریؒ اور امام احمدؒ نے غور و فکر کیا ہے ۔ اور قرآن کے معانی سمجھ لینے سے ان کی عاقبت سنور گئی ، اعمال اچھے ہو گئے اور دین و دنیا کی فلاح و بہبودی ان کے ہاتھ آئی ۔ اور اس غور و فکر کو انہوں نے معرفت رب اور ایمان بالغیب کا ذریعہ بنا دیا ـــــ مگر آج ہمیں دعوت دی جا رہی ہے کہ " ان سب طور طریقوں اور پرانی لائن سے ہٹ کر تفکّر کرو اور اس انداز سے تفکّر کرو کہ پرانی سب چیزیں چھوٹ جائیں اور تم میں اور یہود و نصاریٰ میں کوئی امتیاز اور فرق باقی نہ رہ سکے ، چاہے قرآن کے الفاظ کو باقی رکھو مگر اپنے غور و فکر کے ذریعہ اس کے معانی اور مصداقات تبدیل کر دو ۔

حضور اقدسؐ کو کفّار نے بڑی سے بڑی پیشکش کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو دعوت تو دیجئے مگر ہمارے معبودوں کی مخالفت مت کیجئے ۔ آج بھی کہا جا رہا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ تو سنوائیے مگر پیغمبر ماننے کی شرط اسلام کے لئے لازم نہ کیجئے ۔ یعنی پیغمبر کو ماننا یا اُس کو خاتم النّبیین کہنا ضروری نہیں ۔ (معاذ اللہ)

قرآن میں معنوی تحریف و تبدیلی

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس قسم کی تقسیم اور تفریق کرنے اور اس میں تبدیلی و تحریف کرنے والوں کے بارے میں فرمایا :

ان الذین یفرقون بین اللہ ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض اولئک ھم الکفرون حقا۔	بیشک جو لوگ خدا اور رسولؐ کے درمیان تفریق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہیں چاہتے ہیں کہ اپنے لئے بیچ کی راہ نکالیں بے شک یہی لوگ کافر ہیں ٹھیک ٹھیک

انکارِ حدیث خُدا سے بغاوت ہے

یہ کہنا کہ قرآن کو تو مانتے ہیں مگر پیغمبر کی تشریحات و اقوال کو نہیں مانتے یہ تو ایسا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے

کہ میں اس ملک کے صدر کو تو مانتا ہوں مگر اُس کے نمائندہ کو نہیں مانتا تو کہا جائے گا کہ یہ سچّا باغی ہے ـــــ تو خداوند کریم نے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا کہ بے شک یہی لوگ سچے کافر ہیں حضورؐ کو بھی کہا گیا تھا کہ درمیانی راستہ اختیار کرو۔ تشدّد نہ کرو بلکہ بعض باتوں کے نہ ماننے اور اس میں کمی بیشی کی گنجائش نکال دو ـــــ اور آج بھی ایسی آوازیں اٹھتی ہیں۔ تو قرآنِ کریم نے ان باتوں کا جواب دیا۔

قل ما یکون لی ان ابدلہٗ من تلقاء نفسی ان اتّبع الی ما یوحیٰ الیّ۔

تم کہہ دو کہ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے اس کو تبدیل کردوں میں تو اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ کو وحی کی جائے۔

میری یہ شان نہیں کہ اپنی طرف سے اس دین میں گڑبڑ کروں اور اسے اپنی مرضی کے موافق معانی پہنادوں میں اپنی جانب سے اس میں ذرہ برابر تبدیلی یا ترمیم نہیں کرسکتا۔

قرآن کے دعوتِ تدبّر و تفکّر کا اصل مقصد

ہمیں آج سوچنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ بے شک قرآن میں جگہ جگہ سوچنے کی دعوت ہے مگر اس تفکّر کا مطلب تو یہ تھا کہ مثلاً حضرت موسیٰؑ کی قوم کے حالات پر نظر کرو۔ انبیاءؑ کی اولاد تھی اور جب متبع شریعت تھی تو خدا نے ان کو مصر کی حکومت دی، فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا اور عمالقہ کی املاک پر ان کی سلطنت قائم فرما دی ان میں سے سلیمان علیہ السلام جیسے بادشاہ اور لقمان حکیم جیسے عقلمند پیدا فرما دیئے اور و فضلنا ھم علی العالمین۔ کی بنا پر انہیں اپنے زمانہ کی تمام اقوام پر فضیلت دی۔ مگر مادی شان و شوکت اور ہر طرح سامانِ معیشت کی فراوانی کی وجہ سے انہوں نے کونسا راستہ اختیار کیا؟ ان کا شیوہ تھا کہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل جن چیزوں کے ملانے کا خدا نے حکم دیا تھا اُسے توڑتے تھے، نیز ان کی حالت یہ تھی کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ اللہ کی باتوں کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے تھے۔

ان کو کہا گیا کہ والدین سے، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، انسانیت کی بھلائی چاہو،۔ انبیاؑ کا احترام کرو، اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی مت کرو تو انہوں نے ان سب چیزوں کو توڑ دیا۔ ویفسدون فی الارض۔ زمین میں فساد برپا کیا، کہیں زنا کا بازار گرم کیا تو کہیں رقص و سرود کا سلسلہ شروع کیا، پھر اس کے ساتھ یہ عیاری اور چالاکی کی اپنی مرضی کے علماء کو جمع کر کے انہیں آسمانی تعلیمات میں ترمیم و تبدیل اور احکام الٰہی سے فرار کے راستے نکالنے پر مامور کیا جس کے نتیجہ میں خداوند کریم نے انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا اور اپنی رحمت سے ہٹا دیا۔

تحریفِ قرآن یہودیوں کا شیوہ

یہ لوگ مشرک نہیں تھے۔ کلمۂ توحید کہتے تھے، رسالت موسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرتے تھے۔ مگر جرم یہ تھا کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ احکام الٰہی کو اپنی جگہ سے ہٹاتے تھے اور اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق اس کی توجیہ و تاویل کرتے، مثال کے طور پر جو میں آیا تو سود کو حلال کہا مطلق سود تو خدا کا مراد نہیں اضعافا مضاعفۃ (سود مرکب) حرام ہے۔ یہ ہے تاویل و تحریف جو یہود کا شیوہ ہے۔ خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہود پر اپنا غضب ڈال دیا اور انہیں ذلت اور خواری میں مبتلا کر دیا۔

یہود کا عارضی غلبہ

آج اگر ہماری تنبیہ اور نصیحت کے لئے یہود کو کچھ غلبہ ہوا ہے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ یہود کو خدا نے جن گمراہیوں اور طور طریقوں کی وجہ سے ذلت میں ڈال دیا اگر وہی چیزیں ہمارا شیوہ بن جائیں تو وہ ہمیں ایک مغلوب قوم کے ہاتھوں تنبیہہ کرانے پر بھی قادر ہیں۔ اور ہمیں تنبیہ کر دیا۔ آج اگر کچھ عارضی شان و شوکت ہے تو وجہ یہ ہے کہ اللہ تو سب کا رب ہے، کافر کو بھی روٹی دیتا ہے، وہ بے حوصلہ نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو گھر سے نکال دے۔ وہ تمام عالمین کا رب اور سب کا پالنے والا ہے، اور پھر حکیم اور حلیم بھی ہے۔

امریکہ کی ذلّت دلیل ہے

یہود کے عارضی غلبہ کے بعد دنیا کی بڑی طاقت امریکہ کی تھی اُس نے یہود کو آگے کر دیا تو خدا نے اسی امریکہ کو ویت نام میں ایسا مٹایا کہ اُس کی ساری فرعونیت خاک میں مل گئی کہ جب امریکہ نے مغضوب اور ملعون قوم کا ساتھ دیا تو خود بھی ملعون اور مغضوب بن گیا۔ امریکہ کی رسوائی بھی یہود کے ذلیل ہونے کی دلیل ہے۔ جب کوئی طاقت اور حکومت ظلم اختیار کرلے تو ظالم کا تختہ جلد اُلٹ جاتا ہے۔

اُمّتِ محمدیہ کو سبق

سورۃ بقرہ میں یہود کے ان واقعات میں مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ خدا نے تمہیں سب سے بہتر امّت اور حضور خاتم النبیینؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام بنایا اور حضورؐ کی غلامی اتنی بڑی چیز ہے کہ قیامت کے دن حضورؐ سب سے پہلے قبر سے اُٹھیں گے پھر اہل مدینہ، پھر اہل مکہ، پھر تمام مسلمان، اسی طرح تمام مسلمان سب سے پہلے پل صراط سے حضورؐ کے ساتھ گذریں گے۔ سب سے پہلے آپؐ اور آپؐ کی امت کے لئے جنّت کا دروازہ کھول دیا جائے گا ——— دیکھیئے صدر کہیں جارہا ہو تو اس کا جوتے اٹھانے والا، پنکھا چلانے والا خادم اور غلام بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ اگر کوئی صدر کا چپڑاسی ہے تو وزیر اعظم سے بھی پہلے صدر کے ساتھ ساتھ جائے گا۔ حضورؐ تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں۔ تو غلامانِ محمدؐ بھی ساتھ ہی ہوں گے ——— تو اس امت کو جو حضورؐ کے صدقے سے خیر الامم ہے، بقرہ میں بنی اسرائیل کے واقعات سے سبق لینے کی تلقین کی گئی کہ اس شان کے باوجود اگر تم نے نافرمانی کی اور اپنے آپ کو دوسری قوموں کی حالت اور حیثیت پہ بدل دیا۔ اور دوسروں کی تقلید سے مرعوب ہو کر اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، کہیں سنّت سے انکار، کہیں قرآن سے انکار، کہیں دیگر محرمات و محللات میں تبدیلی کی تو تمہارا انجام بھی یہود جیسا ہوگا۔

مسلمان ماحول سے نہیں دبتا

قرآنِ پاک ہمیں اس قسم کے غور و فکر کا سبق نہیں دیتا کہ ہم اوروں سے مرعوب ہو کر ان کی آنکھوں سے قرآن

کو دیکھیں ـــــ آج اسی کروڑ مسلمان تھوک کر بھی یہود کو ڈبو سکتے ہیں ـ ـــ مگر آج بجائے فاتح کے مفتوح ہیں۔ اس لئے کہ بجائے اتباع قرآن کے ہم ماحول سے ڈر رہے ہیں "کہ جاپان، چین، امریکہ اور روس کا ماحول بدل چکا ہے، تو مولوی صاحب تم بھی ذرا سوچو ماحول کو بدل دو، تنگ دائرہ میں کیوں بیٹھے ہو ذرا ماحول کی رعایت کر کے دین میں کچھ نرمی پیدا کر دو"

نام نہاد ترقی اور تہذیب سے بیزاری

حضورؐ کی بعثت کے وقت دنیا زنا، سود اور شراب سے بھری ہوئی تھی تمام ممالک پر ان کفریات کا غلبہ تھا تو کہنا چاہئے تھا کہ کچھ نرمی ہونی چاہیئے اور زنا اور سود خواری حرام نہ ہونی چاہیئے ترقی کی جو صورت قیصر اور کسریٰ کو نصیب تھی حضورؐ نے اس نام نہاد ترقی کی خاطر اپنی امت کو اُن کے راستہ پر کیوں نہ ڈالا۔؟ وہاں تو ایک ایک صحابیؓ کا یہ حال ہے کہ دین کے کسی مسئلہ اور حضورؐ کی کسی سنّت کی خاطر ماحول کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی حضرت حذیفہؓ بن الیمان بہت بڑے علاقہ کے حاکم تھے ایک دن بڑے بڑے امراء، اور رؤساء دیگر قوموں کے موجود تھے. بہت بڑے مجمع میں ان کے ہاتھ سے ایک نوالہ گرا ساتھیوں نے اشارہ سے کہا اسے مت اٹھائیے، اس کا اٹھانا بُری بات ہے فیشن اور ترقی کے خلاف ہے حضرت حذیفہؓ اُن باتوں کو کب خاطر میں لا سکتے تھے ـــــ ایک نوالہ بھی خدا کی دی ہوئی نعمت ہے اگر اس کے ساتھ کچھ آلائش ہے اُسے ہٹا کر کھا لیا جائے تاکہ خدا کی نعمت کی بے قدری نہ ہو اور جب تم بے قدری نہ کرو تو خدا نعمتوں میں اضافہ کر دے گا۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید تو حضرت حذیفہؓ نے اپنے ساتھیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ ان کتوّں کی وجہ سے میں اپنے نبیؐ کی سنّت چھوڑ دوں اور ماحول سے دب جاؤں۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں، پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑے پہنے ہیں، سواری کے لئے اونٹنی ساتھ ہے بعض لوگوں نے اچھے کپڑے اور گھوڑا پیش کر دیا کہ کافر اور مسیحی سب استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا کہ میں ان سے متاثر ہو کر

کیوں اپنی عادت اور تہذیب بدلوں اسی اونٹنی کی سواری میں ان کا غلام بھی شریک تھا، اور شہر میں داخلہ کے وقت اتفاقاً غلام کی باری تھی، آپ نے غلام کو اونٹنی پر بٹھلایا اور خود مہار پکڑے جا رہے تھے۔ یہ تھا ان حضرات کا کردار۔ دین پر عمل کرنے کے لئے سوچ و فکر کا انداز کہ قرآن کے سیاق اور سباق کے مطابق اور حضورؐ کی ہدایات وارشادات کی روشنی میں احکام کا استنباط اور استخراج کیا جائے نہ کہ دیگر اقوام کی تقلید میں اور ماحول کی موافقت میں وحی الہٰی کو تبدیل کیا جائے۔ پیغمبرؐ کو خدا کا حکم تھا۔ ما یکون لی ان ابدّلہ من تلقاء نفسی۔ میری کیا مجال کہ اپنی مرضی سے اس میں تبدیلی کروں۔

مادی اور روحانی ضروریات کا انتظام

جس خدا نے ہمارے لئے دیگر ضروریات پیدا کیں جس نے مادی حاجات سے ہمیں مستغنی کر دیا، اس نے اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لئے وحی بھی نازل کی زبان، عقل، فکر، روح سب خدا نے دیں تو ہدایت اور راہنمائی بھی ہماری اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اس نے دیگر ضروریات کی طرح ابتدائے آفرینش سے روحانی تربیت کی ضرورت بھی پوری فرما دی، آدم علیہ السّلام سے حضورِ اقدس صلعم تک انبیاء کا سلسلہ چلایا۔ کسی کے اوپر کتابی کسی کے اوپر صحیفی اور کسی کے اوپر کلامی شکل میں اپنی ہدایت نازل فرمائی اور حضورِ اقدس صلعم کو علمی لحاظ سے سب سے جامع اور مکمل کتاب دی گئی کہ آپ کا خاص شان علم ہی تھا۔ معراج کی رات جبریل علیہ السلام نے چار گلاس پیش فرمائے، جن میں دودھ، شہد، پانی اور شراب تھا۔ گو وہ شراب جنت کا تھا جس میں سکر وغیرہ نہ ہو گی۔

لا فیھا غولٌ ولا ھم عنھا ینزفون۔ — نہ اس شراب سے سر پھرتا ہے، اور نہ وہ اس کو پی کر بہکیں۔

پھر بھی حضورؐ نے دودھ کے گلاس کو پسند فرمایا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ خدا نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ عالمِ مثال میں حضورؐ نے علم کو پسند فرمایا۔

تمام علوم کا مظہر اور منبع نبئ کریم صلعم ہیں

آج جو ترقیات علمی اور سائنسی آپ دیکھ رہے ہیں یہ پیغمبرؐ کی برکت سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر اپنی امت کے احساسات اور حالات کا اصل منبع ہوتا ہے۔ جیسے کہ استاد شاگرد اور باپ بیٹے میں مناسبت ہوتی ہے، تو حضورؐ کی جو امت ہے خواہ امت اجابت یعنی مسلمان ہیں یا امتِ دعوت ہے، جس میں تمام عالم کے کفار بھی شامل ہیں۔ ان سب میں حضورؐ کے بعد علم کی شان غالب آ گئی امتِ اجابت میں حقیقی معنوں میں کہ جو دینی اور اخروی علوم ہیں اس کی نظیر دیگر امتوں میں نہیں مل سکتی۔ اسی طرح دیگر اقوام کو سائنسی اور مادی علوم میں اسلام آنے کے بعد جو ترقی ہوئی وہ پہلے نہ تھی غرض جو بھی علم دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا مظہر اتم حضورؐ کو بنا دیا گیا تھا۔

وحی اور نبوّت کی جامعیّت و تکمیل

اور جب امت علماً وعقلاً اکمل و مکمل ہے اور زمانہ علم کے عروج اور انتشار کا تھا تو حضورؐ کو جو وحی یعنی کتاب دی گئی وہ بھی جامع اور کامل ہے۔ اور جب قیامت تک حضورؐ کی نبوّت باقی ہے تو اس وحی کو بھی خدا نے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا کہ کسی دشمن اور مخالف کی سیہ کاریوں سے اس میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی، قیامت تک اس کے الفاظ اور معانی و مطالب محفوظ رہیں گے لا یاتیہ الباطل۔ سارا امریکہ اور برطانیہ بھی کسی کی پشت پر کھڑا ہو اور وہ ایک ایک مجلس میں قرآن کے خلاف لاکھوں روپے خرچ کریں، پھر بھی نہ اس میں کچھ داخل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس میں کچھ گھٹا سکتے ہیں۔ قرآن کی حفاظت ہمارے ذریعہ سے نہیں بلکہ ہم خود اس کے ذریعہ سے محفوظ ہیں۔ اور اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو خدا یہ نعمت ہم سے چھین کر اوروں کو دے گا، اور ہم محروم رہ جائیں گے ——— خداوند کریم ہمیں صحیح معنوں میں اس پر عمل کرنے اور اس کی خوشی منانے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن حکیم ایک لافانی کتاب
اور
اس کے تقاضے

حسب ذیل خطاب سے حضرت شیخ الحدیث نے ۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء کو مسجد قاسم علی خان پشاور میں انجمن تبلیغ قرآن وسنت کے دروس کا افتتاح فرمایا (مرتب)

یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔

محترم بزرگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا بے حد ممنون ہوں اور آپ کی اس مہربانی کا شکر گزار ہوں کہ ایسی مقدس مجلس میں جس میں درسِ قرآن کریم کا افتتاح ہو رہا ہے، مجھے شرکت کا موقع دیا، مجھ جیسے کم علم اور بیمار انسان کو اس امر کا لائق سمجھا گیا۔ یہ آپ لوگوں کی ذرہ نوازی ہے۔

درسِ قرآن کی فضیلت

حضرات! درسِ قرآن کی مجلس ان مجالس میں سے ہے جس کے بارہ میں حضورِ اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا:

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتدارسون القرآن الا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم

جب بھی کوئی جماعت اللہ کے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کریم پڑھنے پڑھانے بیٹھی ہو تو رحمت کے فرشتے اسے ڈھانپ لیتے ہیں۔ رحمت

الرحمة وذكرهم الله فی من عنده۔ خداوندی اسے گھیر لیتی ہے اور اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو اپنے مقربین میں یاد کرتا ہے۔

آج اگر کسی معمولی سی عزت اور حاجت کی جگہ پر کوئی ہمارا نام لے لیتا ہے تو اس پر فخر اور خوشی کی جاتی ہے تو جب احکم الحاکمین کے دربار اور ملائکہ کی مجلس میں ذکر آجائے تو کتنی عزت اور خوشی کی بات ہوگی ـــــ دین کے لئے اجتماع میں مجمع کا زیادہ ہونا ضروری نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لفظوں میں ذکر کیا: ما اجتمع قوم گویا جب بھی چند افراد دین کے لئے اکھٹے ہو جائیں وہ اس بشارت اور نزول رحمت و برکت کے مستحق ہوں گے۔

دین کی خدمت تھوڑے اور غریب لوگوں نے کی

یہ خدا کی شان ہے کہ دین کی خدمت ہمیشہ ابتداء ہی سے کم اور غریب طبقہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ وقليل من عبادی الشكور۔ میرے کم ہی بندے شکرگزار ہوتے ہیں۔ مگر ان قلیل افراد نے جب ہمت اور حوصلہ نہ ہارا تو خدا نے ان کے ہاتھ سے اپنی قدرت کاملہ سے وہ وہ کارنامے ظاہر کرائے کہ دنیا حیران ہوئی۔

كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔ بسا اوقات تھوڑی جماعت اللہ کی مرضی سے بہت بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔

مخالفت قرآن

آج ہم اور آپ جس قرآن کے سیکھنے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں دنیا کی اکثریت اس کے سیکھنے پڑھنے تلاوت کرنے اور اس کے معانی و مفاہیم سمجھنے کی مخالفت کرتی ہے اور یہ مخالفت کوئی نئی بات نہیں۔ خود قرآن کریم نے ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔

وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون۔ اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو شور و شغف کرتے رہو شاید تم اس طرح مسلمانوں پر غالب آجاؤ۔

گویا یہ کہا گیا کہ اس مجلس درس میں شمولیت نہ کر بیٹھو، سینماؤں کی سیر کرو، بازاروں کے

ہنگامے دیکھو، ریڈیو سنو اس قرآن کے سننے سے کیا فائدہ

تو قرآن کی اشاعت اور تعلیم کی اس وقت سے مخالفت چلی آرہی ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے سردار کائناتؐ کو مبعوث فرمایا مگر ایک قلیل جماعت حضورؐ کے جان نثاروں کی بھی تھی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ اور ان جیسے چند حضرات حضرت بلالؓ، جامع القرآن حضرت عثمانؓ، فاروق بین الحق و الباطل حضرت فاروقؓ، حضرت سیدنا علیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر باش رہے، قرآنِ پاک سمجھنے سیکھنے کے لیے زندگی وقف کی تو اللہ نے اس قلیل جماعت کے ذریعہ دنیا کو اس وقت بھی منہ توڑ جواب دیا اور اب بھی دیتا ہے اور اعلان ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔

اگر تم رسول کی مدد نہ کرو تو خدا نے اس کی مدد فرمائی ہے ایسے وقت میں جبکہ کافروں نے انہیں مکے سے نکال دیا دو میں سے ایک جبکہ دونوں غار میں پناہ لئے ہوئے تھے جبکہ حضورؐ اپنے ساتھی حضرت صدیقؓ سے کہنے لگے غم مت کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

قرآن کریم اور دین کسی کی مدد کا محتاج نہیں

اے روئے زمین کے باشندو کیا تم سمجھتے ہو کہ ہماری مدد سے یہ دین چل رہا ہے، اسلام کی ترقی ہے، نہیں اگر تم سب روئے زمین کے باشندے اپنی مدد چھوڑ دو یہاں تک کہ مخالفت پر کھڑے ہو جاؤ مگر جب کہ خدا کو قرآن کی حفاظت اور اسلام کی قوت منظور ہے، تو یہ محفوظ اور باقی رہے گا۔ آج دنیا میں قرآن کے مقابلہ میں کئی کتابیں ہیں، انجیل اور تورات جن کا اصل واقعی آسمانی تھا۔ ان کی پشت پر دولت مندوں کی دولت حکومتوں کی قوت، مشنریوں کی چاپلوسی خوش خلقی، خدمت وغیرہ کی شکل میں موجود ہے، دنیا کی قومیں ان کی اشاعت کے لئے مصروف ہیں۔ مگر جس چیز کی حفاظت خدا نہ کرنا چاہے وہ کب محفوظ رہ سکتی ہے آج انجیل اور تورات کا کوئی

حافظ دنیا میں موجود نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ایک غیر محرّف اور صحیح نسخہ مل سکتا ہے   صرف انجیل میں ایک پادری نے کئی ہزار غلطیوں کا اعتراف کیا ہے اور قرآن کی پشت پر نہ حکومت ہے نہ قوت نہ دولت اور اس میں بھی خدا کی حکمت ہے کہ خدا نے حکومت اور قوت کے ذریعہ قرآن کی حفاظت نہیں کرائی۔ دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد آلا ماشاء اللہ عمر بن عبدالعزیزؒ، ہارون الرشیدؒ، اورنگ زیب عالمگیرؒ، غیاث الدین بلبنؒ جیسے گنے چنے حکام اور امراء بھی خدا نے پیدا کئے جنہوں نے قرآنِ کریم کی خدمت کی مگر اس خدمت نے ان لوگوں کو دوام بخشا قرآن اُن کا محتاج نہیں تھا۔ ان لوگوں نے قرآن اور دین کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لی۔ ان میں سے ایک غیاث الدین بلبن کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ محل کی ایک ہزار کنیزوں اور خادماؤں کے لئے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ ہر کنیز قرآن پاک کی حافظہ ہو۔

آج کے عاقبت فراموش حکمرانوں کو اکبرؔ جیسے ملحد سے سبق لینا چاہیئے

ان کی نشستگاہ اور خواب گاہ میں کفن سامنے لٹکا رہتا تھا کہ کسی حالت میں خداوند کریم کی یاد اور موت بھول نہ جائیں، اور یہ تو بلبن جیسے نیک اور پارسا بادشاہ کی حالت ہے۔ اکبرؔ جو بڑا ملحد اور بے دین گذرا ہے۔ اپنی سلطنت اور حکومت کے استحکام کے لئے ایک ایسا دین اس نے بنایا جو عجیب و غریب معجون مرکب تھا۔ تا کہ سب مذاہب والے خوش رہیں ایک ایسا ماڈرن دین بنایا جس سے آج کے بے دین بھی استفادہ کر رہے ہیں ـــــ تو اکبرؔ نے پائیدار حکومت کی امید میں ایک مخلوط مذہب کی داغ بیل ڈال دی جو وید، گرنتھ، بائبل، انجیل اور قرآن مجید وغیرہ سب کا مجموعہ تھا کہ کسی کو شکوہ شکایت کا موقع نہ ملے۔ گویا با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام کا مصداق تھا۔ الغرض اس کی لادینی اور گمراہی کی مثال نہیں ملتی۔ مگر پھر بھی جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اسے قبر اور برزخ کی تنہائی اور تاریکی کا فکر دامنگیر ہوا۔ دماغ پر ایک بار یہ تصور ایسا چھا گیا کہ نیند اچاٹ ہو گئی، وزراء نے اس فکر اور پریشانی دور کرنے کی ترکیبیں سوچیں

اس کے ایک وزیر بیربل نے تسلی دینا چاہی اور کہا کہ بے غم اور بے فکر رہو، مسلمان کہلاتے ہو تمہاری قبر میں حضور اقدسؐ کے انوار و برکات کی روشنی پڑتی رہے گی تو تمہیں وحشت نہ ہو گی۔ تو میرا مقصد یہ نہیں کہ اکبرؔ واقعی اس نور اور برکت کا مستحق ہو سکے گا یا نہیں۔ صرف یہ مقصد ہے کہ اس وقت اکبرؔ جیسے بے دین کو بھی آخرت کی فکر ہوتی —— مگر آج تو اس تصور کو بالکل پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور اس پر ایمان بھی بہت ہی کم لوگوں کا رہ گیا ہے۔ بلبن نے عمر بھر کفن سامنے رکھوایا خادم کو حکم تھا کہ تہجد کے وقت جگا یا کرو، نہ اٹھوں تو چارپائی الٹا دیا کرو کہ کہیں تہجد قضا نہ ہو جائے بلبن جیسے چند افراد تو تاریخ کے روشن ستارے ہیں۔

بیت اللہ کا وادیٔ غیر ذی زرع میں ہونے اور دین کی خدمت غربا سے کرانے کی حکمت

عموماً دین کی خدمت خدا نے حکومت اور اقتدار کے ذریعہ نہیں کرائی، اور اس میں ایسی ہی حکمت ہے جیسی کہ بیت اللہ شریف کا حجاز جیسے خشک اور لق و دق صحرا میں واقع ہونے کی ہے —— آج عشاق ہزاروں روپے خرچ کر کے مکہ جاتے ہیں، اگر وہ خطّہ باغات کا ہوتا نہریں اور چشمے بہتے پھول اور مرغزار ہوتے، یورپ کی تفریح گاہیں ہوتیں تو اقوامِ عالم کہتیں کہ مسلمان سیر و تفریح کے لئے وہاں جاتے ہیں مگر وہ تو وادیٔ غیر ذی زرع (بن کھیتی زمین) ہے نہ سبزہ ہے نہ سیر و تفریح کا سامان خالص اللہ اور اُس کے گھر کی خاطر لوگ جاتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی دوسری قوم اللہ کی خاطر اتنی بڑی تعداد میں کہیں جمع نہیں ہوتی تو اگر دین کی حفاظت خدا نے امرا حکام اور دولت مندوں سے کرائی ہوتی تو مخالفین اسلام طعنہ زنی کرتے کہ یہ دولت اور قوت کے کرشمے ہیں حکومت اور اقتدار اس کی پشت پر ہے —— تو خدا نے تبلا دیا کہ صرف میں ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ — بیشک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

قرآن کی حفاظت

بائبل کی پشت پر سارا یورپ ہے مگر ایک نسخے کا حافظ بھی نہیں اور نہ انجیل کا ایک ایسا نسخہ موجود ہے جس پر سارے عیسائیوں کا اتفاق ہو اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ عیسٰی علیہ السلام کے تھوڑے عرصہ بعد ہی سینکڑوں نسخے رائج ہوئے۔ پھر مروجہ چار انجیلوں کا انتخاب بھی عجیب طرح سے ہؤا کہ ساری اناجیل کو ایک میز پر رکھ کر ہلایا گیا، جو گر گئیں وہ ساقط الاعتبار ہوئیں، اور جو چار نسخے باقی رہ گئے وہ قابلِ عمل سمجھے گئے ـــــ جس کتاب کا انتخاب ایسی مضحکہ خیز قرعہ اندازی سے ہؤا ہو اس کا مقابلہ قرآن کریم سے کب کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی الحمد للہ اس مختصر سی مجلس میں بیس تیس حافظ قرآن موجود ہوں گے اور یہ اس لئے کہ احکم الحاکمین نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

محفوظ چیز کی پناہ لینے والے محفوظ رہتے ہیں

جب قرآنِ پاک محفوظ رہے گا تو اس کے دامن میں جو آجائیں گے وہ بھی محفوظ رہیں گے۔ آج اگر سارے ملک پر بمباری ہو ملک کی کوئی جگہ محفوظ نہ ہو اور حکومت وقت اعلان کر دے کہ اس پشاور کو ہم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اس پر کوئی بم نہ گرا سکے گا تو اگر باہر کے رہنے والے لوگ اپنی حفاظت چاہیں تو اس کا علاج یہی ہو گا کہ سب لوگ اسی شہر میں آجائیں۔ گویا محفوظ رہنے کے لئے محفوظ جگہ میں ہونا ضروری ہے تو قرآن پاک جو محفوظ ہے اور جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالٰے نے لی ہے، اس کے دامن میں جو آجائے گا وہ بھی محفوظ رہے گا۔

قرآن پاک کا مقابلہ ناممکن ہے

جس طرح اللہ کی مخلوقات مثلاً آسمان زمین چاند سورج کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا کہ اسی طرح ایک چیز پیدا کر کے کھڑی کر دیں اسی طرح اللہ تعالٰے کی صفات کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا، جب قرآن کریم خدا کی صفت ہے تو اس کا مقابلہ بھی ناممکن ہے چودہ سو سال گذر گئے ہیں مگر ہم آج بھی چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی ایسی آیت تبلا دو جس میں حضورِ اقدس

کے بعد کسی قسم کی تبدیلی آئی ہو۔ کوئی دشمن اور مخالف یہ دعویٰ نہیں کرسکتا ــــ خداوند کریم
نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جس شکل میں اسے نازل فرمایا وہی الفاظ ہُو بہو آج
بھی موجود ہیں ــــ اس طویل عرصہ میں کتنے انقلاب آئے، پاکستان تواب قائم ہُوا،
تاتاریوں کے فتنہ چنگیز اور ہلاکو کی فتنہ سامانیوں کی مثال نہیں ملتی، چن چن کر علماء اور
صلحاء کو انہوں نے ختم کیا، اسلامی آثار اور معابد مٹا دیئے۔ قرآنِ کریم کے نسخے اور
اسلامی علوم کے ذخیرے دریاؤں میں ڈبو دیئے اور حجاج بن یوسف نے ایک لاکھ
سے زائد علماء و صلحاء تابعین اور حفاظ قرآن کو قتل کیا انگریز سارے عالمِ اسلام پر
چھا گیا۔ مگر قرآن پاک کی حفاظت خدا نے اس پورے عرصہ میں کی اس نے جو حفاظت
کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا ــــ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔
اور اللہ تعالےٰ سے زیادہ بات کا سچّا کون ہوسکتا ہے۔

ہر دَور میں وعدۂ حفاظت کا ظہور

خداوند کریم عموماً اسباب کے ذریعہ کام کرواتا ہے۔ تو قرآنِ کریم کے سلسلہ
میں اس وعدۂ حفاظت کا ظہور بھی اس طرح ہوتا رہا کہ ہر دَور میں اپنے مقبول بندوں
اور عباد صالحین کے دلوں میں اس کی تعلیم اور تعلّم اور حفاظت کی تڑپ ڈال دی، اور جب
بادشاہ کسی اہم کام کے کرنے کا اعلان کر دیتا ہے تو ــــ معتمد ترین اور چیدہ چیدہ
افراد کو اس کام پہ مامور کر دیا جاتا ہے ــــ تو خدا نے جس قوم اور جس فرد کو یہ جذبہ دیا کہ
قرآن سنے، سیکھ لے اور لوگوں کو سنا دے تو یہ اس کی سعادت مندی اور مقرب و مقبول
خدا ہونے کی نشانی ہے کہ خدا نے ایسے جلیل القدر کام کے لئے اس کا انتخاب فرمایا ورنہ
اس کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔ یمنون علیک أن اسلموا قل لا
تمنّوا علی اسلامکم بل اللہ یمنّ علیکم ان ھداکم
للایمان۔ یہ احسان خدا کا تمہارے اوپر ہے، وہاں تو مخلوق کی بے حساب درخواستیں

ہیں کہ کسی کام کے شرف سے نوازدو مگر اس نے تمہیں اپنی غلامی میں لیا تمہارا احسان نہیں بلکہ اس کا کرم ہے کہ تمہارے دلوں میں دین کی تڑپ ڈال دی اور تمہیں فانی کی بجائے باقی اور دائم کتاب سے جوڑدیا جو خود محفوظ ہے۔ تو تمہیں بھی محفوظ بنا دے گی۔

مسلمانوں کی ترقی صرف قرآن سے ہے

اگر افسوس کہ آج مسلمان بھی اپنی حفاظت اور ترقی دیگر امور میں تلاش کرتے ہیں، حقیقی ترقی اور حفاظت تو قرآن اپنانے سے نصیب ہو سکتی ہے کاش اسلامی کے دعوؤں کے ساتھ ساتھ آج کے بد دینوں میں کچھ تو جذبہ قرآن کی خدمت کا ہوتا۔ آج زراعت اور صنعت کے لئے وقت نکال سکتے ہیں، تفریح اور سینماؤں کے لئے مخصوص وقت ہے۔ مگر درس قرآن اور تعلیم دین کا شغف نہیں رہا۔

غیر محتاط گفتگو کا وبال

اور کہا جاتا ہے کہ یہ مولویوں کا کام ہے، ہمیں اتنی فرصت کہاں ــــ اور کئی ایسے طنزیہ جملے بولتے ہیں، یہ ایسے طنزیہ جملے ہیں کہ اگر رحمۃ للعالمین کی دعائیں نہ ہوتیں اور اس کی امت میں شمار نہ ہوتے تو ایسے جملوں سے لوگوں کے چہرے خنزیر اور بندروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے مگر حضورؐ کی دُعا تھی کہ اے اللہ میری امت کو خسف اور مسخ سے محفوظ رکھ اگر یہ دعا نہ ہوتی تو ایسے جملوں سے نہ معلوم کیا کیا عذاب دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ــــ افسوس کہ مسلمان بلا سوچ سمجھ طنز و مذاق اور تمسخر کی شکل میں ایسی ایسی باتیں منہ سے نکال دیتے ہیں جس سے سارے اعمال صالح ضائع ہو جاتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا کہ مسلمان کو حبط اعمال کا ہر وقت خطرہ رہنا چاہیئے۔ حضرت حسن بصریؒ ہر وقت متفکر خاموش اور پریشان رہتے کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ کیا خبر غفلت میں کوئی ایسی بات منہ سے نکلی ہو جس سے ایمان اور اعمال سب کچھ ضائع ہو چکے ہوں ــــ الغرض خدا کا کلام خدا کی صفت ہے خدا اور اس کی صفات باقی ہیں۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو اس کے ساتھ وابستہ کیا وہ بھی باقی بن گئے۔

قرآن کے انوار و برکات کا مشاہدہ

صاحبِ کشف بزرگوں پر جب اس کے برکات وانوار کا انکشاف ہُوا تو انہوں نے قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا واحد مقصد بنا لیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے قرآن مجید کے درس و تدریس اور ترجمہ و تفسیر کو عمر بھر اپنا مشغلہ بنایا تو حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ جو صاحب کشف بزرگ تھے، حدیثِ رسولؐ کے عاشق تھے، وصیت فرمائی تھی کہ وصال کے وقت حدیث کی تلاوت کرتے رہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ غالباً انہوں نے اپنا کشف بیان کیا کہ شاہ عبدالقادر مرحوم کی تدفین کے وقت چاروں طرف سے ۴ میل کے رقبہ سے عذابِ قبر اٹھایا گیا۔ ایک شاہ صاحب کی برکت سے اتنا فائدہ ہُوا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ یہ بجلی کی روشنی ہے، یہ بجلی کا پنکھا چل رہا ہے کسی خاص آدمی کے لئے مگر فائدہ اوروں کو بھی پہنچ رہا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا احمد علیؒ کی مثال

ہمارے استاذ الاستاذ حضرت شیخ الہندؒ سے زندگی بھر کی سب سے زیادہ قابلِ قدر دینی خدمت کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جس سے آخرت کی نجات کی امید وابستہ ہو تو فرمایا کہ میں نے حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کو بامحاورہ کر دیا ہے، یہ اس بزرگ کا ارشاد ہے جس کے مساعی جمیلہ کی بدولت آج ہم آزاد ہیں، انگریز نے کہا کہ اگر ہم انہیں جلا بھی دیں تو ان کی راکھ سے بھی برطانیہ برباد کی آواز آئے گی۔ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ نے ساری بغاوت کو حضرت شیخ الہندؒ کی کاروائی قرار دی ہے، مالٹا کی اسارت، اللہ کی راہ میں جہاد اور تکالیف یہ سب خدمات جلیلہ اور قابلِ نجات اعمال تھے۔ مگر پوچھنے والے کے جواب میں آنسو جاری ہوئے اور فرمایا مجھ جیسا مجبور ونا تو ان کیا خدمتِ دین کر سکے گا ـــــ ہاں مگر حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے اور اسی خدمت کو بغل میں دبائے خدا کے ہاں حاضر ہوں گے۔

اسی طرح حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم شیخ التفسیر لاہوریؒ کی مثال آپ کے

سامنے ہے، چالیس پچاس سال تک قرآن پاک کا درس دیا۔ جب ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے بعض طالب العلم دورۂ حدیث سے فارغ ہوکر وہاں درس میں شرکت کرتے تو بے حد خوش ہوکر دعائیں دیتے۔ درس میں ایک ایک طالب العلم بڑھنے سے خوش ہوتے۔ قرآن کی خدمت نے ان کو کیسا دوام بخشا کہ وصال کے بعد قبر مبارک کی مٹی سے عجیب خوشبو لاکھوں لوگوں نے محسوس کی دس بیس دن بعد میں نے خود جاکر قبر مبارک کی مٹی سونگھی اور ایک عجیب کیفیت پائی ؎

جمالِ ہمنشین درمن اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

امام بخاریؒ کے مزار سے ۶ ماہ تک خوشبو آتی رہی جو حدیثِ رسولؐ کی برکات کا ظہور تھا مٹی اُٹھا اُٹھا کر لے جاتے لوگ۔ قبر کو بھر دیتے تھے اور وہ پھر خالی ہو جاتی تھی۔ آخر لوگوں نے دُعا کی تو اس کرامت کا ظہور بند ہوا۔

آیت کی تشریح

اب مختصراً اور تبرکاً جو آیت ابتداء میں پڑھی گئی ہے۔ اس کی تشریح کرتا ہوں۔ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ خدا کی پاکیزگی تسبیح اور تقدس کرتی ہے۔ ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے کہ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ منبع الکمالات ہے، سارے عالم کے کمالات اسی سے ہیں۔ جہاں کہیں علم ہے یا طاقت ہے اور شجاعت ہے جو بھی خوبی پائی جاتی ہے، یہ اسی کی کرشمہ سازی ہے، چاند اور سورج اور ستاروں کو یہ حسن کس نے دیا؟ اور کس نے انہیں پیدا کیا۔؟ کافروں کو بھی اعتراف ہے کہ خدا نے پیدا کیا۔

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله۔   اگر ان مشرکین سے تو پوچھ لے کہ یہ زمین اور آسمان کس نے پیدا کئے، تو جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے۔

یوم المیثاق کا سبق

آج کمیونزم پھیل رہا ہے، دہریت کا پرچار ہے، مگر واللہ العظیم جو سبق ہمیں یوم المیثاق میں دیا گیا ہے دلوں میں بے اختیار سمایا ہوا ہے وہ سبق الست بربکم کا تھا جب خداوند تعالے نے تمام مخلوق سے دریافت کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب نے یک زبان ہو کر کہا بلی انت ربنا بے شک تو ہمارا رب ہے۔ یہ ایمان کی چنگاری ایسی دبی ہوتی ہے، جیسا کہ ہیرا یا انگارہ راکھ میں دب جاتا ہے مگر ذرا سی ہوا لگے تو چمک اٹھتا ہے اور انگارہ جلنے لگتا ہے۔ روس میں مخالف خدا تحریک کا بڑا لیڈر جب مرنے لگا تو اس کے منہ سے بے اختیار خدا کا نام نکلا آج بھی یہ لوگ خدا سے ہٹ کر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودات باطلہ کی کسی نہ کسی شکل میں پرستش کر رہے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے رہنماؤں اور اپنی تحریک کو انہوں نے خدا اور مذہب جیسا مقام دیا ہوا ہے جس سے وہ اپنی روحانی تشنگی کی تسکین کرنا چاہتے ہیں۔

مصیبت میں ہر شخص خدا کی طرف لوٹتا ہے

فرعون عمر بھر خدائی کا دعویٰ کرتا رہا مگر جب موت آئی تو امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل کہنے لگا کہ میں ایمان لایا اس رب پر جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے، مگر فرشتے نے منہ میں کیچڑ ٹھونس دیا کہ اب ایمان لاتا ہے، اس سے قبل تو تو بڑا سرکش اور نافرمان تھا ـــــ پچھلے دنوں ذرا تیز زلزلہ آیا تو ساری سرکشی اور نافرمانی اور ساری ہلچل ختم ہو گئی، ہر شخص پیشانی کے بل زمین پر گر پڑا اور سجدہ میں اللہ کو پکارنے لگا، کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں لوگ خدا کے سامنے گڑگڑا نہ رہے ہوں، تو یہ خداوند کریم کا تسلط دلوں پر ـــــ ۔ اور ہر دہری مرنے کے وقت ایمان لانے لگتا ہے مگر اس وقت کا ایمان فائدہ نہیں دیتا۔ تو خدا کے وجود کا علم ہمیں یوم المیثاق میں دیا گیا۔ سب کے ارواح نے پکار کر ربوبیت باری تعالیٰ کا اعتراف کیا اب مسلمان تو خوشی اور مرضی سے کفار اور فساق سختی کے وقت اس کا اعلان کرتے ہیں مگر ایمان خوشی کا معتبر ہوگا،

اختیار اور مرضی کا موجب نجات ہوگا ــــــ تو یہ خدا کی قدرتِ کاملہ کا ایسا ظہور ہے جس سے انکار کرنا جاہل کا کام ہے ــــــ

کائنات کا ہر ذرہ خدا کی تسبیح کرتا ہے

یہ جو آیت میں ارشاد ہوا کہ عرش سے لے کر فرش تک کائنات کی ہر چیز خدا کی پاکیزگی کرتی ہے کہ خدا ہر عیب سے منزّہ ہے تو ہر چیز میں واقعی زندگی ہے اور اس کے مناسب علم بھی ہے کل قد علم صلوتہ و تسبیحہ۔ کائنات کی ہر چیز اپنی نماز اور تسبیح کو جانتی ہے اور آج کی سائنس اسلام کے دیگر اصولی مسائل کی طرح اس بات کی بھی تائید کر رہی ہے کہ ہر چیز میں ایک خاص قسم کی زندگی ہے، آگ کو خدا نے خطاب کیا اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا تو فوراً ٹھنڈی ہوگئی، بحیرۂ قلزم کو خطاب ہوا کہ پھٹ جا تو، فوراً پھٹ گیا۔ زمین کو حکم ہوا کہ پھٹ کر قارون کو دھنسا دے تو فوراً پھٹ گئی۔ ہوا کو حکم دیا کہ عاد و ثمود کو الٹا دے تو فوراً تعمیل حکم ہوا۔ اگر انہیں ادراک، علم اور زندگی نہ ہوتی تو خدا کا حکم کیسے سنتے۔

اسباب میں تاثیر ڈالنے والی بات

افسوس کہ آج ہماری نظر صرف آلات اور اسباب پر رہ گئی ہے۔ مذہب اور غیبی باتیں دوسرے درجہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر خدا کی مدد نہ ہو اور صرف آلات و اسباب ہوں تو یہ کچھ بھی کارگر نہ ہو سکیں گے۔ آلات اور اسباب میں تاثیر ڈالنے والی ذات کے ہاتھ میں سب کچھ ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب چاہے کسی چیز کا ہونا تو کہہ دیتا ہے ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔

دیوبند کے طالب العلمی کے زمانے میں ایٹم بم اور سائنسی ترقیات کے حالات سن کر کچھ حیرانی سی ہو جاتی تھی کہ اب مسلمان کیسے فتح پائیں گے۔ اسی اثناء میں قیامت سے پہلے قسطنطنیہ کے فتح ہونے کی حالت پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ اللہ اکبر کے ایک نعرہ سے سارا قلعہ

گرجائے گا، تو شبہ رفع ہوا کہ مسلمانوں کے پاس ایک ایسی طاقت ہے کہ ایک نعرہ تکبیر دس لاکھ بموں کا کام دے سکتا ہے۔ اور اس زمانہ میں کیا ان چیزوں کا ظہور نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے، مگر ایمان کامل کی ضرورت ہے

خدا سے کٹ کر ہم ہرگز ترقی نہیں پا سکتے

مسلمانوں کو خدا سے کاٹ کر دیگر قوموں کی صف میں کھڑا کرنے سے ہرگز یہ قوم ترقی نہیں پا سکتی۔ ٹھیک ہے ترقی کرتے رہو مگر دوسری طرف اپنے مقصدِ تخلیق کو مت بھولو

ایک طرف فرعون کی ساری طاقت اور ترقی، دوسری طرف حضرت موسیٰؑ کی ایک لاٹھی نے سمندر میں راستے بنا دئے، سڑکیں بن گئیں، خشک بھی ہو گئیں، دریچے بھی لگ گئے، تازہ ہوا اور روشنی بھی آ رہی ہے۔ ایک راستہ والے دوسرے راستہ والوں کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔

خدائی سائنس اور انسانی سائنس

یہ تھی ایک لاٹھی عصائے موسیٰؑ کی سائنس، ادھر فرعون کی ساری سائنس اور ترقیاتی منصوبے، ساری قوت، سارا نظام پلک جھپکنے میں ختم ہوا ـــــ الغرض ساری کائنات خدا کی عبادت اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ پھر ان عظیم اجرامِ کائنات کے مقابلہ میں ہماری حیثیت کیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جو اللہ کی بندگی میں مشغول فرشتوں سے خالی ہو، سوئی رکھنے کی جگہ نہیں۔ آسمان فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے بوجھل ہو رہا ہے۔

اور جو کچھ ان زمینوں میں ہے، ان کا بھی یہی حال ہے۔ کیا یہ کافر بھی خدا کی تابعداری پر تکوینی طور پر مجبور نہیں ہیں ـــــ خدا کے حکم سے وہ بیمار ہوتا ہے، مرتا ہے، بچ نہیں سکتا، سر میں درد ہو تو کراہنے لگتا ہے، کھانا نہ دے تو نہیں رہ سکتا۔ اس کی موت و حیات، عزت اور ذلت اُسی کے اختیار میں ہے۔ مگر اس کی بدقسمتی ہے کہ کسب و اختیار کے درجہ میں جو چیز تھی اُس کے لئے آمادہ نہیں ہوتا ـــــ

صفات کی ترتیب اور باہمی ربط

المَلِکُ[۱] خدا شہنشاہ ہے حاکم ہے۔ القُدُّوسُ[۲] ظلم سے پاک ہے اس جیسی بادشاہت کہیں بھی نہیں۔ مگر اس کی شان ہے کہ ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ مقدس اور پاک ہے۔ العزیز[۳] غلبہ کا مالک ہے ایک آن بسیط میں یہ ساری کائنات مٹا سکتا ہے۔ سمندر کو حکم دے کہ پٹرول ہو جا، تو بھڑک اُٹھے، زمین پگھل جائے۔ آندھی کو حکم دے کہ سارے پہاڑوں کو اٹھا کر دنیا میں پھیلا دے، کوئی اُسے اپنے ارادہ سے روک نہیں سکتا، الحکیم[۴]۔ حکمت والا ہے، اس کا کوئی حکم بغیر حکمت اور فائدہ کے نہیں۔

چار صفات یہاں بیان ہوئیں اور جب وہ ہر عیب سے پاک ہے ہر کمال سے متصف ہے تو اس کے قانون، احکام، کلام اور تمام ہدایات میں بھی کوئی عیب اور نقص نہ ہوگا۔

کوئی شخص قرآن میں تحریف و تبدیل کا مجاز نہیں

آج بدقسمتی سے مسلمان یا تو سرے سے اس کتاب سے بے خبر ہیں اور جو قرآن قرآن کرتے ہیں ان میں سے بھی بعض کا نعرہ ہے کہ ملّا کا قرآن چھوڑ دو، گویا مقصد یہ ہے کہ یہ تو خدا کا قرآن ہے اسے چھوڑ دو۔ اپنی خواہشات کے مطابق قرآن گھڑ لو تو مگر صاف کہہ نہیں سکتے تو ملّا پر اپنا غصہ نکالتے ہیں۔

قرآن اور تجدد پسند ملحدین

اور چاہتے ہیں کہ قرآن تو مانیں مگر اس کے احکام نہ مانیں کہ یہ احکام سود، شراب، جوا کی حرمت نہیں چل سکتے، انہیں بدل دو، حالات اور ظروف کے سانچے میں انہیں ڈال دو۔ حالانکہ بدلی جاتی ہے وہ چیز جس میں نقصان ہو۔ جیسے حکیم اور ڈاکٹر کے نسخوں میں ترمیم ہوتی رہتی ہے —— تو کیا خدا کے کلام میں نقص ہے؟ معاذ اللہ کہ اس میں ترمیم ہو اور ترمیم کا حق بھی ہر ایرے غیرے کو ہو۔ بس جس نے چند روز کسی یہودی یا عیسائی کی شاگردی کی ہو۔ انگریز سے شرف تلمذ حاصل کر چکا ہو اُسے قرآن میں ترمیم کا حق دیا جاوے۔ اور یہ جو باتیں ہیں یہ عہدِ جاہلیت ہی کی نقالی ہے کفار

نے حضورؐ سے اس قسم کی خواہشات کا اظہار کیا کہ بعض احکام زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتے انہیں ذرا سا بدل دو، خداوند تعالےٰ نے حضورؐ کو فرمایا کہ کہہ دیجئے:

ما یکون لی ان ابدّلہ من تلقاء نفسی ان اتّبع الا ما یوحیٰ الیّ۔	مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں اسی چیز کی پیروی کروں گا جس کی مجھے وحی ہوئی ہو۔

تبدیلی تو وہ شخص کر سکتا ہے جس کا علم اور قوت اللہ سے زیادہ ہو، صدرِ مملکت یا ڈپٹی کمشنر یا کسی کمشنر کے حکم کو کوئی بھنگی نہیں تبدیل کر سکتا — بہر تقدیر بے عیب ذات کا کلام اور دستور بھی بے عیب ہوتا ہے۔ اس لئے اس قرآن کی ہر دفعہ، ہر آیت، اور ہر حکم بے عیب ہے۔ تو اسے تبدیل کرنے کی بجائے زانو تہ کر کے اور سرِ تسلیم خم کر کے اسے مان لو۔

قانون کے بغیر ملک اور حکومت

جب وہ الملک ہے، بادشاہ ہے۔ تو کیا ایسا ملک کہیں ہے جہاں بادشاہ ہو اور حکم یا قانون نہ ہو اور جب ہم سب اس کی رعایا ہیں تو ہمارے لئے بھی کوئی قانون ضروری ہے، اور وہ ہے قرآن، اور پھر اتمام حجت کے لئے ساری دنیا کے کونے کونے میں اس آواز اور قانون پہنچانے کا بھی غیبی انتظام ہو رہا ہے۔ ابتدائی صدیوں میں ایک ایک درس میں ہزاروں دوات قلم گنے جاتے تھے مگر جب آج شوق نہ رہا تو خدا نے ریڈیو، اخبار، ٹیلی ویژن کے ذریعہ اس کے پہنچانے کا انتظام کر دیا کہ وہ القدوس ہے، یعنی ظالم نہیں ہے۔ کہ بغیر نوٹس اور آرڈر جاری کئے کسی کو پکڑ لے اور اگر کوئی کہے کہ میں تو قوت اور طاقت والا ہوں، مجھے قانون ماننے کی کیا ضرورت ہے، قانون کی گرفت سے بچ جاؤں گا۔ تو فرمایا العزیز کہ وہ زبردست قوت والا ہے، اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی، سب پر زور آور ہے۔ قوم صالح ثمود عاد فرعون اور ابھی ابھی اس زمانہ کے فرعون امریکہ کو ویت نام میں ختم کر دیا۔ سکندر مرزا اور غلام محمد کو ختم کر دیا۔

استدراج پھر اگر کوئی کہے کہ ہم تو عرصہ سے بدعملی اور نافرمانی میں مبتلا ہیں، بغاوت کر رہے ہیں، مگر ہمیں تو پکڑا نہیں جاتا۔ تو فرمایا الحکیم وہ حکیم ہے، حکمت کا تقاضا ہے کہ مہلت دی جائے۔ وہ حلیم اور بردبار ہے۔ گرفت میں ڈھیل دیتا ہے۔ بچپن کے بعد جوانی، جوانی کے بعد بڑھاپے اور پھر ہرم کا موقعہ دیا کہ اب تو قبر کے کنارے پر کھڑے ہو، اب تو کچھ بندگی کر لو۔ـــــ پس ایسی ذات قدسی صفات کی طرف سے ہے یہ کتاب تو اتنی بڑی نعمت کی بے قدری اور ناشکری کا انجام کیسا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

باب ۳

تذکارِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وحی، رسالت، تعلیمات و فرائضِ اُمّت

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کائنات میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت

(خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد راولپنڈی صدر)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ـــــ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدء الاسلام غریباً وسیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی - او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام -

اللہ کی بے حد و حساب نعمتیں

میرے محترم بزرگو! خداوند کریم کی نعمتیں جو بے شمار اور لاتعدّ و لاتحصٰی ہیں، جس قدر نعمتیں ہیں یہ سب کے سب اللہ جل مجدہٗ کی طرف سے ہیں وما بکم من نعمۃٍ فمن اللہ اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں، جو کچھ نعمت تم پر ہے چاہے وجود کی نعمت ہو یا وہ قوئ جن پر جسم انسانی مشتمل ہے - یہ تمام نعمتیں جو تمہیں دی گئی ہیں، ان سب کا دینے والا اللہ جل مجدہٗ ہیں - اور خصوصاً انسان کے اوپر جو احسانات ہیں اللہ تعالےٰ کے وہ تو ان گنت ہیں - انسان کو اکرمیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی ولقد کرمنا بنی آدم اس کو عزت اللہ رب العزت نے عطا فرمادی، اسے اپنی صفاتِ کمالیہ کا مظہر بنادیا - یہ دیوار ہے تو وجود تو اس کو بھی دیا مگر یہ سننے والا نہیں دیکھنے والا نہیں ہے - اس کے لئے صفتِ سمع وبصر اور صفتِ علم نہیں ہے مگر انسان کو اللہ نے سمیع بنایا، بصیر بنایا، عالم بنایا اپنے صفات کا مظہر اور اپنا خلیفہ اس کو بنایا - تمام عالم میں صرف اسے اجازت دی کہ تم قانون کے ماتحت رہ کر اس میں تصرف کر سکتے ہو - ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا - اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے منفعت کے لئے یہ سب چیزیں پیدا کیں - یہ چاند ہے یہ سورج ہے

یہ زمین ہے، یہ پانی اور یہ ہوا ہے۔ یہ سب کے سب انسان ہی کے لئے ہیں۔ وسخرلکم مافی السموات والارض اللہ نے آسمان اور زمین کی سب چیزوں کو تمہارے حق میں مسخر کردیا۔ واسبغ علیکم نعمۃ ظاھرۃ وباطنۃ ——ڈھانپ لیا تم کو خدا نے اپنی نعمتوں سے خواہ وہ ظاہری نعمتیں ہوں یا باطنی، واقعی انسان کے اوپر جو اللہ کا فضل وکرم ہے اس کا حد وحساب نہیں —— وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔

نعمتوں کا استحضار اور شکریہ

اس ایک آنکھ کی قیمت ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ جو زبان اللہ نے دی ہے اس کی قیمت ہمارے پاس نہیں ہے۔

غالباً ہارون الرشید تھے یا کوئی اور، کسی عالم اور عارف سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تو انہوں نے فرمایا —— دیکھو اگر تم کسی وقت کسی جنگل میں پھنس جاؤ اپنے ساتھیوں سے بھی الگ ہو جاؤ اور گرمی کی شدت کی وجہ سے تمہیں حد سے زیادہ پیاس لگے اور تم سمجھ گئے کہ اب پیاس کی وجہ سے میرا آخری وقت آگیا ہے۔ زندگی سے مایوس ہو چکے جتنا بھی پانی تلاش کیا اتنی ہی گرمی اور پیاس بڑھ گئی۔ ایسی حالت میں ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں ایک گلاس پانی ہے، اور آپ اسے کہتے ہیں کہ مجھے یہ پانی پلاؤ وہ کہے کہ مفت نہیں پلاتا اس کی قیمت وصول کروں گا تو بتلائیں آپ کتنی قیمت اس کو ادا کرسکیں گے۔ ہارون نے سوچ کر کہا کہ اگر وہ مانگے تو میں آدھی سلطنت اس کو دے دوں گا، اس لئے کہ پیاس سے مرنے سے بہتر یہ ہے کہ میرے پاس ہزاروں میل کی حکومت نہ ہو۔ آدھی اسے دے دوں مگر زندہ تو رہوں گا، پھر اس عالم نے فرمایا کہ اگر آپ نے پانی پی لیا مگر وہ پانی بند ہوگیا۔ دوسرے راستہ سے اسے پیشاب کی شکل میں نکلنا تھا مگر پیشاب بند ہوگیا اور نکلنے کی کوئی صورت تمہارے پاس نہیں رہی، تم درد کی وجہ سے تڑپ رہے ہو۔ کراہ رہے ہو، ایسے وقت میں کہ آپ زندگی سے مایوس ہوگئے، ایک شخص آپ کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس اس کی دوائی ہے، پلا دوں گا تو پیشاب نکل

جائے گا۔ اور تمہاری زندگی بچ جائے گی مگر مفت نہیں دیتا اس کی قیمت لوں گا، تو بتلاؤ کہ کتنی قیمت دے سکو گے، ہارون نے کہا کہ میری آدھی سلطنت جو باقی ہے اگر وہ مانگنا چاہے تو اسے دے دوں گا۔ اس عالم نے کہا کہ دیکھو اس سے اللہ کی نعمتوں کا اندازہ لگا لو کہ ہم ایک گلاس پانی کی قیمت بھی ادا نہیں کر سکتے پھر اس ساری سلطنت کی کیا حقیقت ہے جبکہ ایک گلاس پانی پینے اور اس کے نکل جانے میں خرچ ہو جائے تو ہمارے اوپر جو کروڑوں نعمتیں ہیں کبھی ہم نے ان کا استحضار کیا ہے؟ اور دنیا کی حقیقت پر کبھی غور کیا ہے؟ یہ جو قضائے حاجت کے لئے انسان چلا جاتا ہے۔ فراغت نصیب ہو جاتی ہے، اطمینان قلب ہو جاتا ہے یہ بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جب قضائے حاجت کے لئے جائے تو پاخانہ داخل ہوتے ہی پہلے بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث کہہ دے اور جب فارغ ہو جائے اور باہر نکل آئے تو کہہ دے الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی۔ (او کما قال علیہ السلام) اور حدیث میں آتا ہے کہ جب قضائے حاجت ہو جائے تو کہہ دے غفرانک۔ یا اللہ میری توبہ قبول کر میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ہر کام میں نعمت اور نصیحت کا پہلو

ذرا دو منٹ سوچ لینا چاہیئے کہ کہاں سے گندم چلی آئی ہے۔ امریکہ سے آئی، کہاں کہاں سے آئی ——؟ کس کاشتکار نے بوئی، کس نے کاٹی، کس نے صاف کی اور پھر کن کن ذرائع سے راولپنڈی پہنچی، پھر میں نے اس کو کھایا، اس کے اصل اجزاء میرے جسم کا خون اور گوشت بنے اور جو فضلہ تھا وہ میرے بدن سے نکلا، تو گویا یہ خدا کی کروڑوں نعمتیں ایک نوالہ میں سمٹ آئی تھیں پھر استفراغ ہوتا ہے تو اس میں بھی کروڑوں نعمتیں اللہ کی ہیں۔ اب اس پر غور کر چکا، تو کہہ دے یا اللہ اب تک تیری نعمتوں کی ناشکری کی آپ کی مغفرت چاہتا ہوں۔ غفرانک۔ اور کہہ دے کہ وہ ذات خوبیوں کی مالک ہے جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی۔

الغرض قضائے حاجت میں بھی عبرت اور نصیحت کا اتنا پہلو نکل آیا۔

عبادت اور حقیقت شناسی کا پہلو

اس طرح غور و فکر کرنے سے ہماری زندگی کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے۔

استفراغ میں یہ نیت کی کہ فراغت ہو تو میرا خیال اور دھیان عبادت کے دوران کسی اور طرف نہ رہے گا۔ اس نیت سے قضائے حاجت بھی عبادت بن جائے گی۔ حدیث میں ہے لا یصلین احدکم وھو یدافع الاخبثین۔ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھو کہ تمہیں پیشاب اور قضائے حاجت نے پریشان کر رکھا۔ اسی طرح بول و براز کو دیکھ کر اپنی حقیقت پر بھی غور ہو سکتا ہے کہ ایسے ہی ذلیل پانی سے اللہ نے ہمیں پیدا کر کے احسن تقویم بنایا۔ ورنہ ہماری کیا حقیقت تھی، اس طرح انانیت مٹ جائے گی کہ ہماری ابتدا کس چیز سے ہوئی۔ پھر اب بھی جسم کے اندر ہی غلاظت بھری ہوئی ہے، مگر اللہ نے حسن اور طہارت کا پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر مرنے کے بعد بھی انجام جسم کا گل سڑ جانا ہے اولك عذرہ۔ تیری ابتدا گندہ پانی سے تھی اوسطك قذرہ ساری زندگی غلاظت جسم میں بھر کر پھر رہا ہے وآخرك مذرہ اور انجام کار مر کر ریزہ ریزہ ہو جانا۔ الغرض ان انعاماتِ ربانی کو سوچنے سے قضائے حاجت بھی ایک بہت بڑی نصیحت بن جاتی ہے۔

قضائے حاجت جیسے عمل کے بھی آداب ہیں

اسی لئے اسلام نے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے بھی آداب سکھائے۔ کتنے پتھروں سے استنجاء کرنا چاہیئے؟ اور کس ہاتھ سے؟ استنجاء کا طریقہ سکھایا۔ کن کن مقامات پر استفراغ کے لئے بیٹھنا چاہیئے اور کہاں کہاں نہیں۔ کس طرف رخ کرنا چاہیئے اور کس طرف نہیں۔ الغرض ستر آداب علماء نے قضائے حاجت کے بھی لکھے ہیں اگر ان کا لحاظ کر لیا جائے تو اس ایک عمل میں جو طبعی اور غیر اختیاری ہے ستر عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

نعمتِ خداوندی کی قدر و قیمت

تو بھائیو! ایک گلاس پانی اور ایک نوالہ کھانے پر اگر سوچو تو تمام سلطنت و دولت اور حکومت

کے مقابلہ میں خدا کی صرف ایک نعمت بھی بھاری معلوم ہوگی، ہم تو اس کی قدر اور صحیح ادراک بھی نہیں کر سکتے وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ جس طرح ان نعمتوں کا شمار کرنا محال ہے۔ اسی طرح کسی نعمت کی پوری قدر و قیمت کا اندازہ لگانا بھی ہمارے بس میں نہیں۔

یہ جو ہوا ہے جس کی ہماری نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ اللہ کی شان ہے کہ جو چیز بہت ہی ضروری اور اہم ہے اور اس پر زندگی کا مدار ہے اسے اتنا ہی عام اور مفت کر دیا کہ کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے یہ خدا کی خاص مہربانی ہے اگر ہوا بھی کسی کے کنٹرول میں دے دی جاتی تو ہماری زندگی ختم ہو جاتی۔ ہر وقت ہم سانس لیتے ہیں ذرا سا اگر اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ رُک جا تو سارا کام تمام ہو جاتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ہم نعمت شمار ہی نہیں کرتے۔ ہماری توجہ بھی ادھر نہیں جاتی۔

نعمت باطنی کی تکمیل

یہ تو ساری نعمتیں ظاہری تھیں اور ان سب سے بڑھ کر جو نعمت دی اور جس کی خاطر یہ تمام نعمتیں وسیلہ اور ذریعہ بنا دیں۔ اور جس وجہ سے انسان کو شرافت اور کرامت اور اپنی خلافت سے نوازا وہ اسلام کی نعمت تھی۔ ہم کو اللہ جل مجدہٗ نے مسلمان بنایا، اسلام کی نعمت عطا فرما دی۔ پھر یہ نعمت تمام انبیاء کے ذریعے ان امتوں کو دی، مگر اس نعمت کی تکمیل اور اسے اتمام تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچا دیا۔ عبدیت جو مقصد تخلیق آدم تھا اس کی تکمیل حضورؐ سے کرادی۔ اس لحاظ سے حضور پاکؐ کی ذات اور ان کا لایا ہوا دین اسلام اس کائنات میں سب سے بڑی نعمت ہے جو نہ پچھلی امتوں کو دی گئی، نہ قیامت تک کسی اور امت کو ملے گی، کیوں کہ آپؐ کی امت پر امتوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

امتِ محمدیہ ہو جانے کی نعمت

اور حضورؐ کی امت خیر امت اور خاتم الامم کہلائی اور یہ حضورؐ کا امتی ہو جانا اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے جس کی اگلی سب امتوں نے تمنا کی کہ یا اللہ کاش ہمیں بھی یہ سعادت میسّر ہو جائے کہ ہم حضور اقدس سید الکائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں

شمار ہو جائیں۔

دیکھئے اگر کوئی تھانیدار ہے مثلاً۔ تو اس کے چپڑاسی کی بھی عزت کی جاتی ہے کہ تھانیدار کا خادم ہے۔ لیکن اگر کوئی کمشنر کا خادم ہے تو اس کی قدر اور زیادہ ہوتی ہے، اور اگر کسی وزیر کا چپڑاسی ہے تو اس سے بھی بڑھ کر قدر ہوتی ہے اور اگر کسی بادشاہ یا وزیر اعظم کا خادم ہے تو اس کی تو اور بھی قدر ہوتی ہے۔

حضور اقدس ص کے شئونات کمالات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاءؑ ہیں، سید الرسل ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام عزت اور عظمت کے مالک ہیں، اللہ نے انہیں عزت دی اور بڑی عزت، لیکن حضور اقدس ص جن کے بارہ میں ارشاد ہے کہ و علّمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ اللہ نے تمہیں وہ چیزیں سکھا دیں جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے اور اس وجہ سے قرآن کریم میں حضور اقدس ص کو "نعمۃ اللہ" بھی کہا گیا ہے، جو تمام دنیا کے باشندوں کے لئے ہادی ہیں، جس وقت دنیا میں تشریف لائے اس وقت سے لے کر قیامت تک جتنی بھی روئے زمین پر مخلوق ہے چاہے جن ہو یا انس ہو سب کے لئے بشیر و نذیر اور ہادی اور سب کے لئے رحمت: وما ارسلنك الا كافةً للناس بشيراً ونذيرا۔ اور ایک جگہ فرمایا: وما ارسلنك الا رحمةً للعالمين۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ اس وجود ناسوتی میں چاہے حضور اقدس ص مؤخر ہوں لیکن وجود کے لحاظ سے حضور اقدس ص اول المخلوقات ہیں۔ فرمایا اول ما خلق الله نوری۔ اللہ نے ہر چیز سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔

نیز ارشاد ہے كنت نبياً وآدم بين الماء والطين۔ یوم میثاق میں جب عہد پہچان لیا جانے لگا۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں بھیجا تو کسی کام کے لئے بھیجا اور وہ کام ہے عبادت۔ کہ اپنے مولیٰ کی بندگی ہم کریں اس کے لئے اللہ نے پیدائش سے پہلے انتظام فرمایا اور سب سے پہلے عالم میثاق میں یعنی اس عالم کا وجود میں آنے سے پہلے اللہ نے تمام ارواح کو پیدا فرمایا تو اس وقت سب کو ایک سبق بتلایا گیا۔ یہ خدا کا ماننا

خدا کے وجود کو تسلیم کرنا یہ ایمان اور یقین وہی سبق ہے جو سکھایا گیا ہے۔ اور سب کو مخاطب ہو کر پوچھا الست بربکم۔ کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟ تمہیں نیست سے ہست کرنے والا ہوں یا نہیں؟ تمہیں آہستہ آہستہ تدریجاً تدریجاً ترقی دینے والی اور کمال تک پہنچانے والی وہ کون سی ذات ہے۔؟ میں نہیں ہوں تو بتلاؤ اور کون ہے؟

استاذ الکل اور معلم خلائق

تو علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت جواب دینے سے پہلے سب کے سب ارواح حضور اقدسؐ کی روح اطہر و طیب کی طرف متوجہ ہوئے اور سب کے سب اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرح درس میں کوئی سوال پوچھا جائے تو سب کے سب طالب العلم ذہین، محنتی اور قابل و لائق طالب العلم کو دیکھتے ہیں کہ کیا جواب دیتا ہے۔ تو عالم نے حضورؐ کی طرف دیکھا کہ کیا جواب دیتے ہیں تو سب سے پہلے حضور اقدسؐ نے فرمایا: بلی انت ربنا۔ یا اللہ کیوں نہیں بے شک تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی پالنے والا ہے۔ تو حضورؐ کو دیکھ کر تمام عالم کے ارواح نے پکار کر کہا بلی انت ربنا۔ پھر ساری کائنات زمین اور آسمان سے اللہ نے دریافت کیا کہ تم میری تابعداری کرو گے یا نہیں؟ تو کہتے ہیں کہ زمین کا وہ حصہ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر و مبارک بنا ہے۔ عالمِ ناسوتی میں سب سے پہلے اس نے کہا: ایتنا طائعین۔ یا اللہ ہم فرمانبردار ہیں خوشی سے آپ کا حکم مانیں گے پھر زمین و آسمان نے بھی یہی جواب دیا کہ یا اللہ ہم تیرے مطیع اور منقاد ہیں۔

تو حضور اقدسؐ سارے عالم اور ساری کائنات کے استاذ الکل ہوئے عالم ارواح کو بھی عبدیت کا طریقہ سکھایا اور عالم ناسوتی کو بھی۔

اوّل الانبیاءؐ

اسی طرح حدیث میں اشارہ ہوا کہ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے مجھے نبوّت کی خلعت دی گئی اور اس طرح حضور اقدسؐ کے وجود مبارک کو اللہ نے کمالات کی تقسیم کا واسطہ بنا دیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے انما انا قاسمٌ واللہ یعطی۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتے

واللہ ہے خدائے پاک جس چیز کی تقسیم چاہے۔ وجود کی تقسیم علم کی تقسیم جتنے کمالات تقسیم ہوتے ہیں وہ حضور اقدس ؐ کے واسطے سے ہیں اور اس کی مثال روئے زمین پر دیکھنا چاہیں تو سورج کو دیکھیں کہ روئے زمین پر ساری زمین اور سب چیزیں روشن اور منور ہیں یہ روشنی خدا ہی پہنچاتا ہے۔ مگر بیچ میں واسطہ اللہ نے سورج کو بنادیا جس کی روشنی ساری دنیا پر پڑ رہی ہے، اور سورج کی روشنی خدا ہی نے پیدا فرمائی ہے: انّما انا قاسم واللہ یعطی۔ سارے کمالات کے دینے والے اللہ پاک ہیں اور تقسیم کرنے والے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

ایسی مقدس ہستی کا امت اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں اور آپ کو مفت میں بنادیا۔ یہ کیسی عمدہ نعمت ہے! اور کتنی بڑی نعمت! — پھر اس کا پورا اندازہ اور قدر و منزلت کا علم تو قیامت اور آخرت میں لگے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن پلصراط پر میں ہی گزروں گا اور میری امت میرے ساتھ ہوگی، سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھلے گا۔ اور میری امت میرے ساتھ ہوگی، اور اس کی مثال ایسی ہے کہ ملک کا ایک صدر ہے، ایک وزیر اعظم ہے، ایک کمشنر ہے، سب الگ الگ موٹروں میں جارہے ہیں تو صدر کی گاڑی سب سے آگے جاتی ہے، اور جس گاڑی میں صدر ہوتا ہے۔ اس کے خاص خادم بھی اسی گاڑی میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں، جو جوتا اٹھائیں، پنکھا چلائیں اور خدمت کریں تو جہاں صدر اعظم کی گاڑی چلے گی خاص خادم اور ملازم بھی ساتھ ہوگا وزیر اعظم اور اس کے ساتھی دوسرے نمبر پر کمشنر تیسرے نمبر پر پہنچے گا — تو اللہ تعالےٰ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شمار کر دے — یہ غلامی کی برکت ہوگی کہ سب امتوں سے پہلے پل صراط پر گزر ہوگا اور سب سے پہلے حضورؐ کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا کہ غلام تو آقا کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضور اقدس ؐ فرماتے ہیں سب سے پہلے قبر سے میں ہی اٹھایا جاؤں گا۔ تو اللہ تعالےٰ ہمیں ہر جگہ یہ سعادتِ معیت نصیب فرماوے — ہر نبی اپنی امت کے لئے

باعثِ ترقی، باعثِ افتخار اور باعثِ عزت ہوتا ہے۔ اور اس قوم کی جو ترقی بھی آپ دیکھ رہے ہیں یہ حضورؐ ہی کا صدقہ ہے۔ پھر امت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک امت اجابت ہے جس نے حضورؐ کی دعوت قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔ دوسری امت دعوت ساری دنیا کے انسان ہیں جنہیں حضورؐ دعوت دے رہے ہیں کہ مسلمان ہو جاؤ آؤ اللہ کے در کی طرف جس نے بخوشی دعوت قبول کی اور کلمۂ شہادت پڑھا وہ امت اجابت میں شامل ہوا اور جو کافر ہیں وہ سب کے سب امت دعوت میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کو بھی دعوت ہے پھر حضور اقدسؐ جو اللہ کی صفت علم کے مظہر اتم ہیں: اوتیت علم الاولین والاٰخرین تو اس علم کا پر تو دونوں امتوں پر پڑا گیا اور آج جو دین کا علم ہے وہ تو مسلمانوں ہی میں ہے۔ لیکن دنیوی علم کا جو حصہ اور جو ترقی سائنس اور عصری علوم کی شکل میں امت دعوت میں دیکھنے میں آتی ہے تو وہ بھی حضورؐ علیہ السلام کے کمالاتِ علم کا ظہور ہے ورنہ حضورؐ کی آمد سے پہلے یہ سب غیر متمدن تھے۔ حضورؐ ان کو ہر وقت دعوت دے رہے ہیں۔ علوم کا دروازہ کھول دیا اللہ نے نعمتوں کا دسترخوان بچھا دیا ہے۔ دروازے پر اس کا داعیؐ کھڑا ہے جس نے قبول نہ کیا محروم ہو گیا۔ حالانکہ دعوت سب کو ملی۔

حضورؐ ہر نعمت کی روح

—— تو میرے محترم بزرگو! یہ جو اللہ نے احسان و انعام فرمایا ہمیں مسلمان اور حضورؐ کی امت میں شمار کیا یہ اتنی بڑی نعمت ہے، اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ اور تمام دنیا کی نعمتوں کی تکمیل اسی ایک نعمت کے ذریعہ ہو گئی۔ اس ایک نعمت نے سب نعمتوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ ہمارے اوپر دنیا میں جتنے بھی کسی نے احسانات و انعامات کئے تھے اس کی تکمیل حضورؐ کے ذریعہ ہو گئی ورنہ اگر حضور اقدسؐ کی برکت سے ہم اپنے مقصدِ حیات کو نہ پہچانتے تو ساری نعمتوں کی ناقدری ہو جاتی اور ساری چیزیں بالآخر ہمارے لیے جہنم پہنچانے کا ذریعہ بنتیں۔ یہ سب نعمتیں ایمان اور عبدیت کی وجہ سے اپنے موقعہ و محل میں خرچ ہو گئیں اور وہ حضورؐ کے صدقہ سے تو ہر نعمت بجائے مصیبت اور آفت کے نعمت بن کر رہی۔ ورنہ پوری انسانیت ان تمام

نعمتوں کے ساتھ جہنم کے کنارے پہنچ چکی تھی ولکنتم علیٰ شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا ۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے مگر اللہ نے حضورؐ کے ذریعہ تمہیں بچا لیا ۔

——— تو یہ بجا طور پر ایسی نعمت تھی جسے خداوند کریم نے بطور امتنان واحسان قرآن کریم میں جگہ جگہ ذکر کیا لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً ۔ ماں باپ سب سے بڑے محسن ہوتے ہیں ، لیکن ایمان کی دولت نہ ہوتی تو ان کا پالا پوسا ہوا جسم جہنم کا ایندھن بن کر تکلیف کا سبب بن جاتا ۔ استاد اور مربّی کا بڑا احسان ہوتا ہے ، لیکن اگر تعلیم اور تربیت ایمان کی روشنی سے خالی ہوتی تو یہی تعلیم و تربیت جو بظاہر احسان معلوم ہوتی تھی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جاتی ۔ ان تمام احسانات میں روح حضورؐ کی تعلیمات اور ایمان و اسلام کی وجہ سے آگئی تو سب احسانات احسانات رہے ورنہ یہی سب چیزیں سب سے بڑھ کر مصیبت ثابت ہوتیں ——— تو کائنات میں سب سے بڑھ کر نعمت اور اللہ کا سب سے بڑا احسان وہ حضورؐ کی ذات کی شکل میں ہے ۔ اور ہم انسانوں پر سب سے بڑا کرم امتِ محمدیہؐ میں شامل کرنے کا ہے ۔ ورنہ یہ ساری کائنات اور یہ تمام جسمانی نعمتیں جسم ، بدن ، قویٰ بے کار اور بے مقصد رہتے ۔

دیکھئے یورپ سے بنی ہوئی مشین آتی ہے ، کارخانوں سے پیک شدہ چیزیں آتی ہیں ، دوائیاں پیکٹوں میں بند آتی ہیں اور ان پر استعمال کا طریقہ لکھا ہوتا ہے ۔ ان اشیاء کے بنانے والے اس کے ساتھ کاغذ کا ایک پرزہ بھی رکھے ہوتے ہیں کہ تم اگر مشین سے فائدہ لینا چاہو تو ہر پرزہ اور ہر کل بنانے والے کی ہدایات کے مطابق استعمال کروگے ۔ یہاں انگلی رکھو اور اس پرزہ کو اس طرح سے گھماؤ تب مشین چلے گی اور صحیح نتائج برآمد ہوں گے ۔ اور اگر غلط چلائی تو تباہ ہو جائے گی ——— تو اس طرح جب اللہ نے انسان بنایا اور اس کے فائدے کے لئے مختلف شکلوں میں لاکھوں نعمتیں دیں یہ آسمان و زمین اور یہ سارا کارخانہ اس کیلئے بنایا ۔ تو اب انسان کے ذمہ

کیا کام ہے ؟ اور وہ مقصد اور نتائج کیسے برآمد ہوں گے جس کے لئے انسان بنایا گیا؟ وہ اس ساری کائنات میں کس طرح تصرف کرے گا۔ یہ جو مشین تیار شکل میں ہمیں ملی ہے، اس کا کیا کام ہے؟ تو ان سب باتوں کا صحیح جواب وہی ہوگا جس کو حضورؐ نے بتلایا۔ اسی لئے اللہ نے رسول کو بھیجا کہ وہ اس ساری مشین کے استعمال کا صحیح طریقہ بتلا دے ساری انسانیت کو صحیح کام پر لگا دے کہ یہ کس طریقہ سے اپنا معاشرہ قائم کریں گے۔ تمدن کیسے ہوگا۔ اس کی بود و باش۔ رہائش اس کی زندگی اور موت کن طریقوں پر ہوگی۔ اس کی حکومت کیسی ہوگی۔ یہ جب مریض ہو تو کیا کرے گا۔ تندرست ہو تو کیا کرے گا۔ فقیر ہو یا غنی ہو، امیر ہو یا رعایا ہر حالت میں کیسی زندگی گزارے گا۔ شادی کرے گا تو کیسے، زراعت کس طریق پر ہوگی اور تجارت کس طرح، لیٹے گا کیسے اور چلے گا کیسے۔

ان سب باتوں کے لئے ہدایات ہمارے مالک یعنی اللہ جل مجدہٗ نے بواسطہ نبی کریمؐ بھیج دیئے۔ ہر چیز کا طریقہ استعمال بتلا دیا۔ یہ جائز ہے یا ناجائز، یہ حلال ہے وہ حرام۔ یہ مفید ہے اور وہ مہلک۔ یہ سب حضورؐ کی تعلیمات ہیں۔ پوری کائنات کو صحیح طریقہ پر چلانے کے گر بتلانے والے حضور اقدس علیہ السلام ہیں۔ اگر دنیا ان کے بتلائے ہوئے تعلیمات پر اس کارخانۂ عالم کو چلائے گی تو سارا نظام ٹھیک رہے گا، ورنہ ساری دنیا اور ساری انسانیت ہلاکت، بربادی، پریشانی اور اضطراب کا شکار ہوگی اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

بھائیو! اگر اللہ کی دی ہوئی ان نعمتوں اور سب سے بڑی نعمت حضور اقدسؐ کی ہم قدر کریں گے۔ تو دنیا کی حکومتیں ہماری باجگذار بنیں گی۔ اور یہ واعظانہ بات نہیں بلکہ اپنی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ ریگستان میں رہنے والے عرب پرانے پھٹے کپڑوں میں ایران کے جرنیل رستم پہلوان کے سامنے جاتے ہیں۔ کسریٰ جرنیل نے دیکھ کر کہا کہ تمہارے ان پھٹے پرانے کپڑوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تم غریب ہو، رزق کی تلاش میں ہو۔ نہیں کپڑا، مکان، خوراک چاہیئے تو جاؤ گھروں میں بیٹھ جاؤ جتنی ضرورت ہو ہم تمہیں بھیجتے رہیں گے۔ مگر ہمارا جرنیل کھڑا ہو کر کہتا ہے: کہ ارے کیا کہتے ہو ہم اس ملک کے رہنے

والے ہیں جو خشک تھا۔ بے شک ہم دنیا میں ذلیل قوم شمار ہوتے تھے، تہذیب و تمدن نہیں تھا، امیین تھے، ھو الذی بعث فی الامیین رسول۔ مردار اور سوسمار کھایا کرتے تھے، زندگی لوٹ مار ڈاکہ قتل مقاتلہ میں گزرتی تھی۔ جہاں کہیں اچھا پتھر ملا اسے اٹھایا اور اس کی پرستش شروع کر دی، لات و منات اور عزیٰ تو بڑی بات تھی کوئی خوبصورت پتھر بھی ہمارے لئے کافی ہوتا تھا۔ پھر اگر قضائے حاجت کے وقت استنجاء کی ضرورت پڑ جاتی اسی پتھر کو استعمال کر کے دوسرا اٹھا لیتے۔ جیسا کہ آج کل بھی لوگوں کو مرض سا ہو گیا ہے کہ جہاں کوئی خوب صورت پتھر یا کوئی حسین و جمیل جگہ نظر آئی فوراً اس کا فوٹو لے لیا۔ خدا معلوم کیا بھلائی لوگوں کو اس میں نظر آتی ہے۔ حضورؐ نے تصویر کشی کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جس گھر میں جاندار کی تصاویر ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ یہ تو تصویر کشی، بت پرستی اور دیگر خرابیوں کی جڑ ہے۔ نیز جس گھر میں کوئی مرد یا عورت جنابت میں پڑا ہو اور نماز کا وقت گزر گیا تو وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ جس گھر میں بلا ضرورت کتا رکھا ہو فرشتے رحمت کے نہیں آتے اس لئے کہ کتے میں اپنی نوع سے دشمنی ہوتی ہے۔ اگرچہ کتے میں کتنی خوبیاں بھی ہیں آپ ایک ٹکڑا اسے ڈالتے ہیں۔ یہ مر جاتا ہے لیکن کسی کو گھر کے اندر آنے نہیں دیتا اور آپ کا گھر محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک گھر ہے خدا کا، جسے دل کہتے ہیں، اسے بھی تمام آلائشوں سے پاک صاف رکھنا چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے:۔

لا یسعنی ارضی ولا سمائی	میری تجلیات کا تحمل نہ آسمان
ولکن یسعنی قلب عبدی	کر سکتا ہے نہ زمین، لیکن میرے
المومن (او کما قالؐ)	مومن بندہ کا دل میری تجلیات

کو سما لیتا ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کا خاکی کالبد جب تیار ہوا اور چالیس برس پڑا رہا، ھل اتی علی الانسان حین من الدھر۔ الآیۃ۔ تو ابلیس جو کسی وقت

فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔ مگر حسد بُری بلا ہے، دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر جل جانا، یہ بھی ایک بیماری ہے، جو سب کچھ ضائع کر دیتی ہے۔ اور دوسری چیز ہے تکبّر اور غرور، یہ دونوں مرض سب سے پہلے ابلیس سے ظاہر ہوئے ابلیس کو حضرت آدمؑ پر حسد آیا اور حضرت آدمؑ کی عزت کو نہ دیکھ سکا، کہا: اھذا الذی کرّمت علیّ۔ اس کو مجھ پر عزت دی۔ اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر دل میں ٹھانی کہ اسے نیچے دکھاؤں تو اس وقت سے شرارت شروع کی اور جہاں حضرت آدمؑ کا قالب مبارک پڑا تھا وہاں ابلیس آ کر اس کے ارد گرد گھومتا، چاروں طرف سے اسے ٹٹولتا، پیٹ پر ہاتھ پھیر کر خوش ہوتا کہ یہ تو کھوکھلا ہے ناک، کان، منہ دیکھ کر کہتا کہ ان راستوں سے داخل ہو کر اسے ورغلا سکوں گا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے دل کو جب دیکھتا کہ چاروں طرف سے بند ہے تو مایوس ہوتا کہ اس کا کیا علاج ہوگا، اس پر کیسے اثر انداز ہوں گا، تو وہ جو حدیث میں آیا کہ میری تجلیات کو نہ زمین برداشت کر سکتی ہے نہ آسمان، تو اس لئے کہ دل بڑا نازک چیز ہے پورے جسم کی صلاح اور فساد کا دار و مدار دل ہی پر ہے، بظاہر چھوٹا مگر نزاکت اور اہمیت کے لحاظ سے بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔

چھوٹا سا شیشہ شفاف آئینہ سورج کے سامنے رکھ دیں تو آفتاب کی شعاعیں اس پر پڑتی ہیں اور آفتاب کا سارا عکس اس میں آ کر اسے آتشیں بنا دیتا ہے۔ جبکہ اس پوری زمین اور بڑی بڑی بلڈنگوں میں سورج کے عکس کا انعکاس نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں کدورت ہے اور شیشہ صاف اور شفاف ہے۔ اس لئے دل میں اللہ کی تجلیات سما جاتی ہیں۔

تو شیطان کے پاس دل کا علاج نہیں تھا، مگر اس نے تکبّر کیا تو اضع ترک کی، حسد کیا تو اللہ نے اسے رسوا کر دیا۔ تکبّر تو کسی مخلوق کا شیوہ نہیں ہوتا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اگر سوچے کہ میری پیدائش دو گندے قطروں سے ہوئی اور آخر میں مر کر گل سڑ جاتا ہے۔ اور زندگی بھر انسان کے بدن و جسم اور معدے میں خون

اور غلاظت بھری رہتی ہے تو وہ تکبر نہ کرے۔ جس شخص کی ابتدا اور انتہا ایسی ہو اس میں بڑائی اور تکبر کا آجانا واقعی بڑے تعجب کی بات ہے، اللہ نے فرمایا کہ الکبریاء ردائی بزرگی اور بڑائی تو میری چادر اور میری شان ہے۔ فمن نازعنی اکببتہ فی النار۔ جو مجھ سے یہ چادر چھیننا چاہے اسے اوندھے منہ جہنم کے گڑھے میں ڈال دوں گا۔

محترم بزرگو! میں نے ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث شریف سنائی تھی مگر چونکہ وقت زیادہ گزر گیا ہے اس لئے تشریح کا وقت نہیں رہا۔ آیت مبارک میں اللہ تعالےٰ نے شکوہ فرمایا اور تمام روئے زمین کے باشندوں کو مخاطب فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا، غیر متناہی احسانات تمہارے اوپر کئے اور تمہیں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھانے کے لئے نبی آخر الزماںؐ کو بھیجا، اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم حضورؐ کی نصرت کرنے اور وہ اس طرح کہ حضورؐ کے دین کو سیکھو۔ اسلام کو دل وجان سے مانو۔ اس امتیازی شان کی وجہ سے تمہیں خیر امت کہا گیا تھا کہ تم حضورؐ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ اس وجہ سے نہیں کہ تمہاری موٹریں بلڈنگیں زیادہ ہیں، کارخانے اور دولت تمہارے پاس زیادہ ہے، نہیں، بھائیو! ان چیزوں سے کوئی خیر امت نہیں بنتا، حضور اقدسؐ کی شان تو یہ تھی جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ میری اور مخلوق کی مثال ایسی ہے کہ کہیں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور لوگ پروانوں کی طرح گر گر کر اس میں جل رہے ہوں اور میں ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں۔ وانا اخذ بحجزکم اللہ تعالےٰ بھی فرماتے ہیں کہ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کہ تم خدا کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کے کنارے کھڑے تھے۔ گرنے والا کنارا۔ یہ اللہ نے مہربانی کی کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کو بھیج کر تمہیں جہنم سے بچا لیا ـــــ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت ایسی ہے کہ لوگوں کو زنجیروں میں پکڑ پکڑ کر ہلاکت کی طرف سے کھینچتی ہے اور بچاتی ہے۔ جیسا کہ ایک دیوانہ کنویں میں کودتا ہے تو لوگ اسے زنجیروں سے باندھ لیتے ہیں کہ ہلاک نہ ہو۔ جہاد کا بھی یہی مقصد ہے کہ زور سے لوگوں کو بچایا جائے کہ کیوں جہنم میں جاتے ہیں تو بہر حال اس امت کا تو یہ

فریضہ تھا کہ حضورؐ کے دین کو پھیلاتے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کر سکے تو اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی سرخروئی ہے اور اگر بدقسمتی کی وجہ سے تم نے حضورؐ کا دامن چھوڑ دیا تو کوئی پرواہ نہیں، اللہ نے ہر نازک گھڑی میں حضورؐ کی مدد فرمائی ہے اس وقت بھی چند ہی غربا، اور سعادتمند جان نثار ساتھی حضورؐ کے ساتھ تھے، بس جو لوگ ان سے جڑ گئے وہ دنیا و آخرت میں محفوظ ہو گئے اور جنہوں نے حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا ان کے لئے دنیا و آخرت کا خسران ہے۔ اللہ تعالٰے ہم سب کو حضورؐ کے دین پر چلنے اس کو پھیلانے اور اس نعمتِ عظمیٰ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسولِ کریمؐ کی حقانیت اور صداقت

سیرت طیبہ کے چند اہم پہلو

علمی، عملی اور عرفانی زندگی

یہ تقریر حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ۲۵ر اپریل ۱۹۷۲ء بروز منگل اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی کے روسس کیپل ہال میں اجتماع سیرت سے ارشاد فرمائی۔ نہ صرف ہال گیلریوں سمیت کھچا کھچ بھرا تھا بلکہ باہر بھی کافی تعداد میں سامعین ہمہ تن گوش بنے رہے۔ یونیورسٹی کے طلباء نے پورے وقار اور متانت سے پوری تقریر سنی، وائس چانسلر کے علاوہ یونیورسٹی کے دیگر اہم شعبوں کے تمام افراد بھی موجود تھے۔ (مرتب)

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

(اللہ ہی ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے جو پڑھتا ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا اور اس سے پہلے

وہ لوگ صریح بھلا دیے ہیں تھے۔)

— میں آپ حضرات کا از حد شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس بابرکت اجتماع میں ناچیز جیسے کم سمجھ اور ضعیف انسان کو شرکت کا موقع عطا فرمایا۔ جہاں حضورِ اقدس کا ذکر ہو وہاں خدا اور ملائکہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النّبی۔ ارشاد خداوندی ہے تو آپ جیسے ماہرین علوم جدیدہ و قدیم کے مجمع میں مجھ جیسے ناکارہ اور ناسمجھ انسان کچھ کہہ تو نہیں سکتا۔ پھر قلب اور اعصاب کا بھی مریض ہوں، اس لئے بار بار معذرت کی مگر ان حضرات کا اصرار تھا کہ صرف دعا کے لئے شرکت کریں کچھ کہنا نہیں۔ لیکن یہاں حاضری کے بعد اب حکم ہوا کہ کچھ عرض کروں چند منٹ کیونکہ ہو۔

— تو تین باتوں کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے تین پہلوؤں پر کچھ گذارش کرنی ہے۔ علمی زندگی، عملی زندگی یعنی قول اور عمل گفتار اور کردار میں یگانگت اور تیسری بات عرفانی اور احسانی زندگی، کہ اللہ کی محبوبیت کا مقام حضورؐ کے اتباع سے ہی مل سکتا ہے

حضورؐ کا علمی شان اور جامعیت

تو پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ حضورِ اقدسؐ خداوند کریم کی جانب سے ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ ارشادِ خداوندی ہے: وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین نیز فرمایا وما ارسلنٰک الا کافۃً للنّاس بشیرا ونذیرا۔ اور فرمایا کہ ہم نے حضورؐ کو بھیجا لیکون للعالمین نذیراً۔ تاکہ وہ سارے جہانوں کا ڈرانے والا ہو، جن وانس اور قیامت تک آنے والی مخلوق کے لئے ڈرانے والا۔ یہاں چونکہ مجمع اہلِ علم کا ہے اس لئے پہلی بات حضورؐ کی علمی شان اور جامعیت کے بارہ میں عرض کرنی ہے۔

دیکھیے علوم کے مختلف شعبے ہیں۔ ہر شعبہ پر حکومت اور ملک کروڑوں روپے خرچ کرتی ہے۔ تاکہ قوم میں اس شعبے کے علماء پیدا ہوں اور ایک شعبے میں چند افراد کو ماہر بنا لے

کے لئے کتنے ماہرین جمع کئے جاتے ہیں۔ سائنس ہو، جغرافیہ ہو، ریاضی ہو، حساب ہو گرامر ہو ادب ہو کس قدر عملہ ہے اساتذہ کا جو تربیت اور تعلیم میں لگا رہتا ہے۔ اس طرح آپ حضرات کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن کے علوم تمام عمر بیان کئے جائیں، ایک آیت کی تفاسیر، عجائبات اور نکتے بھی قیامت تک ختم نہیں ہوتے۔ واللہ العظیم۔ ایک آیت کی تشریح کے لئے بھی عمر چاہیئے وہ ذاتِ اقدس جن کی زبان سے اللہ نے اعلان کرا دیا اور پوری علمی دنیا کو یہ چیلنج دیا گیا کہ

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لایأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا۔

کہہ دے کہ اگر انس اور جن جمع ہو کر کوشش کریں کہ اس جیسا قرآن لاویں تو نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ سب ایک دوسرے کی مدد کریں۔

آج بھی آپ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ حضورؐ کے علوم کو تنقیدی نگاہ سے پرکھنے کے لئے مخالفین کی کتنی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ادارے، اکیڈمیاں اور کمیٹیاں اس غرض سے قائم ہیں۔ ریسرچ اور مستشرقین کے نام سے کروڑوں روپیہ آج بھی خرچ ہوتا ہے کہ اسلام کے کسی حکم کسی مسئلہ کسی قانون اور حضورؐ کی تعلیمات کے کسی گوشہ پر اعتراض کر سکیں لیکن جیسا کہ آفتاب ہاتھ سے نہیں چھپ سکتا۔ قرآن وحدیث کی حقانیت اور اسلام کی صداقت چودہ سو برس پہلے جیسے تھی آج بھی الحمدللہ ایک نکتہ ایک حرف میں فرق نہیں آیا۔ کوئی سقم نہیں نکلا۔ اور اگر ہوتا تو یہ تمام کے سہی لیکن اسی کروڑ مسلمان روئے زمین پر نہ ہوتے۔

لدنی تعلیم وتربیت

تو علوم تو ایسے حقیقی جامع اور اٹل مگر تعلیم وتربیت کے پہلو پر نظر ڈالیں جس علاقہ میں پیدا ہوئے وہ تھا ہی وادی غیر ذی زرع (بنجر اور بے آب وگیاہ زمین) والد کا سایہ ولادت سے پہلے اُٹھ گیا، تھوڑے عرصہ بعد والدہ کا بھی انتقال ہُوا۔ پھر دادا بھی جدا ہو گئے۔ تو جتنے مربّی ہو سکتے، والدہ، والد، دادا سب

انتقال کر گئے اور صرف چچا رہ گئے اس لئے یتیم ابو طالب کے نام سے مشہور ہوئے اس کے بعد بچپن بکریاں چرانے میں گذرا۔ بلوغ کے بعد مدتوں تک نہ شام گئے نہ دیگر بلاد میں آنا جانا ہوا۔ جیسا کہ ہم پھرتے گھومتے بھی تحقیقات کر لیتے ہیں، معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ آپ کو یہ مواقع بھی میسر نہ ہو سکے۔ پھر آپ جہاں تھے وہاں نہ کالج نہ سکول نہ یونیورسٹی نہ مدرسہ نہ دارالعلوم پرائمری اور مڈل تک بھی کوئی ادارہ نہیں تھا۔ اور جب وحی نازل ہونے کا زمانہ قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جو غیور ہیں اور چاہتے تھے کہ کل کوئی مخالف یہ نہ کہے کہ حضورؐ نے کسی انسان سے یہ علوم سیکھے چھ مہینے تک لوگوں سے یک لخت الگ تھلگ کرایا اور غارِ حرا میں رکھا۔ کتابیں پہلے تو وہاں تھی نہیں، اگر ہوتیں بھی تو آپ کا لقب النبی الامی تھا تو اللہ کو منظور تھا کہ علوم کا جو دریا حضورِ اقدسؐ کی زبان سے جاری ہو کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ آپ نے مخلوق سے سیکھے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اسلام اور قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

تعلیمات کی صداقت

جو کچھ حضور کی زبان سے نکلا، دنیا بعد از خرابیٔ بسیار آکر بالآخر اس کی صداقت ماننے پر مجبور ہوئی، دیکھئے یورپ نے طلاق کے مسئلے کو طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا مگر بالآخر تنگ آکر عیسائیوں نے بھی اسی میں پناہ لی۔ شراب کی حرمت پر ہنسی اڑاتے رہے، مگر بالآخر سارے یورپ نے اسے ام الخبائث قرار دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو برتن کتا جھوٹا کر دے اسے سات دفعہ پانی سے اور آخری بار مٹی سے دھولیا جائے، مخالفین کو تعجب ہوتا ہے کہ اس کا کیا فائدہ مگر مغرب کے ایک ڈاکٹر نے اسی ایک حدیث پر تحقیق شروع کی کہ اس میں نکتہ کیا ہے۔ تو ہر بار دھو کر برتن کو خوردبین سے دیکھا بار بار دھویا مگر جراثیم کتے کی زبان کے موجود تھے۔ ساتویں دفعہ مٹی سے دھویا تو جراثیم ختم ہوئے۔ پھر مٹی پر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ جراثیم صرف نوشادر سے مرتے ہیں۔ اور مٹی میں اس کے اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ آج ہم چودہ سو برس بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نوشادر ایسے جراثیم کے لئے سمِ قاتل ہے حضورؐ نے جو نبی امی تھے چودہ سو سال قبل بتلایا اور علاج بھی کتنا

آسان کہ نوشادر کہاں ڈھونڈو گے۔ مٹی جو ہر شخص کو مل سکتی ہے استعمال کر لو۔ اس طرح ہزاروں مثالیں ہیں کہ حضورؐ کے احکام اور ہدایات کو نئی تحقیقات کی کسوٹی پہ پرکھا گیا تو صداقت سب پر عیاں ہو گئی۔

معلّم من اللہ

تو آخر یہ علوم اور یہ پُر حکمت تعلیمات کہاں سے آئے۔ کہ نہ جزیرۃ العرب میں مدرسہ تھا نہ سکول نہ لیبارٹریاں نہ وہاں ایسے اساتذہ۔ سب اَن پڑھ اور امّی جیسا کہ خدا نے فرمایا: ھوالذی بعث فی الامیین۔ کہ اللہ نے انھیں اَن پڑھوں میں بھیجا۔ جب نبوّت کی خلعت سے سرفراز ہوئے تو ان کے علوم سے اَن پڑھوں کی کایا بھی پلٹ گئی، حضرت عمرؓ جیسے امیر المومنین اور سیاستدان کے بعد کسی نے پیش نہیں کیا۔ وہ کون سے جنگی اور سیاسی کالجوں میں پڑھے تھے۔ خالدؓ جیسا سپہ سالار، ابو عبیدہؓ جیسا فاتح، زید بن ثابتؓ جیسا فقیہ اور مسائل پر عبور رکھنے والا علیؓ جیسا سراپا علم و معرفت، صدیق جیسا مجسمہ صدق وصفا کوئی اُمّت ان لوگوں کی مثال پیش نہیں کر سکتی ہے۔

ایک ایک فرد صحابہ کرامؓ کے علوم کا منبع بن گیا۔ ان کو یہ علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تبلائے اور خود حضورؐ کی ساری زندگی بھی آپ کے سامنے ہے۔ کوئی دُشمن بھی نہیں کہہ سکتا کہ حضورؐ کے یہ علوم کسبی اور تحصیلی تھے۔ تو صاف معلوم ہوا کہ حضورؐ معلّم من اللہ ہیں (یعنی سارے علوم صرف اللہ سے سیکھے) ایسی ذات کو رسول کہتے ہیں۔

حضورؐ کے جدوجہد اور جہاد کے محرکات

دوسری بات مختصراً حضورؐ کی صداقت رسالت کے لئے یہ عرض کرنی ہے کہ حضورؐ اعقل الناس (سارے لوگوں میں عقل مند، دانا اور ہوشیار) یورپ سمیت سب دشمن بھی آپ کی عقل مندی اور دانائی پر متفق ہیں۔ کارلائل جیسے لوگوں کے اقوال آپ نے پڑھے ہوں گے تو کیا عقل مند کسی مقصد اور غرض کے بغیر کوئی کام کرتا ہے۔؟ اب دیکھئے کہ حضورؐ نے نبوت کے بعد ۲۳ برس کی پوری زندگی میں کتنے مصائب جھیلے اتنی تکالیف شاقہ ان کو پہنچائی

گئیں کہ خود فرمایا: اوذیت فی اللہ مالم یوذ احدٌ۔ (مجھے اللہ کی راہ میں اتنی تکلیف پہنچائی گئی جتنی کسی اور کو نہیں پہنچائی گئی) نماز پڑھ رہے ہیں کہ اوجڑی کی بھری تھیلیاں پیٹھ مبارک پر رکھی گئیں۔ ابوجہل نے چادر گلے میں ڈال کر سختی سے کھینچا، شعب ابو طالب میں تین سال محصور رکھے گئے، دارالندوۃ میں قتل جلا وطنی، گرفتاری وغیرہ کے مشورے ہوتے رہے، پتھروں کی بارش ہوئی، غرض ساری زندگی کیسی کیسی تکالیف میں گذری۔ تو ایک عقلمند جب اتنی محنت کرتا ہے، مصیبت اٹھاتا ہے تو اس کا کوئی محرک ہوتا ہے۔ کوئی باعث ہوتا ہے۔ ہمارا یہ پڑھنا پڑھانا ایک محرک کی وجہ سے ہے۔ تو حضورؐ نے ۲۳ برس دنیا کی اصلاح کی، جو مشقتیں اور شدائد برداشت کئے اس کے بھی کئی اسباب ہو سکتے ہیں، مثلاً یہ کہ تنخواہ ملے مال و دولت مل جائے، دنیاوی عزت اور منصب و عہدہ مل جائے اہل و عیال کے لئے دولت جمع کی جائے یا پھر کھانے پینے پہننے رہنے سہنے کے لحاظ سے عیش و عشرت کی جائے یا پھر یہ سبب ہو سکتا ہے کہ صرف رضائے مولیٰ مل جائے اور خدا کی مخلوق کو خدا کے در پہ پہنچایا جائے اس لئے کہ عاقل بغیر مقصد کچھ نہیں کرتا۔

محرکات دنیوی کے نقطہ نظر سے آپؐ کی حالت

تو ایک محرک دنیا ہوتی ہے جس میں چند چیزیں مطلوب ہوتی ہیں، مال ملے، بلڈنگ ہو وطن میں شان و شوکت ہو چلنے پھرنے میں لوگ عزت کریں، نشست گاہ، خواب گاہ بڑی شاندار ہو، مجلس میں صدارت کی نشست مل جائے۔ لباس و خوراک بہت اعلیٰ ہو، اولاد کو فائدہ پہنچے لیکن میں حضورؐ کی سیرت میں ان امور کے بارے میں آپ کے سامنے چند اشارات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ کے مال و دولت کی حالت یہ تھی کہ جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے، تو گھر میں ایک درہم (چونی برابر) بھی نہ تھی۔ زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ وصال کی رات چراغ کے لئے تیل پڑوسی سے قرض مانگا گیا تھا۔

الغرض ایک روپیہ میراث نہ چھوڑی کہ ان الانبیاء لم یورثوا دینارا
ولا درھما۔ ایک لاکھ درہم بحرین سے آئے سارے کے سارے تقسیم فرمائے افطاری
کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ مگر اس کے لئے بھی نہ رکھا۔ گھر میں کسی نے شکایت کی۔ غصّہ میں فرمایا
کہ اس وقت کہہ دیتے، اب کہنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ ایک بار عصر کی نماز پڑھی، اور
عجلت میں پریشانی میں گھر تشریف لے گئے کچھ دیر بعد واپس ہوئے تو صحابہؓ نے وجہ
دریافت کی تو فرمایا کہ گھر میں تکیہ کے نیچے چاندی کا کوئی ٹکڑا تھا اسے جاکر خیرات کر دیا۔
اور یہ مناسب نہیں کہ پیغمبر پر اس حالت میں رات آجائے، کہ اس کے گھر میں چاندی سونے
کا ٹکڑا ہو، دس لاکھ مربع میل پر حکومت ہے مگر امّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ
ما شبع آل محمد من خبز شعیر یومین۔ نبی کریم کے اہل وعیال
جَو کی روٹی سے بھی دو دن لگاتار سیر نہیں ہوئے جَو کی روٹی سے بھی آپ کا گھرانا سیر
نہیں ہوا ـــــ

غزوۂ خندق میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ خود خندق کھود رہے ہیں اور زبانِ مبارک پر ہے
کہ: ؎ اللّٰھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ
فاغفر الانصار والمھاجرۃ

عیشِ آخرت سردی ہے کپڑے نہیں ہیں، کھانا نہیں مل رہا، ساری دنیا مقابلہ میں
آگئی ہے۔ مگر فرماتے ہیں: یا اللہ ہم اس حال میں خوش ہیں، ہمیں
آخرت کی عیش چاہیئے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کیا چیز ہے۔ آخرت کی خوشی دے اور انصار و
مہاجرین کی مغفرت فرما، حضورؐ صحابہؓ کے ساتھ زندہ درگور ہیں۔ اللہ کی غیرت جوش میں
آئی من کان للہ کان اللہ لہٗ جو اللہ کا ہوجائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔
حضورؐ نے پھاوڑا مارا چنگاری اٹھی تو بشارت دی کہ مجھے کسریٰ اور قیصر کے وہ محلات دکھائی
دیے جو عنقریب تمہارے قبضہ میں آئیں گے۔ صنعاء یمن کی جلد تنگ و کھائی دیئے کہ

قبضہ میں آئیں گی۔ تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ خندق کھود رہے تھے کہ چادر مبارک سر کی تو دیکھا کہ چند پتھر پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے باندھے تھے۔ یہ تو حالت کھانے پینے کی تھی۔

مکان کی حالت

مکان کیسا تھا؟ کوئی بلڈنگ بنگلہ یا کوٹھی نہیں تھی، جہاں آج حضورؐ کا روضۂ اطہر ہے وہی کچا مکان تھا، مٹی گارے کا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بلوغ سے کچھ قبل مراہق تھا کہ حضورؐ کے حجرہ میں وصال کے بعد داخل ہوا تو چھت اتنا نیچے تھا کہ مجھے جھکنا پڑا، ورنہ سر چھت سے لگتا —— چھت کھجور کے پتوں اور چھال کا تھا، بارش ہوتی تو پانی ٹپکتا تھا، تنگ اتنا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ تہجد پڑھتے تو میرے پاؤں سجدہ کرنے کی جگہ پڑے رہتے، جب حضورؐ سجدہ میں آتے تو میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ قیام فرماتے تو پھر پھیلا دیتی۔ دروازے تختوں اور شیشوں کے نہیں تھے، پھٹی پرانی چادر یا ٹاٹ لٹکے ہیں۔ یہ اس مکان کی ظاہری حالت تھی جس کی معنوی قدر و قیمت اتنی ہے کہ زمین کے جس حصے سے حضورؐ کا جسدِ اطہر ملا تی ہے وہ خانہ کعبہ سے عرش اور کرسی سے آسمانوں سے افضل ہے۔ مہبط ملائکہ و عرش ہے۔ لیکن ظاہری طور پر جس مکان کا نمونہ پیش کیا امت کے سامنے وہ کچی اینٹوں کی دیواریں گھاس پھوس کا چھت۔

کپڑوں کی حالت

کپڑوں کی حالت دیکھئے، حضرت عائشہؓ وصال کے بعد کبھی کبھی آپؐ کے کپڑے بتلاتیں تو کئی پیوند اور ٹکڑے لگے ہوئے کپڑے ہوتے اور فرماتیں کہ حضورؐ اس لباس میں دنیا سے تشریف لے گئے۔

نشست و برخاست میں مساوات

اُٹھنے بیٹھنے میں کوئی امتیازی شان نہیں تھا۔ مجلس میں آنے پر صحابہؓ کھڑے ہوتے تو روک کر فرماتے؛ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔ عجمیوں کی طرح میری تعظیم میں کھڑے نہ ہوں۔ کوئی نشست مخصوص نہ ہوتی، نہ امتیازی کیفیت تھی،

جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ چلنے پھرنے میں کبھی صحابہؓ سے آگے کبھی پیچھے کبھی درمیان میں۔

اولاد کے لئے بھی آسائش دنیوی حاصل نہیں کی

اولاد کے لئے میراث تو پہلے سے ختم کرادی کہ جو کچھ رہ جائے وہ پوری امت کے لئے صدقہ ہے۔ پھر ایک ذریعہ اسلام میں زکوٰۃ اور صدقات کا تھا۔ جو ایک لازمی عبادت ہے۔ مدات آمدنی میں اہم مد ہے مگر حضورؐ نے اپنے اور اپنی اولاد پر یہ راستہ بند کر دیا۔ اور فرمایا کہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ میرے اور میری اولاد پر بلکہ بنو ہاشم پر حرام ہیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے خاندان کا آزاد کیا ہوا غلام مولیٰ اگر ہو تو اس پر بھی حرام ہے کیوں کہ غلام کا مال بھی مالک ہی کا ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا وارث بنتا ہے تاکہ یہ بھی استعمال کا ایک ذریعہ بن سکے۔ تو خیرات بھی بند کر دیا خاندان پر اپنی اولاد کو کیا چھوڑا۔؟ فرمایا: نحن معاشر الانبیاء لا نورث ماترکناہ صدقۃ (ہم انبیاء کی جماعت میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو کچھ رہ جائے ساری امت کے لئے صدقہ ہوتا ہے)

وصال کے بعد خیبر و فدک کی ہزاروں جریب باغات اور زمینیں سب امت پر صدقہ ہوئیں۔ وارثوں کو کوئی حصہ نہیں ملا، فرمایا: اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ (اے اللہ میری اولاد کی روزی گذارے ہی کی ہو۔)

قول و عمل میں توافق

اس سے حضورؐ کی سیرت مطہرہ کا ایک اور پہلو بھی سامنے آیا کہ حضورؐ نے جو بات دنیا کے سامنے پیش کی خود اس پر عامل بنے اور پہلے عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے اس وجہ سے اصلاح بھی فرما سکے۔ ہم ہزار کوشش کرتے ہیں، چاہتے ہیں، مگر اصلاح نہیں کر سکتے اس لئے کہ قول اور عمل میں تضاد ہوتا ہے۔ اصلاح اپنی آپ اور اپنے گھر سے شروع نہیں کرتے حضورؐ نے فرمایا کہ اس امت کے لئے فتنہ مال ہے۔ قرآن اس کی فتنہ سامانیوں سے بھرا

ہے حضورؐ نے فرمایا کہ سلطنتوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی گئیں۔ مگر مجھے غم ہے کہ میری امت دنیا کے لئے آپس میں لڑے گی۔ تنافس اور تسابق میں مبتلا ہو گی۔

گھر سے اصلاح کا عملی نمونہ

حضورؐ نے زہد اور فقر و قناعت کی تلقین کی۔ تو خود اپنے گھر سے اصلاح کی اہل بیت پر ہزاروں جریب زمین اور باغات حرام کر دیئے۔ مسلمانوں پر تقسیم کئے گئے مسلمانوں پر وسعت آئی ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ ہم تو پانی اور کھجوروں پر بسر اوقات کرتی ہیں۔ آپ کی برکت سے ساری مخلوق پر آسودگی ہے ہمیں بھی کچھ وظیفہ مقرر کیا جائے کہ گذر اوقات میں آسانی ہو فرمایا: یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلا۔ اگر دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ تمہیں دیدوں اور اچھے طریقہ پر تمہیں اپنے سے الگ کر دوں اور اگر فقر و قناعت زہد و توکل کی زندگی چاہو تو اللہ نے بہت کچھ کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ازواج مطہرات کی تربیت ہو چکی تھی، انہوں نے حضورؐ کے مقابلہ میں دنیا کی آسائش پر لات ماردی اور فقر و قناعت کی زندگی کو ترجیح دی۔

پھر حضور کا فقر اختیاری تھا، ملک کا صدر اور خزانوں کا مختار مگر فقر کو ترجیح دیتے رہے جگر گوشہ بیٹی فاطمۃ الزہراءؓ نے پانی بھر کر شدائد اٹھانے کی شکایت کی اور ایک باندی خدمت کے لئے طلب کی تو فرمایا کہ موسیٰ اور اس کی بیوی نے دس سال ایک کملی اور چادر میں گزارے میں تجھے بہترین چیز نہ دوں کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو دنیا و مافیہا سے بہتر دولت ہے ـــــ تو دولت تو قارون اور فرعون کے پاس بھی تھی نہ حکومت کوئی چیز ہے، نہ عہدہ و منصب۔

معاشرتی مساوات کا عملی مظاہرہ

معاشرتی مساوات کی تلقین کی، عملاً اس کا اجراء فرمایا، حجۃ الوداع کے موقعہ پر اعلان فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں۔

کلکم بنو آدم و آدم من تراب۔ تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ ارشادِ ربانی ہے: یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ــــ آج جتنی عصبیت ہم میں موجود ہے۔ عربوں کی عصبیت اس سے ہزار درجہ زیادہ تھی، ایک ایک عرب اپنے خاندان اور قبیلہ کے لئے مرنے مارنے پر تیار رہتا تھا۔ ہم عصبیت کو نہیں مٹا سکے، حضورؐ نے عملاً مٹایا۔ فرمایا: المؤمنون کجسدٍ واحدٍ۔ سارے مسلمان ایک جسم و جان ہیں۔ یہ سارے اعلانات تو ہوتے ہیں ہم بھی روزانہ کرتے ہیں، وعظ بھی کرتے ہیں، لیکن دیکھئے حضورؐ اس کے لئے اسوۂ عملاً نمونہ ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں قریش کو اوروں پر فوقیت تھی اور خاندانوں کو کمتر سمجھا جاتا، ایک ہاشمی خاندان جو ساری دنیا کے خاندانوں سے اشرف اور افضل خاندان تھا۔ اس خاندان کی ایک معزز خاتون جو حضور کی رشتہ دار بھی حضرت زینبؓ کا رشتہ ایک غلام کے ساتھ جو آزاد کیا گیا تھا حضرت زیدؓ۔ پردیسی مسافر سے بنو ہاشم کے لئے اجنبی مگر حضورؐ نے یہ عظیم کام عزور و تکبر اور فخر و مباہات کو مٹانے کی خاطر اپنے گھر سے شروع فرمایا۔ آج ہم کسی کمتر نسب میں رشتہ دینے پر آمادہ نہیں ہوسکتے، مگر حضورؐ نے اعلان کے ساتھ عملی نمونہ بھی پیش فرمایا تاکہ نفرت مٹ جائے یہ تھا مساوات ہم بھی اسلامی مساوات اور قانون کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر اس طرح بات نہیں بنتی، کچھ لوگ حضرت زینب کے آزاد شدہ غلام کے ساتھ رشتہ پر چکرا گئے۔ اعلان ہوا کہ اللہ اور رسول کا فیصلہ ہے، اس پر پیچ پا ہونے کی ضرورت نہیں، تسلیم و رضا شرطِ ایمان ہے۔

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اور ایمان دار مرد یا عورت کو یہ اختیار نہیں کہ

اذا قضی اللہ و رسولہ امرًا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضلّ ضلالا مبینا۔

اللہ اور رسول کوئی فیصلہ فرما دے اور انہیں پھر بھی اس میں کوئی اختیار رہ سکے اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔

آج تو آزاد خیالی کا دَور دَورہ ہے۔ ہر چیز میں آزادی آزادی۔ یہ آزادی اسلام سے اور پھر اسلام یعنی گردن نہادہونا دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ اسلام کا معنی غلام بننا ہے۔ غلام کیسے آزاد ہو سکتا ہے۔

معاشی اصلاح و انقلاب کا عملی نمونہ

اسی طرح معاشیات کے میدان میں حضورؐ نے اصلاح کی تو عملاً پہلا نمونہ اپنے گھر سے پیش کیا۔ اجراء اپنے گھر سے فرمایا۔ ربوا اور سود عربوں کا اہم ترین معاشی ذریعہ تھا۔ سودی معاملات ہوتے رہتے، لاکھوں روپیہ کا لین دین چھوڑ دینا آسان بات نہ تھی۔ احل اللہ البیع وحرّم الربوا کا حکم نازل ہوا تو حضورؐ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت کے سارے طریقے میں نے قدموں کے نیچے روند ڈالے ہیں، اور سود بھی۔ اعلان کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جس کا قرض ہے سود پر تو اصل رقوم وصول کرے۔ مگر ربوا (سود) اپنے گھر کے بارہ میں فرمایا کہ میرے چچا حضرت عباسؓ (جو بڑے مالدار اور رئیس تھے) کے ایسے تمام سودی معاملات اصل اور منافع دونوں سمیت سوختہ ہیں۔ نہ وہ اصل مانگ سکیں گے نہ سود یہ اس لئے کہ سب سے پہلے اس کا اجراء اپنے گھر سے شروع ہو جائے۔

سماجی اصلاح

سماجی اصلاح کی مثال دیکھیں عربوں میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ عرب بڑے غیور تھے، قتل اور خون کا بدلہ ہر حالت میں لیتے تھے اور یہ سلسلہ

نسل درنسل چلتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کا ایک دوسرے پر جو قصاص اور بدلے ہیں وہ سب باتیں ختم، اب کوئی پچھلی عداوتوں کو جاری نہ رکھے یہ بھی کوئی آسان بات نہیں تھی۔ آج ہمیں ذرا سا ترچھی نظر سے دیکھے تو مارنے دوڑتے ہیں کہ میں کوئی بے غیرت نہیں ہوں، کیوں بدلہ چھوڑ دوں۔ پٹھانوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ صدیوں بدلہ لیتے رہتے ہیں۔ حضورؐ نے حکم جاری کیا تو خود عمل پیش کیا۔ فرمایا کہ میں اپنے خاندان کے مقتول ربیعہ کا خون معاف کرتا ہوں۔

تو بھائیو! دو باتیں میں نے کہیں:

۱۔ ایک یہ کہ حضورؐ اُمّی تھے مگر علوم کے دریا بہا دئے، اور ایک لاکھ صحابہؓ سے زیادہ کو علوم کا سرچشمہ بنا دیا۔ لاکھوں آبادی کو علوم کا ماہر بنا دیا جس پر آج تک تحقیق ہوتی رہی مگر کوئی عیب اور نقص نکالا نہیں جا سکا۔ یہ حضورؐ کے معلّم من اللہ اور رسول صادق و مصدوق ہونے کی روشن دلیل ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ عرض کی کہ جو کچھ دنیا کو [illegible] کیا سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا آپ نوجوانوں کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور آئے گی۔ تو آپ بھی کامیاب اصلاحی انقلاب اگر لانا چاہیں تو اوّلاً حضورؐ کی سیرت پر خود عمل کر کے دنیا کو نمونہ پیش کر سکیں گے اور کامیاب ہوں گے۔

اتّباع واطاعت ذریعۂ محبوبیّت

۳۔ تیسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ آپ کا چھوٹا بچہ ہوتا ہے، توتلی باتیں کرتا ہے، کپڑے پھٹے پرانے ہوں گندہ بھی ہو مگر والدین کو اس کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ دل کو بھاتی ہے، کہیں والدہ سے بچہ گم ہو جائے دربدر پھرتی ہے اور کہیں اپنے بچے جیسے چال ڈھال والا بچہ مل جائے، تو اس پر بھی نثار ہوتی ہے۔

تو جو محبوب کے رنگ میں رنگ جائے وہ بھی محبوب ـــــ فرعون کے ہزاروں جادوگروں نے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کیا مگر مقابلہ کے وقت حضرت موسیٰ جیسا لباس یونیفارم پہن کر آئے ـــــ علماء نے لکھا ہے کہ اس لباس کی اتنی برکت ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے محبوب پیغمبر کی مشابہت اور تشبیہہ کی وجہ سے انہیں ہدایت ایمان نصیب فرمائی اور فرعون کو نہ ہوئی۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو ان کے تعجب کرنے پر فرمایا کہ ایک تو انہوں نے تمہارا ادب کیا کہ آپ کو پہلے دعوت دی پھر تیرے لباس کو اپنایا۔ اس رنگ میں آگئے تو میری رحمت نے برداشت نہیں کیا کہ انہیں جہنم میں ڈال دوں ـــــ تو حضورؐ کا قول و فعل طرز معاشرت، طرز زندگی، طرز عبادت، شادی بیاہ کے طریقے، کھانا پینا کیسا تھا انہیں معلوم کر کے انہیں اپناؤ گے تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ تمہاری قباحتوں، کوتاہیوں، گناہوں سے بھی درگذر فرمادیں گے۔ اور بخش دیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اور

آپؐ کی اُمّت

* ختم نبوت * مقصد امّت * دین کا خلاصہ

یہ تقریر حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے ۴/۳ صفر ۱۳۸۸ھ کی درمیانی شب کو موضع احمد نگر ضلع گوجرانوالہ کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمائی جس میں خاص طور سے مسئلہ ختم نبوت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ادارہ)

محترم بزرگو! دین کی خدمت اور دین کی تبلیغ کل امّت کا فریضہ ہے۔ اس امّت کی خوبی اور کمال یہی ہے، جسے رب العزت نے اس آیت میں بیان فرمایا:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

تم ایک بہتر امّت ہو اور لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہو تاکہ بھلائیوں کا حکم کرو اور برائیوں سے روکو۔

امّت کا معنیٰ: امّت اس جماعت کا نام ہے جس کا کوئی مقصد ہو اور وہ مقصد سب کا مشترک اور ایک ہو پھر مقصد اگر اچھا ہوگا تو وہ امّت بھی خیر اور بہتر ہوگی اور اگر مقصد حقیر ہو تو امّت بھی ذلیل ہوگی اور جس جماعت کا کوئی مقصد نہ ہو یا ہر ایک کا الگ الگ اور اپنا اپنا نظریہ ہو وہ جماعت امّت نہیں کہلاتی وہ انتشار ہے تو امّت کے مفہوم میں

اجتماع اور اتفاق فی المقصد موجود ہے لہٰذا دنیا کے اندر مسلمان جہاں بھی ہوں دنیا کے کسی گوشے، پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں میں ہوں سب کو خدا نے امّت اور وہ بھی بہترین امّت کے خطاب سے نوازا۔ تو امّت کا لفظ چاہتا ہے کہ اس کا ایک مقصد ہو۔

خیر امۃ ہونے کی وجہ

خیر امۃ کا تقاضا یہ ہے وہ مقصد بھی سب مقاصد سے بہتر ہو اللہ تعالٰے نے کنتم امۃ کی بجائے کنتم خیر امۃ فرمایا ہے۔ اب وہ مقصد کیا ہے، کیا کھانا پینا، مکان بنانا، زمین اناج بونا، ہل جوتنا، کارخانے، ایٹم بم، جہاز اور ریل بنانا، سائنسی ترقیات میں کمال اور انہماک اگرچہ یہ سب امور جائز ہیں ناجائز نہیں۔ مگر یہ چیزیں مقصد نہیں۔ مثلاً اکوڑہ خٹک سے میرا یہاں آپ حضرات سے ملنے کے لئے آنا ایک مقصد تھا، راستہ میں بہت سی چیزیں سامنے آتی رہیں اور اس سے فائدہ بھی ملا مگر وہ مقصد نہیں تھیں۔ اس لئے میں نے انہی کو اپنا مطمح نظر نہیں بنایا بلکہ مقصد تک پہنچ کر دم لیا تو کھانے پینے اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے فائدہ اُٹھاتے رہو مگر اسے مقصد نہ بناؤ۔ اور اگر تم نے انہی چیزوں کو مقصد سمجھ لیا تو پھر تو امریکہ، روس، چین، جاپان اور جرمنی بڑا کامیاب ہے، اس لئے کہ اس مقصد، دنیا کے جاہ و جلال میں ان کو زیادہ کامیابی حاصل ہے تو پھر وہ کیوں خَيْرُ اُمَّۃٍ نہ ٹھہرے اور اس خطاب کا شرف ہمیں کیوں حاصل ہوا؟ تو معلوم ہوا کہ دنیا کا حصول ہمارا مقصد نہیں بلکہ جس مقصد کی وجہ سے ہم خیر امّۃ کہلائے گئے ہیں وہ مقصد دین حق کا پہنچانا اور تبلیغ ہے جو انبیاء کا کام تھا پہلے زمانہ میں یہ کام ایک نبی کے بعد دوسرا نبی سنبھالتا رہا۔ مگر جب ہمارے آقا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیینؐ ٹھہرے اور ان کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا تو اس عظیم مقصدِ دین اور تبلیغ دین میں ان کی پوری امّت ان کی نائب ٹھہری۔ یاد رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام عالم کے لئے ہے۔

وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرًا ونذيرًا۔ — ہم نے آپ کو تمام دنیا کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ترقی کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی عروج پر پہنچایا گیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم — آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا
واتممت علیکم نعمتی — اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور پسند کیا
ورضیت لکم الاسلام دینا۔ — تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا۔

اب تمام عالم کو تبلیغ بوجہ نیابت کے امت کے سپرد ہے ولیبلغ الشاھد الغائب اور چاہیئے کہ دیکھنے سننے والا اوروں تک پہنچا دے۔

امت کا فریضہ ہے کہ حضور اقدس کا دین ان کا پیغام اسلام اور قرآن ساری دنیا کو پہنچا دے اس لئے خداوند تعالے نے خیر امۃ ہونے کی وجہ اخرجت للناس تبلائی کہ تم تمام عالم کے فائدے کے لئے رہنما بنو۔ پیر بنو، استاد بنو، صرف پاکستان کے نہیں اور نہ صرف ہندوستان اور جاپان کے بلکہ للناس جہاں بھی کوئی آدمی ہو اور قیامت تک جتنے بھی آنے والے ہیں سب کے لئے بھیجے گئے ہو اور اس لئے تمہیں خیر امۃ کا اعزاز نہیں دیا گیا کہ تم بڑے مال دار ہو یا تمہارے پاس بڑی سے بڑی خلافت اور حکومت ہے بلکہ تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

تمہارا کام یہ ہے کہ جتنی بھلائیاں ہیں ان کا امر کرو۔ خدا نے، رسولؐ نے جن نیکیوں کو بیان فرمایا ہے، اس کو المعروف کہتے ہیں۔ ہماری خود ساختہ تجویز کردہ بھلائیاں مراد نہیں اس لئے آیت میں بمعروفٍ نہیں کہا بلکہ الف لام کے ساتھ معروف کو ذکر کیا کہ تم دنیا کو ان ہی نیکیوں کا راستہ دکھاؤ گے جو رسول اللہؐ اور ان کے صحابہؓ نے تبلائیں، روس اور امریکہ اور یورپ والی نہیں اور تم لوگوں کو ان برائیوں سے روکو گے جن سے حضورؐ اور صحابہؓ نے روکا تھا تو اب تمام امت کا مقصد اور فریضہ دین پہنچانا ہوا۔

تدریجی طور پر کمال تک پہنچانا خدا کی سنت ہے

ہمارے آقا سردار دو جہان رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین ہیں۔ اور تکوینی امور کی طرح تشریعیات میں بھی اللہ تعالےٰ کی شان ہے کہ وہ ہر کام اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ تدریجاً ترقی اور کمال تک پہنچاتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوا تو چھوٹا ہے، نہ کھانے پینے کے قابل ہے نہ چلنے پھرنے کے، سال دو سال بعد اُٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے۔ تو پھر اس کے بعد کھیل کود اور سکول پڑھنے کے قابل ہوا۔ پھر کہیں جوان اور مضبوط ہو کر کمال تک پہنچا۔ یہ اناج کی فصل جسے تم آج کل کاٹتے ہو، تقریباً چھ ماہ میں کمال تک پہنچی۔ درختوں کو تکمیل میں برسہا برس لگ جاتے ہیں۔ خداوند کریم اگر چاہتا تو ایک پل اور لحظہ میں یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر شانِ ربوبیت کے تقاضے پر تدریجاً کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح نبوت کا سلسلہ تدریج ترقی کرتا رہا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ جو سب سے پہلے انسان تھے ابوالبشر تھے، ان ہی کو پیغمبر بنایا۔ اور تکمیل نبی آخر الزمان خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرمائی۔

روحانی اور جسمانی ضروریات کا انتظام

اللہ تعالےٰ کی رحمتیں کتنی وسیع اور عجیب و غریب ہیں کہ انسانی حاجتیں چاہے روحانی تھیں یا جسمانی، پہلے ہی سے پوری فرمادیں۔ کبھی کبھی ان پر غور فرمالیا کریں۔ انسان کی جسمانی حاجات و ضروریات پر غور کریں۔ جسمانی زندگی کے لئے ہوا کی ضرورت ہے تو انسان کی پیدائش سے پہلے ہوا پیدا کی، زمین پر چلنے پھرنے کے لئے زمین پیدا فرمادی، ماں باپ جیسے مشفق و مہربان آپ کو دیئے جن کے سینہ میں محبت بھرا دی ہے۔ اور ماں کے سینہ سے پلنے پھولنے کا انتظام فرمایا۔ پیدا ہونے سے ہزاروں سال قبل ہمارے آرام و راحت کے لئے ضروریات زندگی مہیا فرمائیں۔ چار پانچ مہینے ماں کے پیٹ میں ہر انسان زندہ رہتا ہے۔ اس وقت جسمانی حالت بڑی لطیف اور نازک ہوتی ہے۔ حمل کے ایام میں گرمی کا تحمل کر سکتا ہے نہ سردی کا۔ مگر وہاں

گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے سارے انتظامات فرما دئے کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف کا احساس تک نہ رہا۔ پھر ڈھائی برس کے لئے خدا نے اس خون کو جو بطنِ مادر میں بچے کی خوراک تھا، دودھ بنا دیا۔ اور ماں کے سینے میں چشمے بنا دئے۔ جس وقت وہ خون تھا تو بچے کے پیٹ میں ناک، کان اور منہ کے ذریعہ نہیں بلکہ ناف کے ذریعہ پہنچتا رہا۔ کہ خون کی الائش سے یہ ملوّث نہ ہو پھر اسے ایسا دودھ بنا دیا جو نہ گرم ہے نہ سرد نہ بہت میٹھا ہے اور نہ خالص نمکین اور نہ بہت گاڑھا ہے۔ اور نہ بہت نرم بلکہ ہر لحاظ سے اعتدال پر ہے ہمارے لئے روشنی کی ضرورت تھی اور اس مہربان اللہ نے ہماری یہ ضرورت پوری کی، بجلی، چاند، سورج، تارے پہلے سے پیدا کئے کہ اندھیرے میں ٹکریں نہ ماریں۔ اسی طرح باطنی روشنی اور روحانی ضروریات کے لئے بنی نوع انسان کے پہلے ہی فرد (حضرت آدمؑ) کو پیغمبر بھی بنا دیا کہ کسی کو یہ کہنے کا حق نہ ہو کہ کسی دور میں خدا نے رہنمائی کا سامان پیدا نہیں کیا تھا۔ پھر چونکہ ابتداء میں رسل و رسائل اور تمدن کا اتنا سامان نہ تھا کہ ساری دنیا اور سارے ملک کو ایک پیغام اور دعوت پہنچائی جاسکے۔ اس لئے انبیاء بھی اس زمانہ میں ہر علاقہ ملک اور گاؤں کے لئے الگ الگ بھیجے جاتے تھے۔ پشاور والوں کو یہاں کی خبر نہ تھی اور یہاں کی خبر کراچی والوں کو نہ تھی۔

آخری دَور میں پورا عالم ایک گھرانہ ہوا

مگر اللہ کے علم میں تھا کہ ایک ایسا دَور آنے والا ہے کہ پورا عالم ایک گھرانہ ہو جائے گا جیسا کہ آج کل امریکہ، جاپان، لندن، فرانس، چین اور انڈونیشیا مراکش اور انڈیا سب ایک گھر کے مختلف حصّے بن چکے ہیں۔ بلکہ گھر سے بھی کم مسافت ہے کہ گھر کے ایک کمرے کی بات دوسرے گوشے میں نہیں سُنی جاسکتی۔ مگر امریکہ کی بات ہم گھر بیٹھے ریڈیو، وائرلیس اور ٹیلیفون کے ذریعہ سن سکتے ہیں۔ امریکہ کی حالت ٹیلی ویژن سے دیکھ سکتے ہیں۔ میرے سامنے یہ لاوڈ سپیکر ہے میری آواز قصبہ کے دوسرے سرے تک پہنچ رہی ہے۔ یہ اللہ تعالٰے کا غیبی نظام ہے، اور جب ایک شخص کی بات سب تک پہنچے تو دوسروں

کو بولنے کی ضرورت نہیں، ورنہ شور و غل بن جائے گا۔ تو جب اللہ نے دنیا کو اس طرح ملانا چاہا وسائل اسباب اور ذرائع سب خدا کو معلوم تھے اور اسلام کے ساتھ ان ترقیات کا آغاز ہو گیا تو اس لئے نبوت کی تکمیل بھی حضورؐ پر فرما دی گئی کہ جب دور سے آبادی جنگل، دریا اور پہاڑوں میں یہ آواز پہنچ سکے گی تو اوروں کو بولنے اور شور و غل کرنے کا کیا حق ہو گا۔ بلا مقصد اور بلا ضرورت کام حکمتِ خداوندی کے منافی ہے۔

علوم کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوئی

وہ دور انسان کی طفولیت اور بچپن کا تھا۔ اور قاعدہ ہے کہ بچہ جب سکول میں داخل ہوتا ہے۔ تو استاد اسے الف۔ با۔ تا پڑھاتا ہے اور اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، رہنے سہنے کے طور طریقے سکھاتا ہے۔ اس کا دماغ علوم و معارف اور باریک مضامین کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر مضامین بڑھا دئے جاتے ہیں۔ ہائی سکول اور کالجوں میں اس سے بھی زیادہ غرض جتنی دماغی قوت میں ترقی ہوتی ہے اتنا ہی مضامین میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ساری تعلیم تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ بچے کو دماغی قابلیت کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ جس درجہ کا طالب علم ہوتا ہے۔ اس درجہ کے مطابق استاد و معلّم بھی ہوتا ہے۔ درجہ تخصص ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی پڑھانے کے لئے استاد بھی ہر لحاظ سے کامل اور مکمل اور جامع علوم منتخب کیا جاتا ہے۔ اس طرح انسان کی روحانی تربیت کے لئے اولاً ہر علاقہ کے لئے الگ الگ استاد کی ضرورت تھی کیوں کہ ایک علاقہ کے بسنے والے دوسرے ملک سے منقطع تھے تو اس وقت کے پیغمبروں نے اس قوم کی دماغی قابلیت کے مطابق ضروریاتِ زندگی کی تعلیم دی اور اشیاء کے اسماء اور ان کے خواص کی تعلیم دی کہ انسان اس دنیا کو بسائے، رہنے سہنے کے آداب سیکھ سکے۔ وعلّم آدم الاسماء کلہا۔ اور اس نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے۔ حضرت ادریس اور شعیب علیہ السلام نے خط و کتابت سکھلائی، بعض نے زراعت، پوشاک اور رہائش کے طریقے سکھلائے۔ جو زمانہ طفولیت انسان کے مناسب علوم تھے تاکہ آئندہ

زندگی اچھی گزارے۔ حضرت نوحؑ کے وقت سے تشریعی علوم کا آغاز ہوا۔

عالم انسانیت کی تدریجی ترقی

حضرت نوحؑ کے زمانہ تک عالم انسانیت کا دور طفولیت تھا تو اس دور کے مناسب پیغمبر آئے۔ اور اس دور کے مناسب علوم سکھلائے گئے۔ حضرت نوحؑ کا دورِ انسانیت کے شباب کا زمانہ تھا اور دور حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ تک رہا۔ اور حضرت ابراہیم کے وقت سے شیخوخت کا دور شروع ہوا، تو جس طرح آدمی پر ادوار مختلفہ آتے ہیں۔ اوّل دور طفولیت پھر شباب، پھر عقل کی پختگی کا زمانہ کہولت۔ پھر شیخوخت۔ اس طرح حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک عالم اکبر اور انسانیت نابالغ تھی، تو انسان کو رہنے سہنے اور تمدّن کے آداب سکھائے توحید، خدا کی عظمت دینداری کی تعلیم دی، خط وکتابت اور تعلیم و تعلّم کے طریقے سکھلائے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے حضرت نوحؑ کے زمانہ تک عذاب نہیں آیا۔ کیوں کہ بچّہ کی غلطی سے درگذر ہوتی ہے جب آدمی جوان ہو کر سرکشی اور نافرمانی کرے تو اسے تھپڑ مارا جاتا ہے، سزا دی جاتی ہے، مارپیٹ، جیل وغیرہ سے بھی ٹھیک نہ ہو تو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اور جوان شریر بھی بہت ہوتا ہے، بات چیت نہیں سنتا، تکبّر سے بھرا ہوتا ہے۔

خدا کے پیغمبر حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک ان کو تبلیغ کی اور روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ تعداد ساٹھ ستّر افراد کی ہے جو مسلمان ہوئے اور کم از کم تعداد دس بارہ کی منقول ہے۔ جہاں آپ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ڈانٹا کہ آپ ہمیں تنگ کرتے ہیں مجلسوں میں رسوا کرتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے سوچا کہ رات کو تبلیغ کے لئے آؤں گا۔ تاکہ تم رسوا نہ ہو مگر جب وہ رات کو آتے تو واستغشوا ثیابھم لحاف اوڑھ لیتے کہ ہم نیند میں ہیں خواب سے نہ جگائیں ـــــــ حضرت نوحؑ کی زبانی خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے:

ربِّ انی دعوت قومی لیلا — اے رب میں نے دن میں بھی اور رات میں

ونهارا فلم يزدهم دعائی الا فرارا ثم انی اعلنت لهم و اسررت لهم اسرارا فقلت استغفروا ربكم انه كان غفارا۔

بھی اکیلے بھی اور مجلس میں ان کو نصیحت کی مگر انہوں نے سوائے فرار کے کوئی دوسرا کام نہ کیا جتنی میں نے دعوت کا اضافہ کیا آتنا ہی انہوں نے گریز کیا۔

ان لوگوں کی جوانی کا دور تھا شرارت حد سے بڑھ گئی تھی تو آپ نے دُعا کی کہ اے رب اب اس قوم کو سزا دے ۔ خدا طوفان لایا یہاں تک کہ کوہ ہمالیہ پر بھی چالیس چالیس ہاتھ پانی چڑھ گیا ـــــ پھر عاد و ثمود کے عہد میں قوت شباب میں اور بھی اضافہ ہوا بڑے بڑے جثوں اور ڈھانچوں والے لوگ تھے ، سرکشی بھی حد سے بڑھ کر تھے کسی پر زلزلہ آیا کسی پر سخت طوفان آئے مگر جوانی اور شرارت کی وجہ سے گویا انہوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم ماننے والے نہیں۔

حضورؐ کے عہد میں عالم اکبر کمال کو پہنچا

اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دور شروع ہوا جو کہولت ہے ۔ جیسا کہ چالیس سال کی عمر میں آدمی کا تجربہ اور عقل کامل ہو جاتی ہے ، ایسا ہی سیدنا ابراہیم کے عہد سے انسانیت کی تاریخ میں علوم و معارف کا دور شروع ہوا یہاں تک کہ حضورؐ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں یہ عالم اکبر پورے کمال تک پہنچا ، عقل بالکل پختہ ہو گئی علوم و کمالات میں انسانیت نقطۂ عروج پر پہنچی ۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس امت جیسی باکمال دنیا میں کوئی نہیں گذری ۔ دوسری طرف خدا نے سارے عالم کو وسائل اور اسباب کے ذریعہ چلایا۔

حضورؐ کی علوم میں جامعیت

ہر قسم کے علوم انتہا کو پہنچے تھے تو خدا نے خاتم الانبیاءؐ کو بھیج دیا جن کا ارشاد ہے کہ اوتیت علم الاولین والاٰخرین ۔ مجھے تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے ۔ تمام انبیاء کے کمالات اور علوم آپ میں جمع کر دیئے گئے ہیں ۔

۵۔ حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنکہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضورؐ کے علمی کمالات اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو قرآنِ مجید اور حدیث کا مطالعہ کریں آپ کو اندازہ لگ جائے چودہ سو سال سے امّت ایک ایک آیت سے علوم و معارف کا استنباط کر رہی ہے مگر ختم ہونے کو نہیں لا تنقضی عجائبہٗ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے، نہ مخلوق کسی آیت کا جواب اور نمونہ پیش کر سکی۔ چھوٹی سی سورت انا اعطینٰك الکوثر کا جواب بھی کسی سے نہ بن سکا۔ دنیا کے تمام فلاسفر اور دین پر ریسرچ کرنے والے جمع ہو کر بھی حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ایک حدیث جیسا مضمون اور اس جیسے الفاظ پیش نہیں کر سکتے۔ قرآنِ کریم تو اللہ کا کلام ہے۔

آفتابِ ہدایت

غرض روحانی ہدایت کے لئے خدا نے جو روشنی پیدا فرمائی وہ پہلے چراغ اور موم بتی کی صورت میں تھی پھر لالٹین اور بجلی کے بلب کی طرح بڑھ گئی پھر اور ترقی ہوئی تو ستاروں کی مانند ہوئی پھر چاند کی طرح اور جس طرح مادی روشنیوں کی انتہا سورج پر ہوئی اس طرح حضورؐ اقدس کی مثال روحانی ہدایت کے لئے سورج کی مانند ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہ رہی۔ ہر چیز کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اس کا کمال اور انتہا بھی تو جیسا سورج کو روشنیوں کا خاتم بنا دیا اسی طرح حضورؐ کی مثال ہے۔ اگر سورج چڑھے ہوئے کوئی شخص چراغ ہاتھ میں لے کر کسی چیز کو ڈھونڈھتا ہے تو آپ اُسے پاگل اور بے وقوف کہتے ہیں۔ اسی طرح حضورؐ کے بعد اگر ایک شخص ظلّی اور بروزی نبوت کی لالٹین ہاتھ میں لئے پھرے تو وہ شخص بڑا بیوقوف ہے۔

حفاظتِ دین اور ختم نبوّت

اگلی امتوں میں نبوّت کا سلسلہ جاری رہا کیوں کہ ادیان اور مذاہب تحریف اور تغیّر و تبدّل کی وجہ سے مٹ گئے اور چونکہ اللہ کو ایسا ہی منظور تھا اس لئے تبدل و تحریف سے ان مذاہب کی حفاظت بھی نہ ہوئی اور ہر پیغمبر کے بعد خدا دوسرا نبی بھیجتا رہا مگر جب اسلام کو قیامت تک رکھنا منظور

تھا تو کمی بیشی اور تحریف سے بھی خدا نے اسے محفوظ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دین کی تکمیل فرما کر اعلان فرمایا: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینًا۔ میں نے آج کے دن دین مکمل کر دیا اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور اب تمہارے لئے قیامت تک میں دین اسلام کو منتخب کرتا ہوں۔

عقیدہ، اخلاق، عمل کے لحاظ سے سب قسم کی نعمتیں خدا نے حضورؐ کے ذریعہ مکمّل فرما دیں اور اسلام کا پسندیدہ دین ہوتا قیامت تک کے لئے بنا دیا۔ اب اگر کوئی شخص حضورؐ ہی کو نبیؐ مانے اور اسلام کو دین حق سمجھتا ہو مگر آپ کے بعد کسی اور نبی کو بھی مانے تو وہ اپنے آپ کو نہ مسلمان کہہ سکتا ہے نہ اپنے دین کو دینِ اسلام۔

کسی اور کو نبی مان کر مسلمان نہیں کہلا سکتا

آپؐ سے قبل جب کبھی ایک نبی گذرا اور دوسرا آیا تو جس شخص نے دوسرے نبی کو مانا تو اس کا نام اور مذہب بھی بدلا۔ جیسے ملّت ابراہیمی کے پیرو کا نام حنیفی تھا۔ مگر جب قوم حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائی تو اس کا نام یہودی ہُوا۔ پھر حضرت عیسیٰ کے اوپر ایمان لانے والوں کا نام یہودی نہ رہا بلکہ عیسائی اور نصرانی ہو گیا۔ غرض پیغمبر کے بدل جانے سے قوم کا مذہب اور نام دونوں بدل جاتے ہیں تو حضور اقدسؐ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی ماننے اور اس پر ایمان لانے کے بعد ان کا نام اور مذہب بھی بدل جائے گا۔ وہ لوگ نہ مسلم کہلائیں گے نہ ان کا مذہب اسلام ہوگا بلکہ وہ غیر مسلم اور کسی دوسرے شخص کو منسوب ہوں گے۔

جب قیامت تک خدا کو صرف اسلام کے دین ہونا ہی منظور ہے تو کسی دوسرے نبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ حضور آفتاب نبوتؐ ہیں پھر آفتاب کی موجودگی میں ستارے بھی نظر نہیں آسکتے تو چراغ اور شمع جلانے کی حماقت کیوں کی جاسکے گی اور جب پہلا دین مکمل

اور اصل شکل میں موجود ہے جیسا کہ قرآن و حدیث اور حضورؐ کا دین محفوظ ہے تو نیا نبی کیوں آئے۔ اگر وہ نئی بات تبلا رہا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ پہلا دین نامکمل ہے تو الیوم اکملت لکم۔ کے خلاف ہوا اور اگر پرانی بات تبلائے تو وہ پیغمبر کیسے رہا؟ آج چودہ سو سال گزرنے پر بھی قرآن اوّل سے آخر تک ایک ایک حرف موجود ہے، احادیث اور اس کے مضامین، مسائل و احکام جس کا نام فقہ ہے مکمل محفوظ ہیں تو جب دین مکمل، پیغمبر تمام انبیاء کا سردار اور دین کی حفاظت کا قیامت تک وعدہ ہو چکا ہو تو اب دوسرے شخص کو نبوت کا دعویٰ کر کے دخل در معقولات کر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت سیدنا ابو بکرؓ پیغمبر نہ بنے، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ نہ بنے، حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ و حسنؓ نہ بن سکے امام بخاریؒ، امام ابو حنیفہؒ نبی نہ بن سکے۔ اور آج تک خدا نے دین کی حفاظت حضورؐ کے ان غلاموں سے کروائی۔ تو آج خدا کو ایسی کون سی ضرورت پیش آئی کہ نیا نبی مبعوث فرما دے۔ یہ شرف تو قیامت تک حضورؐ کی غلام امت ہی کو بخشا گیا کہ حضورؐ کی دعوت کی حفاظت و اشاعت میں لگی رہے گی اور یہ خوشخبری سنائی کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ میری امت سب کی سب گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور فرمایا: لا تزال طائفۃ من امتی قائمۃ علی الحق لا یضرھم من خالفھم۔ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور مخالفت کرنے والے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ غرض تبلیغ دین اور دعوت الی الحق پر یہ امت قیامت تک قائم رہے گی تو بروزی اور ظلی نبی کی ضرورت کیا ہے کہ پرانی باتوں کی اشاعت نبی کہلا کر کرے ان باتوں کی اشاعت کے لئے کروڑوں امتی اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔

امت پر حضورؐ کے احسانات

امت کے ساتھ حضور اقدسؐ کی شفقت و عنایت کس قدر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن مجھے مقام محمود پر سرفراز کر دیا جائے گا تو اس عزت کے مقام پر نہ بیٹھوں گا کہیں

ایسا نہ ہو کہ مجھے اکیلا جنت میں داخل کردیں بلکہ میں مقامِ محمود پر ہاتھ رکھ کر اللہ کے سامنے دوبارہ کھڑا ہو کر عرض کروں گا کہ اس مقام پر بیٹھ کر ایسا نہ ہو کہ میرا کوئی امتی جہنم میں چلا جائے اور مجھے خبر نہ ہو ــــــ چونکہ خداوند تعالے نے دنیا میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ سے آپ کو راضی رکھنے کی بشارت فرمادی ہے تو اللہ تعالے انہیں ضرور راضی فرمادیں گے۔ حضورؐ کے علم میں تھا کہ میرے بعد قسم قسم کے فتنے پیدا ہوں گے۔ آخر میں دجال کا فتنہ ہوگا جو بارشوں کو برسائے گا، مُردوں کو اپنے طلسم سے زندہ کرے گا۔ دنیا کی عیاشی کی سب چیزیں اس کے ساتھ ہوں گی، تنخواہ، روٹی، عہدہ سب کچھ اس کے پاس ہوگا۔ یہاں تک کہ قبروں سے لوگوں کے خویش و اقارب (جو دراصل شیاطین ہوں گے) کو زندہ کرواکر اٹھوائے گا۔ ایسے ایسے فتنوں کا سامنا اس امت کو کرنا تھا تو حضورؐ نے عرفہ کے موقع پر رو رو کر امت کے لئے دعائیں کیں۔ اس موقعہ پر اللہ تعالے نے اپنے حقوق بخش دینے کا اعلان فرمادیا مگر حقوق العباد معاف کرنے کا اعلان نہ ہوُا۔ پھر رات کو مزدلفہ میں روتے رہے، تو خدا نے اصحابِ حقوق بخشوانے کی صورتیں بھی وہاں بتلادیں کہ صاحبِ حق کو راضی کرواکر اُس سے معافی دلوادی جائے گی، تو حضورؐ کے کس قدر احسانات ہیں امت پر۔ سب سے پہلے قیامت کے دن حضورؐ قبر مبارک سے اُٹھیں گے۔ سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے سب سے پہلے جنت کا دروازہ ان کے لئے کھولا جائے گا۔ تو حضورؐ کی امت بھی دیگر امتوں سے پہلے ان کے ساتھ ہوگی کہ جہاں آقا ہو وہاں غلام اور خادم بھی ہوتا ہے۔ تو کیا ایسے محسن کے ہوتے ہوئے اُس سے اپنا رشتہ کاٹ کر کسی اور کے پیچھے چلنا عقلمندی اور احسان شناسی ہے؟

ان احسانات کا تقاضا کیا ہے

آپ کے ان احسانات کا تقاضا ہے کہ ہم نہ صرف حضورؐ کے دین پر قائم رہیں بلکہ قیامت تک ساری دنیا تک اسے پہنچاتے رہیں کہ ساری مخلوق حضورؐ کے ان احسانات سے فیض یاب ہوجائے

اور حضورؐ کے اس پیغام کو اوروں تک پہنچانا اتنا بڑا کام ہے کہ کوئی دوسری عبادت اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت علیؓ اسد اللہ ہیں جھنڈا ہاتھ میں لئے خیبر کو جا رہے ہیں، حضورؐ کو دیکھ کر فرمایا یا رسول اللہؐ میرا ارادہ ہے کہ کسی یہودی کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اور جہاد میں قتل کفار تو ہے ہی ثواب۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو قولوا لا الٰہ الا اللہ ــــ اگر ان میں سے کسی نے کلمہ پڑھ لیا تو وہ ہمارے ساتھ سب حقوق میں برابر ہے۔ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی نسلی، قومی، لسانی امتیاز اور ذات پات اونچ نیچ تو اسلام میں ہے نہیں۔ کلکم بنو آدم و آدم من تراب۔ تم سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے، آج امریکہ مساوات کا دعویدار ہے۔ مگر عورتوں کے باوجود سیاہ فام لیڈر لوتھر کے قتل کے بعد کے حالات دیکھئے۔ یہ حقیقی مساوات تو صرف اسلام میں ہے، تو حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایک شخص بھی تمہاری وجہ سے مسلمان ہوا تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے مقابلہ میں قیمتی سرخ اونٹوں سے بھری ہوئی ساری زمین بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

صحابہؓ کی عزت کریں

سید الشہدا حضرت حمزہؓ کے قاتل ہیں وحشی جنہیں اب ہم رضی اللہ عنہ کہیں گے۔ صحابہؓ سے محبت لازم ہے۔ جب اللہ سے ہمیں محبت ہے تو اس کے محبوب نبی کریمؐ سے بھی ہوگی۔ اور جب محبوبؐ سے محبت ہوگی تو اس کے صحابہؓ سے بھی ہوگی، اگر تمہیں کسی سے محبت کا دعویٰ ہے۔ مگر اس کی اولاد اور عزیزوں سے نفرت ہے تو یہ محبت کبھی سچی محبت نہ ہوگی اور نہ وہ محبوب آپ کو سچا سمجھے گا۔ اسی طرح صحابہؓ نے حضورؐ پر مال و جان ملک و وطن سب کچھ نثار کر دیا۔ آپ کے پسینہ گرنے کی جگہ اپنا خون گرایا اور جیسا کہ حضرت ابو سفیانؓ نے فرمایا کہ بڑے سے بڑے بادشاہ اور حاکم سے اپنے چھوٹے کی اتنی رعایت و محبت نہیں، جتنی کہ حضورؐ کے ساتھ ان کے صحابہؓ کو تھی تو حضورؐ کے ساتھ محبت کا

لازمی تقاضا یہ ہے کہ تمام صحابہؓ سے بھی محبت ہو۔ اگر صحابہؓ سے محبت نہیں تو حضورؐ سے ہرگز محبت نہ ہوگی۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا۔ میرے صحابہؓ کو میرے بعد اپنا نشانہ نہ بنانا۔

تو وحشی حضورؐ کے عم محترم کا قاتل ہے۔ مگر جب وہ اسلام لانے کے لئے آپ کی مجلس میں آیا تو صحابہؓ چونک پڑے اور چاہتے تھے کہ اسے قتل کر دیں مگر حضورؐ کی مجلس کا ادب واحترام مانع تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے نزدیک کسی ایک شخص کا کلمہ پڑھ لینا اس سے زیادہ ثواب رکھتا ہے، کہ روئے زمین کافروں سے بھر جائے اور ان کو تم لوگ قتل کر دو تو کسی شخص کو مسلمان بنانے کا اجر تمام کافروں کو قتل کرنے سے بھی زیادہ ہے

الغرض جب خدا نے ہمیں حضورؐ کی امت میں پیدا کیا تو ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ دیکھو کافروں کو خدا مہلت دیتا ہے۔ ان کے لئے صرف دنیا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ انگریز کو خدا نے ہمارے اوپر دو سو برس حکومت کرنے کا موقع دیا مگر لا الٰہ کا اقرار کرتے ہوئے بھی اس نعمت کی قدر نہ ہو تو ایسی قوم پر دنیا دی عذاب بھی جلد آجاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی مہلت اور چھٹکارا نہیں فان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم[1]۔ اس نعمت کی بے قدری مت کرو ورنہ کسی اور کو کھڑا کر دے گا۔ جو تم جیسا نہیں ہوگا۔

دین کا خلاصہ

اس دین کا خلاصہ تین چیزیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ دل کو پاک رکھا جائے۔ یعنی عقیدہ صحیح ہو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، عالم ہے، قدرت رکھنے والا ہے۔ اس نے ہمیں وجود دیا، رزق اور عزت

---

[1] اگر تم نے روگردانی کی تو خدا دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا جو تمہاری مانند نہ ہوگی۔

سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور تمام تکالیف بھی اللہ ہی جب چاہے پہنچاتا ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں نہ نفع ہے۔ نہ ضرر۔

(۲) حضور اقدس ؐ خدا کے آخری نبی ہیں تمام مخلوقات میں سے افضل اور کامل و مکمل، سب سے پہلے خدا نے انہی کو نبوت دی، عالم میثاق میں سب سے پہلے انہی کو یہ شرف بخشا گیا۔ کنت نبیا و آدم بین السماء والطین[1] اور عالم ظہور میں انہیں سب سے آخر میں مبعوث فرمایا اور حضورؐ کے اوپر نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے۔

(۳) اپنے خُلق و اخلاق کو ٹھیک کر دیا جائے مثلاً ہمارے اندر حسد، حرص اور تکبّر ہے۔ جو بڑی برائیاں ہیں۔

حرص سے احتراز اسلام ہمیں حرص و لالچ سے روکتا ہے۔ اور حرص و لالچ سے کوئی فائدہ بھی نہیں اس لئے کہ جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے۔ تو حدیث میں ہے کہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھیں۔ اشقّی ام سعید یہ بدبخت ہوگا یا سعادت مند؟ اس کی عمر اس کا رزق وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے وہ بھوکا رہے گا۔ خواہ وہ کروڑپتی کیوں نہ ہو جائے کتنے کروڑپتی ہیں کہ جنہیں جَو کے ستّو اور چند لُکٹ بھی کھانے کو نصیب نہیں ہوتے ــــ یہ منصوبہ بندی والے عموماً خدا کی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور کتنے غریب ہیں جنہیں خدا پیٹ بھر کر کھانا دیتا ہے، تو یہ قسمت کی بات ہے تو پھر حرص سے کیا فائدہ۔

بایزید بسطامیؒ کسی مسجد میں آئے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو پوچھا کہ کھانا آپ کو کہاں سے ملتا ہے۔ امام نے کہا کہ کبھی کبھی کوئی مقتدی کھانا کھلا دیتا ہے۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ بھائی یہ نماز تو میں نے آپ کی اقتداء میں پڑھی مگر اب اسے لوٹاؤں گا کہ تمہیں اب تک

---

[1] میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

اپنا رازق معلوم نہیں ہوا تو یہ نماز تیری آقداؤں میں کیسے مقبول ہوگی۔؟

رازق حقیقی تو بھائیو ہمارا رازق نہ امریکہ ہے نہ روس، نہ زمینداری اور ملازمت۔ ہاں یہ ذرائع اور وسائل ہیں اور اس کا انتکاب کرتے رہو۔ مگر موثر حقیقی صرف خدا ہے۔ اس بات پر اپنا عقیدہ جماؤ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے وفات کے بعد اپنے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا کسی نے کہا کر اپنے بیٹے کے لئے بھی کچھ چھوڑ دو فرمایا: من کان لہ اللہ فلیس لہ حاجۃ الی عبد اللہ۔ جس کا اللہ ہو تو اسے عبداللہ کی ضرورت نہیں تو اس لالچ اور حرص نے دنیا کو تباہ کر دیا یہ کروڑوں کا سمگلنگ کرنے والے بھی اپنے آپ کو بھوکا سمجھتے ہیں۔

حسد اسی طرح حسد کو لو تو کیا خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر کسی سے حسد کرنا خدا کی تقسیم پر ناراض ہونا نہیں ؟ اور کیا یہ خدا پر اعتراض نہیں کہ اسے کیوں یہ نعمت دی اور مجھے محروم رکھا۔ ہاں اللہ سے اپنے لئے بھی اس نعمت کا تقاضا کرسکتے ہو۔ مگر دوسرے کے ساتھ اس نعمت کے ہونے پر خفا کیوں ہوتے ہو۔ ابلیس نے حضرت آدمؑ سے حسد کیا عمر بھر کی عبادت رائیگان گئی اسے نسب اور سرشت پر غرور ہوا کہ میں آگ سے ہوں اور آدمؑ مٹی سے ہے، تو بجائے حسد کے ایک دوسرے سے محبت، اتفاق اور اتحاد چاہیئے۔

تکبر اسی طرح تیسری برائی تکبر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو کسی معمولی انسان سے بھی بہتر سمجھے ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے کسی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ مسلمان کافر سے اچھا ہے مگر یہ مت کہو کہ فلاں مسلمان اس کافر سے اچھا ہے۔ اس لئے کہ فی الحال خطرہ ہے کہ اس مسلمان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو اور کافر کا ایمان پہ ہو جائے تو نتیجہ کے لحاظ سے وہ کافر اس مسلمان سے بہتر ہوا۔ حضرت ابو الدرداءؓ راستہ سے گذر رہے تھے۔ کسی نے گالیاں

دیں۔ فرمایا یہ لوگ جتنی گالیاں بھی دیں مگر مجھے اس کا فکر نہیں۔ میرے سامنے ایک گھاٹی ہے (جو موت اور حساب وکتاب کی گھاٹی ہے) اگر میں اس سے کامیابی کے ساتھ گذر جاؤں۔ تو مجھے ان گالیوں سے نقصان نہ ہوگا۔ اور اگر ناکام ہُوا تو پھر تو میں ان گالیوں سے بھی زیادہ مذمت کا مستحق ہوں۔ تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ مال و دولت یا کسی اور چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے۔ قارون نے مال کی وجہ سے چچازاد بھائی پر بڑائی کی اور انجام یہ کہ سب کچھ سمیت زمین میں دھنس گیا۔ فرعون نے حکومت پر غرور کیا سب کچھ سمیت بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا۔ ابلیس غرورنسبی کی وجہ سے دائمی لعنت کا مستحق بنا۔ تو اپنی حقیقت پر سوچنا چاہیئے کہ کس چیز سے خدا نے ہمیں پیدا کیا؟ نطفہ سے جو غلیظ پانی ہے۔ پیدائش سے موت تک جسم اور پیٹ میں آلائش گندگی اور خون پھراتے رہے اور موت کے بعد گل سڑ جائیں گے۔ اسی طرح زبان کو جو بہت چلتی ہے غیبت اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھو۔ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ کوئی بات منہ سے نہیں نکلتی مگر فرشتے اسے لکھ لیتے ہیں جو چھپ کے نہیں بلکہ زبان پر مونڈھوں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر اعمال کے لئے الگ اور اقوال کے لئے الگ فرشتے ہیں۔

بدن کی صفائی

آخری چیز یہ کہ بدن کو پاک وصاف رکھو جسم کی صفائی اور طہارت بھی حضورؐ کے دین کی خصوصیت ہے۔ حضرت تھانویؒ نے طہارت بدن کے متعلق ایک عجیب واقع لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک متقی عالم کا انتقال ہوا لوگوں نے دفن کیا چونکہ وہاں کی قبور کو کچھ عرصہ بعد کھول کر دوسرے مردوں کو اسی جگہ دفنایا جاتا ہے، تو کچھ عرصہ بعد اس عالم کی قبر جب کھولی گئی تو اس میں سے ایک حسین اور نوجوان عورت کی لاش ظاہر ہوئی اور عورت بھی فرانس کی میم تھی۔ فرانسیسی لباس میں تھی لوگ حیران ہو کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے:

انگریزی تہذیب والوں کے لئے عبرت

اتفاق سے ایک شخص نے جو حج پر آیا تھا۔ اسے پہچان لیا کہ یہ تو پیرس کی عورت ہے

میں نے اس کو اردو زبان سکھائی تھی اور ماں باپ سے چھپ کر میرے ہاتھ پر اسلام لائی تھی لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ خدا نے اس عورت کو اسلام کی وجہ سے مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔ مگر وہ عالم کہاں گیا؟ ـــــ رفتہ رفتہ بات پھیل گئی اور پیرس میں اس عورت کو جس تابوت میں دفنایا گیا تھا تحقیق کے لئے کھولا گیا تو اس تابوت سے اس متقی عالم کی لاش نکلی۔ لوگوں کی حیرانی اور بڑھ گئی اور اس بزرگ کی بیوی سے اس کے حالات پوچھے گئے۔ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنے شوہر میں کوئی ایسی خرابی نظر نہیں آتی۔ سوائے ایک بات کے کہ جب اسے غسل جنابت کی ضرورت ہوتی تو اس کی زبان سے نکلتا کہ عیسائیوں کا مذہب اچھا ہے کہ ان کے ہاں غسلِ جنابت نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس کی زبان سے ایک کلمۂ کفر نکلا اور کافروں کی کسی ایک چیز کو اسلام پر ترجیح دی اور ایسا انجام ہوا۔ تو آج لوگ انگریزی آداب اور طور طریقوں پر مرمٹنے والے ہیں اور یورپ کے تمام قوانین اور فیشنوں پر فریفتہ ہیں معلوم نہیں کون سے گوروں کی قبر میں ان کو جگہ ملے گی یہ عالم غیب ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالےٰ نصیحت کے لئے اسے منکشف کرا دیتا ہے تو اسلام ہمیں ظاہری و باطنی جسم اور روح دونوں کے تزکیہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر چلنے اور مضبوطی سے تھامنے اور باقی لوگوں تک پہنچانے کی توفیق دے۔

+———✱———+

رسولِ کریمؐ کی اطاعت و محبّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ط قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انا رحمۃٌ مھداۃ حضورؐ نے فرمایا میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا رحمت ہوں۔

سیرت کی ہمہ گیری

محترم بزرگو! اس مجلس کا انعقاد سردارِ دو جہاں حضور اقدسؐ کی سیرت کے متعلق ہے۔ سیرت کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ اگر عمر بھر اس کے کسی ایک پہلو کو بیان کیا جائے تو ناممکن ہے، کجا کہ مجھ جیسے ناقص العلم اسے پورا بیان کر سکیں۔ حضورؐ کی شان تو یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے کسی نے حضورؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مختصراً جواب دیا و کان خلقہ القرآن کہ حضورؐ کے اخلاق قرآن کریم ہی تو تھے۔ الحمد سے والناس تک قرآن کریم کو پڑھیے سیکھئے سمجھئے، یہ سب حضور اقدسؐ کے اخلاق و عادات کی تفصیل ہے۔ تو حضورؐ کی سیرت کے لئے قرآن کا مطالعہ کیجئے۔ تمام بھلائی اور خوبی جو اس میں ہے وہ حضورؐ کی سیرت میں عملی طور پہ پائی جاتی ہے۔ پھر قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کے عجائب اور اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اس طرح حضورؐ کی سیرت مبارکہ کی تفصیلات اور عجائبات بھی ختم نہیں ہو سکیں گے۔

دو قسم کی روشنیاں

بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں جسم عطا فرمایا۔ اس کے لئے دو قسم کی روشنیوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو آنکھوں کی روشنی جسے ہم بصارت کہتے ہیں اور اس کے ذریعہ راستہ پہ چلتے ہیں۔ کانٹے اور دیگر اذیت والی چیزیں دیکھتے ہیں اس طرح نفع کی چیزیں معلوم کرتے ہیں۔ ظاہری حسن و قبح کا فرق اس کے ذریعہ ہوتا ہے جسم کی زندگی کی بصارت بینائی پر موقوف ہے۔ اندھا بےچارا کسی کام کا نہیں ہوتا مگر قوتِ بصارت

ایک خارجی اور بیرونی روشنی کی محتاج ہے۔ اگر رات کو روشنی نہ ہو دن کو آفتاب نہ ہو تو اس بینائی سے کچھ کام نہیں ہو سکتا ٹکریں مارتے پھریں یہ آنکھیں اس خارجی روشنی کے بغیر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکیں گی بلکہ تباہی کی طرف لے جائیں گی۔ غرض جسم کی بیرونی ترقی اور بقاء کے لئے روشنی کی ضرورت تھی، تو خدا نے جو رب ہے، آہستہ آہستہ تدریجاً تدریجاً ہر شئے کو اپنے کمال تک پہنچانا ہے۔ اس کے لئے چاند ستارے آفتاب وغیرہ پیدا کئے۔ موم بتی کی روشنی اس سے زیادہ چراغ کی اس سے زیادہ بجلی اور چاند اور سب سے زیادہ آفتاب کی۔ اس طرح انسان کی روحانی ترقی اور معنوی بقاء و حفاظت کے لئے اندرونی روشنی انسان کو دی جسے عقل، فکر اور فہم کہا جاتا ہے۔ مگر جس طرح جسمانی روشنی خدا نے متفاوت پیدا کی ہے۔ اس طرح خدا نے ہر انسان کو عقل اور فہم متفاوت دی۔ کسی کو زیادہ کسی کو کم۔

انسانی عقل اور بصیرت نورِ نبوّت کے بغیر بے کار ہے

اور جس طرح آنکھیں خارجی روشنی کے بغیر بے کار ہیں اس طرح اس بصیرتِ باطنی اور عقل و فہم کے لئے ایک بیرونی روشنی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص افلاطون ارسطو، فیثاغورث اور جالینوس بن جائے۔ اس سے بھی بڑا عقلمند بن جائے۔ مگر جب تک خدا کی پیدا کردہ اس خارجی روشنی سے فائدہ نہ لے تو اس کا عقل و فکر اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا اور منزلِ مقصود تک کبھی نہ پہنچ سکے گا۔ بلکہ کسی تباہی کے گڑھے میں گر کر ہلاکت کا باعث بن جائے گا۔ یہ بیرونی روشنی نبوت اور وحی الٰہی کی روشنی ہے اور انبیاء علیہم السلام اس روشنی کے حامل ہیں۔ خدا نے اس روشنی کے لئے انبیاءؑ کو بھیجا۔

حضورؐ آفتاب عالمتاب ہیں

پھر جس طرح ظاہری روشنیاں متفاوت تھیں۔ کوئی موم بتی اور چراغ کی مانند ہے۔ کوئی تاروں کے برابر کوئی چاند کی شکل میں۔ ہمارے حضورؐ خاتم النبیین ہیں، تو ان کی مثال آفتاب کی طرح ہے۔ شاگردوں اور امتوں کی استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اساتذہ اور انبیاء بھیجے گئے حضورؐ کو آفتاب بنا کر بھیجا کہ حضورؐ اقدس کا دور علم کے انتہائی عروج اور ترقی کا زمانہ تھا۔ ہر پیغمبر نور ہے مگر تمام انبیاءؑ کا سردار وہ نور ہے جو روشنی میں بھی سب سے بڑھ کر ہے اور جب آفتاب موجود ہو تو چھوٹی روشنیوں کی ضرورت نہیں ہوتی نہ کوئی

دن کی روشنی میں بجلی یا چراغ جلاتا ہے اب اگر پیغمبر کی ہدایات کی روشنی میں ہماری زندگی گزرے گی ۔ تب ہمارا یہ عقل، یہ سیاست، یہ علم، یہ سائنس اور یہ نظام کام دے گا اور ہماری کامیابی کا باعث ہوگا۔

ایمان کے لئے حضورؐ سے ربط و تعلق لازمی ہے

یہ روشنی جو یہاں جل رہی ہے اس کا نام بلب ہے۔ اور یہ روشنی ایک پاور ہاؤس سے آتی ہے۔ جو مالاکنڈ اور ورسک میں موجود ہے اگر اس بلب کا رابطہ اپنے پاور ہاؤس سے کٹ جائے یا فیوز ہو جائے تو روشن نہ ہوگا۔ بلکہ سیاہ اور تاریک ہو جائے گا۔ پھر اس تک دو تار لگے ہیں ایک سرد اور ایک گرم اور دونوں کے ذریعہ رابطہ قائم ہے پاور ہاؤس سے، اگر ان تاروں میں سے ایک بھی کاٹ دیں تو یہ بلب روشن نہ ہو سکے گا۔ رابطہ قائم ہو اور فیوز نہ ہو تو یہ کام دے گا یہ میدان بھی روشن ہوگا ـــــ یہی حال ہمارے دل کا ہے اور اسے بھی خدا نے بلب کی شکل کا بنایا ہے اس میں ایمان اور یقین کی روشنی تب آئے گی کہ رابطہ ہو اس کا پاور ہاؤس سے۔ یہ پاور ہاؤس مدینہ طیبہ ہے اور حضور اقدسؐ کا گنبد خضرا ہے جس نے اپنے دل کو اس مرکز ہدایت اور نور کے سرچشمہ سے منور کیا اس کا نام بن گیا سیدنا ابوبکر صدیقؓ۔ اس کا نام بن گیا حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ حضرت خالد بن ولیدؓ۔ یہ روشنی حضورؐ کی شکل میں اب بھی زندہ اور موجود ہے۔ خدا کے دینے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لینے والا نہیں قلوب اندر سے فیوز ہیں تاریک ہیں کیونکہ رابطہ ٹھیک نہیں اور جب دل تاریک تو سارا جسم اور سارا ماحول تاریک ہے۔ کیونکہ سارا مدار دل ہی پر تو ہے۔ الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ جو صحیح ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر وہ فاسد ہو تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے پھر جس طرح بلب کی روشنی دو تاروں پر موقوف ہے اور ہر ایک کی خاصیت الگ الگ ہے۔ اگر یہ تار ٹھیک نہ ہو تو تمہاری سائنس نہ چلے گی۔

محبتِ رسولؐ

اس طرح حضورؐ کے ساتھ رابطہ کے بھی دو تار ہیں ایک حضورؐ کی محبت دوسری حضورؐ کی اطاعت۔ ان میں سے ایک یعنی محبت گرم تار ہے اور اطاعت سرد محبت [illegible] اپنی عزت مال و آبرو اور جان سے بھی زیادہ ـــ حضورؐ نے فرمایا لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔ تم میں سے کوئی شخص مسلمان

نہیں بن سکتا جب تک مجھے اپنے باپ، بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔

اطاعت

دوسرا تار اطاعت اور فرمانبرداری ہے اس میں ادب ہوتا ہے۔ جذبات کو چھوڑ کر خواہشات کو چھوڑ کر حضورؐ کی اطاعت اور تابعداری کرنی پڑے گی۔ یہ رابطہ تب صحیح ہو گا کہ خدا نے حضورؐ کو جن احکام کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان کے مطابق زندگی صرف ہو۔ ان احکام میں تجارت کے احکام بھی ہیں۔ ملازمت و معاشرت کے بھی گھر بار، مزدور، آقا کے احکام بھی موجود ہیں غربت اور فقیری اور سلطنت اور حکومت کے طریقے بھی ہیں۔

دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی قدر و قیمت

غزوہ خندق میں حضورؐ پھاوڑا لے کر اپنے ہاتھوں سے خندق کھود رہے ہیں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ پیٹ مبارک سے کپڑا سرک گیا تو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ آقا ساتھیوں کو خدا کی راہ میں مشغول دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور زبان مبارک پر بہ رجز یہ کلمات ہیں:

اللّٰھم لاعیش الا عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ۔ دنیا کی خوشی کوئی خوشی نہیں۔ قارون اور نمرود جتنی دولت ہو تو کیا فائدہ؟ سب کچھ رہ جاتا ہے اس موجودہ دنیا میں سینکڑوں مثالیں دیکھئے آج تخت پر ہے تو کل تختہ پر۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دی آخرت کی۔ یہ تنخواہ کے مزدور نہ تھے اللہ کے مزدور تھے۔ مگر جس نے خدا کی خوشنودی کے لئے کام کیا دنیا کے تاج و تخت بھی اس کے قدم چومتے ہیں چنانچہ اس موقعہ پر خوشخبری سنائی۔ پھاوڑا جب مارا تو روشنی نکلی اور اس میں قیصر و کسریٰ اور صنعاء یمن کے بنگلے نظر آئے حضورؐ نے صحابہؓ کو بشارت سنائی کہ یہ سب کچھ تمہارے قدموں میں ہوگا۔ مگر فرمایا کہ اے اللہ عیش صرف آخرت کی عیش ہے یہ سب دنیا تو فانی ہوگی۔ آخرت کی عیش کو اہم مقصود بنا دیا اس دنیا میں ہمارے جسم سمیت جو کچھ بھی ہے نہ ابتداء میں تھا۔ اور نہ باقی رہنے والی چیزیں ہیں۔

انسان کی حقیقت

حضرت علیؓ مسلمانوں کے خلیفہ رابع اور حضورؐ کے داماد فرماتے ہیں کہ جو شخص پیشاب کے دو قطروں سے پیشاب کے دو راستوں سے ذریعہ پیدا ہوا، زندگی بھر ہر حال میں اس کے پیٹ اور بدن کے اندر نجاست اور غلاظت موجود رہی۔ ہر وقت نجاست کو لئے پھرتا ہے اور مرنے کے بعد گل سڑ کر کیڑوں کی خوراک بن جاتا ہے بدبودار ہو

جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے آپ پر کیوں غرور کرے۔ ہم کیا ہیں؟

خدا کی نعمتوں کی شکر گزاری

یہ خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ ہر نعمت پر شکر ادا کرنا ہے۔ نعمت جس سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ محسن ہیں تو اس کے احسانات کو تو مانو دل سے، پھر زبان سے، کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہو فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو اور اس کھانے سے جو تقویت ملے اسے خدا کی بندگی کا ذریعہ بنا دو۔ یہ ہے شکر۔ اب تو زبان سے بھی اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ غرض حضورؐ نے شکر اور بندگی کے تمام طور طریقے بتلائے۔ حضورؐ اسلام اور مسلمانوں کے لئے پاور ہاؤس ہیں۔ اور آج بھی گنبدِ خضرا میں تمام کمالات اور صفات کے ساتھ موجود ہیں وہاں سے روشنی ہمارے دلوں میں اور ہمارے اعمال میں تب پیدا ہوگی کہ اپنا رابطہ ٹھیک کر لیں۔

دنیا میں شر و فساد حضورؐ سے رابطہ نہ ہونے کا نتیجہ

آج جو تمام دنیا میں اندھیرا ہے اور مسلمان بھی اس میں بھٹک کر ذلت و خواری کے گڑھے میں گر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دونوں تاروں کو کاٹ دیا ہے اطاعت کا تار بھی اور محبت کا بھی۔ اگر محبت اور اطاعت کا دعوے ہے تو صرف نام رہ گیا ہے۔

محبت اور اطاعت دونوں لازمی ہیں

محبت جس میں اطاعت نہ ہو کسی کام کی نہیں در اصل عداوت ہے اور صرف قانونی اور رسمی اطاعت، کہ محبت نہ ہو وہ بھی باعثِ نجات نہیں۔ بیوی بچوں سے ہماری محبت ہے تو سفر و حضر میں رات دن ایک کر کے ان کے آرام اور راحت کے لئے کمانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ خواہ حلال ہو یا حرام، کسی تکلیف اور مصیبت کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ان کے ساتھ قلبی رابطہ ہے محبت ہے۔ ان سے کسی بدلے کی توقع نہیں، نہ کسی خیر اور نفع کا لالچ ہے کہ فطری محبت ہے ان کے ساتھ، اگر حضورؐ کے ساتھ حقیقی اور صحیح محبت آجائے تو تابعداری اور اطاعت کے لئے نہ تبلیغ کی ضرورت ہوگی نہ تعلیم و تلقین کی۔ خود بخود اطاعت آئے گی۔ ہر بات ہر عمل اور عادت میں محبوب کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ جارج پنجم نے داڑھی رکھی، پوچھا گیا کہ کیوں؟ کہا کہ مجھے دنیا میں جس انسان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی وہ میرا باپ تھا۔ چونکہ اس نے بھی داڑھی رکھی تھی تو میں نے بھی رکھی۔ پھر محبت میں مصلحت اور حکمت تلاش نہیں کی جاتی کہ کیوں ایسا کروں؟ کیا فائدہ ہے؟ اور کیا فلسفہ ہے اس میں؟ جب

محبت ہو گی تو اطاعت لازمی ہے۔ وہ محبت نہیں جھوٹا دعویٰ ہے آج محبت نہیں رہی تو اطاعت بھی چلی گئی نتیجہ کیا نکلا؟ آج ہم سرنگوں ہیں مسلمانوں کے دل زخمی ہیں کہ کروڑوں مسلمان ۲۲ لاکھ یہودیوں سے شکست کھا گئے۔

حضورؐ اور صحابہؓ کی فتح مندیوں کی وجہ

یہ ابوعبیدہؓ، عمرو بن العاصؓ، سعد بن ابی وقاصؓ جنہوں نے مصر و عراق اور ایران و شام فتح کیا۔ وجہ کیا تھی؟

حضرت عمرؓ فاتح بیت المقدس کی کیا حالت تھی؟ دولت و حکومت سب پاس ہے مگر کرتے کیا ہیں۔ آٹھ آٹھ پیوند کپڑوں میں لگے ہوئے تھے۔ پوچھا گیا کیا خزانہ میں گنجائش نہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے اپنے آقا کو دیکھا کہ بحرین سے ایک لاکھ کی دولت آئی۔ مگر اپنے افطار کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔ کیا یہ حضرات بلڈنگیں نہیں بنا سکتے تھے؟ جس رات حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے تو چراغ کا تیل ادھار لیا گیا تھا۔ حضور علیہ السلام کے گھر کی یہ حالت تھی کہ نابالغ آدمی ہوتا تو چھت سے سر لگتا۔ ظاہری حالت یہ تھی اس کمرے کی کہ جہاں حضور اقدسؐ کا جسدِ اطہر اب بھی موجود ہے اور جو عرش سے بھی اعلیٰ ہے عرش اس پر فخر کرتا ہے۔ حضورؐ نے اسوہ پیش کیا کہ قومی دولت کو ذاتی منافع میں نہ لگاؤ۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں غلام اور ان کا ایک ہی اونٹ ہے سواری کے لئے۔ باری باری اس پر سفر کرتے ہیں بیت المقدس پہنچتے وقت غلام کی باری تھی اس کو بٹھایا اور خود مہار پکڑے ہوئے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ غلام کو امیر المومنین سمجھے۔ اور آج ہماری حالت کیا ہے؟ درحقیقت آنچہ برما است از ما است ـــــ ہمارے ہاں لڑائی کے وقت، ہمارے لیڈر نے اتنا تو کہا کہ کفار نے لا الٰہ الا اللہ کہنے والی قوم کو دعوتِ مبارزت دی ہے ـــــ اگرچہ بموں اور جہازوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ مگر اسرائیل کے مقابلہ میں یقیناً غالب ہو جاتے۔ مگر رابطہ اپنے مرکز اور پاور ہاؤس سے توڑ دیا۔ یہاں کے لوگ تھوڑے عرصہ کے لئے بدل گئے خدا کی طرف راغب ہوئے تو خدا نے ذلت اور رسوائی سے بچایا۔ مگر یہاں کی حالت بھی بعد از جنگ تیزی سے بدل گئی۔ عوام اور خواص سب اپنی پرانی روش پر آ گئے اور نہ اربابِ اقتدار خدا کی اس نعمت کے شکر گزار ہوئے بلکہ خدا کے غضب کو دعوت دینے والی باتوں پر اڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ آزمائش اور امتحان نہ لائے ورنہ خدا کی گرفت کا خطرہ ہے۔ مسلمانوں کی قوت و طاقت تو حضورؐ کی اتباع اور وابستگی میں ہے ان کی سنتوں پر چلنے میں ہے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز مجدد اوّل خلیفہ تھے

تو حکام اور عمال کے نام خط بھیجا کہ اگر میری خلافت میں حضورؐ کی ایک سنت زندہ ہو جائے اور اس کے لئے عمر کے بدن کا ریزہ ریزہ ہو جائے اور ساری حکومت چلی جائے پھر بھی اسے کامیابی سمجھوں گا۔ اور اگر ساری دنیا کی بادشاہی میرے قبضہ میں ہو مگر حضورؐ کی کوئی سنت مٹ جائے تو عمرؓ کامیاب نہیں۔ خداوند تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ تمہاری غمی اور شادی اور گھریلو معاملات، اجتماعی تعلق کس شکل پر ہے۔

حضور اقدسؐ اسوۂ حسنہ ہیں

وہ پوچھیں گے میں نے تمہارے پاس ایک نمونہ بھیجا تھا اور تم نے اس نمونہ کو اپنا معیار بنایا یا نہیں؟ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ بے شک تمہارے لئے رسول کریمؐ میں بہترین نمونہ ہے۔

تم درزی کو کپڑے دیتے ہو اور نمونہ بھی اس کے سامنے رکھ دیتے ہو کہ اسی طرح کپڑا چاہتے ہیں خدا نے ہمیں نمونہ دیا کہ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال کر میرے پاس لوٹنا جن لوگوں نے اس صورت کو اپنایا وہ کروڑوں پر بھاری ہوئے۔ ۳۱۳ بدر میں ۷۰۰ احد میں اور ۳۰۰۰ خندق میں مگر ہزاروں کو شکست دیتے ہیں، اور آج ستر کروڑ ہیں۔ مگر اسوۂ حسنہ بنایا ہے امریکہ اور روس کو تو اندر سے کھوکھلے ہیں اور سمندر کی جھاگ اور خس وخاشاک کی مانند ہیں۔ روس اور امریکہ اور دوسرے کفار جوا بازوں کے ہاتھوں میں تاش کے پتے بن کر رہ گئے۔ کبھی ایک کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کبھی دوسرے کو۔ ہمارے مخلص اور خیرخواہ تو صرف حضور اقدسؐ ہیں۔ ان کے ساتھ اگر تعلق ہے تو کامیابی ہوگی ورنہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فریضۂ نبوّت

٭ تلاوت آیات ــــ ٭ تزکیہ نفوس ــــ ٭ تعلیم کتاب و حکمت

تقریر حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ، نے مشرقی پاکستان کے دوران میمن سنگھ کی جامع مسجد کے عظیم اجتماع میں بعد از نماز ظہر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ ۲۶ فروری ۱۹۶۸ء کو ارشاد فرمائی۔ حاضرین کا تخمینہ ۳۰، ۳۵ ہزار کے لگ بھگ تھا۔ ــــ "س"

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم یتلوا اٰیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ۔

محترم بزرگو! اس آیت میں خداوند کریم نے حضورؐ کی بعثت کو مومنین پر بطور ایک احسان عظیم کے ذکر فرمایا، نیز حضور اقدسؐ کے فرائض منصبی کو بھی بیان کیا گیا کہ ان کا کام تلاوت آیات، اور تعلیم کتاب و حکمت ہے ــــ اس فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حضورؐ نے جس شغف، انہماک اور محنت و مشقت برداشت کرنے کا مظاہرہ فرمایا، کوئی مثال اس کی نہیں مل سکتی۔ اس امت کی تعلیم و تربیت اور انسانوں کو خدا سے ملانے کے لئے حضورؐ کو عجیب رأفت و شفقت خدا نے عطا فرمائی تھی۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔

اُمّت سے حضورؐ کی آخری ملاقات

زندگی کے آخری وقت میں ہر شخص کو دنیا سے جاتے ہوئے اپنی اولاد اور مال و دولت

وغیرہ کی فکر ہوتی ہے. مگر حضورِ اقدس صلعم نے جس دن وصال فرمایا اس دن صحابہ کرامؓ کا صبح با جماعت نماز پڑھنے کے دوران حجرہ مطہرہ کا پردہ اٹھایا. مسجد بھری ہوئی تھی، صحابہؓ نماز میں کھڑے ہیں صحابہؓ نے گوشۂ چشم سے دیکھا سیّد الکائنات علیہ السلام کا چہرہ سامنے ہے حضور انورؐ کا چہرہ جیسا کہ مصحف قرآن کا ایک ایک صفحہ علوم و انوار اور برکات سے معمور تابندہ ہے اسی طرح چہرۂ انور نور سے بھرا تھا، تبسّم چہرے پر طاری تھا. صحابہ کرامؓ کو بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے چاہا کہ دوڑ کر حضورؐ سے لپٹ جائیں، نماز چھوٹ جانے کا خطرہ صحابہؓ کو لاحق ہُوا. حضرت ابو بکر صدیقؓ مصلّٰی سے پیچھے ہٹنے لگے حضورؐ نے اشارہ سے روک کر فرمایا نماز پڑھتے رہو. پھر پردہ سرکا کر اندر تشریف لے گئے. علماء نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے اپنی امّت کے ساتھ آخری ملاقات نماز کی حالت میں فرمائی کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں حاضری کے وقت اس حالت کی شہادت دے سکیں کہ جو قوم اللہ کے دروازے سے بھٹکی ہوئی تھی، کوئی لاتؔ اور عزّیٰ کو پوجتا تھا، کوئی مناتؔ کو، اور کوئی شیطان کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھا ——— اے اللہ! میں نے انہیں تیرے دروازے پر حاضر کر دیا اور اسے تیری عبادت کرتے چھوڑ کر آیا ہوں.

ہر وقت اُمّت کی فکر

حضورؐ کو ہر لحظہ اپنی امّت کی فکر دامنگیر رہی. حجۃ الوداع میں عرفات کے موقعہ پر دعا کی اور تشفی کرانا چاہی کہ میری امّت کا کیا حال ہو گا. حضورؐ آخری نبیؐ ہیں اور آپ کی امّت آخری امّت. اور اسے راہِ حق سے بھٹکانے کے لئے بے حساب فتنے سر اٹھائیں گے. دولت، عورت، حکومت، عیاشی اور دیگر بہت سی چیزیں ہوں گی امّتی کس کس فتنے کے مقابلہ میں کامیاب ہوں گے تو دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری امّت کے بخشے کی بشارت دے تو اللہ تعالےٰ نے میدانِ عرفات میں اپنے حقوق معاف کر دینے کی بشارت دی اور حقوق العبادؔ کی معافی کا اعلان نہ ہُوا. حضورؐ بے چین رہے رات کو مزدلفہ میں رو رو کر پھر دعا مانگتے رہے کہ اے اللہ حقوق العباد بخشنے کی کوئی صورت بھی فرما دیں، اس طرح کہ صاحبِ حق کو حق بھی پہنچ جائے اور اس حق تلفی کرنے والے کو معافی بھی ملے تاکہ ابدی عذاب سے نجات پا لے تو خداوند کریم

نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور صورت تبلادی کہ قیامت کے دن مدعی اور مدعی علیہ کے سامنے ایک عظیم الشان باغ اور ایک شاندار محل آجائے گا۔ دونوں مقدمہ چھوڑ کر متوجہ ہو جائیں گے کہ یا اللہ یہ شاندار باغ اور محل کس کے نصیب میں ہوگا۔ کسی شہید یا کسی مجاہد یا کسی نبی ہی کا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ تو فروخت کے لئے ہے، وہ متعجب ہوں گے کہ اسے کون خرید سکتا ہے؟ اللہ فرمائے گا کہ خرید سکتا ہے اگر تو اپنے حقوق حقدار کو معاف کردے تو تجھے ہی دے دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ کروڑوں حقوق جنّت کی ایک اینٹ کے برابر بھی نہیں ہوسکتے وہ فوراً اپنا حق بخش دے گا اور دونوں مدعی مدعی علیہ خوشی خوشی ہاتھ ملاکر صلح کرنے کے بعد جنّت میں چلے جائیں گے ——

قربان جائیے اللہ بھی کیسا رحمان و رحیم اور حضورؐ بھی ہمارے حق میں کیسے رؤف و رحیم ہیں۔ وما ارسلنٰك الّا رحمةً للعالمین تمام مخلوقات اسی رحمۃ للعالمین کی برکات اور فیوضات سے مالا مال ہو رہی ہے۔ تو اس ذاتِ اقدسؐ نے ہماری نجات کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بشرطیکہ ہمارا رشتہ حضورؐ سے استوار ہو جائے۔

حضورؐ سے ہمارا رابطہ کیسے ہوسکتا ہے

اس ذاتِ اقدسؐ کے ساتھ ہمارا کچھ تو تعلق رابطہ اور کنکشن ہونا چاہیئے، وہ ذاتِ اقدسؐ اب بھی گنبد خضریٰ میں اپنے تمام کمالات اور فضائل کے ساتھ قیام فرما ہیں اور ہمارا ان سے رابطہ ضروری ہے۔ اور یہ رابطہ تب صحیح ہوگا کہ ہمارے اندر حضورؐ کی اطاعت اور محبت دونوں کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ یہ میرے سامنے بجلی کے دو تار ہیں، ایک گرم اور ایک سرد دونوں جمع ہوں تو بجلی روشن ہوسکے گی۔ اسی طرح ہمارے دل کا بلب جب رسول اللہؐ کے ساتھ دو تاروں سے ملے گا تو ہمارے قلوب نورِ ایمان سے منوّر ہوں گے۔ رسول اللہؐ سے محبت گرم تار ہے، اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری ٹھنڈی ہے۔ نہ صرف محبت سے کام چلتا ہے، نہ خالص قانونی اطاعت سے۔ مگر افسوس ہمارا تو سرے سے کنکشن ہی کٹا ہوا ہے۔ اور حضورؐ سے تعلق تو وہ عجیب نعمت ہے کہ حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم نبی نے اس کی

تمنا ظاہر فرمائی، اور انبیاء سابقین نے اپنی امتوں کو وصیت فرمائی کہ اگر حضورؐ کا زمانہ پا سکو تو
ان کی اطاعت اور محبت میں کوتاہی نہ کرنا۔ بلکہ انبیاءؑ سے خداوند کریم سے میثاق لیا کہ لتؤمننّ
بہ ولتنصرنّہ۔ کہ تم ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔

محترم بزرگو! حضورؐ نے وصیت فرمائی کہ تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، کتاب اللہ و
سنتی، اگر انہیں تھامے رکھو گے تو ہرگز گمراہ اور ہلاک نہ ہو گے، ایک خدا کی کتاب جو اللہ
کا کلام ہے جس کی تعلیم کے لئے خدا نے حضورؐ کو بھیجا اور پھر انسانوں ہی میں سے بھیجا، اگر رسولؐ
کوئی فرشتہ ہوتا تو اسے انسانی حوائج وضروریات اور انسانی جبلّت اور طبیعتوں کا اتنا
اندازہ نہ ہوتا۔ اور ایسی محبت نہ ہوتی جو رسولؐ کو انسانوں ہی میں سے ہونے کی صورت میں ہے۔

حضورؐ کا پہلا کام

—— تو حضورؐ کا پہلا کام اللہ کے کلام اور کتاب کے سلسلہ میں یہ تھا کہ
یتلوا علیہم آیاتہ —— اللہ کی آیات کی تلاوت ان سے
کراتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انسان ایک چیز کو زبان سے پڑھتا ہے تو وہ چیز دل و دماغ
میں سرایت کرتی جاتی ہے۔ بشرطیکہ دل جو ظرف اور برتن ہے وہ پاک اور صاف ہو۔ اگر برتن صاف
اور پاکیزہ ہے تو اس میں دودھ ڈالا جائے گا، مگر پیشاب کے برتن میں پاکیزہ چیز نہیں ڈالی جاتی
تو یہ دل جو روح اور جسم کا مرکز ہے، لطیف ہے، جب یہ پاکیزہ ہو گا تو قرآن اس میں اترے گا۔

دل تجلّی گاہ ربّانی

دل کی عجیب حالت ہے، حسب ارشاد خداوندی هل اتی علی
الانسان حین من الدھر۔ خداوند تعالےٰ نے جب
حضرت آدمؑ کے ڈھانچہ اور کالبد کو تیار کیا تو چالیس برس پڑا رہا، ابلیس آ آ کر اس ڈھانچے
کے ارد گرد چکر لگاتا جسم کے سوراخوں کو دیکھتا رہتا پیٹ کو ٹھونکتا اور خوش ہوتا کہ چلو یہ تو اندر
سے خالی ہے، اور میں ان راستوں کے ذریعہ انسان کو بھٹکانے میں کامیاب ہوں گا۔ مگر دل
کو دیکھ کر پریشان ہوتا کہ یہ کیسی چیز ہے، اس میں گھسنے کا تو کوئی راستہ ہی نہیں۔ تو دل ایسی چیز ہے
کہ اگر اس کی حفاظت ہو جائے تو شیطان کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا حدیث قدسی ہے کہ:

لایسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن (او کما قال) ـــــ تجلیات خداوندی کی متحمل نہ زمین ہو سکتی ہے نہ آسمان، البتہ میرے مومن اور صاف دل بندے کے دل میں میرا جمال اور تجلی سما سکتی ہے ـــــ سورج کا عکس پہاڑ اور بڑے بڑے ہیکلوں اور عمارتوں میں نہیں آ سکتا مگر ایک چھوٹے سے شفاف آئینہ میں سارے سورج کا عکس سما جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ لطیف پاکیزہ اور شفاف ہوتا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلّی ذات باری کی خواہش ظاہر کی، خداوند کریم نے پہاڑ پر اپنی تجلّی کا ایک کرشمہ ظاہر کر دیا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا۔ فلمّا تجلّی ربّہ جعلہ دکا۔ مگر دل اگر صاف ہو تو خدا کی تجلّی اس میں آ جاتی ہے اور ایک تہجّد گزار وہ آوازیں سن سکتا ہے جو خداوند تعالیٰ بندے کی حاجت برآری کے لئے سحری کے وقت فرماتے ہیں۔

قلوب کا تزکیہ تو پیغمبر کا کام تلاوت کرانا تھا، اور اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ اس دل و دماغ میں راسخ کرانے کے لئے قلوب کا تزکیہ بھی کراتا ہے کہ باطن صاف اور مستعد ہو کر اسے قبول بھی کر سکے، اور یہی وجہ ہے کہ دل آلائشوں سے آلودہ ہو تو صحیح علم اور دینی فقاہت بھی نصیب نہیں ہو سکتی ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترك المعاصی

اگر ہمارے دلوں میں فانی چیزیں اور فانی دنیا موجود ہو تو اس میں باقی اور ابدی چیز نہیں اتر سکتی کلام خداوندی باقی ہے اور جو اس سے مرتبط ہوا وہ بھی باقی ہو گیا اور جو فانی چیزوں سے مربوط ہوا خواہ قارون و ہامان یا امریکہ اور روس کا صدر کیوں نہ ہو، مٹ جائے گا۔ اس لئے حضورؐ کا دوسرا کام تزکیہ قلوب ہے۔

اب تو تلاوت اور تعلیم کتاب دونوں سے انکار ہو رہا ہے

تلاوت اور تزکیہ نفوس کے علاوہ تیسرا کام

حضورؐ کا یہ تھا: یعلمھم الکتاب ۔حضورؐ اپنی امت کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں، آیات کی شرح وتفسیر بھی کرتے ہیں، مصداق اور مراد خداوندی بھی متعین کرتے، اس کی عملی صورت اور شکل بھی امت کے سامنے رکھتے ۔منکرین حدیث کو کون سمجھائے کہ اگر حضورؐ کا منصب تعلیم کتاب اور قرآن کی تبیین وتشریح کا نہ تھا تو یتلوعلیھم کے بعد یعلمھم حالانکہ خود کتابوں کے مطالعہ سے علم حاصل نہیں ہوتا ورنہ سب لوگ کتاب خرید کر مطالعہ کرتے سکول یونیورسٹی کالج اور مدرسوں کی کیا ضرورت تھی ——— حالانکہ خود کتابوں کے مطالعہ کرتے، سکول، یونیورسٹی کالج اور

مدرسوں کی کیا ضرورت تھی ——— استاد، مرشد اور پروفیسر کی کیا حاجت تھی ——— تو قرآن کی تفسیر نبیؐ کے تعلیم کے بعد محض تلاوت کے ذریعہ کیسے امت کی سمجھ میں آسکتی۔ اور اب تو تلاوت کو بھی عبث اور فضول کہا جانے لگا ہے ۔تعلیم کتاب کا حق بھی حضورؐ سے چھیننا چاہتے ہیں، رہ گئی تلاوت تو اسے بھی غیر اہم کہا جانے لگا۔ العیاذ باللہ تلاوت اور تعلیم دونوں نہ رہے تو رہ کیا جائے گا ———

اسلام بنیادی چیزوں پر زور دیتا ہے

حضورؐ نے وصال کے وقت کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی وصیت کی حالانکہ حضورؐ کے وصال کے وقت نئی نئی حکومت قائم ہوئی تھی۔ عرب ترقی کا محتاج ملک تھا۔ زرعی، تجارتی اور اقتصادی امور ان کے سامنے تھے ۔تو چاہیئے تھا کہ کارخانوں اور ٹینکوں وغیرہ کے بارہ میں وصیت کرتے، اور اسلام ان چیزوں کا مخالف بھی نہیں۔ مگر وہ اصل اور بنیادی چیزوں کو لینا چاہتا ہے ۔کہ جب کتاب وسنت پر عمل رہے گا تو اس میں آخرت کے ساتھ دنیا کا ہر شعبہ بھی خود بخود آجائے گا۔

ضروری اور غیر ضروری باتوں کی عجیب مثال

آجکل لوگ غیر ضروری جزئیات کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ اسی لئے کامیاب نہیں ہوئے۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے کہ کہیں

ایک کبوتر پھر رہا ہو اور آس پاس ہر طرف آئینے رکھے ہوں تو ہر آئینہ میں کبوتر چلتا پھرتا دکھائی دے گا ـــ اب ایک شخص کبھی ایک آئینہ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے کہ کبوتر کو پکڑ لے اور کبھی دوسرے کی طرف مگر کبوتر ہاتھ میں نہیں آتا۔ ایسے شخص کی ساری عمر اسی طرح برباد ہو جائے گی اور اگر وہ اصلی کبوتر کو پکڑ لے تو ہر طرف نظر آنے والے کبوتر بھی اُسے اپنے ہاتھ میں دکھائی دیں گے کہ جب اصل ہاتھ میں آیا تو اس کے عکس بھی قبضہ میں آجائیں گے۔

حضورؐ نے معجزات سے بڑھکر اہمیت تعلیمات کو دی

اس لئے حضورؐ نے بنیادی طور معجزات کی بجائے اپنے علوم و معارف تعلیمات اور کتاب و سنّت کو اپنی صداقت کے لئے پیش کر دیا کہ اہل علم عالمانہ شان کے مطابق حالات دیکھ کر آپ کی صداقت مان لیں گے، ہاں اگر مخاطب عوام میں سے ہے کلیات کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا تو مخاطب کی حیثیت کے مطابق اسے بھی سمجھانے سے انکار نہیں فرمایا۔ حضورؐ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور پوچھا حضورؐ آپ پیغمبر ہیں۔؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا کہ اچھا اس ٹہنی کو اشارہ کریں کہ نیچے آجائے۔ حضورؐ کے اشارہ سے ٹہنی نیچے آگئی۔ اور وہ اعرابی ایمان لایا۔ رکانہ ایک پہلوان تھا، آکر کہنے لگا کہ میں دلائل کو نہیں سمجھا اگر آپؐ سچے ہیں تو مجھے پچھاڑ دیں اور وہ ایسا پہلوان تھا کہ گائے کے چمڑے پر جم جاتا اور لوگ اس کے قدموں کے نیچے سے چمڑہ کھینچتے تو چمڑہ پھٹ جاتا مگر اس کے قدم اپنی جگہ جمے رہتے حضورؐ نے کبھی کشتی تو نہیں کی مگر چونکہ مخاطب ایسا ہے تو ایسے موقع پر استاد اور مرشد اپنے درجہ سے نیچے اترتا ہے تاکہ وہ سمجھ جائے اور اسے تدلّی کہتے ہیں۔ حضورؐ نے آہستہ سے ہاتھ ہلایا اور رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اس کی تسلی نہ ہوئی تو دوسری تیسری مرتبہ بھی اسے گرا دیا اور اس نے سر تسلیم خم کر کے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

کتاب و سنّت تمام ترقیات کی جامع ہے

تو حضورؐ نے ملکی ترقیات اور منصوبوں کے بارہ میں وصیّت

نہیں کی مگر کتاب وسنّت کا نام لیا تو اس میں اتحاد و اتفاق اور دشمن کے مقابلہ میں تیاری اور دنیاوی ترقیاں سب آگئیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا۔ یہی ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف مت کرو اور اتحاد و استحکام ضروری ہے۔ مگر جب بنیاد ایمان بالکتاب نہ ہو تو مضبوطی حاصل نہ ہوگی، اصل اور جڑ کے بغیر شاخیں بے کار ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اور افلاطون کے مناظرہ میں ہے کہ افلاطون نے سوال کیا کہ اگر آسمان کمان ہو اور مصائب و آفات تیروں کی طرح برسنے لگ جائیں اور کمان چلانے والا خدا ہو جس سے کوئی جگہ مخفی نہیں تو بچنے کی صورت کیا ہوگی تو حضرت موسیٰؑ نے جواب میں فوراً اصل علاج فرمایا کہ تیر چلانے والے کے دامن میں آجاؤ تو بچ سکو گے۔ افلاطون نے کہا کہ بے شک آپ خدا کے نبی ہیں، یہ جواب ہر کسی کے بس کا نہیں ——— تو مولانا الیاس مرحوم کا مطلب یہ ہے کہ اصل چیز کو پکڑ لیں تو سب نقلی چیزیں ساکن ہو جائیں گی۔ جب کتاب و سنّت کو اپنا لوگے تو اس میں زندگی کے ہر شعبہ کی رہنمائی پاؤ گے اور ہر چیز پر عمل آجائے گا۔ ہم جزئیات کو لئے پھرتے ہیں اور اس کے لئے کبھی اشتراکیت کے پیچھے بھاگتے ہیں کبھی مغربی تہذیب کے پیچھے حالانکہ اصل علاج اور ہے۔

شیخ الہندؒ کی وصیّت

حضرت شیخ الہندؒ رحمۃ اللہ علیہ جن کے مساعی سے آج ہم آزاد ہیں، انہوں نے مالٹا سے واپسی کے بعد اور عمر بھر کے تجربات کے بعد فرمایا کہ دو چیزیں جب تک مسلمان نہ اپنائیں گے ان کے کامیابی اور ترقی ناممکن ہے۔

قرآن کریم میں سارے موجودہ مسائل کا حل ہے

پہلی چیز قرآن کریم سے تعلق اس کی تلاوت، تعلیم اور اس پر عمل ہے، دوسری چیز اتحاد و اتفاق ہے، اور یہ دوسری چیز بھی پہلی بات میں آجاتی ہے۔ اگر ستّر کروڑ مسلمان کجسدٍ واحدٍ (ایک جسم کی طرح) متحد ہو جائیں تو ہر عضو کو دوسرے اعضاء کی تکلیف اور مصیبت کا احساس ہوگا۔ اور ایک عضو کی تکلیف پر سارا جسم بیدار ہوگا۔ اگر مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کی تکالیف کا احساس مغربی پاکستان کو ہو اور انڈونیشیا کے مسلمانوں

کی تکلیف سے عرب اور چین کا مسلمان بے چین ہو تو کیا ہم برباد ہو سکیں گے؟ صرف اگر مسئلہ جہاد کی اہمیت کا سب کو احساس ہو جائے، تو سب کا دکھ درد ایک ہو جائے گا۔ کہ ایک عورت کو بچانے کے لئے اور مسلمانوں کی زمین کی ایک بالشت کے لئے بتدریج سارے عالم اسلام پر جہاد فرض ہوتا ہے۔ عالم اسلام کا ہر خطہ مقدس اور محترم ہے۔ غرض یہ سب چیزیں قرآن پر عمل سے حاصل ہوتی ہیں، اگر ایسا ہو جائے تو بھائی بندی، ہمدردی، ایثار، قربانی اور اتحاد وغیرہ سب پر عمل ہو جائے گا۔ آج اگر سارے عالم میں طبقاتی تفاوت اور معاشی بے اعتدالی ہے تو کیا اس کا علاج قرآن و سنت میں نہیں جن کی تعلیم ہے کہ ویطعمون الطعام علی حبّہ مسکیناً و یتیماً و اسیرًا۔ (کہ مسلمان اپنی خواہش اور ضرورت کے باوجود غریب، یتیم اور مسکین کو کھلا دیتا ہے) اور ارشادِ نبوی ہے: لیس المؤمن الذی یشبع وجارہٗ جائع الی جنبہ۔ وہ شخص مسلمان نہیں جو خود شکم سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ ارشاد باری ہے: ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ خود بھوکے ہیں مگر دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھتے ہیں ـــــ تو ہمارے اندر اصلی چیز یعنی کتاب اور سنت نہیں رہی جس کی وجہ سے یہ سارے فتنے اُٹھ رہے ہیں۔

سنّتِ رسُولؐ حضورؐ نے جاتے وقت کتاب کے ساتھ دوسری چیز سنّت کی تاکید کی سنّت ہر وہ چیز ہے جو حضورؐ کی ذات کے ساتھ قولی فعلی یا تقریری طور پر تعلق رکھتی ہے۔ ما نسب الی الرّسول صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم قولاً او فعلاً او تقریرًا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے سنّت کی کیسی اتباع فرمائی، کوئی امّت اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ پھر جب تمام مسلمانوں کی ساری فلاح اور عزت حضورؐ کے صدقے سے ہے تو حضورؐ کی اتباع کیوں نہیں کرتے ـــــ اور میں تو طلبا دین سے کہا کرتا ہوں کہ ہماری تو خوراک اور پوشاک حضورؐ کے نام اور ان کے علم کے صدقے میں ہے جیسے کہ قریش مکّہ کو

بیت اللہ کی نسبت اور مجاورات کی وجہ سے خدا نے نعمتوں سے مالا مال کیا لایلف قریش الخ پھر اس کا تقاضا ہے کہ فلیعبدوا رب ھذا البیت کہ اس بیت کے رب کی عبادت بھی کرو جس کی برکت سے تم کھا رہے ہو۔

اتباع سنت غیرت کا تقاضا بھی ہے

اپنے محسن اور مقتداء کے طور طریقوں کو اپنانا صرف شرعی مسئلہ نہیں بلکہ غیرت کا تقاضا بھی ہے۔ چین کا وزیر اعظم یہاں آیا، راستہ میں کہیں چین کا ایک کاغذی جھنڈا پڑا تھا اٹھایا، چوما اور سیکرٹری کو دے دیا کہ اسے سنبھالو۔ وہ اپنے ملک کا جھنڈا زمین پر برداشت نہ کر سکا۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے۔ تو میں کہتا ہوں اس کاغذی جھنڈا میں کیا رکھا تھا۔ مگر اُسے تو کسی نے نہیں کہا کہ یہ تنگ نظری ہے حضورؐ نے فرمایا:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے باپ بیٹے اور ساری مخلوق سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

اور یہ حضورؐ سے محبت، اتباع سنت اور حضورؐ کی تعلیم کی برکت تھی کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے بعض عمال عمر بھر حکومت کے دوران بھی صرف جو کی روٹی کھاتے رہے کہ جب تک یقین نہ ہو جائے کہ رعایا کے ہر فرد کو گیہوں کی روٹی ملی ہے، جو کی روٹی ہی کھائیں گے ---- یہ حضرت عمرؓ ہیں کہ آج بھی تقریباً ۵۰ ہزار مربع میل زمین ان کی برکت سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ خود حضورؐ کا یہی حال رہا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کی وصال کی رات گھر میں روشنی کے لئے تیل کسی پڑوسی سے مانگا گیا۔ گیہوں کا آٹا کسی سے مستعار لیا گیا کہ شاید حضورؐ اس کا ایک نوالہ کھا سکیں، زرہ مبارک وصال کے وقت ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جَو کے بدلے گروی ہے۔ صحابۂ کرامؓ کا تو بڑا اونچا درجہ ہے۔

اکابر کی اتّباع

ابھی قریب میں ہمارے اکابر اور علمار حق نے حضورؐ کا کن کن طریقوں سے اتّباع فرمایا۔ دین کے لئے ان حضرات نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ لوگ نہ ہوتے تو انگریز کو نکالنا ناممکن ہوتا۔ ابھی کل ہم نے ڈھاکہ میں شہدار کی یادگار دیکھی جہاں بیک وقت چالیس علمار کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ پھر حضورؐ کے علوم کس حال میں حاصل کئے۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ دہلی میں حلوائی کی دکان کی روشنی میں مطالعہ کرتے، گرے پڑے ساگ کے پتے اُٹھالیتے اور پکالیتے۔ ضعف کے مارے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھنے کی ہمت نہ ہوتی، ان حالات میں دین سیکھ کر ہم تک پہنچایا۔ ان کا ذمّہ فارغ ہوا اور آپ لوگوں کو یہ امانت سپرد کر دی گئی ——— اور ان قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ ———

اکابر کی قربانیوں کا ثمرہ

جس ملک میں بھی انقلاب آیا اس کے ساتھ دین میں بھی انقلاب آیا۔ مگر برِّ صغیر کے مسلمانوں کا دین انگریز کی غلامی کے باوجود محفوظ رہا، اور محفوظ ہے۔ یہ ان علمار ہی کی برکت ہے۔ اور یہ جو ہزاروں پراگندہ حال مسلمان ہیں اہلِ باطل کے پاس ان کھوپڑیوں کا علاج نہیں۔ انبیاءؑ نے سب کچھ خالص اللہ کے لئے کیا اور کوئی اجر نہ لیا قل لا اسئلکم علیہ اجرًا میں تم سے کوئی اجر تبلیغ پر نہیں لاتا۔ ہمارے اکابر نے بھی حضورؐ کی اتّباع میں ایسا ہی کر دکھایا۔ اور یہ ان کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ دین کے مراکز ملک کے گوشہ گوشہ میں قائم ہیں۔ سنا ہے کہ دو ڈھائی لاکھ دیوبند سے وابستہ علمار اس خطّہ مشرقی پاکستان میں موجود ہیں اگر آج بھی یہ سب علمار اور ان کے متبعین متفق و متحد ہو کر استقلال و ثبات سے کام کریں اور حضورؐ کے وارث اپنے مورث کا عکس اپنے اندر پیدا کریں تو اسلام کا پرچم ہر طرف لہرا سکتا ہے۔ حضورؐ نے سختی کو برداشت کیا صبر و تحمل فرما کر اپنا فریضہ تعلیم و تبلیغ پورا فرمایا اور آج بھی یہی پائدار چیز ہے کہ تعلیم قرآن و تبلیغ دین پر بہت توجہ دی جائے۔ انگریز یہاں سے چلا گیا ہے مگر اس کی تہذیب موجود ہے اور یہ سارا نتیجہ اس کی تعلیم کا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علومِ نبوت نبی کریمؐ پر اللہ کی نعمت عظمیٰ

علوم دینیہ اور مدارس عربیہ کی فضیلت اور اہمیت

۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار جامعہ اسلامیہ راولپنڈی کے تعلیمی سال کے افتتاح کے موقع پر فرمایا۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد) الم یجدك یتیما فاوٰی ووجدك ضالا فھدٰی ووجدك عائلا فاغنٰی، فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر واما بنعمة ربك فحدث و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثة الانبیاء۔

محترم بزرگو! مولانا قاری سعید الرحمان صاحب نے تقریب کا مقصد بیان فرما دیا کہ ایک علمی اور دینی مدرسہ کے تعلیمی سال کا افتتاح ہو رہا ہے۔ ایسی تقریب میں ناچیز کو بھی دعوت دی۔ یہ آپ حضرات کی ذرّہ نوازی ہے۔ میں اللہ تبارک وتعالےٰ کے اس کرم کا شکر گذار ہوں۔ اس وقت کوئی خاص مضمون بیان کرتا نہیں، نہ قابلیت ہے نہ صلاحیت، متشتت طور پر تین باتیں عرض کروں گا۔ انشاء اللہ۔

علم حقیقی

محترم بزرگو! علوم تو بہت سے ہیں، کالجوں، یونیورسٹیوں، سکولوں میں علوم حاصل کیے جاتے ہیں۔ لوگ انہیں علم سمجھتے ہیں ٹھیک ہے دنیوی زندگی کے لئے ان جگہوں میں بہت سے شعبے ایسے ہیں جن کو حاصل کرنا چاہیئے، لیکن وہ علم جس سے اللہ جلّ مجدہٗ

راضی ہو، جس سے آخرت کی خوشنودی حاصل ہو وہ ہے علم دین۔ اللہ کے ہاں قبولیت جو ہے وہ ہے علم دین کی، تو علم دین اللہ تعالےٰ کی جانب سے بہت بڑی نعمت ہے، ہم اور آپ جو یہاں جمع ہیں تو یہ اللہ کا کرم ہے۔

مجالس علم کی فضیلت

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہاں پر علم دین کے طلبہ جمع ہوں، قرآن و حدیث کا دورہ دورہ ہو تو فرشتے رحمت کے سیاحین جو ملک کے اندر گھومتے ہیں جہاں انہوں نے دین کے طلب گاروں کو دیکھا تو فرشتے ان کے احترام کی خاطر پر بچھا دیتے ہیں، آپ کسی کی تعظیم و احترام کے لیے دری، چٹائی بچھاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ قالین بچھا دیتے ہیں، پھول نچھاور کر دیتے ہیں لیکن میں آپ سے عرض کروں کہ اس وقت ہم یہاں اور آپ سب طلبہ دین میں شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمادے تو کیا معلوم کتنے فرشتوں نے آپ کے قدموں کے سامنے پر بچھا دیے ہوں اور عرش سے جو رحمتیں ایسی مجالس علم پر نازل ہوتی ہیں تو ان سیاحین فرشتوں کے اس مجمع سے لیکر عرش تک پرے لگ جاتے ہیں اور پھر اطراف و اکناف سے بھی فرشتوں کو بلاتے ہیں کہ یہاں ہے ہمارے مقصد کی جگہ یہاں آؤ۔ تو وہ آ آکر ایک دوسرے پر قطار کی شکل میں عرش تک قطار بنا لیتے ہیں تاکہ عرش معلّٰی سے نازل ہونے والی رحمتوں کی جو بارش ہے وہ ہم پر سے ہو کر گذرے اور ہم بھی رحمت کے مورد بن جائیں تو ایسا مجمع نہایت بابرکت ہوتا ہے۔

تو علم دین کا مقام جیسا کہ ابھی قاری صاحب نے چند آیتیں سورۃ والضحیٰ کی تلاوت فرمائیں اور اس سے مجھے خیال ہوا کہ اسی سورۃ کی چند آیات پر کچھ عرض کروں۔

حضورؐ پر اللہ کے تین احسانات

اللہ تعالےٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے احسانات فرمائے من جملہ ان احسانات میں سے تین احسانات کو اس سورۃ میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں: الم یجدک

یتیماً فآوی۔ اے پیغمبر! تو یتیم اور در یتیم تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ٹھکانے کا انتظام رب العزت نے فرمایا اور تمہیں جگہ دے دی۔ ابھی حضور اقدسؐ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا پھر والدہ کا انتقال ہُوا، پھر دادا کا، پھر حضرت ابو طالب نے خدمت کی وہ بھی کچھ عرصہ بعد چلے گئے۔

علماء نے بہت سے نکتے بیان فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہزاروں یتیم ہوں گے۔ اور دلوں میں یہ سوچیں گے کہ ہم تو یتیم ہیں ہم نے باپ دادا کی شفقت کا ہاتھ نہیں دیکھا جب وہ دل میں یہ سوچیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے تو کہیں گے کہ ہمارے لئے یہ نعمت کچھ کم ہے کہ ہم تکوینی طور پر حضور اقدسؐ کے ساتھ اس وصف میں شریک ہو گئے تو یتیم کے لئے یہ بڑے حوصلے کی چیز ہو گی اور اس میں اور بھی بہت سے نکتے ہیں۔

اللہ نے یتیم کی خود پرورش فرمائی

ایک یہ بھی کہ یتیم کا تربیت کرنے والا تو کوئی ہوتا نہیں اس کو علوم سکھانے والا اس کو آداب اور اخلاق سکھانے والا، اس کو تہذیب سکھانے والا کوئی نہیں ہوتا خصوصاً عرب میں جہاں نہ کالج تھا نہ سکول تھا نہ مدرسہ تھا۔ لیکن اللہ کو جو منظور تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو وہ روشنی دی جائے، وہ علوم عطا کئے جائیں جس کا مقابلہ کوئی بھی قیامت تک نہ کر سکے اور نہیں کر سکتے۔ اللہ نے چیلنج دیدیا کہ اس کی صداقت میں شک ہو تو جواب اور اس کا توڑ پیش کرو۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ـــــ جس درِ یتیم نے کسی سے پڑھا نہیں، کسی سے سیکھا نہیں، کسی نے شفقت کا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا نہیں، آداب سکھائے نہیں وہ تمام دنیا کے معلم اخلاق اور معلم آداب بنے تو اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں سکھایا پڑھایا اور اللہ ہی نے خود انہیں تربیت دی ـــــ بہر تقدیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر آپ کی حالت یتیمی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ دیا۔ اللہ نے یہ نعمت آپ پر فرمائی: ـــــ

دوسری نعمت

دوسری نعمت ـــــ ووجدك عائلا فاغنى ـــــ آپ عیالدار تھے، آپ فقیر تھے رب العزت نے آپ کو غنی کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے خود نکاح کی درخواست کی، حضور اقدسؐ نے ان سے نکاح فرمایا۔ حضرت خدیجہؓ نے ساری دولت حضور اقدسؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کر دی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر خرچ کر دیا۔ آپ کی شان یہ تھی کہ:

انك لتحمل الكل وتصل الرحم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق۔

مصیبت زدوں کا بوجھ اٹھاتے صلہ رحمی فرماتے مہمان نوازی کرتے اور مصیبتوں میں لوگوں کی اعانت فرماتے۔

لاکھوں ہزاروں روپیہ جو ہاتھ میں آیا اُسے مکہ کے غریبوں مسکینوں، بیواؤں، محتاجوں میں تقسیم کر دیا غنا قلب تو تھی ہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غنا ظاہری بھی اللہ نے عطا فرمادی۔

وصول الی اللہ کی نعمت

مزید ایک اور نعمت کا بیان ہے: ووجدك ضالا فهدى ـــــ اے پیغمبر آپ اللہ کی محبت میں اور تلاش میں اللہ کے پاس پہنچنے کی تڑپ میں سرگرداں تھے کہ وصول الی اللہ کس طریقے پر ہو اور جلد ہو۔

آپ خدا کے عشق میں سرگرداں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے راستہ بتلا دیا۔ قرآنِ مجید کو نازل فرمایا وحی متلو اور وحی غیر متلو سے اللہ نے نوازا ـــــ اب یہ تین نعمتیں اللہ نے اس سورۃ میں ذکر فرمائی ہیں ـــــ

ہم لوگ بھی ذرا سوچتے رہیں بچپن میں ہماری کیا حالت تھی، کتنے کمزور تھے۔ آج کچھ طاقت اگر ہم میں ہے تو یہ کس نے عطا فرمائی ـــــ وہ رب العزت ہی نے ـــــ ماں کے پیٹ سے جب آئے تھے تو ننگے تھے نہ کپڑے تھے نہ دولت تھی۔ آج اگرچہ سب کچھ ہے تو ذرا سوچیں کہ یہ دولت مجھے کس نے دی ہے۔ رب العزت ہی نے دی۔ پیدائش کے وقت ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی، نہ علم تھا نہ فہم۔ آج اگر علم ہے ہنر ہے تو یہ سب رب العزت ہی نے عطا فرمایا

اب ان نعمتوں کا حق کیا ہے۔ اس کے کیا تقاضے ہیں۔ تو تینوں نعمتوں کی شکر گذاری کا طریقہ اللہ تعالٰے نے حضور علیہ السلام اور ان کے واسطے سے ساری امت کو بتلا دیا۔

نعمتوں کا شکریہ اور تقاضا اللہ تبارک و تعالٰے نے فرمایا کہ اے پیغمبر تین چیزیں رب العزت نے آپ کو عطا فرمائیں ایک تو یہ کہ آپ یتیم تھے اللہ نے ٹھکانا عطا فرمایا۔ اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ:

فاما الیتیم فلا تقھر۔ جو یتیم تیرے پاس آئے اس پر غصہ بالکل مت کر

حدیث میں آتا ہے کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے والے کے گناہ یتیم کے سر کے بالوں کے برابر جھڑ جاتے ہیں۔ دس ہزار بیس ہزار بال ہیں تو بیس ہزار گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔

کفالت یتامیٰ اور حضور اقدس ؐ نے فرمایا کہ:

انا وکافل الیتیم کھاتین۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔

یتیم خواہ بھتیجا اور بھانجا ہے، چچا کی اولاد ہے، کوئی قریبی رشتہ دار ہے یا غیر قریبی شخص۔ اس میں قریب اور غیر قریب کا سوال نہیں، رشتہ دار کی تربیت و کفالت ہیں تو دو اجر ملیں گے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہم دونوں ایسے ہوں گے جیسے دو انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ اور درمیانی انگلی لمبی ہے، تو شان نبوت کی وجہ سے نبی کا درجہ تو آگے ہوگا۔ مگر یہ دوسری انگلی بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اور ایک صورت یہ ہے کہ دو انگلیوں کے درمیان باریک سی روشنی ہوتی ہے۔ ایک خط سا بیچ میں واصل ہے تو امتی اور نبی کے درمیان یہی نور رہے گا۔ مگر یہ سعادت کچھ کم ہے کہ جو یتیم کا پالنے والا ہو، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا ــــــ اور جو یتیموں کا بھتیجوں کا رشتہ دار ہے، یتیموں کا مال کھائے گا۔ ان کے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا:

انما یاکلون فی بطونھم نارا
یہ لوگ آگ کھاتے ہیں۔ آگ

جو یہ سمجھتے ہیں کہ چچازاد بھائی کا مال ہے کھاتے رہو، بڑا ہوگا تو پھر دیکھا جائے گا ان کے پیٹ میں درحقیقت جہنم کی آگ جاتی ہے ——— تو اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو تلقین فرمائی کہ تو یتیم کو کبھی نہ ڈانٹ، تیمی کی حالت تو آپ پر گذری ہے۔ اور جو فقیر و مسکین سامنے آئے اور جو سائل بھی آپ کے سامنے آئے اسے بھی کبھی نہ ڈانٹ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب بھی کوئی سائل آیا۔ آپ نے "لا" نہیں کہا کبھی انکار نہیں کیا۔

فقیروں کے ماویٰ

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ میں لا ہے۔ اگر اس میں بھی نہ ہوتا تو آپ کی زبان مبارک پہ کبھی لا آیا ہی نہ ہوتا۔ یہ کلمۂ شہادت کی لا تو مستثنیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اوروں کو فقر و فاقہ کا احساس ہو یا نہ ہو آپ کے اوپر تو فقیری کا دور گذر چکا ہے اب اس کے بدلے میں خدا کی اس نعمت کا شکر ادا کر، نہ کسی محتاج کو ڈانٹ نہ کسی کو محروم کر۔ اور ان دو نعمتوں کے شکریہ کے ذکر میں اللہ رب العزت نے تعبیر اور اظہار کا عنوان بصیغۂ نعمت نہیں فرمایا۔ اتنا فرمایا کہ الم یجدک یتیما

فآوی ___ شکریہ میں فرمایا ___ فاما الیتیم فلا تقہر ___ اور فرمایا ___ ووجدك عائلا فاغنیٰ شکریہ میں فرمایا ___ فاما السائل فلا تنہر ___

علم اور دین حقیقی نعمت ہیں

لیکن وہ جو اللہ کے پاس پہنچنے کا راستہ ہے، جس کو ہدایت کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر ___ ووجدك ضالاً فہدیٰ میں ہے اس کے شکریہ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ ___ واما بنعمة ربك فحدث ___ تو اس کی تعبیر اللہ نے نعمت سے فرمائی۔ پہلی چیزیں بھی نعمت ہیں۔ مگر اس کی تعبیر نعمت سے نہیں ہوئی آج اگر دولت کسی کو مل جائے تو ہم لوگ تو اس پر خوش ہوتے ہیں کہ بس یہی نعمت ہے کہ دولت ملی، جوانی ملی، حکومت ملی، سلطنت ملی۔ بھئی اگر وزارت بھی مل جائے۔ وزیر اعظم بھی بن جاؤ۔ تو ہامان بھی تو وزیر اعظم تھا اگر تمہیں صدارت مل جائے بادشاہت بھی ملے تو فرعون کو بھی تو ملی تھی۔ آج دنیا میں کتنے کافر وزیر اعظم ہیں، کتنے کافر صدر ہیں۔ یہ تو کوئی چیز نہیں۔ لوگوں کی نظر صرف دنیا پر ہوتی ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ جب تمہیں خدا نے دولت دی تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جب تمہیں خدا نے طاقت دی تو یتیموں کو پالتے رہو لیکن ایک چیز اے میرے حبیب ایسی ہے کہ وہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور بھی نعمتیں ہیں لیکن علم دین کے مقابلہ میں وہ اس قابل نہیں کہ انہیں نعمت کہا جائے۔ رب العزت نے ان کا نام عنوان نعمت سے نہیں فرمایا اور دین کو اور علوم دینیہ کو تعبیر کیا نعمت سے۔

نعمت علم کا شکریہ

فرمایا گیا —— واما بنعمۃ ربک فحدث
اب شکریہ ہے کہ جو کچھ بھی آپ کے پالنے والے نے
نعمت دی ہے۔ جو وحی آپ پر بھیجی قرآن وحی متلو اور جو احادیث ہیں۔ وحی غیر متلو اس کو دنیا میں
پھیلاتے رہو۔ اور خرچ کرتے رہو۔ آج ہم اسی مقصد اشاعت علم دین کی خاطر جمع ہیں اور یہ نعمت
دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اور درحقیقت یہ اللہ کا کرم اور مہربانی ہے۔ دنیا تو اس کی
بے قدری کرتی ہے۔

لیکن اللہ کی نگاہ میں صرف یہی ایسی چیز ہے کہ جسے نعمت کہا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: العلماء ورثۃ الانبیاء اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوگی۔
علم دین حاصل کرنے والے اس کی خدمت کرنے والے علم دین اور علماء کے ساتھ لگاؤ رکھنے والے
وہ کون ہیں۔ وہ ورثۃ الانبیاء ہیں۔ تو یہ کتنا بڑا مقام ہے۔ ہمیں میراث کی دولت ملی۔ اور میراث
میں وہ چیز ملی ہے جو مورث کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ جو مخصوص چیز ہے۔
وہ ہے علم دین اور علوم نبوت۔ تو اصل چیز حاصل کرنے کی یہ ہے۔

علم دین اللہ کی بڑی نعمت ہے

اور بڑا احسان ہے۔ اگر فرشتے طلبہ کے لئے پر بچھائیں
اور جو لوگ طلبہ کی سرپرستی کرتے ہیں اور انہوں نے
طلبہ کی پشت پناہی کی ان کی سروں پر
ہاتھ رکھا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا مورد بنا دیں گے۔
کیوں کہ آپ مدرسہ والوں کے حوصلے بلند کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے مدارس باقی و جاری ہیں۔

علوم نبوت کی بیقدری

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت سے پہلے ایک
دور آئے گا کہ لوگ علماء سے نفرت کریں گے۔
اور وہ نفرت ذاتیات کی بنا پر نہیں بلکہ اسی لئے کہ یہ لوگ ان کے خیال میں وقت کو ضائع کرتے
ہیں۔ آج بہت سے لوگ علماء کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ تضیع وقت کر رہے ہیں ——
اللہ رَبِّی —— میں کیا عرض کروں کہ یہ تضیع اوقات ہے۔ ہم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس وقت

اس ملک میں انگریز آئے، سکھوں کا حملہ ہوا۔ ان کافروں نے مل کر اسلام کو اس ملک سے مٹانا چاہا تو حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسمؒ اور جو ان کے معاون تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ نہ تو ہمارے پاس پولیس ہے نہ فوج ہے نہ طاقت نہ دولت ہے ہم ان دشمنوں سے، ہندوؤں سے، سکھوں سے، یا انگریز کا مقابلہ اور دین کا تحفظ کس طریقے سے کر سکتے ہیں۔؟ تو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور آج ہم اور آپ سو برس کے بعد بھی دیکھ رہے ہیں کہ بحمد اللہ دین محفوظ ہے۔

علمائے حق کے مساعی کی برکت

یہ نورانی چہرے جتنے ڈاڑھی والے آپ دیکھ رہے ہیں جتنا بھی اسلامی تمدن اور تہذیب ہے، اسلامی سیاست، اسلامی معاشرہ، اسلامی اخلاق، اسلامی کردار جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان علمائے حق کے مساعی کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ ان دینی مدرسوں کی بنیاد نہ رکھتے تو آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کیا یہ دین باقی رہ جاتا تو حقیقت یہ ہے کہ آپ اس چیز کو بیکار نہ سمجھیں، جہاں صبح شام درس قرآن ہوتا ہو درس حدیث ہوتا ہو۔ پانچ وقت لاؤڈ سپیکر سے اذان ہوتی ہو جسے قرب و جوار کے لوگ سنتے ہوں جمعہ کے دن تقریر ہوتی ہو تو اسلام کی باتیں مسلمانوں کے کانوں میں پڑتی رہتی ہوں۔ کیا یہ تھوڑی برکت ہے ان مدارس کی۔

الحمد للہ کہ آج ہم لا الٰہ الا اللہ پر فخر کرتے ہیں باوجود یہ کہ ملک میں اسلام کی تباہی اسلام کو نیست و نابود کرنے کی کوشش ہوتی رہی، مگر نہیں کر سکے۔ تو یہ برکت ان علماء کی ہے جنہوں نے دین کو پھیلانے کی خدمت کی۔ کئی عرب ممالک میں آپ چلے جائیں تو وہاں بھی انقلاب آیا پھر اس کے بعد بھی اسلامی حکومتیں اور مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیکن کافروں کی تہذیب و تمدن نے اپنے اثرات بہت زیادہ چھوڑ دئے۔

حکمران طبقہ کے لئے دینی تعلیم و تربیت ضروری ہے

بھائیو! دیکھو اگر تمام عمر کالجوں میں اور سکولوں میں

عمر گذر جائے، صرف وہاں ہی پڑھا ہو اور وہی لوگ مسلمانوں کے افسر بن جائیں تو وہ وہی کچھ کھائیں گے جو انہوں نے سیکھا ہو پڑھا ہو ــــ کل اناءٍ یترشح بما فیہ. ہر برتن میں جو ہوگا وہی ٹپکے گا. تو جس نے تمام عمر انگریزی تہذیب، انگریزی، تمدّن میں گذاری ہو، وہ موزے تنگ کا مرید ہو یا کسی اور کا مرید ہو وہ آپ کی دینی تربیت کیسے کرے گا؟

وہ تو حضرت عمرؓ تھے دینی تربیت کرنے والے جنہوں نے قرآن و حدیث کو پڑھا اور پھر دین کو پھیلایا وہ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے کہ دین کو پھیلایا تو جو لوگ دین سے ناواقف ہیں وہ لوگوں کو دین کیا سکھا سکیں گے جو خود چور ہوں وہ کیا لوگوں کو چوری سے روک سکتے ہیں؟ جو خود شرابی ہوگا وہ کہاں لوگوں کو منع کر سکے گا جو خود سود کا کاروبار کرتا ہوگا وہ اسے ملک بھر سے کیسے ختم کرے گا. جو خود زنا کرتا ہو کیا وہ زنا سے روک سکتا ہے؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا.

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم ــــ تو یہ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے.

حضرت عمرؓ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں، انہوں نے اعلان کیا تھا کہ جو کبھی دکاندار دکان پر بیٹھے گا وہ اس زمانہ کے لحاظ سے سند پیش کرے گا کہ اسے بیع کے احکام معلوم ہیں یا نہیں؟ بیع کی تعریف کیا ہے؟ سود کسے کہتے ہیں؟ تولیہ، مرابحہ کسے کہتے ہیں ــــ؟ اس لئے کہ جب آپ تجارت کرتے ہیں تو تجارت کے مسائل سے واقف ہوں ــــ نکاح کرتے ہیں تو نکاح کے مسائل معلوم کریں، نماز پڑھتے ہیں تو نماز کے مسائل. حج کرتے ہیں تو حج کے مسائل معلوم کریں. اسی طرح تجارت اور کاروبار کے بھی مسائل اور احکام ہیں. تو اس کے مسائل معلوم کرنا ضروری ہے. حکومت کریں تو اسلامی حکومت کے احکام معلوم کرنے چاہئیں.

میں انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی برائی نہیں کرتا مگر جن کی عمریں ساری کی ساری امریکہ میں گذریں، تعلیم وہاں پائی، لندن میں تمدّن سیکھا، وہی طبقہ یہاں آکر مسلمانوں پر مسلط ہو گیا وہ انہیں کیا سکھائے گا. اور کیا بتائے گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن راستہ پر جا رہے تھے، ان کے ساتھ چند ساتھی بھی تھے تو کسی نے انہیں گالی دی، بہت سی گالیاں دیں۔ مگر حضرت عیسیٰؑ نے جواب میں دعائیہ کلمات کہے تو شاگردوں نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ اس نے گالی دی، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ فرمایا کہ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے نکلے گا۔ جب برتن میں پیشاب ہو آپ اس میں سونے کا ڈھیلہ بھی پھینک دیں تو چھینٹے جو اُڑ اُڑ کر پڑیں گے پیشاب ہی کے پڑیں گے۔ اور جس برتن میں دودھ ہو، شہد ہو۔ آپ جو بھی چیز اس میں پھینک دیں، گوبر کیوں نہ ماریں، دودھ یا شہد ہی باہر گرے گا۔

تو انسان کے دل و دماغ میں جو بھی تعلیم و تمدن ہوگا وہی ظاہر کرے گا۔

الغرض علماء کرام کی برکات ہیں کہ دین کا چرچا ہے۔ یہ لوگ دین کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوئے میدان میں نکل آئے ورنہ دیگر عرب اور افریقی ممالک کی طرح یہاں بھی حالت بے حد خراب ہو چکی ہوتی۔ اس دن افریقہ کے کچھ دوست تبلیغی جماعت والے حضرات آئے تھے تو میں نے ان سے وہاں کی حالت پوچھی۔ کہا کہ افریقہ میں مسلمان تو ہیں۔ لیکن یورپین لباس میں ہیں مرد اور عورت سب اس طریقہ پر ہیں۔ اور وہ جو فرمایا کہ جس وقت لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ علماء سے نفرت ہو دوسری حالت یہی بیان ہوئی کہ امت، عمارتوں، بلڈنگوں پر فخر کرنے لگ جائے گی، ایک کہتا ہے میری بلڈنگ بہت اچھی ہے، دوسرا کہتا ہے میری دکان چوراہے پر ہے، میری دکان بڑی سڑک پر ہے، بازاروں پر فخر ہونے لگ جائے۔ تجارتی منڈیوں پر فخر ہو اور اس پر کوئی فخر نہ کرے کہ مسجد کے لئے مدرسہ کے لئے کتنی اور کیسی تعمیر ہونی چاہیئے۔

اسلام کاروبارِ دنیا سے نہیں روکتا

تو بھئی ہم تجارت سے منع نہیں کرتے، کاروبار دنیا سے نہیں روکتے۔ امام ابو حنیفہؒ جس کے ہم مقلد ہیں۔ وہ بھی تاجر تھے۔ لیکن دس روپے کی اگر کوئی چیز خرید کر گھر لے جاتے تو اتنے ہی رقم کی چیزیں شہر کے محدثین اور علماء کے گھروں میں بھیج دیتے، اتنا ہی کپڑا اتنا ہی ساز و سامان اہل علم میں

تقسیم کر دیتے۔ کپڑے کی تجارت فرماتے۔ ایک بڑھیا نے آکر خواہش ظاہر کی کہ یہ چادر چھتنے میں پڑی ہے۔ اس پر مجھے دیدیں۔ فرمایا اچھا دو روپے دیدو۔ بڑھیا نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو یہ تو سینکڑوں کی شال ہے اور دو چار روپیہ کیوں دام بتاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے دو شال خریدے تھے۔ اب باقی ساری رقم تو ایک شال بیچ کر پوری ہوگئی اور اتنی ہی رقم کم رہ گئی، تو کسی اور پر بیچتا تو چار سو روپے میں بیچتا۔ مگر تم نے کہا کہ چھتنے میں پڑی ہے۔ اب اس طرح یہ چادر مجھے دو چار روپے ہی کی پڑی ہے۔ تو ایمانداری کا تقاضا ہے کہ یہی رقم مانگی جائے۔

امام بخاریؒ بھی مضاربت سے تجارت کیا کرتے۔ کہتے ہیں کہ عصر کے وقت کچھ کپڑے اور سامان آیا۔ دکاندار کو اطلاع ہوئی، آکر دکاندار نے کہا کہ مجھے یہ مال پانچ سو اشرفی منافع پر دیدیں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ بھئی رات گذرنے دو، ابھی تو آیا ہے، اتنی جلدی کیا ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ وہ شخص چلا گیا۔ صبح دوسرا تاجر آیا اس نے ایک ہزار اشرفی منافع پیش کیا۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ کل جس شخص نے پانچ سو منافع دینا چاہا تھا اسی پر بیچتا ہے اگرچہ ان سے بیع نہیں ہوئی تھی۔ معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر فرمایا کہ میرا دل اسی وقت اس شخص پر بیچنے پر مائل ہوگیا تھا تو یہ تجارت بھی ایسی تھی جس کی برکت سے دین پھیلا ہے۔ فلپائن، انڈونیشیا میں بھی ایسے ہی تاجروں کے ذریعہ دین پھیلا۔ ان کے معاملات کو دیکھ کر سارا ملک مسلمان ہوگیا، انہوں نے اسلام کو تجارت میں عملاً پیش کر دیا تھا۔

دولت کی حرص و ہوس

تو اسلام ایسے کاروبار سے منع نہیں کرتا، مگر آج تو ہم راتوں رات بلڈنگیں کھڑی کرنا چاہتے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں فرمایا کہ لوگ عمارتوں پر فخر کریں گے۔ اور نکاح شادی بھی دولت کی بنا پر کی جائیگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی تو نسب کو دیکھتا ہے کوئی دولت کو، کوئی حسن وجمال کو گویا کہ حسن وجمال اور دولت کو چھوڑیے۔ یہ معلوم کریں کہ سیرت کیسی ہے۔ دین کیسا ہے۔ دولت کو چھوڑیں دولت مند عورت تو تجھے حقیر سمجھے

گی کہ ایسا غریب شوہر تو میری جوتی کے برابر ہے۔ نسب کو بھی چھوڑیں وہ تو کہے گی کہ تو تو کمینہ ہے کم نسب ہے۔ میں تو سیدہ ہوں، پٹھان ہوں ــــ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے فرمایا کہ فاظفر بذات الدین دین والی بیوی کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، لڑکی دیندار ہو، یہی حال لڑکے کا ہونا چاہیئے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ ملازمت کیسی ہے؟ بالائی آمدنی کیسی ہے؟ رشوت کتنی ملتی ہے؟

الغرض آج کل زبانی جمع خرچ جیسا بھی ہو ۹۹ فیصد لوگ دولت کے پیچھے پھرتے ہیں لیکن اگر لڑکا دیندار ہوگا تو سب کے حقوق ادا کرے گا۔ ساس اور خسر کی قدر کرے گا، عزت کرے گا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اب تم نے لڑکی خالص دنیاداری کی وجہ سے کسی کو دی جو دین سے عاری ہے تو وہ متکبر انگریزی تہذیب میں ڈوبا ہوا، دولت کے نشے میں مست شراب کے نشے میں ڈوبا ہوا وہ رشتہ داروں کو کیا پوچھے گا، جو اپنے ماں باپ کو نہ جانے وہ ساس سسر کو کیا جانے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کا نکاح ایک غریب دودھ بیچنے والی بڑھیا کی بیٹی سے کرایا۔ اس لئے کہ اس بچی کے دل میں خدا کا خوف تھا۔ اور وہ اپنی ماں کو دودھ میں پانی ملانے سے روک رہی تھی۔ تو حضرت عمر رض نے نسل کو دیکھا نہ نسب کو، نہ دولت نہ شہرت، بس یہی بات کہ اس لڑکی کے دل میں خدا کا خوف تو ہے۔ حالانکہ قیصر و کسریٰ اور سلاطین کی شہزادیاں باندیوں کی طرح تقسیم ہوتی تھیں۔ اور حضرت عمر رض کے بیٹوں سے نسبت ہر شخص کے لئے باعثِ فخر بات تھی۔

الغرض تجارت، معاشرت، تہذیب و تمدن ہر چیز کی اصلاح قرآن و سنت کے احکام اور تعلیمات ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیز ان مدارس عربیہ ہی سے پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مراکز کو تا ابد دائم رکھے اور اسے ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت و اطاعت فلاح و نجاح کا حقیقی راستہ

خطبۃ جمعۃ المبارک ۱۳۹۵ھ

(خطبۂ مسنونہ کے بعد:)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

دعوئ اسلام کی حقیقت

محترم بزرگو! اس وقت روئے زمین پر ایک ارب یا زائد افراد اسلام کا دعوی کرتے ہیں مگر اسلام کو ہم نے صرف ایک قومی نام فرض کرلیا ہے جیسے کہ پٹھان، خٹک، یوسف زئی، آفریدی، مہمند وزیر یا دیگر قبائلی نام ہیں۔ مسلمان کے گھر جو پیدا ہوا بس اسے سرٹیفکیٹ اور سند دے دیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے۔ اگر ایک شخص اسلام کا دعوی کرتا ہے، اسلام کا ہمدرد اور خیر خواہ کہلاتا ہے اسلام کا عاشق کہلاتا ہے۔ تو ہم اس کی زندگی کو بھی دیکھیں گے کہ آیا اس کی زندگی میں اسلام کا کوئی رنگ ہے یا نہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جوا بہت بری چیز ہے۔ شراب، زنا، برائی ہے۔ قتل مقاتلہ دشمنی اور جتھہ بندی بری باتیں ہیں۔ مگر یہی لیڈر سب سے بڑھ کر شرابی اور زانی ہے۔ قتل و مقاتلہ اس کا مشغلہ ہے۔ افتراق اور انتشار میں سرغنہ ہے۔ دعوی کرتا ہے کہ یورپ ہمارا دشمن ہے ہندو ہمارا دشمن ہے۔ انگریز اور امریکہ ہمارا دشمن ہے۔ مگر گھسا رہتا ہے ان کے کیمپ میں اور خیال یہ ہے کہ ان ایوانوں میں گھسنے والا ہی فلاح یافتہ اور کامیاب ہے تو سمجھ لو کہ دعوی غلط ہے اور بہت بڑا جھوٹ ہے۔

دعویٰ عشق رسولؐ کی حقیقت

دعویٰ تو محبت رسول کا کرے، سیرتِ رسول سے عشق جتلائے اور یہ بھی جلوسوں کی حد تک جیسا کہ ہمارے ہاں شہروں میں جلوس نکلتے رہتے ہیں۔ بڑی ہماہمی اور ہنگامے ہوتے رہتے ہیں، شربت تقسیم ہوتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ رسولؐ کے عاشق ہیں۔ مگر جہاں عورتوں کو دیکھا اُسے جلوس ہی میں تکنے لگ گئے۔ ہے سیرت کا جلسہ اور جلوس مگر کتنی فاحشہ عورتوں کو جلوس کے موقعہ پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ عجیب تماشا لوگوں نے بنا رکھا ہے۔ سیرت کو ہلڑ بازی، بھنگڑا، ڈول باجہ سمجھ رکھا ہے۔ یہ سیرتِ رسولؐ کے عاشق ہیں۔؟ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے عاشق ہیں۔؟ نہ نماز ہے نہ روزہ نہ دین ہے نہ اخلاق نہ اسلام ہے نہ اطاعت مسلمان کی شان اور حالت عجیب ہوگئی ہے۔ یہ سکھ بدبخت جو کچھ بھی ہیں مگر اپنے گرو کا جو طریقہ ہو تو لندن میں رہتے ہوئے بھی اسے نہیں چھوڑتے پگڑی اور داڑھی کے لئے جھگڑتے ہیں، مظاہرے کرتے ہیں۔ عدالتوں میں دعویٰ دائر کرتے ہیں کہ جب ہمارے مذہب میں ایسی بات کی اجازت نہیں تو عہدہ چھوڑ دیں گے۔ مگر اپنی یونیفارم اور امتیازی نشان قائم رکھیں گے۔ اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں محبت کا، اسّی کروڑ سے زائد مسلمان ہیں جناب، مگر اسلام کے معیار پر تول تو لیں کہ کتنا جذبہ ایمان واسلام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق کریمانہ کتنے ہیں۔؟ ان کے حکم ماننے کے لئے کتنے تیار ہیں۔؟ کتنا مانتا ہے، کتنا نہیں۔؟

قول وعمل میں تضاد

میرے خیال میں اگر یہ دیکھ لیں تو ہمارے قول اور عمل میں بہت بڑا تضاد اور منافات نظر آجائے گی، کچھ بھی نہیں رہے گا۔ بہت کم مسلمانی رہ جائے گی۔ — گویا اسلام کتابوں میں ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں کہ جو مرگئے اسلام اور ایمان ان میں بہتر تھا یا پھر قرآن مجید میں ہے، جو طاقچوں میں گرد وغبار سے اٹا پڑا رہتا ہے۔ اور مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور جو مسلمان تھے وہ گذر گئے، شہید ہوگئے ہمارے آباء واجداد۔

اسلام کی بدنامی کا ذریعہ مگر ہم تو اسلام کی بدنامی کا داغ رہ گئے ہیں۔ ہیں۔ ۳۰، ۴۰ سال قبل یہاں کے قصبہ امانہ دگرڈھی میں طالب علم تھا ایک ہندو تھا، دہار، گھڑی ساز۔ کبھی کبھی ہم اس سے ملتے تو وہ اسلام کی بڑی تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ہم نے کہا پھر مسلمان کیوں نہیں ہوتے ہو کہنے لگا اب جبکہ ہندو ہوں تو سب اچھے الفاظ سے بلاتے ہیں۔ امن سے زندگی گذرتی ہے۔ اور اگر مسلمان ہو گیا تو یہی مسلمان مجھ پر چڑھ دوڑیں گے راتوں کو نقب لگائیں گے کہ ہمارے اس مسلمان بھائی کے پاس مال ہے تو اپنے مال و جان کی حفاظت کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ہم حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہم یاغستان جارہے تھے بس سے اترے آگے کا راستہ پہاڑی تھا۔ لوگوں نے کہا آگے دونوں قلعوں کے درمیان راستہ بند ہے۔ دونوں طرف سے گولی چل رہی ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو نکلتے ہی قتل کر دیتے ہیں ہم نے پوچھا کہ پھر قلعوں میں بند ہو کر یہ مسلمان ضروریات زندگی کہاں سے حاصل کر لیتے ہیں، کہا کہ دونوں گاؤں میں دو چار ہندو بھی رہتے ہیں۔ وہ باہر آنے جانے میں آزاد ہیں وہی آتے جاتے ہیں اور سودا سلف بھی وہی لے آتے ہیں، خود مسلمان باہر نہیں نکل سکتے تو یہ ہے مسلمانوں کی زندگی کی ایک مثال کہ غیروں کے دوست ہیں، مگر اپنی قوم کے دشمن۔

ترقی اور فلاح کا راستہ تو آپ خود سوچیں کہ مسلمان کیسے ترقی کر سکے گا۔ فلاح اور نجات کیسے پا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے فلاح کی یہ صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خشعون ○ والذین هم عن اللغو معرضون ○ والذین هم للزکوۃ فاعلون ○ والذین هم لفروجهم حفظون ○ الا علیٰ ازواجهم او ما ملکت ایمانهم	بے شک وہ مومنین فلاح پا گئے جو نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں اور جو لغویات سے کنارہ کش رہتے ہیں اور جو تزکیہ نفس کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت کرنے والے ہیں۔ ہاں اپنی بیویوں

	پابندیوں سے نہیں کہ اس طرح ان پر کوئی
فانهم غير ملومين ० فمن ابتغى وراء ذالك فاولئك هم العدون ० والذين هم لامانتهم وعهدهم راعون ० والذين هم على صلوٰتهم يحافظون ० اولئك هم الوارثون ०	ملامت نہیں۔ اور جو کوئی اس کے علاوہ خواہشات کی تکمیل کا طلب گار ہوگا۔ تو ایسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی اما نتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے والے ہیں بس یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔

یہ صفات ہیں کہ جن میں سات صفتیں ہوں کہ نماز بڑی عاجزی سے پڑھے عبث کاموں سے جان کو بچائے رکھے۔ راستہ چلتے فضولیات سے احتراز کرے زکوٰۃ دے، زنا سے بچتا رہے، لوگوں کی اما نتوں کو ضائع نہ کرے، وعدہ خلافی نہ کرے، اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھے، سچے اور کھرے ہیں، راستہ چلتے نظریں جھکی ہوئی ہیں، نمازوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ الغرض اعمال و اخلاق سیاست و معاشرت ہر چیز پاک ہے۔ وہی فلاح اور نجاح والے ہیں۔ یہ ہیں کامیابی اور ترقی کے اصول اور خدا نے ہماری کامیابی کی کوئی بات قرآن میں ہم سے چھپا نہیں رکھی نہ بھلائی اور نیکی کی باتیں چھپائی ہیں۔ فرمایا:

ولكن البر من أمن بالله واليوم الأخر والملٰئكة والكتٰب والنبيّن وآتى المال على حبه ذوالقربى واليتمٰى والمسكين وابن السبيل والسائلين وفى الرّقاب	نیکی یہ ہے کہ اللہ، یوم آخرت ملائکہ اور انبیاء پر ایمان رکھے اور مال کو دل سے رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں مسافروں محتاجوں اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور

واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا والصٰبرین فی الباساء والضرّاء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون۔

سختی اور مصیبت میں صبر کرنے والے لوگ بے شک یہی لوگ سچے لوگ متقی ہیں۔

اسلام سے روشن خیالوں کا مذاق

بھائیو! عرض یہ کرنا تھا کہ دعویٰ کے لحاظ سے تو ہم اسی کروڑ مسلمان ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اپنی برائیوں پہ نظر نہیں رکھتے۔ مجالس میں دین کے ساتھ اسلام کے ساتھ ہنستے رہتے ہیں۔ دین کی بات کرنے والوں سے نفرت ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ اولڈ فیشن والے یہ دقیانوس لوگ کیا کرتے ہیں یہ کیا جنگلی ہیں کہ چودہ سو سال پرانی باتیں کرتے ہیں۔ اسلام کی باتوں کو جنگلیوں کی باتیں کہیں تو کہئے کہ ایمان اور اسلام کا کیا رہ جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے رسول اللہ کا اُمتی اور عاشق رسول کہلا سکتا ہے۔

ایک صحابیؓ نے آکر عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے تو آپؐ سے محبت ہے (آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو عشاق رسول ہیں، الگ الگ ٹولیاں، جماعتیں، پارٹیاں، عشاق کی بنی ہوئی ہیں، ایک ایک محلہ اور گلی میں۔ مگر دین کا ایک بھی نشان نظر نہ آئے مگر ہیں غلامانِ مصطفٰے)

حضورؐ سے عشق کا معیار

تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا کہ سوچ کر کہہ رہے ہیں یا ویسے دعویٰ کرتے ہو۔ کہا ہاں سوچا ہے تو فرمایا کہ ایک بات یاد رکھو کہ اگر میرے سچے عاشق ہو تو جیسا کہ پانی نشیب کی طرف تیزی سے بہتا ہے۔ اسی طرح میرے عشاق کی طرف فقر و فاقہ بھاگتا ہے۔ وہ دنیا و ما فیہا کو اپنے لئے نہیں بلکہ خلقِ خدا کی بہبود کے لئے سمجھتا ہے۔ وہ پھر سرمایہ دار نہیں بنتا۔ وہ زکوٰۃ صدقات، فک رقبہ، اور دوسری شکلوں میں خرچ کرتا ہے۔ جو میرا عاشق ہے وہ تو خود ننگا رہ کر دوسروں کو ڈھانپے گا، خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلائے گا۔ اپنے نفس کی خواہشات کی قربانی دے گا۔

اسلام اور رسولؐ سے صحابہؓ کی محبت

ان صحابہؓ نے پھر عشقِ رسولؐ اور عشقِ اسلام کا سچا نمونہ بھی دنیا کو پیش کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن خذافہ صحابیؓ ہیں۔ رسولِ کریم کے عاشق تھے۔ قیصرِ روم کے نرغے میں آئے کافروں نے بھوکا پیاسا رکھا اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے۔ اب تو اپنا راستہ چھوڑ کر میرے راستہ پر چلتے ہو۔ یا نہیں۔ فرمایا یہ تو بھوک اور پیاس ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ میں ایمان کے مسئلہ پر اتنا کمزور ہوں کہ بھوک کی وجہ سے اسلام چھوڑ دوں گا۔ پھر کئی دن تک بھوکے اور پیاسے رکھے گئے تو شراب اور خنزیر کا گوشت بھون کر سامنے رکھ دیا گیا۔ اب اگرچہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھوک اور پیاس سے ہلاک ہوتا ہو اسے مضطر کہتے ہیں۔ اور حالت اضطرار میں اسے اتنی رخصت ہے کہ دو چار گھونٹ یا دو چار لقمے حرام چیز کے کھا پی لے مگر اتنی مقدار میں کہ مرنے سے بچ جائے۔ الا ما اضطررتم۔ ارشاد خداوندی ہے۔ حضرت عبداللہ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ مگر غیرت اسلامی کا مسئلہ تھا۔ اور قیصرِ روم کو معلوم تھا کہ اسلام میں شراب اور سور حرام ہے۔ اور یہ بھی کہ حالتِ اضطرار میں اجازت بھی ہے۔ مگر پھر بھی سوچا تھا کہ تالیاں بجا سکوں گا کہ دیکھو اس صحابی نے اپنے مذہب کے ایک مسئلہ کو توڑ دیا۔ مگر حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا حاشا وکلا۔ ہم مر بھی جائیں مگر ان چیزوں کو چکھیں گے بھی نہیں۔ اب بادشاہ سمجھا اس طرح بھی یہ لوگ ٹھیک نہیں ہوتے تو پھر تیل کی ایک اُبلتی ہوئی کڑاہی الاؤ پر رکھ دی اور پولیس کو حکم دیا کہ اس کے ایک ساتھی کو اس میں ڈال دو۔ اسے ڈال دیا گیا۔ اور وہ مسلمان فوراً جل بھُن گیا کوئلہ بن گیا۔

حضرت عبداللہ بن خذافہؓ کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ جیسا یہ ساتھی تمہارا کباب بن گیا۔ ایسا ہی حشر آپ کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس سے قبل انہیں سولی پر بھی چڑھا دیا گیا تھا کہ دو لکڑیوں میں باندھ کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مگر پولیس کو کہا کہ پاؤں پر نشانہ بناتے رہو کہ مرے نہیں۔ دیکھتے ہیں کہ راضی ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر بھی یہ صحابیؓ نہ مانے نہ اسلام سے

اپنی حق راہ سے ہٹنے سے معمولی آمادگی ظاہر کی۔ تو اب بادشاہ آخری حربہ کڑاہی کا استعمال کر رہا تھا۔ تو ایک ساتھی ان کے سامنے ڈال دیا گیا۔ وہ شہید ہو گیا۔ اب انہیں اپنے مذہب کی طرف بلایا گیا، مجبور کیا۔ مگر وہ نہ مانے کہا جا کر اب اسے بھی کڑاہی میں ڈال دو۔ حضرت عبداللہ کو اس طرف روانہ کر دیا گیا۔ کڑھائی کے نزدیک پہنچے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بادشاہ سمجھا شاید موت کو دیکھ کر نرم پڑ گیا تو کہا اسے واپس بلا لاؤ۔ واپس لائے گئے تو پوچھا کہ اب تو دل نرم ہو گیا، کہو اب کیا خیال ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب میں کہا کہ ارے بے وقوف شخص میری آنکھوں سے آنسو اس لئے جاری ہوئے کہ مجھے یقین ہے کہ کڑاہی میں گرتے ہی موت آئے گی اور اللہ کے ہاں میری پیشی ہو گی وصال ہو گا۔ تو روتا اس لئے ہوں کہ کاش! میں نے اللہ کی راہ میں کچھ تو قربانی دی ہوتی، صرف ایک روح قربان بھی کر دی تو کیا جسم کے جتنے بال ہیں اتنی روحیں بھی قربان کر دیتا تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اب تو اللہ کے دربار میں پہنچ کر کچھ بھی پیش نہیں کر سکوں گا۔ ما عبدناک حق عبادتک یا اللہ! میں تو کوئی بھی جذباتِ ایمانی کا اظہار نہیں کر سکا، یہ ایک روح تو کوئی چیز بھی نہیں۔

قیصرِ روم یہ سن کر انگشت بدندان رہ گیا کہ ایسی قوم کا کون مقابلہ کر سکے گا۔ پھر کہا کہ چلو میری پیشانی کو بوسہ دو تاکہ کچھ تو رعونیت قائم رہ سکے، تب چھوڑوں گا، کہا صرف مجھے یا میرے ساتھیوں کو بھی؟ کہا ساتھیوں کو بھی چھوڑ دوں گا۔ اور پیشانی چومنا تو عبادت ہے نہ تعظیم، بچوں کی پیشانی بھی چومتے ہیں، تقبیل وجہ اظہار مودّت و محبّت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ بہر تقدیر حضرت عبداللہؓ نے خیال کیا کہ اگر ایسا کرنے سے میرے مسلمان ساتھی رہا ہو سکتے ہیں تو کیا حرج ہے تو کہا اچھا یہ کر دوں گا۔ پھر قیصرِ روم نے حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت تھا۔ انہیں اطلاع پہنچی کہ یہ لوگ آرہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اعلان کر دیا کہ حضرت ابن حذافہؓ آرہے ہیں، سب اہل مدینہ ان کے استقبال کے لئے نکلیں اور ہر مسلمان ان کی پیشانی چوم لے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سب کو نجات ملی تو پہلے خود حضرت عمرؓ نے ان کی پیشانی چومی،

پھر دوسرے صحابہ کرام رضؓ تے۔

الغرض ایک جذبہ ہوتا تھا، اسلام سے محبت کا، کہ ہر لالچ سے بیزار ہو جاتے اور ہر تعلق کو سوائے تعلق مع اللہ والرسول کے چھوڑ دیتے۔ اور ما سوی اللہ سے لاپرواہ ہو جاتے اور صرف اللہ اور اس کے رسول کا تعلق مضبوطی سے تھام لیتے تب دنیا اور آخرت کی سرخروئی ان کے قدم چومتی۔

اطاعت کی بدولت کایا پلٹ گئی

اس اطاعت اور ایمان کی بدولت ان صحابہؓ میں خالد بن ولیدؓ ـــــ سیف من سیوف اللہ پیدا ہوئے، کل امت خیر الامم بن گئی۔ جنگل کے باشندے اور سوسمار کھانے والے ریگستان کے پتھروں کو پوجنے والے لوگوں نے جب حضور اقدس صلعم کے دامن مبارک کو تھاما تو ترقی کے کتنے اوج تک پہنچ گئے۔ آج دنیا حضرت عمرؓ جیسا مدبر، عادل حکمران اور سیاستدان پیش نہیں کر سکتی۔ عدل وانصاف سے دنیا بھر دی، جدھر گئے فتوحات نے ان کے قدم چومے۔ یہ دنیا کی ترقی ہے۔ انہوں نے تو حضور اقدس صلعم کے دامن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے دربار کا قرب حاصل کیا۔ خداوند کریم کے دربار تک رسائی حاصل کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھتے ہیں صبح حضرت بلالؓ کو بشارت دی کہ اے بلالؓ رات خواب میں دیکھا کہ تو جنت میں مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے۔ گو یہ سبقت خادمِ خاص کی حیثیت سے تھی مگر کتنا عظیم مقام حضرت بلالؓ کو ملا۔ حضرت بلالؓ جو غلام تھے، حبشی تھے۔ مگر حضورؐ کے قدموں کو تھام کر حضورؐ کی برکت سے انہیں کتنا بڑا مقام حاصل ہوا۔

حضور اقدس صلعم کا دامن تھام لینے کی برکات

جس نے ایک دفعہ بھی حضورؐ کا نام سن کر ان پر درود شریف بھیجا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل کرے گا۔ ہر نیکی پر دس نیکیوں کا اجر دینا تو عام قانون ہے۔ مگر یہاں درود شریف کی ایک خاص بات ہے کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجنے والے پر خود دس دفعہ درود اور رحمت بھیج دیتا ہے اور اس کا نام

اپنے دربار میں لے لیتا ہے۔ آج ہمارا اور آپ کا نام کسی معمولی حاکم کی مجلس میں بھی آ جائے تو فخر اور عزت سمجھتے ہیں۔ مگر حضورؐ کے طفیل اللہ تعالےٰ کے ہاں دس دفعہ ہمارا نام آ جاتا ہے اور فرشتوں میں اعلان فرما دیتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے راضی ہوں تو یہ حضورؐ کی برکت ہے۔ مولانا روم نے کہا کہ ایک مور کسی کبوتر کے پاؤں میں اٹک گیا تو اس کی برکت سے خانہ کعبہ تک پہنچ گیا۔ درمیان کے سارے جنگل پہاڑ دریا عبور ہو گئے۔ یہ ایک مثال دی ہے۔ امت کے لئے کہ حضورؐ کے نقش پا پر چل کر اللہ تک پہنچ سکتے ہو ورنہ ناممکن ہے۔ اس لئے صوفیا کہتے ہیں کہ تصوّف اور سلوک میں فنا فی الشیخ کا درجہ ہے کہ شیخ رسول کی ذات میں فنا ہوتا ہے۔ اس کی اتباع و اطاعت کر کے فنا فی الرسول کا مقام آتا ہے۔ اور فنا فی الرسول ہونے سے فنا فی اللہ کا درجہ مل سکتا ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ اللہ کے دربار میں حاضر باش ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم نماز میں اللہ کے ہاں حاضری ہوتی ہے۔ اپنا عجز اور نیاز پیش کرتے ہوئے التحیات للہ والصلوٰت والطیبات۔ کہہ کر اللہ کے سامنے اپنی ساری بندگی پیش کر دیتے ہیں کہ اے اللہ میری قولی میری بدنی عبادتیں خاص آپ کے لئے ہیں میں موحد ہوں، میرا سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ اور اس در پر میرا حاضر ہونا یہ برکت کس کی ہے کہاں ہم اور کہاں ایسی پاک ذات سے ہمکلامی اور مناجات ہم تو تیرے حقیر غلام ہیں۔ اب جب نمازی اس ساری چیز پر نظر ڈالتا ہے تو جان لیتا ہے کہ یہ ساری برکت تو حضور اقدسؐ کی ہے تو بے اختیار اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اے اللہ کے برگزیدہ نبی تیرے ہی برکت سے تو ہم اس مقام پر پہنچے۔ ہم تو چیونٹی سے بھی کمزور تھے۔ ہماری کیا طاقت تھی اور کیا حیثیت، کچھ بھی نہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے عقل مند موجود ہیں۔ کوئی بت کے سامنے پڑا ہے۔ کوئی پیپل کے درخت کوئی ننگی شرمگاہوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کوئی گوبر چاٹتے ہیں، کوئی

تصویروں کی پوجا پاٹ میں لگا ہوُا ہے۔ دنیا گمراہی میں مبتلا ہے۔ اور ہم صرف رب العالمین کے دربار میں سربسجود ہیں۔ تو اے نبی اللہ کی طرف سے تجھ پر ہر طرح کی سلامتی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ یہ تشہد سارا ہی اللہ کی وحدانیت کاملہ اور حضورؐ کی شان رحمۃ اللعالمین کا مظہر ہے۔

شبِ معراج کے مکالمہ کی حفاظت

یہ شبِ معراج کے مکالمہ اور ملاقات کو ہم دہراتے ہیں۔ لکھا ہے کہ جب نبی کریمؐ معراج میں اللہ کے ہاں حاضر ہوئے تو التحیات تمام آداب ملاقات تعظیمات اور تحیات کو خداوند تعالیٰ کے لئے مخصوص فرما کر خطاب کیا تو اللہ تعالےٰ نے جواب میں فرمایا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الف لام استغراق کے لئے ہے کہ ہر عیب اور مصیبت سے تجھے سلامتی ہو۔ یہ التحیات کا جواب تھا۔ والصلوٰۃ کے جواب میں ورحمۃ اللہ۔ فرمایا۔ اور والطیبات کے جواب میں وبرکاتہٗ سے مشرف فرمایا۔ اور ایھا النبی سے مخاطب فرما کر ان پر طاری شدہ ہیبت کم کرادی۔ اور فرمایا کہ میری سلامتی رحمتیں اور برکتیں تجھ پر نازل ہوں، دنیا میں حشر ونشر میں برزخ میں ہر آن اور ہر لحظہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ تیرے درجات، شئونات اور مقامات میں ہر لحظہ ترقی ہوتی رہے گی۔ اس اعزاز واکرام سے نوازنے کے لئے میں نے تجھے بلایا ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے جب اپنے سلام کا یہ جواب سنا تو شان رحمۃ للعالمینی وہاں بھی جوش میں آگئی اور اس عظیم نعمت کا شکریہ بھی عظیم ہونا چاہیئے تھا۔ تو آپ نے یہ انعامات واکرام اسی وقت خداوند کریم کے منشاء سے تمام عباد مقربین اور صالحین اولیاء انبیاء ملائکہ، جنّات، امم سابقہ ولاحقہ کے لئے عام فرماتے ہوئے کہا: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ اے اللہ مجھے دی گئی ان سلامتی اور رحمتوں میں اپنے سارے برگزیدہ نیک بندوں کو بھی شامل فرما لیجئے۔ یہ نبی کریم کی شانِ رحمت تھی کہ رحمت وبرکت اور سلامتی میں گذرے ہوئے اور آنے والے سارے صالحین کو شامل فرمادیا۔

اب ملائکہ اور قدسیوں کی ساری کائنات جن وانس اور فرشتوں کی دنیا جو حضورؐ اور

رب العالمین کے راز دنیاز کو سن سکتی تھی، سب نے حضورؐ کی شانِ رحمت کو دیکھا تو خوشی سے بے اختیار سب چلا اُٹھے اور تمام انبیاء وصالحین نے حضورؐ کی عبدیت اور نبوت کی شہادت دی اور کہا کہ: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ۔

حضور اقدسؐ کے جدامجد حضرت ابراہیمؑ بھی عظیم الاخلاق تھے، انہیں بھی کہا گیا تھا کہ: انی جاعلك للناس اماما، میں تجھے دنیا کا امام بناتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے وسعت اخلاق سے کام لیکر فرمایا: ومن ذریتی۔ کہ میری اولاد میں سے بھی اس منصب پر فائز ہوں۔ اور یہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی ایک شان عظیمہ تھی کہ اس دعا کے اوّلین مصداق آپ کی اولاد میں ہمارے نبی کریمؐ ہیں مگر حضورؐ نے ساری کائنات سابقہ ولاحقہ کو اپنے انعامات واکرامات میں شریک کر دیا۔ اب اس کے بدلے قیامت تک آپ کی امت تشہد کے بعد حضورؐ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتی رہتی ہے۔ اور اس میں آپ کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کو بھی اس میں شریک کرتی ہے۔

حضورؐ نے التحیات کے تین جملوں میں سب کچھ سمیٹ کر اللہ کے دربار میں پیش فرما دیا اب جبکہ حضرت ہاجرہ کی دوڑ دھوپ، سعی اور صحابہؓ کی پہلوانی رمل اللہ نے قیامت تک جاری کر کے محفوظ فرما دی تو جو کائنات میں نیاز کا سب سے بڑا مظاہرہ تھا، وہ کیسے محفوظ نہ ہوتا۔ اس لئے نماز میں حضورؐ کا تحیہ اور نذرانہ اللہ تعالیٰ کا جوابی انعام پھر نبی کریمؐ کی جوابی گفتگو اور کائنات کی شہادت یہ ساری گفتگو اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اور اسے نماز کی تشہد کی شکل میں محفوظ فرما دیا۔ اس لئے بعض علماء نے کہا الصلوٰۃ معراج المومنین بظاہر اخبار ہے۔ مگر اس میں انشار کا معنیٰ بھی موجود ہے۔

حضورؐ سے وابستگی حقیقی محبت پر موقوف ہے

الغرض دین اور دنیا کی برکتیں حضورؐ کے صدقے سے حاصل ہوتی ہیں یہ وابستگی محبت اور رسول اللہ کی عظمت اور اطاعت کی شکل میں حاصل ہوسکتی ہے۔ محبت بھی ایسی کہ ہر چیز

سے بڑھکر ہو فرمایا: لایؤمن احدکم الخ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ ہر ایک سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔ آپ کی عظمت و توقیر احترام اور وقار دل میں مخلوق کی ہر چیز سے بڑھ کر ہو۔ اور پھر اس محبت حقیقی کی برکت سے اطاعت بھی پیدا ہو جائے گی اسی وجہ سے صحابہؓ کو اطاعت آسان تھی ہمارے لئے مشکل اس لئے ہے کہ صحیح محبت نہیں۔

محبت و اطاعت لازم و ملزوم ہیں

آپ کو معلوم ہے کہ ہم بیوی بچوں کی خاطر دن رات محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان سے محبت ہے کہ اچھا کھائیں پئیں، کسی والد نے کبھی بھی اس مشقت کی شکایت نہیں کی۔ ۲۴ گھنٹے فکر میں لگا رہتا ہے۔ نہ تھکن کا احساس ہے نہ گرمی اور سردی کا، دن رات اولاد کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔ محبت کی تاثیر ہے۔ اور مجازی محبت کی ــــ مجنوں کو لیلیٰ سے مجازی محبت تھی تو لیلیٰ کے در و دیوار کو بھی چومتا تھا۔ لوگ کہتے کہ یہ پاگل ہے۔ کہا پاگل نہیں لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے اس کے در و دیوار سے بھی محبت ہے۔ یہ در و دیوار بذاتِ خود کچھ بھی نہیں اس پر رہنے والی کی خوشبو اور ہوائیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دن لیلیٰ کی گلی کے کتّے کو چوم رہا تھا۔ اس لئے کہ اس کے قدم لیلیٰ کی گلیوں میں پڑے ہوئے ہوں گے۔

تو بھائیو حقیقی محبت کی کتنی تاثیر ہو گی، اطاعت کی سب مشکلات آسان نہیں ہوں گی تو کیا ہوں گی دیکھئے صحابہ کرامؓ کو حقیقی محبت تھی تو حضورؐ جب بولتے تو صحابہؓ کے سر ادب اور احترام سے جھک جاتے کہ کان علیٰ رؤسھم الطیر گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں کہ ذرا ہلے تو پرندہ اُڑ نہ جائے ــــ ایک مالدار منافق اپنے آپ کو حضورؐ اور صحابہؓ سے برتر سمجھ رہا تھا کہ اس کے بیٹے عبداللہ نے تلوار نکال دی اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کہ تو باپ ہے۔ مگر حضورؐ سے بڑھ کر نہیں۔

یہ سب محبت حقیقی کے کرشمے ہوتے ہیں۔ آج پہلے تو محبت ہے نہیں۔ اور ہے بھی تو نام اور نمائش کی ہے۔ ورنہ سچی اور حقیقی محبت کے ساتھ اطاعت لازمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی محبت اور اطاعت سے مالا مال فرما دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیانی مسئلہ میں مسلمانوں کی فتح مبین

جامع مسجد اکوڑہ خٹک میں خطبۂ جمعۃ المبارک۔ یوم تشکر ۱۲ ستمبر ۱۹۷۴ء ۲۵ شعبان ۹۴ ۱۳ھ

قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانے کے بعد

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

قال اللہ تعالیٰ: انّا نحن نزلنا الذکر و انّا لہ لحافظون۔

میرے محترم بھائیو! اللہ جلّ جلالہ کا پاکستان اور ساری دنیا کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ اور ایک فتح عظیم اللہ نے مسلمانوں کو دی ہے۔ ہمارے جسم کا ایک ایک رواں بھی اگر سربسجود ہو کر اس احسان اور نعمت کا جو اللہ نے ہم پر فرمائی ہے۔ شکر ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کر سکے گا۔

قصر نبوت کی حفاظت

بھائیو! ہم اور آپ اپنی جان اپنے ال اپنے بچوں کا انتظام کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق ایک گھر بناتا ہے۔ چار دیواری کھینچتا ہے۔ دروازے لگاتا ہے صرف اس لئے کہ میرا گھر اور بال بچے چور ڈاکو اور سارے خطرات سے محفوظ رہیں۔ اور جب گھر کی ہر طرح حفاظت ہو جائے تو سب کی خوشی کا باعث ہوتا ہے ——— دنیا میں ہر قوم اپنے ملک کی حفاظت کرتی ہے ——— ہمارا ملک ہے ہم اس کی سرحدات کی حفاظت کرتے ہیں، ملک میں کسی قسم کی خلفشار نہیں برداشت کرتے۔ ہر ملک اپنے بجٹ میں اربوں روپے رکھتے ہیں۔ فوج کا کام یہی ہے۔ پولیس داخلی خلفشار کو روکتی ہے۔ فوج بیرونی حملوں سے حفاظت کرتی ہے۔ ملک اور سرحدات کی حفاظت

کے لیے ہزاروں لاکھوں لوگ قربان ہو جاتے ہیں۔ اور جب ملک محفوظ ہو جائے تو قوم فتح کی خوشی مناتی ہے ــــــ تو جیسا کہ اپنی جان و مال عزت و آبرو ماں باپ اولاد کی حفاظت ہو جانے سے ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ روح کو اطمینان ہو جاتا ہے تو ایک مسلمان کے نزدیک تو حضور اقدسؐ کی عزت و ناموس ان سب چیزوں سے بڑھ کر عزیز ہے۔ تو جب حضورؐ کی عزت و ناموس ان کی شانِ رفیع ان کی بلند مرتبت و مقام کی حفاظت ایک چور اور ڈاکو سے ہو جائے تو کتنی خوشی ہوگی۔

بیوی بچوں، ماں باپ کی حفاظت سے زیادہ اس پر خوشی ہوتی ہے۔ ملک کی حفاظت ہو جائے، وہ بھی خوشی کی بات ہے، مگر اس سے بھی بڑھ کر سب سے بڑھ کر مسرت یہی ہے کہ دین اسلام محفوظ ہو۔ اور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس، عزت، و مرتبت کو خداوند تعالےٰ محفوظ فرما دے۔

ختمِ نبوّت میرے محترم بزرگو! اللہ جلّ مجدہٗ نے مسلمانانِ پاکستان اور عالمِ اسلام پر بڑی مہربانی ۷ ستمبر کی تاریخ کو فرمائی۔ اس لئے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت جو احمدی کہلاتے ہیں اور ان کے پیشوا ــــــ مرزا غلام احمد ــــــ وہ نقب لگا رہا تھا، خاتم النبوّت کے تاج میں، اور اس تاجِ عظیم میں دست اندازی کر رہا تھا جو خاتم النبوۃ کی شکل میں اللہ جلّ مجدہٗ نے حضورؐ کے سر پر رکھا تھا ــــــ ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ آپ کی ذات سے نبوّت کو درجۂ کمال پر اللہ نے پہنچا دیا ہے۔ اور دیکھئے ہر چیز کی دنیا میں ایک انتہا ہوتی ہے، سوائے خدائے حیّ و قیّوم کے کہ وہ سرمدی ابدی ازلی دائمی ہیں۔ ان کے علاوہ ہر چیز کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہا، ایک آغاز ہوتا ہے۔ اور ایک کمال انسان کو لیجیے، پہلے بچہ ہوتا ہے۔ ۴۰ سال میں کمال کو پہنچتا ہے۔ پھر زوال پھر ختم ہو جاتا ہے، قبر میں جاتا ہے۔

یہی حالت ہر چیز کی ہے۔ نبوّت کا سلسلہ اللہ جلّ مجدہٗ نے حضرت آدمؑ سے شروع

فرمایا اور نبی کریمؐ کی ذات بابرکاتؐ سے کمال اور عروج تک پہنچا دیا۔
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دینا۔ اس مقام و مرتبہ پر اللہ نے حضور اقدسؐ کو فائز فرما دیا۔

متبنی کذاب اور توہین انبیاءؑ

مرزا غلام احمد نے ختم نبوت سے انکار کیا اور خود نبوت کا دعوی کر بیٹھا اور ایک شخص جب بے حیا ہو جائے تو اس کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ اذا لم تستحیی فافعل ما شئت۔ جیسے دنیا میں چور ہوتے ہیں پہلے چوری چھپے معمولی معمولی چیز چراتے ہیں، پھر بڑھتے بڑھتے بالکل جری ہو جاتے ہیں۔ تو اس مرزا غلام احمد نے بھی کہا کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں موسیٰ اور عیسیٰ ہوں۔ یہاں تک کہا کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور سب انبیاء سے بھی افضل ہوں۔ اور ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ میری شکل میں آج آئے۔ مرزا غلام احمد نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدسؐ پہلی رات کے چاند ہیں تو میں چودھویں صدی میں آیا تو میں بدر (چودھویں کا چاند) ہوں۔ یہ مرزا کی وہ باتیں ہیں جس کا اسمبلی میں بھی مرزا ناصر سے انکار نہیں ہو سکا۔ اور اپنے آپ کو بدر کامل اور حضور افضل الانبیاء کو پہلی رات کا چاند کہا۔ صرف ایک نبی کی توہین نہیں بلکہ سیّد الکائنات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور تمام انبیاءؑ کی بھی توہین ہے۔ کہتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کون ہے کہ میرے منبر پر بھی قدم رکھ سکے ——

مسلمانوں کی تکفیر

بھائیو یہ ایک کذاب اور بہت بڑا شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کا امتحان کرانا تھا۔ اور مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضورؐ آخری نبیؐ ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک نیا نبی نہ مبعوث ہوگا نہ آ سکتا ہے نیا نبی نہ ظلّی نہ بروزی۔ اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ نجات و فلاح دنیا کی ہو یا آخرت کی صرف حضرت محمد الرسول اللہ کی پیروی میں ہے جنت بھی اسی کے اتباع سے ملتی ہے۔ مگر مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ جس نے میری پیروی نہ کی اور مجھے نبی نہ مانا خواہ اس نے میرا نام بھی نہ سنا ہو۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتا ہو مگر مجھ پر ایمان نہ لایا تو وہ بھی

دائرہ اسلام سے خارج، کافر اور پکا کافر ہے۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور جنت ہمیں اس نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے دے گا جو حضور اقدس ؐ نے ہمیں تبلائے۔ مرزا کہتا ہے کہ نہیں جو میں کہوں گا حلال و حرام اس کی بھی پیروی کرنا ہوگی۔

نسخ جہاد

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ: الجنۃ تحت ظلال السیوف جنت تلوار کے سایوں میں ہے جو مسلمان اللہ کی رضا کے لئے ملک قوم اور اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد کرتا ہے اسے جنت نصیب ہوگی وہ انگریز سے، سکھ سے، ہندو سے جہاد کرتا ہے۔ تو اگر اس پر تلوار کا سایہ بھی پڑھا تو بلا حساب جنت جائے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ بھی ہے کہ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ جہاد منسوخ نہیں ہوا، ہر دور میں جب کفر کا مقابلہ آیا۔ ہم جہاد کریں گے حتیٰ کہ حضور اقدس ؐ فرماتے ہیں کہ تمہارا امیر اور تمہارا حاکم بدکردار اور بدعمل ہے اور تم اس سے ناراض بھی ہو مگر جب اس نے جہاد کا نعرہ بلند کیا تو اس کا ساتھ دینا پڑے گا۔

ایوب خان سے کون خوش تھا، مگر جب اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ کر جہاد کا نعرہ بلند کیا تو سب کو معلوم ہے کہ ہر منبر و محراب سے آواز اٹھی کہ آگے بڑھو۔ یہ نہ دیکھا کہ ایوب خان سے لوگ خوش ہیں یا نہیں۔ یحییٰ خان شرابی زانی ہے یا نہیں؟ جو بھی ہے مگر اب وقت ہے جہاد کا —— تو جہاد کی اتنی اہمیت ہے۔ جہاد قیامت تک رہے گا اور جس قوم سے جہاد اٹھ گیا تو وہ قوم بے عزت ہو کر رہ گئی اصل زندگی جہاد ہی میں ہے۔

انگریز کی اطاعت

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولٰکن لا تشعرون

اور اب جہاد حرام ہے، قطعی حرام ہے۔ اور جس مسلمان کے دل میں بھی انگریز کی مخالفت کا خیال گذرے تو وہ بھی جہنمی ہے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی امت کو جو پانچ بنیادی اصول اپنی دعوت کے تبلائے۔ اور وہ

گویا مرزائی مذہب کی پنج بناء ہے جیسا کہ ہم مسلمانوں کے پانچ اصول کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج ہے۔ تو اس کے بنیادی سبق میں یہ ہے کہ برطانیہ اور حکومت انگلشیہ کی وفاداری اور اطاعت وتابعداری کرنا ہوگی۔ اور ہم نے یہ بھی وہاں اسمبلی میں اُس سے تسلیم کروا دیا کہ یہ تو ہماری پنج بناء ہے اور وقت آئے گا کہ یہ سب مباحث قوم کے سامنے بھی آ جائیں گے۔

جہاد کو بالکل حرام کہا۔ عراق جب انگریزوں نے فتح کیا تو ان لوگوں نے قادیان میں چراغاں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ مسلمان تو رو رہے ہیں کہ انگریز نے ایک اسلامی ملک پر قبضہ کیا۔ اور تم چراغاں کر رہے ہو، کہا ہاں ٹھیک ہے اس لئے کہ یہ انگریز تو ہماری تلوار ہے، اور یہ تلوار جہاں جہاں پہنچے وہاں مرزائیوں کی فوج بھی جائے گی چنانچہ فرنگی نے عراق کا پہلا گورنر قادیانی ہی کو مقرر کیا۔ ترکوں سے لڑائی ہوئی اور فتح ہوئی تو مبارکباد دی کہ شکر ہے کہ خدا نے انگریز کو کامیاب کر دیا۔

ملک اور قوم سے غدّاری

تو میں عرض کروں کہ ان لوگوں کا کردار کیا ہے۔ اور عزائم اور محرکات کیا ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے یہ ارادہ تھا کہ کشمیر کو قادیانی ریاست بنا دیا جائے۔ مگر جب مسلمان سمجھ گئے تو انہوں نے جیل بھر دیئے اور ان کے عزائم ناکام بنا دیئے۔ اس کے بعد مرزا بشیر الدین نے اپنے لوگوں کو تلقین کی کہ بلوچستان کا رقبہ بہت وسیع ہے، مگر مسلمانوں کی مردم شماری کم ہے۔ اس لئے قلتِ تعداد کی بناء پر اس کو قادیانی ریاست بنانا بہت آسان ہے۔ اگر چہ وہ غیر آباد رقبہ ہے۔ مگر جب ایک صوبہ الگ اپنا ہوگا تو ایک حیثیت ہوگی۔ یہ بات بھی بحث میں اس سے منوالی گئی انکار کیسے ہو سکتا تھا کہ تحریرات حوالے کتابیں موجود تھیں یہ بھی ثابت کرا دیا کہ تقسیم ہند کے وقت تحصیل گورداسپور جہاں قادیان ہے انہوں نے خود یہ درخواست دی ۲۸ برس پیشتر کہ ہم ایک الگ فرقہ ہیں ــــــ اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو کہا ہمیں بھی دیگر اقلیتوں عیسائیوں وغیرہ کی طرح الگ نشستیں مقرر کرا دی جائیں۔ اگر اس وقت یہ درخواست نہ دی ہوتی تو یہ مسلمانوں میں ہو جاتے اور شاید یہ علاقہ پاکستان کے ہاتھ

میں ہوتا اور کشمیر بھی نہ نکلتا۔ یہ تقسیم آخر میں پاکستان کے ساتھ غداری تھی۔ تو گویا ۲۸ سال پہلے ان کی جو درخواست تھی وائسرائے ہند کے نام وہ سات ستمبر کو اسمبلی کے ذریعہ منظور ہوئی۔

اسمبلی میں اتمامِ حجت

یہ بھی یاد رہے کہ اسمبلی یا پاکستان نے انہیں کافر نہیں بنایا وہ خود تقریباً نوے سال سے تمام مسلمانوں کو کافر اور پکےّ کافر کہتے ہیں کہ پکےّ کافر ہیں کچےّ بھی نہیں۔

جب ناصر سے یہ پوچھا گیا کہ مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہو تو تنطر نیچی کرکے کہا کہ ہاں مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ تو ہم نے مرزا غلام احمد مرزا البشیر کی ایسی عبارتیں پیش کیں کہ وہ تو کافر کہتے ہیں۔ کہا کافر ہیں مگر کچےّ قسم کے کافر ہیں معمولی قسم کے کافر ہیں ـــــــ تو کہا اچھا وہ تو اسی عبارت میں کہتا ہے کہ کافر ہیں پکےّ کافر ہیں۔ تو اب پکےّ کافر کچےّ کیسے ہو گئے ـــــــ والد اور دادا تو ہم سب کو کافر کہتا ہے، سمجھتا ہے۔ تم کیسے مسلمان کہہ سکتے ہو۔ تو خاموش ـــــــ پھر دوسرا نکتہ کہ اچھا مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہو یا نہیں؟ اور جب مسلمانوں کے قائداعظم جب وفات پاگئے، اور ان کے تو مرزائیوں اور ظفر اللہ پر بڑے احسانات تھے کہ ظفر اللہ کو وزیر خارجہ مقرر کیا۔ اور یہ جو پہلے تو ہم مسلمانوں کے ہاتھوں پھیلے کہ وزارتِ خارجہ کے ذریعہ سفارت خانے قادیانیوں سے بھر دئے گئے۔ جتنا خرچ ہوتا رہا اس کی کوئی پوچھ گچھ نہ تھی، کتنا بڑا احسان تھا قائداعظم کا جب ان کا انتقال ہوا تو ظفر اللہ نے اتنے بڑے محسن پر بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھی۔

کیوں کہ ان کا جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھایا اور شاید قائداعظم کی وصیت بھی تھی کہ میرا جنازہ شیخ الاسلام پڑھیں گے۔ الغرض ان کی اقتداء میں نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اگر عذر تھا تو ہمارے وکیل نے کہا کہ اچھا اس ملک میں تو قائداعظم کی غائبانہ نمازِ جنازہ بھی پڑھی گئی وکیل نے کہا کہ میں ان دنوں لندن میں تھا۔ وہاں بھی مسلمانوں کے اکثر فرقے جمع ہوئے اور قائداعظم کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو کیا کسی غائبانہ نمازِ جنازہ میں کوئی قادیانی شریک ہوا تھا؟

کہا مجھے نہیں معلوم، وکیل نے کہا کہ ہر جگہ تو مولانا شبیر احمد عثمانی نہیں تھے۔ بلکہ وجہ خود ظفر اللہ

نے بیان کر دی تھی کہ میں اپنے آپ کو کافر حکومت کا مسلمان ملازم سمجھتا ہوں یا مسلمان حکومت کا کافر ملازم۔ یعنی ملازم پر یہ ضروری نہیں کہ جنازے بھی پڑھے۔

انگریز کی مدح سرائیاں

الغرض مرزائیوں کا ہمیں غیر مسلم سمجھنے کے ہزاروں شواہد اور دلائل موجود ہیں۔ اور ان کی کتابیں ایسی تحریروں سے بھری ہیں۔

مرزا نے انگریز کی مدح سرائی میں کہا میں نے پچاس الماریاں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین پر لکھی ہیں۔ انگریز لیفٹنٹ گورنر کو لکھتا ہے کہ میں تو انگریز کا خودساختہ پودا ہوں۔ اب اس خودساختہ پودے کی آب یاری بھی کروگے۔ اور مجھ پر میری جماعت پر خصوصی عنایت بھی کرنا ہوگی۔ ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں مستقل کتاب لکھی، تحفۂ قیصریہ کے نام سے اُسے منسوب کیا۔ الغرض انسان حیران رہ جاتا ہے اس کی خوشامد اور جی حضوری کو دیکھ کر۔ ہم تو اسمبلی میں دو چار مولوی ہیں۔ انگریزی خوان طبقہ بھی جو اسمبلی کے ارکان کا تھا وہ بھی انگریز کی اتنی حمد وثنا سن کر حیران رہ گیا اور کہا کہ نبی تو کیا ایسا شخص تو کوئی شریف انسان بھی نہیں کہلا سکتا، نبی ہونا تو بڑی بات ہے اتنی چاپلوسی کا تصوّر تو ہم انگریزی خوانوں سے بھی نہیں ہو سکتا ملکہ وکٹوریہ کو دام اقبالہا کہنا۔ اور یہ کہ تیرا یہ تخت اقبال ہمیشہ باقی رہے۔ تو ظل اللہ ہے۔ اور وہ مسلمان ملعون ہے، بد قسمت ہے جو تیری حکومت کے خلاف خیال کو بھی دل میں جگہ دے۔ تو اتنی چاپلوسی تو کوئی بھنگی بھی نہیں کر سکتا۔ پھر ایک کافر حکومت کی، انگریز کی۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جب انگریز نے اس ملک میں آکر قدم جمایا تو اس وقت انگریز کے خلاف شاہ عبدالعزیز اور دیگر اکابر نے جہاد کا فتویٰ دیا، جہاد کی تحریک اٹھی سینکڑوں مسلمان پھانسی ہوئے اور جہاد کا نعرہ بلند ہوا تو مسلمان جہاد کے لئے جان ومال قربان کرنے پر تیار ہوئے انگریز کو اندازہ ہوا کہ مسلمانوں کو غلام رکھنے کا علاج سوائے اس کے نہیں کہ ان کے دلوں سے جہاد کا جذبہ نکال دیا جائے۔ اور علاج یہی ہے کہ ایک فرضی نبی کھڑا کر دیا جائے اور وہ جہاد کو حرام قرار دے، یہی تو وہ خود کاشتہ پودا ہونا تھا جس کا اقرار مرزا نے اپنی تحریروں میں کیا تھا۔ اس

نے یہ بھی لکھا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں بھی میرے والد نے ۵۰ سوار گھوڑوں سمیت انگریز کو پیش کئے۔

بہر حال مرزائی ہم مسلمانوں کو ۹۰ سال سے کافر کہتے تھے اور جب یہی چیز اسمبلی میں پیش ہوئی تو اپنی مطلب براری کے لئے انکار کرنے لگتے تو جب وہ عبارتیں پیش ہوئیں تو تم نے تو نہ ماننے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر اور پکا کافر کہا ہے۔ تو کہا کافر تو ہیں مگر ملت میں داخل ہیں اور ملت کے تین دائرے ہیں، ایک اسلام ایک اسلام سے نیچے اور ایک تیسرا درجہ ہے۔ رانا حنیف صاحب مرکزی وزیر ہیں اسمبلی سے باہر ملے بیمار تھے پڑے ہوئے تھے میں نے کہا وزیر صاحب کیا حال ہے؟ ہنس کر کہا مولانا تیسرے دائرے میں ابھی پھر رہا ہوں۔ پتہ نہیں اس سے بھی کب نکالتے ہیں۔

معاشرتی تعلقات سے ممانعت

مرزا ناصر سے کہا گیا کہ مسلمانوں کے معصوم بچوں پر جنازہ کا کیا حکم ہے۔ آپ کے بڑوں نے تو کہا تھا کہ بالکل ناجائز ہے۔ اور جس طرح تم ہندو، سکھ عیسائی بچوں پر جنازہ نہیں پڑھ سکتے اسی طرح غیر مرزائی مسلمان بچوں کا حکم ہے۔ اس لئے کہ کافر کا بچّہ کافر کا تابع ہے۔ مسلمان کافر تو اس کا بچّہ بھی کافر ہوگا۔

نکاح کے بارہ میں کہا کہ کیا کوئی مسلمان عورت فرنگی یا ہندو یا سکھ سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر نہیں تو کسی مرزائی عورت کا بھی مسلمان مرد سے نکاح جائز نہیں البتہ مرزائی مسلمانوں کی لڑکیاں اپنے عقد میں لے سکتے ہیں جیسے کہ اہل کتاب کی ——— یہ تھا نکاح کے بارہ میں ان کا عقیدہ۔

الغرض بھائیو! اسمبلی میں جرح کے لئے سینکڑوں سوالات داخل کئے گئے جن میں چند کا انتخاب ہوا اور جرح اور بحث کا محور زیادہ تر دو چار اصولی باتیں رہیں۔ الحمدللہ آئین میں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا ذکر پہلے سے موجود تھا۔ صدر اور وزیر اعظم کے حلف کی عبارت میں تو ختم نبوّت کا جھگڑا تو طے شدہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہوگا جو حضورؐ کو آخری نبی مانتا ہو۔ کمیٹی کی بحث میں یہ طے کرانا تھا کہ کیا مرزا نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں اور کیا اس کے پیرو اس کو نبی مانتے ہیں یا نہیں اور کیا ان کے نزدیک ان کے نہ ماننے والے

غیر مرزائی مسلمان ہیں یا کافر؟ تو ربوہ والوں نے

لاہوری فرقہ کی منافقت

اور لاہوریوں نے بھی یہ سب چیزیں مانی ہیں، اور اقرار کیا کہ وہ الگ امت اور گروہ ہیں۔ اور لاہوریوں کا جھگڑا تو محض خلافت اور گدی نشینی کا تھا، مگر مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے مسلمانوں کو مسلمان کہنے لگے۔ جرح کے دوران لاہوریوں نے بھی اقرار کیا کہ تم مسلمان حقیقی مسلمان تو نہیں ہو البتہ مجازی مسلمان ہو۔ اور جب مرزائیوں سے اس دورنگی کردار کے بارے میں پوچھا گیا۔ کہ مسلمانوں کو کافر بھی سمجھتے ہو اور ان کے لئے مسلمان کا نام بھی استعمال کرتے ہو۔ تو جواب دیا کہ حقیقی مسلمان تو نہیں البتہ دنیا میں ایک قوم مسلمان کے نام سے معروف ہے۔ اس لئے ہم بھی عرفاً انہیں مسلمان مسلمان کہتے ہیں۔ یہود وہ قوم تھی جو حضرت موسیٰ پر ایمان لائی مگر عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر ان کا انکار کرنے کے بعد کافر ہو گئے مگر معروف اب تک یہودی نام سے ہیں۔ عیسائی حضور نبی کریمؐ کی آمد کے بعد انکار کرنے سے کافر ہو گئے عیسائی نہ رہے مگر کہلاتے اب بھی عیسائی ہیں۔ اور جس طرح عبداللہ نامی شخص اللہ کی سرکشی اور نافرمانی کے باوجود عبداللہ کہلاتا ہے، حقیقی نہیں صرف نام کی شہرت کی وجہ سے اسی طرح ہم نے بھی کہیں کہیں مسلمانوں کو مسلمان کہا ہوگا۔

لاہوریوں نے حدیث نبوی۔ سینزل نبی اللہ عیسیٰ بن مریم کے ضمن میں اعتراف کیا کہ مرزا نبی تھا۔ الغرض جب نوّے سال سے وہ خود ہمیں کافر کہتے رہے سمجھتے رہے اور اپنے آپ کو الگ امت اور گروہ مگر انہیں اپنے نہ ماننے والے اُن کافروں میں شرکت پر اصرار محض مفادات حاصل کرنے اور درپردہ مارِ آستین بنے رہنے کے لئے ہے اس برصغیر میں ہندو مسلم سکھ عیسائی تھے مگر ہندو زیادہ تھے مسلمان کم تو اقلیت کو نقصان ہوتا ہے۔

اسلام کے نام پر اسلام دشمنی

اب مرزائیوں نے یہ چاہا کہ شامل تو مسلمانوں میں رہیں، اور اسی نام سے اختیارات اور حقوق پر قابض ہوں اور کارروائی ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسی ہو۔ حالانکہ کسی مسلمان کی غیرت برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ

ہندو سکھ یا عیسائی اکثریت میں محسوب رہے ہیں۔ اور یہ مرزائی طبقہ آنا بے غیرت کہ ہم مسلمان تو ان کے نزدیک ہندو سکھ سے بھی بڑھ کر کافر گران" کافروں" میں شرکت پر ہمیشہ اصرار رہا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا ہو جانے سے مفادات پر ضرب پڑے گی اور سازشیں نہیں کر سکیں گے۔

تقسیم ہند کے وقت تحصیل گورداسپور ان کی وجہ سے بھارت میں شامل ہوئی کہ انہوں نے مردم شماری میں اپنے آپ کو ایک الگ قوم کی حیثیت سے پیش کرنا چاہا۔ اس وقت اپنے آپ کو غیر مسلموں میں شمار کر کے مسلم آبادی کی تعداد کم کرادی گئی۔ یہ بات بھی اسمبلی میں ثابت کرادی گئی اور یہی چیز کشمیر کے ہاتھ سے جانے کا بھی پیش خیمہ بنی۔

اسرائیل سے رابطہ

اسرائیل سارے عالم اسلام کا دشمن ہے۔ سارے مسلمانوں کے تعلقات اس سے نہیں، مگر مرزائی ہیں کہ ان کے مشن وہاں قائم ہیں۔ یہ مسلمانوں میں گھل مل کر اور ان کے اعتماد اور بھروسہ سے غلط فائدہ اٹھا کر سارے راز ایسے مشنوں کے ذریعہ دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ تو یہ لوگ مذہبی طور پہ تو تھے ہی دشمنِ اسلام مگر سیاسی طور پہ بھی پاکستان اور عالم اسلام کی جڑیں کاٹتے رہے۔ اللہ نے فضل کیا کہ ربوہ اسٹیشن کا سانحہ ظاہر ہُوا ورنہ اس سال یا بہت جلد ان کے ہاتھوں ملک انقلاب اور خانہ جنگی کا نشانہ بن سکتا تھا۔ خداوند تعالےٰ کو اس ملک کی اس حکومت کی اس قوم کی مدد کرنی تھی، ورنہ یہ تو پاکستان کی سیاست پر افواج پر پاکستان کی اقتصادیات پر کلیدی عہدوں پر قابض ہوتے چلے جا رہے تھے۔

اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

اور مذہبی طور پر تو پہلے ہی روز سے تھے ہی غیر مسلم اور کافر، مگر اسمبلی نے بھی متفقہ طور پر آئین میں اس حیثیت کو شامل کرالیا اسمبلی میں انگریزی خوانوں کی اکثریت تھی۔ تو یہ صرف علماء کا فیصلہ نہیں۔ نئی دنیا تو منبر و محراب سے اتنی متاثر نہیں ہوتی جتنی کہ پارلیمنٹوں اور اسمبلیوں سے۔ اور الحمدللہ کہ وہاں اسمبلی میں تمام ارکان نے ہر پارٹی کے ارکان نے سب نے سو فیصد متفق ہو کر فیصلہ دیدیا۔ سب ارکان مسئلہ کی گہرائیوں اور حقیقت کو

سمجھ گئے ــــــ طالب العلموں کی طرح بحث و مباحثہ کا دور دورہ رہا تو یقین و بصیرت کے ساتھ اور بڑی مسرتوں کے ساتھ سب کے سب ارکان نے آئین میں یہ ترمیمیں کرلیں کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس شخص نے جس نوع سے بھی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور جو اس پر ایمان لایا اسے مذہبی مصلح سمجھا وہ غیر مسلم ہوگا۔ اور مرزائی قادیانی لاہوری جو احمدی کہلاتے ہیں۔ غیر مسلم اقلیت ہیں اب قیامت تک اس ملک میں انشاء اللہ کوئی جھوٹا دعویٰ نبوت نہیں کرسکے گا۔ اور جہاں اقلیتوں کے تحفظ کا مسئلہ ہے ہمارے ہاں ہندو سکھ عیسائی سب ہیں مگر مسلمان ان سب کا تحفظ کرتے ہیں۔ قوانین موجود ہیں، اسلام کی تعلیمات ہیں ہم ان کا بھی تحفظ کریں گے۔ مسلمان دیہات میں ہندو سکھ عیسائی سے بھی سودا سلف خرید تے ہیں۔ مگر وہ انہیں غیر مسلم جانتے ہیں۔ یہ خطرہ نہیں کہ مذہبی طور پر دھوکہ ہو سکے۔ اور مار آستین بن جائے مگر اب ساری دنیا پر قادیانیوں کی حقیقت آشکارا ہو جانے کے بعد یہ خطرہ کم ہوگا کہ یہ سانپ ڈس لے گا تو یہ پروردگار کا بڑے سے بڑا کرم اور انعام ہے کہ قوم کا، ملک کا، دین کا تحفظ ہوگیا۔ ہمارے دیگر مطالبات بھی اصولاً وزیر اعظم نے مان لئے ہیں۔ کلیدی عہدوں پر ان کو فائز رکھنا اپنے آپ سے دشمنی کرنا ہے۔ اب ہمارے سارے راز فاش کرنے اور ہر طرح دشمنی کرنے سے یہ لوگ کوئی دریغ نہیں کریں گے، نہ بھٹو سے نہ قوم سے بھلائی کریں گے۔ ضرورت ہے کہ انہیں جلد از جلد ہٹادیا جائے۔

پاکستان کے اندر ربوہ کے نام سے دوسری ریاست ختم کردی جائے اسے مفتوح کرلیا جائے۔

اللہ کی مدد تو اللہ کے کرم سے اللہ نے دین کی حفاظت فرمائی کالج کے لڑکے بلاوجہ ظلم کا نشانہ بنے، ساری قوم اٹھی، ملازم، تجار، علماء، عوام طلبہ سب نے جرأت ایمانی کا ثبوت دیا۔ ساری قوم اٹھی، تین دن مرکزی قیادت نہ تھی تو کچھ گڑبڑ ہوئی۔ پھر مجلس عمل کی تشکیل ہوگئی ساری جماعتیں اس میں شامل ہوگئیں سب نے حلف اٹھایا تھا کہ اس مسئلہ میں سیاست بازی نہ ہوگی، وہ حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور اسلام کی خاطر اس تحریک کو چلائیں گے۔ بہت بڑے دو چار افسران

نے مجھے لاہور میں ایک میٹنگ کے بعد کہا کہ کیا کرنا ہے۔ ہم صرف ۷ ستمبر تک منتظر رہیں گے۔ میں نے پوچھا پھر کیا کروگے؟ کہا پھر آپ سب کو اور ساری دنیا کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم کیا کچھ کرسکتے ہیں۔ اسلام آباد کے تمام ملازموں نے ایمان وعزیمت کے عجیب مظاہرے کئے۔ اللہ نے ساری قوم کو متفق کردیا۔ مجلس عمل نے تدبر سے کام لیکر مسلمانوں کی قیادت سنبھالی۔ پھر اسمبلی میں حزب اختلاف کے علماء اور جماعتوں نے مجلس عمل کی رہنمائی میں کام کیا۔ پھر پوری قومی اسمبلی کیا حزب اقتدار اور کیا حزب اختلاف اس جہاد میں شریک ہوگئی اور اس کو فتح نصیب ہوئی۔ اور اتنی آسانی اور اللہ کے کرم سے فتح ہوئی کہ ہم سے تو حضورؐ نبی کریم کا حق ادا نہ ہوسکا۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں ہزاروں صحابہؓ نے جان کی قربانی دی، ۲۸ ہزار کافر اور مرتد تہ تیغ کئے گئے اور یہ محض اللہ کا فضل وکرم کہ چند مسلمان شہید ہوئے، ساری قوم کو ذرا سی محنت اٹھانی پڑی اور فتح عظیم حاصل ہوگئی۔ اگر اس راہ میں پوری مسلمان قوم شہید ہوجاتی اور ناموس ختم نبوت محفوظ ہوجاتی۔ تو پھر بھی بہت بڑی فتح ہوجاتی۔

اب ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس ملک، اس قوم کو، اس مسئلہ کو بدولت اپنے فضل وکرم سے مالامال کردے گا۔ اس مسئلہ کا کریڈٹ کل قوم کو ساری اسمبلی کو پہنچتا ہے۔ ہم علماء کا تو کام ہی یہی ہے موضوع ہی توحید ورسالت ہے مگر تعاون بحث وتحقیق کے سلسلہ میں ہر رکن اسمبلی ایک دوسرے سے سبقت کرتا رہا کہ کوئی شبہ نہ رہے۔ الحمدللہ آج پوری قوم خوشی منا رہی ہے۔ پون صدی کے اکابر کی قربانیاں رنگ لائیں، مٹھائی تقسیم ہورہی ہے۔ آج نماز جمعہ کے بعد اللہ کی بارگاہ میں دو رکعت شکرانہ کی پڑھی جائیں ——

البتہ ابھی غافل نہیں ہونا ہے۔ یہ قادیانی منظم ہیں ان کی پشت پر امریکہ، برطانیہ اور صیہونی طاقتیں ہیں۔ اگر یہ لوگ ذمی بن کر پُرامن ہوکر رہتے ہیں تو ان کی حیثیت دوسری ہوگی۔ اور اگر محارب بنیں۔ ذمہ وعہد کا پاس نہ کریں مسلمانوں اور عالم اسلام کے خلاف کام کریں تو پھر مسلمانوں کو بھی مناسب طرز عمل اختیار کرنا پڑے گا۔ ان کا سیاسی احتساب کرنا ہوگا۔ اب اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں کہ اللہ ہمیں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل رکھے اور شعائر اسلام اور نبی کریمؐ کی عظمت وشوکت قیامت تک بلند سے بلند ہوتی رہے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ طیبہ پر فلم

ناموسِ رسالت اور دشمنانِ اسلام کی شرمناک جسارت

۹ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ اکوڑہ خٹک کے ایک احتجاجی جلسہ میں

حیاتِ طیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فلم بنانے کی شرمناک خبروں نے مسلمانانِ عالم کے دلوں کو چھلنی کر دیا ہے۔ ایک عرصہ قبل اٹلی کی اس قسم کی جسارت سے بھی دنیا میں اضطراب کی لہر دوڑ چکی تھی۔ اس موقعہ پر کی گئی حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ کی ایک احتجاجی تقریر۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم - اَمَّا بَعْدُ — فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

تمہید معزز حضرات! اس اجتماع کی غرض و غایت آپ کو معلوم ہو چکی ہے۔ اس سے قبل ہم نے اٹلی کے رسوائے عالم فلم ساز کمپنی کے خلاف احتجاج کیا۔ ہماری حکومت نے اعلان کیا کہ اٹلی کی حکومت اس کمپنی پر پابندی لگا رہی ہے اور اپنے شرانگیز اقدام سے

باز آگئی ہے۔ ہمیں خوشی ہوئی۔ مگر صد افسوس کہ اس کمپنی نے دوبارہ اعلان کیا کہ ہم کسی کی خاطر اپنے تجارتی اور اقتصادی مفادات سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ اس جاہل اور بے شرم حکومت کو یا تو مسلمانوں کے احساسات کا صحیح اندازہ نہیں یا وہ اپنی تباہی کا سامان خود کر رہے ہیں۔

شانِ رسالتؐ

حضرات! جس طرح خداوند قدوس کی ربوبیت کاملہ کائنات کے ہر ذرہ میں کارفرما ہے۔ اسی طرح رحمۃ اللعالمین کی شانِ رحمت کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں جاری وساری ہے۔ اس امر میں تمام علماء متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر ومثیل نہ اوّلین میں کبھی پیدا ہوا اور نہ تا قیامت ان کا نظیر ومثیل پیدا ہوگا۔ محبوبِ اقدسؐ کی عظمت کمالات وشئونات کا صحیح اندازہ تو خداوند تبارک وتعالیٰ کو ہو سکتا ہے۔ اس لئے شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی۔ بیداری میں یا خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وشکل اختیار کرنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔ حالانکہ شیطان مظہر قدرت ہے مگر خدائے قدوس نے اس سے یہ طاقت سلب کر دی ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: من رانی فی المنام فقد رانی الحق جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا گویا اس نے مجھے ہی دیکھا ــــ اسلام سے قربان جائیے اس نے ابتداء ہی سے اس قسم کے مفاسد کی جڑ کاٹ دی تھی۔

تصویر سازی کی ممانعت

تصویر سازی کو حرام قرار دیا۔ جاندار اشیاء کی تصویر اسلام نے حرام کر دی اور غیر ذی روح (جاندار) مثلاً اشجار احجار عمارتوں کا فوٹو جائز کر دیا۔

فوٹو بنانے والے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن فرشتے ڈنڈے لے کر اس سے کہیں گے کہ اب اس میں روح بھی ڈال دے اور جب روح نہیں ڈال سکتا تو اس کو بنایا کیوں۔؟ تصویر میں روح تو ہو نہیں سکتا، روح ڈالنے والا تو صرف خداوند تعالیٰ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں فوٹو اور تصویر ہو اس میں رحمتِ خداوندی کے فرشتے کبھی داخل نہیں ہوتے۔

مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طیّبات کو ترک کر دیا اور یورپی اقوام کی تقلید میں اسی لعنت میں گرفتار ہوئے یہاں تک کہ تصویر سازی ان کا مزاج بن گیا۔ خود مسلمان بھی فلم بنانے لگے۔ زعماء شرفاء اور مسلمان حکام اور ان کی بیگمات کے فوٹو چھپنے لگے۔ حیاء و عزّت کا شعور اور احساس ختم ہونے لگا۔ ثقافت کے نام پر تمام کثافتوں پر اسلامی لیبل لگانے کی کوشش کی گئی۔ علانیہ ملک میں ٹیڈی ازم بھی شروع ہو گیا۔

تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہماری اس بے حسی و بے غیرتی سے غیر اقوام نے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اور ہماری ترک تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو جرأت ہوئی کہ وہ ہمارے آقا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بنانے لگے اور ان کی حیاتِ طیبہ پر فلمیں بنانے کا ارادہ کیا۔

مسلمانوں کی غیرت وحمیّت کا مسئلہ

آج ہماری غیرت وحمیّت کا مسئلہ درپیش ہے اگر کسی سینما یا فلم کے پردہ پر ہماری ماؤں بہنوں اور خالاؤں یا خاندان کے دیگر افراد کی نمائش ہو تو کیا ہم اسے برداشت کر سکیں گے کہ بدمعاش قسم کے لوگ انہیں دیکھ لیں، ان کے حسن و زیبائی شکل و شباہت کے بارے میں آراء قائم کریں؟ (آوازیں ہرگز نہیں)

محبت رسولؐ شرط ایمان ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات بابرکات ہمیں ماں باپ بچوں، بیویوں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور یہ ایمان کی اولین شرط ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (حدیث البخاری) یعنی تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کو ماں باپ بچوں اور تمام

لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت کا مقابلہ ہُوا تو ہمارا اولین فرض ہوگا۔ کہ باپ بھائی بیٹے کی محبت کو ترجیح دیں۔۔۔۔۔ علماء فرماتے ہیں کہ جس شخص میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ سب مخلوقات کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترجیح دے گا۔ اور اس کے مقابل ہر چیز کو ٹھکرائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنے بیٹے نے کہا کہ ابا جان جنگِ بدر میں تم میری زد میں آئے جبکہ میں کافروں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ مگر تم میرے باپ تھے اس لئے میں نے وار نہ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تیرا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ اس لئے اگر تم میری زد میں آتے تو میں اپنے ہاتھوں سے تیرا کام تمام کر بیٹھتا۔ اور کوئی رعایت نہ برتتا۔ مسلمان ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آج بھی تن، من، وطن، سب کچھ لٹانے کو تیار ہیں۔ تم نے آج دل کی گہرائیوں سے ناموسِ رسالت کی خاطر جس جوش وخروش اور ولولے کا مظاہرہ کیا۔ الحمد للہ مجھے خوشی ہوئی کہ عزتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ اب بھی زندہ ہے۔

ایمان اور اسلام عبارت ہے ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کیا مسلمان زندہ ہوگا اور حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امّ المومنین عائشہ، حضرت امّ کلثوم، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن کا فوٹو سینما کے پردہ پر پیش کیا جائے گا۔ ہماری ہزاروں، لاکھوں لڑکیاں، مائیں، بہنیں ان کی عزت وعصمت پر قربان ہوں۔ ناموسِ رسالتؐ کی خاطر ہم اپنی سلطنتیں قربان کریں گے ہمیں کبھی ایسی سلطنت نہیں چاہیئے کہ ہمارا ایمان اور ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ نہ ہو۔ ہم اس کی خاطر حکومتوں کی مصلحتیں بھی قربان کریں گے اور اگر اس کی خاطر ہماری جان ومال قربان ہو سکے۔ تو یہ ہماری سعادت ہوگی۔

عیسائی حکومتیں لادین حکومتیں ہیں انہیں مذہب سے کوئی سروکار نہیں وہ نہ حضرت آدم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتے ہیں نہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو اور نہ خدا کی ذات پر انہیں ایمان ہے ورنہ وہ نہ ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر بناتے اور نہ ان کی زندگیاں فلماتے اور نہ مسلمانوں کی دل آزاری کرتے۔ ان کا مقصد زندگی بے حیائی فحاشی اور دولت سمیٹنا ہے۔ اگر خدا کو مانتے تو اس قسم کی گستاخیاں کبھی بھی نہ کرتے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خاندان سے مذاق کرنا خداوند تعالیٰ کے عذاب اور جہنم کی آگ کو دعوت دینا ہے۔ مگر مسلمان قوم ان کی طرح بے ضمیر اور بے حس نہیں کہ وہ خاموشی سے یہ تماشا دیکھ سکیں۔ ــــ امریکہ اور اٹلی کی حکومت نے بھی اگر یہ حرکت کی تو خدا کے قہر کو دعوت دے گی۔ چیونٹی کی تباہی آنے لگتی ہے تو خدا اسے پر دے دیتا ہے۔ ہر وہ بد دین جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ کرے گا۔ خدا اسے ذلیل و تباہ کر دے گا۔

مسلمانوں کا امتحان و آزمائش

ہاں صرف مسلمانوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی کروڑ روحانی اولاد اور نام لیواؤں کا امتحان ہے کہ ہمارا دعویٰ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم زبانی دعویٰ تو نہیں؟

ہمارے روحانی جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلوٰۃ والسلام نے اپنا بیٹا خدا کے نام پہ قربان کیا۔ جس کی سنت ہم آج کل ادا کر رہے ہیں تو ہم اپنے داد انبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی جانیں قربان نہ کر سکیں گے؟ آج ہم خداوند قدوس سے یہ عہد کرتے ہیں کہ جس ظالم نے بھی ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ کیا خواہ ملک کے اندر ہو یا باہر ہو ہم ایک ایک بچہ اور ایک ایک جان ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کریں گے ــــ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ــــ یہ کافر چاہتے ہیں کہ خدا کا نور پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مگر اس چراغ کی روشنی تو چاند اور سورج سے بھی تابان اور روشن ہے۔ یہ کبھی نہ بجھ سکے گا۔ اور دھول ڈالنے والے اپنے چہروں کو سیاہ کریں گے۔ آپ کی ذاتِ گرامی تو سورج سے بھی کروڑ ہا درجہ بلند و ارفع ہے۔ سورج صرف دنیا کے اوپر ہے۔ مگر آپ جسمانی لحاظ سے بھی جسد اطہر کے ساتھ عرشِ معلیٰ کے اوپر تشریف لے گئے ہیں۔ عرش کی وسعت کے سامنے ساتوں آسمان و زمین ایسے ہیں جیسے اس وسیع صحرا میں چند کنکریاں ڈال دی جائیں جس کی آپس میں نسبت نہیں۔ حضورِ اقدس کو جسمانی رفع میں بھی تمام کائنات پر فضیلت دی گئی۔ جس ذاتِ اقدس کی جسمانی پرواز اتنی بلند ہو تو روحانی پرواز کا کیا عالم ہو گا؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بدمعاش ملحد، بے دین شرابی کھڑا ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کی ایکٹنگ کرے۔ ایک فاحشہ بے حیا عورت صوفیہ لورین یا ثریا ہماری ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نقل اتارے۔ کبھی نہیں۔

کسی قطب، ولی اور غوث کو یہ حق نہیں کہ آپ کی نقل اتارے۔ کیا کوئی اخبث الناس یہ حرکت کر سکے گا۔؟ صحابہؓ تابعین اور امت کے پاس حضورؐ کی صورت اور شبیہ کی ایک ایک بات محفوظ تھی، شمائل مستقل علم بنا مگر کسی نے بھی کبھی آپؐ کی تصویر بنانے کی کوشش نہ کی۔

یورپی اقوام کے مخفی عزائم

تمہیں کیا معلوم کہ ان خبیث اقوام کے سینوں میں ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا کیا عزائم چھپے ہیں۔ بظاہر تجارتی اور اقتصادی منافع کا بہانہ لے کر اٹھتے ہیں۔ مگر در پردہ مسلمانوں کے دلوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدس اور عظمت اور اہلِ بیت کی حرمت مٹانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب تک یہ تقدس زائل نہ ہو مسلمان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کٹ سکیں گے۔

ان کی تاریخ شاہد ہے سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے بعد اُن کے زخم مندمل نہیں ہوئے اور ہر دور میں انہوں نے شانِ رسالتؐ کی بے حرمتی کی کوشش کی ورنہ انہیں اسلام کے غم نے نڈھال نہیں کیا کہ آپؐ کی زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ کیا انہیں اسلام کے غم میں نیند

نہیں آتی۔

نورالدین زنگیؒ کا واقعہ

سلطان نورالدین زنگیؒ کے زمانہ کا تاریخی واقعہ ہے۔ کہ آپ نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا کہ "تم حکومت کے کام میں لگے ہو اور تمہیں خبر نہیں کہ میرے پیچھے دو کتے لگے ہوئے ہیں"؛ جس طرح آج اٹلی کے یہ کتے آپ کے پیچھے لگے ہیں سلطان نے متواتر دو تین رات یہ خواب دیکھا۔ حیران تھے۔ علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ وہ بھی حیران ہوئے سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دو کتوں کی صورت بھی سلطان کو بتلادی تھی۔ سلطانؒ فوج لیکر مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ مدینہ سے باہر پڑاؤ ڈالا۔ اب احترام مدینہ کی وجہ سے تلاشی بھی نہیں لے سکتا تھا اور کسی پر ہاتھ بھی نہیں ڈال سکتا تھا۔ مدبر بادشاہ تھا عقل سے کام لیکر یہ بات سوجھی کہ مدینہ میں انعام واکرام تقسیم کرنے کا اعلان کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ کے دروازے پر کھڑا ہو کر اعلان کیا کہ سوائے عورتوں کے ہر بوڑھا، جوان، بچہ خود آکر میرے ہاتھوں سے انعام واکرام وصول کرے۔

ایک بڑی حکومت کا بادشاہ تھا۔ ہر شخص فخر سمجھتا تھا کہ ان کے ہاتھوں سے کچھ وصول کرے۔ سب چھوٹے بڑے نکلے اور انعام وصول کرتے رہے۔ بادشاہ اس بہانہ سے ہر شخص کی شکل کو بغور دیکھتا رہا۔ مگر ان دو آدمیوں کی صورت نظر نہ آئی۔ حیران تھا، پوچھا کوئی نہ کوئی شخص مدینہ میں باقی ہے۔ جو انعام لینے نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا کہ دو درویش صفت بزرگ ہیں جن کا بادشاہوں کے انعام واکرام سے کوئی واسطہ نہیں وہ اپنی خانقاہ سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا چلو ہم خود جا کر انہیں انعام دیتے ہیں۔ نیک آدمیوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔

چنانچہ بادشاہ اُن کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اوّل نظر میں پہچان لیا کہ وہ خبیث کتے یہ ہیں جن کی صورت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بتلادی تھی۔ مگر اسلام عدل وانصاف کا مذہب ہے۔ بغیر قانون کے ان پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ جب تک کہ جرم ثابت نہ ہو۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ تمام مکان کی تلاشی لے لو سب مکر دن میں سوائے لنگر کی دال چاول کے اور

کچھ نہ نکلا۔ اور نہ کوئی قابلِ اعتراض چیز نظر آئی۔ بظاہر انہوں نے عابدین کی صورت اختیار کی تھی لمبے لمبے چوغے اور عمامے پہنے ہوئے تھے۔ اچانک بادشاہ کی نظر ایک مقفل کمرے پر پڑی پوچھا اس میں کیا ہے۔؟ اس سوال پر ان کا رنگ زرد ہوا اور کہنے لگے کہ فالتو سامان کا کمرہ ہے کوئی کام کی چیز اس میں نہیں بادشاہ نے فرمایا دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ جب دروازہ کھلوایا تو حیران و ششدر رہ گئے۔ ان بدبختوں نے کمرے کے اندر ایک لمبی سرنگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس تک نکالی تھی دن میں کھدائی کرتے اور رات کے اندھیرے میں مٹی کہیں باہر پھینکتے، مقصد یہ تھا کہ روضۂ اقدس سے آپ کا جسد اطہر نکال کر لے جائیں۔ بادشاہ سرنگ کے اندر داخل ہوئے سرنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ظاہر ہو گئے تھے۔ خوش قسمت نورالدین زنگیؒ نے قدم مبارک کو بوسہ دیا آنکھوں پر رکھا اور پھر قبر مبارک بند کر دی۔ باہر نکلے دونوں خبیثوں کو پکڑ لیا۔ اب ان کی سزا کا مسئلہ سامنے آیا۔

توہین رسولؐ کی سزا

تاریخ میں اپنی قسم کا انوکھا جرم تھا اس لئے شرعی سزا کی تلاش شروع ہوئی، اسلام کا عدل متقاضی تھا کہ مسئلہ طلب کیا جائے اور قانون کے اندر سزا دی جائے فتویٰ طلب کیا گیا۔ علماء متفکر ہوئے قرآن اور حدیث میں اس جرم کی سزا تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں ایک نوجوان حافظ نے اُٹھ کر فرمایا ایسے صاف مسئلہ میں تردد کیوں کرتے ہو۔ اس کے لئے تو قرآن میں یہ صاف اور صریح حکم موجود ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ	خبردار تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا۔ اور پیغمبرؐ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے پہلے تم سے عہد شکنی کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم ان سے ڈرو۔ اگر تم ایماندار ہو۔ ان سے لڑو تا کہ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور ان کو ذلیل کرے

عَلَیْھِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ۔ اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دے۔

سلطان نورالدینؒ بہت خوش ہوئے ان کتوں کی گردن کاٹ دی اور روضۂ اقدس کے اردگرد زمین میں پانی تک کے فولادی تختے لگوائے اور اس طرح خداوند تعالے نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان یہودیوں کی خوفناک سازش سے بچا لیا۔ یورپ والوں کی امداد ان کے پیچھے تھی دولت بھیجتے تھے۔ اور آج بھی اس قوم کا یہی حال ہے یورپ اور امریکہ اور فرانس عالمِ اسلام اور پاکستان کی دوستی اور امداد کی آڑ میں ہمارے خلاف کیا کچھ نہیں کرتے۔؟

امریکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوٹو چھپوائے جاتے ہیں۔ فحش مضامین نکلتے ہیں۔ کیا یہ دوستی ہے؟ اس پلید قوم کو نہ سکھوں سے دشمنی ہے نہ ہندوؤں سے عیسائی دنیا کو اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں سے ہے وہ لوگ توب واقف ہیں کہ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں سے ہے وہ لوگ خوب واقف ہیں کہ اگر یہ پراگندہ حال مسلمان بیدار ہو جائیں تو ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کو تہس نہس کر دیں گے۔ جب تک مسلمان ان کے بوٹ پالش کرتے رہے اُن کے بُت اور مجسمے صاف کرتے رہے تو شاباش کہتے تھے۔ مگر جب مسلمان اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے اور ملک آزاد ہوا تو برطانیہ میں مسلمانوں کا کیا حشر بنا ہے۔؟

ہوائی اڈوں پر اُن کے قلی ہمیں حرامی سے پکارتے ہیں۔

اٹلی میں اتنی بہادری نہیں مسولینی میں کچھ طاقت ہوتی تو اپنے ملک کو بچاتا جنگِ عظیم میں ذلیل نہ ہوتا شکست نہ کھاتا۔ مگر اب مسلمان اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ گئے ہیں۔ اس لئے مذاق اور کھلونا بن چکے ہیں۔

فلم بینی کی لعنت

اگر مسلمان دھڑا دھڑ فلمیں نہ دیکھتے اور اپنی کمائی برباد نہ کرتے تو یورپی اقوام ہماری اس کمزوری سے فائدہ نہ اٹھاتے ــــ تم آج ہی وعدہ کر لو کہ آئندہ کسی قسم کی فلم نہ دیکھیں گے تو تمام فلمیں کم از کم ہمارے ملک میں ناکام ہو جائیں گی۔ یہ فلمیں ہی

تمام شر و فساد کی جڑیں ہیں۔ ان ہی کی شامت سے ملک تباہ ہو رہا ہے۔ کیا تم یہ قربانی کر سکتے ہو کہ اس بقرعید کے موقع پر کسی قسم کی فلم نہ دیکھو گے (آوازیں ہم سب وعدہ کرتے ہیں اور خدا کو گواہ بناتے ہیں)

ہماری حکومت کا کام

ہماری حکومت خدا کے فضل و کرم سے آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑی اسلامی حکومت ہے۔ ترکی مصر و ایران وغیرہ سے ہر لحاظ سے زیادہ ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ صرف اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے۔ دوسرے ممالک قومیت وغیرہ کے نعروں پر آزاد ہوئے ہیں اس لئے ناموس رسالتؐ کے لئے قربانی کا فریضہ بھی سب سے بڑھ کر ہمارے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ حکومت نے صرف اس اعلان پر اکتفا کیا ہے۔ کہ "اگر اٹلی نے فلم بنائی تو ہم اس کے تمام فلموں سے بائیکاٹ کر دیں گے" صرف یہی احتجاج بہت کمزور ہے اور اس سے میرے دل کو دکھ پہنچا ہے۔ حکومت کو صاف اعلان کر دینا چاہیئے تھا کہ اٹلی کی رسوائے عالم کمپنی ایسی حرکت سے تائب نہ ہوئی تو: (۱) اٹلی سے ہر قسم کے سفارتی تعلقات توڑ دئے جائیں گے۔ (۲) ہر قسم کے اقتصادی تجارتی تعلقات ختم کر دئے جائیں گے۔ (۳) اٹلی پر پاکستان کے بری بحری راستے بند کر دئے جائیں گے۔ ان کا ہوائی جہاز ہماری حکومت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور نہ بحری جہاز ہمارے سمندروں اور بندرگاہوں میں اتر سکیں گے۔ (۴) اور ملک کے اندر کسی اٹلی کے باشندے کی زندگی محفوظ نہیں رہے گی۔ (۵) اور اگر کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت نے اس کمپنی کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کیا تو اس کے ساتھ بھی مذکورہ بالا برتاؤ کیا جائے گا۔ (۶) اس سلسلہ میں مصر و ایران کے تعاون کا جو ذکر کیا جا رہا ہے اس کے بارے میں مذکورہ حکومتوں سے باز پرس کرنی چاہیئے کہ وہ اپنی پوزیشن دنیا کے سامنے واضح کر دیں اور مسلمان و یٹنک ان کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اگر اٹلی کی حکومت اس شرمناک ارادے سے باز نہ آئی تو مسلمان خود جا کر جہاد کریں گے یہاں تک کہ ع

یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

اگر پاکستان جیسی عظیم اسلامی حکومت اس سعادت کو حاصل نہ کر سکی تو یہ پراگندہ حال مسلمان اپنا مال و جان ناموسِ رسالت کی خاطر لٹا دیں گے۔ (رونے اور چیخ و پکار کی آوازیں) کیا حکومتیں سیاست اور دنیا کی خاطر غیرت کر سکتی ہیں اور اسلام کی خاطر نہ کر سکیں گی۔؟ یہ سب کام ہم خود کر سکتے ہیں مگر مسلمان ایک منظم قوم ہے اپنے امیر کی قیادت میں کام ہو سکے تو انفرادی ضرورت نہیں ـــــ وقت کا اہم فریضہ ناموسِ رسول اور منصبِ رسالتؐ کی حفاظت ہے اسلام کے نام پر منتخب ہوئے برسرِ اقتدار ممبرانِ اسمبلی کا اوّلین فریضہ ہے کہ ملک کے اندر و باہر ناموسِ رسولؐ کے خلاف سازشوں کا استیصال کریں اور اس سلسلہ میں حکومت کو ٹھوس قدم اٹھانے پر مجبور کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

+ ———— ★ ———— +

باب ۴

درسِ بخاری شریف کے اختتامی افادات

بُخاری شریف و امام بُخاری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخاری شریف اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

مورخہ ۱۰ رجب کو مدرسہ عثمانیہ محلہ ورکشاپ راولپنڈی میں ختم بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے کرائی گئی۔ اس تقریب میں راولپنڈی کے کافی علماء، اربابِ مدارس اور معززینِ شہر بالخصوص جناب میر واعظ محمد یوسف شاہ صاحبؒ صدر آزاد کشمیر نے بھی شرکت کی اور حضرت مدظلہ کے ان گرانمایہ افادیت سے سب محظوظ ہوئے۔

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

یہ کتاب صحیح بخاری علم حدیث میں ہے۔ حدیث کہا جاتا ہے اُن اقوال و افعال کو جنکی نسبت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔ حضور اقدسؐ کی زندگی کا ایک ایک حرف، ایک ایک حرکت اور ایک ایک کام محفوظ ہے۔

منشاء ربانی حفاظت حدیث کی متقاضی ہے اللہ تعالےٰ نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (ہم نے قرآن اور دین کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) دنیا کے اندر دیگر کتنے مذاہب اور ان کے معتقدین اور جان نثار موجود ہیں۔ مگر نہ یہود نے اپنے انبیاء کے اقوال و افعال کو محفوظ کیا نہ عیسائیوں

نے سوائے چند باتوں کے جو سند کے اعتبار سے ضعیف اور ساقط ہیں حضورؐ کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا کھانا پینا یہاں تک کہ قضائے حاجت کے آداب، غرض زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو محفوظ نہ ہو، تقریباً گیارہ لاکھ احادیث مختلف سندات اور طرقِ روایات کے لحاظ سے کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ہمیں اگر اتنی جامع زندگی کے بارہ میں علم نہ ہو تو یہ ہماری کوتاہ نظری ہے۔ جیسا خداوند کریم جلّ نے حضورؐ کی زندگی کو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اسوۂ حسنہ بنانا تھا، تو ضروری اور منشاءِ حکمتِ ربانی کے عین مطابق تھا۔ کہ غیب سے حضورؐ کی زندگی کی حفاظت کا ایسا ہی انتظام ہو جاتا۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس کا انتظام کر دیا۔

بخاری کا درجہ اور مقام

جن کتابوں میں حضورؐ کے اقوال و افعال کو جمع اور مرتب کیا گیا ہے۔ وہ کتبِ احادیث ہیں اور اس کا نام فنِ حدیث ہے۔ اجماعِ امّت ہے، کہ ان تمام کتابوں میں اہم اور کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ قرآنِ کریم بھی خدا کی وحی ہے۔ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس کے ترتیب دینے والے اور معانی تبلانے والے بھی وہی ہیں۔ اور حدیثِ رسول بھی وحی ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ اس کا مضمون من اللہ اور الفاظ من النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ہوتے ہیں۔ دونوں کی خدا نے حفاظت کی تو حدیث کا جو ذخیرہ بحمد اللہ مسلمانوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔ اس میں صحت کے لحاظ سے سب سے بڑا درجہ بخاری شریف کی روایات کا ہے۔ اس کتاب کی عظمت اور بلندی کا عجیب عالم ہے۔ ایک عالم محمد بن احمد مروزیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں دورانِ حج بیت اللہ کے رکن اور مقام کے درمیان مراقبہ میں تھا۔ آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضورِ اقدسؐ کے سامنے مؤدبانہ کھڑا ہوں۔ تو حضورؐ نے فرمایا تو کب تک امام شافعیؒ کی کتاب پڑھاتا رہے گا۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھاتا، انہوں نے پوچھا حضورؐ آپ کی کتاب کونسی ہے؟ فرمایا۔ الجامع الصحیح للامام البخاری۔ یعنی امام بخاریؒ کی بخاری شریف اور حضورؐ کو خواب میں جس نے دیکھا وہ خواب درست ہے، کیونکہ نبوّت

کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حق دیکھا۔ اور قیامت کے دن انشاءاللہ تعالیٰ اسے حضورؐ کی زیارت ہوگی۔ اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ خواب میں حضورؐ کی شکل اور پیرایہ اختیار کر سکے تو اس خواب میں بخاری شریف کی نسبت حضورؐ نے اپنی طرف کر دی۔ اس سے بخاری شریف کی عظمت اور درجہ معلوم ہوتا ہے۔

ختم بخاری کی برکات اس کتاب بخاری شریف کے ختم میں بے حد فوائد اور برکات ہیں علماء نے تجربہ سے لکھا ہے کہ کوئی بڑی مشکل اور مصیبت پیش آئے اور مشکل حل کرنے کی نیت سے بخاری شریف کا ختم کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ اس مشکل کو آسان فرما دیتے ہیں۔ طاعون کی وبا ہو قحط ہو اور کسی گھر میں بخاری شریف کا ختم ہو جائے تو اس گھر میں طاعون کی وبا داخل نہ ہوگی، بارش نہ ہو تو اس کی برکت سے اللہ تعا خشک سالی دور فرما دیتے ہیں۔ یہ حضورؐ کے اقوال ہیں۔ اور حضورؐ کی شان بھی تو وہ ہے جو آپ کے چچا ابو طالب نے بیان فرمائی ؎

وابیض یستقی الغمام بوجهه　　　ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

حضورؐ کی کمسنی کا زمانہ تھا آثار سعادت چہرۂ انور سے نمایاں ہوتے تھے۔ بارش بند ہوئی۔ تو ابو طالب نے آپؐ کو دیوار کعبہ کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ اے اللہ! اس پاک معصوم اور نورانی چہرہ کی برکت سے بارش برسا، اسی وقت بادل آئے اور بارش ہوئی، تو ابو طالب نے اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ شیخ جمال الدین بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ اپنے استاد اصیل الدین سے نقل کرتے ہیں، کہ میں نے اپنی زندگی میں ۱۲۰ مرتبہ مشکلات کے وقت ختم بخاری کو آزمایا۔ خدا تعالےٰ نے ہر مشکل آسان کر دی۔ آجکل تو منطق اور سائنس کا دور ہے۔ ہر بات کو بخت و اتفاق پر حمل کیا جائے گا۔ یہ ۱۲۰ مرتبہ تو بخت و اتفاق پر حمل نہیں کیا جا سکتا ــــــ دیوبند میں ہم تھے، وہاں ختم بخاری شریف کی فرمائش لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی

تھی۔ کسی کو کوئی سخت مقدمہ پیش آیا۔ قتل کا ناجائز الزام ہوا مقدمہ لنڈن کے پریوی کونسل میں پیش تھا جس دن پیشی تھی اُن کی فرمائش پہ دارالحدیث میں ختم بخاری شریف شروع ہوا۔ تقریب ختم کے اختتام ہی پر بذریعہ تار اطلاع آئی لنڈن سے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمادی۔ یہ برکت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں جس محلہ میں دن رات تلاوت قرآن ہو۔ اور جہاں آج بخاری شریف کا ختم ہو رہا ہے اور اس وقت آپ اس تقریب میں شمولیت کے لئے گھر سے آئے ہیں تو اس وقت سب طلباء دین کے زمرے میں شامل ہیں۔

طالب العلم کی فضیلت

اور طالب العلم کے لئے فرشتے ادباً کھڑے ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں آتا ہے۔ کہ طالب دین کے لئے فرشتے اپنا پر بچھاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سھل اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ ۔ جو شخص علم حاصل کرنے کی راہ پر چل پڑا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو جنت کا راستہ آسان کر دیں گے ـــــ یہ ضروری نہیں کہ دیوبند کراچی لاہور اور اکوڑہ خٹک کا سفر کیا جائے بلکہ جس نے تھوڑا سا راستہ بھی حصولِ علم کے لئے طے کیا۔ چاہے کم کے لحاظ سے چاہے کیف کے لحاظ سے تحریر و تقریر سے یا امداد کے ذریعہ۔ تو اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ اس کے لئے آسان کر دیں۔

اس کتاب کی مقبولیت اور برکت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والے جس کو مصنف کہا جاتا ہے۔ یعنی امام بخاری۔ ان کا علمی پایہ تو مسلّم ہے۔ مگر تقویٰ زہد ورع اور استغناء عن الخلق کے ساتھ احترام اور ادب کی عجیب کیفیت تھی۔ حافظہ بھی لاجواب تھا۔

حفاظتِ دین کا تکوینی نظام

آج چھوٹے چھوٹے بچے جو مادری زبان کا تلفظ بھی نہ کر سکیں۔ مگر قرآنِ کریم کے تیس پارے ان کو ازبر ہو جاتے ہیں۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے۔ اور جن کا سینہ پاک نہ ہو۔ ان کو یاد نہیں ہو سکتا۔ معتزلہ اور خوارج اور دیگر فرق قرآن کریم یاد نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں کوئی انجیل یا

بائبل کا حافظ نہیں اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے قرآن یاد کر لیتے ہیں۔ تو اگر ہم چاہیں یا نہ چاہیں خداوند کریم کو جو کام کرنا ہو حفاظتِ دین کا وہ پورا فرماتے ہیں دن نکلتا ہے۔ رات آتی ہے تو کوئی نہ بھی چاہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے نظام کو چلاتے ہی ہیں۔ تکوینیات کو دفع کریں یا چاہیں کچھ نہیں ہوتا۔ یہی حال دین اور شریعت کا ہے کوئی چاہے یا نہ چاہے قرآنِ کریم محفوظ ہوتا چلا آ رہا ہے۔

دین کی مخالفت اس کی ترقی کا ذریعہ ہے

قرآن کریم کی جتنی زیادہ مخالفت ہو گی جتنا تصادم ہو گا اتنا ہی دین و شریعت کے حق میں بہتر ثابت ہو گا۔ یہ دنیا اضداد سے قائم ہے۔ یہ پانی اور آگ متصادم ہیں۔ اس کو انجن میں جمع کر دیا گیا، بیچ میں پردہ حائل ہے۔ مگر تصادم سے کتنا بڑا فائدہ ظاہر ہوا تو مخالفت سے دین زندہ ہوتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں ہندو اور انگریز موجود تھے تو دینداری زیادہ تھی۔ اب اتنی نہیں۔ وجہ یہ کہ مسلمان اپنے مقابلہ میں سکھ ہندو اور انگریز کو دیکھ کر غیرت اور حمیت میں آ کر دین کا کام کرتے اور باطل کا مقابلہ کرتے اور نئی ہمت اور توانائی پیدا ہوتی۔ اب تو سب کچھ پاک ہو گیا ہے۔ غرض

دین کی مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہیئے

اس سے دین کی تقویت اور شریعت کی حفاظت ہو گی۔ اگر مخالف سمت کی ہوائیں نہ چلتیں تو ہم سوئے رہتے۔

امام بخاری اور محدثین کی شان

تو امام بخاری اور دیگر محدثین کو حفاظت حدیث کی غرض سے خداوند کریم نے عجیب و غریب حافظے عطا کئے۔

امام بخاری بچپن میں حدیث کے ایک درس میں شریک ہوئے۔ اس وقت علم حدیث کا ذوق و شوق بھی عجیب تھا۔ امراء، حکام اور عام لوگ اس کثرت سے حدیث کے حلقوں میں شرکت کرتے کہ استاد کی آواز پہنچنی مشکل ہو جاتی تو جگہ جگہ آواز پہنچانے کے لئے مستقل منادی مقرر

کئے جاتے جس طرح نماز کی بڑی جماعت میں مکبّرین امام کی تکبیرات کو منتقل کرتے ہیں۔
بعض محدثین کی مجالس میں چالیس چالیس ہزار دواتیں گنی گئیں جن سے احادیث کی کتابت
ہوتی۔ امام بخاری بھی ایسے ہی ایک درس میں شریک ہونے لگے۔ طلبہ مذاق کرنے لگے کہ یہ بچّہ
کیا کرتا ہے۔ لکھتا بھی نہیں۔ تو کیا ضرورت ہے، سوا لوگوں نے چھیڑ چھاڑ کی بالآخر
تنگ آکر امام بخاریؒ نے فرمایا: ان سولہ دنوں میں آپ ۱۵ ہزار حدیث سن چکے ہیں۔ اب
اسے سنانے لگے۔ فرمایا پہلے دن یہ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اور سند کے ساتھ سنائیں گویا
ان دنوں ایک ہزار حدیث امام نے ایک ایک دن میں یاد کیں۔ اور یہ تھا بچپن کا زمانہ کہولت
اور شیخوخت کا کیا حال ہوگا۔۔۔۔ وہ یتیم تھے، والد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اُٹھ گیا تھا، ان
کے والد اسمٰعیلؒ بڑے عالم متقی تھے۔ کافی دولت مند تھے مگر تقویٰ کی یہ حالت کہ وفات کے
وقت فرمایا کہ بحمد اللہ میرے اس مال میں، ایک چونی بھی مشتبہ اور حرام کی نہیں۔ اور میں مطمئن
ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے اس بارہ میں حساب نہیں لیں گے۔ اب یتیم بچّہ خدا نے دین کی خدمت
کے لئے کھڑا کر دیا۔

بخاری شریف کی جامعیّت

پھر چھ لاکھ حدیث میں سے سولہ برس میں اس کتاب
یعنی بخاری کا انتخاب کیا جسے اگر تمام احکام کا انسائیکلوپیڈیا
کہا جائے تو بجا ہوگا، سیاست کا مسئلہ ہو یا تاریخ کا، غزوات ہوں یا سیر، تجارت ہو یا سیاحت
لغات ہوں یا تفسیر کے مسائل وہ آپ کو اس کتاب میں ملیں گے، معاملات، عبادات، تجارت،
زراعت صلح و جنگ کے مسائل اس میں موجود ہیں، دنیا کی قومیں اس کی جامعیت کی قائل ہیں۔ امام بخاریؒ
نے تقریبًا ۷۲۷۴ احادیث کو اس میں جمع کر دیا۔ اگر اس میں سے مکرّرات نکالیں تو تقریبًا ۴۰۰۰
اور تعلیقات ملائیں تو ۹۰۰۰ ہزار سے کچھ زائد احادیث اس میں موجود ہیں۔ پھر کتاب کو لکھا کس
ادب و احترام سے اس کا افتتاح خانہ کعبہ میں خدا کے دربار میں باب کیف کان بدء الوحی سے
فرمایا۔ پھر اس کے تراجم الابواب یعنی عنوانات مسجد نبوی کے روضۃ من ریاض الجنۃ میں رفضۃ ٹھہر

کے سامنے بیٹھ کر قلمبند فرماتے اور جب کسی حدیث یا ترجمہ لکھنے کا ارادہ کیا تو غسل کیا صاف کپڑے پہنے عطر لگایا۔ پھر دو رکعت نفل پڑھے، اگر روضہ میں ہوتے تو حضورؐ کے سامنے مراقبہ ہو جاتے۔ جب اطمینان ہو جاتا تو اس کے بعد اس حدیث یا ترجمہ کو لکھا اس حساب سے گویا مصنّف نے کتاب کی تصنیف کے لئے ۹ ہزار غسل کئے اور ۱۸ ہزار رکعت نفل پڑھے۔ یہ خداوند تعالےٰ کے انعام واکرام کا شکریہ تھا۔ کہ خدا نے ایسے پاکیزہ کام کی ترتیب وتبویب کی توفیق دی۔

امامؒ کا تقویٰ اور ورع

پھر اس تقویٰ کے ساتھ امام کی عجیب حالت تھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں بیٹھے پڑھا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک طالب علم نے اپنی داڑھی سے بال یا کوئی تنکا نکال کر پھینک دیا۔ امام خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ اُس کی توجہ ہٹ گئی تو امامؒ نے آہستہ سے اُسے اُٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ ایک دن اپنی داڑھی کا کوئی بال گر گیا تو اُسے ہاتھ میں دبائے رکھا۔ اور فراغت درس کے بعد اسے مسجد سے باہر پھینک دیا۔ یہ تھی ادب کی شان کہ خدا کے گھر کی اتنی حرمت دل میں رہتی۔

دنیوی کاروبار میں احتیاط

امامؒ کے والد نے کافی دولت چھوڑی۔ امامؒ نے خود تجارت نہ کی مضاربت پر چلاتے رہے۔ یہ لوگ دولت کماتے تھے مگر دین اور علم کی آبرو رکھتے اور علم کی لاج رکھتے۔

ایک دفعہ امام کا مال ایک شخص نے ۲۵ ہزار روپے میں لیا۔ اور رقم دینے سے انکار کرتا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ گورنر بخارا کو کہہ دیں جو آپ کا معتقد بھی ہے۔ وہ اگر حکم دیدے تو رقم وصول ہو جائے گی۔ امامؒ نے انکار کر کے کتنا حکیمانہ جواب دیا، کہ گورنر کا رقعہ لے کر رقم وصول کر لوں تو جائز تو ہے۔ مگر حاکم بھی کل مجھ سے اس کے بدلے کوئی طمع کرے گا۔ اور اگر کوئی ایسی بات ہو جو خلافِ شرع ہو تو کیا میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

تجارت میں حقوق اللہ اور شریعت کی پاسداری کتنی تھی؟ ایک دفعہ ان کا مال

بخارست آیا۔ مغرب کا وقت تھا بعض لوگوں نے ۵ ہزار نفع میں خریدنا چاہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ رات گذر نے دیجئے وہ لوگ چلے گئے۔ صبح ایک شخص نے اس مال کو دس ہزار منافع پر خریدنا چاہا۔ امامؒ نے فرمایا نہیں بلکہ رات کو جن لوگوں نے بات کی تھی ان کو یہ مال دونگا کیونکہ اس وقت میں نے اقرار تو نہیں کیا۔ نہ لین دین کی بات کی مگر میرے دل نے یہ بات مان لی۔ اور میلان ہوا۔ کہ ان کو دے دوں گا۔ اس وجہ سے دس ہزار کی بجائے ۵ ہزار پر ہی دے دوں گا۔ یہ تھی معاملات میں ان کی خدا ترسی۔

کھانے پینے میں زہد

ایک دفعہ بیمار ہوئے ڈاکٹر نے پیشاب ٹسٹ کیا اور بتایا کہ یہ تو کسی راہب کا پیشاب معلوم ہوتا ہے جس نے کبھی ترکاری نہ کھائی ہو۔ لوگوں نے امام سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چالیس برس سے جو کی روٹی کھا رہے ہیں ترکاری نہیں کھائی۔ ڈاکٹروں کے اصرار پر صرف شکر کے ساتھ صرف تین بادام کھانے پر آمادہ ہوئے امام بخاریؒ نے خود تو جو کی روٹی کھائی مگر ان ہی ایام میں ۵ سو روپیہ بلاناغہ حدیث پڑھنے والے طلبہ کو دیا کرتے تھے کہ علم کے لئے رحلت کرنے والوں کا درجہ انہیں معلوم تھا، ابراہیم بن ادھم جو مشہور عارف اور ولی گذرے ہیں۔ بادشاہت کو ٹھکرا کر فقر کو اختیار کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو روئے زمین پر بلائیں اور آفات نازل نہیں ہوتیں تو یہ برکت ہے طلبہ علم کی، علم کے لئے رحلت کرنے والوں کی، ابتداء میں طلب علم کے لئے امامؒ نے جو طول طویل سفر کئے اس میں بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر حضورؐ کے جواہرات کو جمع کیا

امام بخاریؒ کی ابتلاء میں کامیابی

جب امامؒ بخارا تشریف لائے تو نو میل تک لوگوں نے استقبال کیا۔ اور ان پر سونا چاندی نثار کیا، مگر حسد بُری بلا ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ علماء پر شیطان نے جھنڈا گاڑا ہے حسد کا، اور تاجروں پر جھوٹ کا۔ تو امامؒ کی شان و شوکت کو دیکھ کر بخارا کے بعض علماء اور حاکم

ان سے حسد کرنے لگے کہ اب تمام ملک تو عملاً ان کا معتقد بن چکا ہے۔ پھر حکام پس پردہ جن طریقوں کو آزماتے ہیں۔ وہ عجیب ہوتے ہیں۔ حاسدین بھی حاکم کے ساتھ مل گئے اور کہا کہ یہ حدیث کی ایک بڑی کتاب کا مصنف ہے حاکم کو سیاست اور جہانبانی کے اصول سیکھنے کے لئے بھی اس کا علم ضروری ہے۔ اس طرح تاریخ اور مغازی کی بھی تمہیں خبر ہونی چاہئیے۔ تم انہیں حکم دو کہ بجائے مسجد میں پڑھانے کے یہاں آکر آپ کو اپنی کتاب پڑھائیے۔ لیکن یہاں علم کی عزت کا سوال تھا۔ ایک مقولہ ہے ــــ نعم الامیر علی باب الفقیر ــــ فقیر کے دروازے پر امیر بھلا لگتا ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ کتنا اچھا حاکم ہے۔ اور اگر مولوی امیر کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے

امراء کے پاس علماء کی حاضری

تو لوگ اسے ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں، اس کی وجہ سے علم اور دین کی بے قدری ہوئی بئس الفقیر علی باب الامیر تو امام بخاریؒ نے حاکم کو جواب دیا کہ اگر میں آپ کے ہاں آؤں گا۔ آپ کہیں گے کہ ملکی کام میں لگا ہوں۔ فیصلے کرتے ہیں۔ مہمانوں سے ملاقات ہے باہر بیٹھ جاؤ۔ تو دین کی بھی بے حرمتی ہوگی اور میرے مشاغل کا بھی حرج ہوگا۔ پھر یہ کہ اس طرح حضورؐ کے علم کی تم بے ادبی کروگے کہ خود اس کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکو پھر اس نے کہا کہ اچھا میرے بچوں کو پڑھایا کرو۔ مگر غریبوں کے بچوں کے ساتھ نہیں بلکہ الگ وقت میں، مگر آپ نے فرمایا کہ اسلام کی نعمت غریب و امیر کے لئے عام ہے۔ امیر و غریب کا اس تعلیم و تبلیغ میں امتیاز نہیں۔ وما اسلك الا كافة۔ میں شہزادوں کی وجہ سے خدا کے دین سے کسی کو روک نہیں سکتا۔ امیر کو غصہ آیا اور بخارا سے شہر بدر کر دیا۔ وہاں سے نکلے اور "خرتنگ" نامی ایک قصبہ پہنچے جو سمرقند کے قریب ہے۔ وصال بحالت سفر اس جگہ ہوئی۔ امامؒ نے حاکم اور حاسدین کی شرارتوں سے تنگ آکر دعا فرمائی تھی۔ کہ اے اللہ یہ وسیع زمین مجھ پر تنگ ہو چکی ہے۔ اگر تجھ کو منظور ہو تو مجھے اٹھالے ــــ ۲۵۶ھ عید الفطر کی رات کو ان کا انتقال ہوا ــــ تدفین کے بعد قبر سے مشک و عنبر کی خوشبو آنے لگی

حضورِ اقدس اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اس کے محبوب کے ساتھ جتنا تعلق ہو وہ بھی اتنا ہی محبوب ہو گا۔ اگر کوئی عمر بھر محبوب کا کلام پڑھے گا تو اُسے کتنی خوشی ہو گی اگر محبوب کے طور طریقے اور سنت کوئی اختیار کرے تو خدا اسے بھی محبوب بنا لیتے ہیں۔ امامؒ کی قبر سے جو خوشبو آنے لگی وہ دنیا کے مشک وعنبر کی نہیں بلکہ عالم برزخ کی خوشبو تھی جس کا کوئی تجزیہ اور تاویل نہیں کی جا سکی۔ لوگ ٹوٹ پڑے اور قبر سے تبرکاً مٹی اٹھانی شروع کی۔ حفاظت کے لئے جنگلہ بنایا گیا۔ ۶ ماہ تک وہ خوشبو باقی رہی مگر پھر متعلقین نے تنگ آکر دُعا کی کہ اے اللہ! یہ کرامت مخفی فرما دے تو یہ برکت تھی حضورؐ کی احادیث کی سے

جمالِ ہمنشیں بر من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ہم تو خاک ہیں یہ حدیثِ یار کا اثر تھا۔ ایک صاحب نے اس وقت خواب دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہ خلفاء راشدین کسی کے استقبال و انتظار میں کھڑے ہیں۔ اس شخص نے پوچھا فداك ابی و امی۔ آپ کس کے انتظار میں ہیں۔ فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ آرہے ہیں۔ دیکھئے غیرتی آدمی کے ساتھ اگر کوئی ذرا بھی بھلائی کرے۔ تو وہ عمر بھر اسے یاد رکھتا ہے۔ تو سب سے بڑا غیرتی بعد از خدا حضورؐ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وانا اغیر۔ خدا کے بعد سب سے بڑا غیرت والا میں ہوں تو اس کے کلام اور حدیث کی قدر و منزلت اور خدمت و اشاعت کرنے والوں کو اپنی عنایات سے کیوں نہیں نوازیں گے۔

قبر میں حضورؐ کے زیارت کی حکمت

مسلمان کی آنکھیں بند ہوتے ہی قبر میں حضورؐ کا چہرۂ انور سامنے آجائے گا۔ اور پوچھا جائے گا۔ ما تقول فی حق هذا الرجل۔ اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ تو وہاں علماء نے یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت اس امتی پر شدید صدمہ اور سختی ہے۔ تو حضورؐ کا ایسے نازک وقت میں دیدار ہو جاتا ہے کہ مخلصین اور صادقین کا غم اور وحشت قدرے کم ہو جائے۔ اس نعمت کو دیکھ کر عاشق صادق تو کہے گا کہ کاش دس سال پہلے مر گیا ہوتا

کہ دیدار ہو جاتا۔ یہ ہے اس رحمۃ للعالمین کی شفقت، تو امام بخاریؒ جنگل میں انتقال کر گئے۔ اور سارا شہر اُمڈ پڑا۔

ظالم حکمران کا انجام ادھر حاکم بخارا کا یہ انجام ہوا کہ اس کے بعد دوسرا حاکم آیا اسے گدھے پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا گیا۔ اور اس کی گردن اڑائی اور جاسوسی کرنے والوں کی بیویوں بیٹیوں کی عصمت لٹ گئی۔ حاکم تو بدلتے رہتے ہیں۔ حق باقی رہتا ہے۔ اور ظلم و استبداد خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ ہے۔ من عادیٰ لی ولیًا فقد آذنتہ بالحرب[1] کا نتیجہ یہاں میں نے مجمع عوام کی خاطر یہ باتیں کیں۔ میں خود بھی عوام میں سے ہوں۔ علماء کی باتوں کا موقعہ نہیں۔

آخری حدیث کی تشریح آخر میں حدیث کے صرف لفظی ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو رکھیں گے۔ انسان نے دنیا کے اندر جتنے بھی کام کئے وہ رائیگاں نہیں جائیں گے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہٗ۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی اسے بھی دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی اسے بھی ـــــــ موازین جمع ہے میزان کی۔ اس کا معنی ہے ترازو بعض علما کہتے ہیں کہ ترازو رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کے حق میں منصفانہ اور عادلانہ فیصلہ فرمائیں گے۔ عام محدثین فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے۔ مگر واقعۃً "محسوس" ترازو بھی ہوں گے، جس سے اعمال تولے جائیں گے۔ پہلی توجیہ کے قائل زیادہ تر معتزلہ اور خوارج ہیں کہ وہاں میزان نہیں بلکہ عادلانہ فیصلہ کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ دوسری توجیہ اہلِ سنت والجماعت کی ہے۔ اب میزان کا لفظ جمع کیوں لایا۔

---

[1] حدیث قدسی ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کو اذیت دی تو میرے طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے

گیا؟ اس کی بہتر توجیہہ یہ ہے کہ جمع للتفخیم ہے۔ جیسے کذبت قوم نوح المرسلین ہیں مرسلین کا جمع للتفخیم ہے۔ تو ایک تو دنیا کے ترازو ہیں چھوٹے اور بڑے مگر خدا کے ترازو میں دنیا و ما فیہا سب کچھ سما سکے گا۔ اس لئے جمع کا لفظ ذکر فرمایا: وان اعمال بنی ادم دتو نھم یوزن۔

وزن اعمال

بنی آدم کے تمام کام اور باتیں سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا تمام اعمال تولے جائیں گے۔ اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ یہ اعمال تمام انسانوں کے تلیں گے یا بعض کے۔ تو بعض علماء کی رائے ہے کہ انبیاء اور مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اعمال نہیں تلیں گے۔ اور حدیث شریف میں جن ستر ہزار افراد کے بلاحساب جنت میں داخلے کا ذکر ہے۔ ان کے اعمال بھی نہیں تولے جائیں گے۔ بخاری شریف میں ہے یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ۔ اور تولنے کا مقصد کسی چیز کی کمی اور بیشی معلوم کرنے کا ہوتا ہے۔ ضدّین کو دو پلڑوں میں ڈال کر معلوم کرتے ہیں کہ کون سا بھاری ہے اور کون سا ہلکا تو عمل نیکی بھی ہے، اور برائی بھی۔ ایک ڈھیر برائی کا ہو، دوسرا نیکی کا تو موازنہ ضروری ہے۔ مگر جب انبیاء اور نابالغ بچوں کے سیئات ہیں ہی نہیں تو تولنے کا کیا فائدہ اسی طرح بعض علماء کی رائے کفار کے بارے میں بھی ہے۔ کہ ان کے اعمال سب کے سب سیئات ہیں تو وہ بھی نہیں تلیں گے۔ کیونکہ ان کے حسنات میں ہی نہیں تو موازنہ کس کے ساتھ ہوگا ـــــ تو وزن ہوگا صرف مسلمانوں کے اعمال کا کہ اس میں نیکیاں بھی ہیں۔ اور برائیاں بھی۔ امام بخاریؒ نے وان اعمال بنی ادم کہہ کر اسے عام کردیا کہ تمام انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ اور تولنے کا ایک مقصد ضدّین معلوم کرنے کا ہوتا ہے۔ اور ایک کسی کا شان ظاہر کرانا۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال کا وزن ان کی عظمت اور شان ظاہر کرانے کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ حضورؐ کی شفاعت کبریٰ کا معاملہ ہے۔ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ لوگ ایک ایک نبی کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے کہ حساب شروع ہوسکے مگر سب انبیاء حضراتؑ ان کو حضورؐ کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے۔ تو وہاں خدا تعالےٰ کو بھی آپ کی شان اعلیٰ وارفع ظاہر کرانا مقصود ہے۔ ورنہ پہلے ہی سے

تمام لوگ آپ کے پاس آجاتے مگر مقصد یہ تھا کہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے کہ مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے اہل آپ ہی ہیں۔

متعدد توجیہات

اعمال اور اقوال کے تولنے میں کئی توجیہات منقول ہیں، مگر آج تو سائنس کا زمانہ ہے۔ حرارت، سردی، آواز اور ہوا تک تلی جاتی ہے۔ الفاظ بھی وزن کرائے جاتے ہیں۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جن کے حسنات غالب ہوں گے ان سے نور کی شعاع نکلے گی اور سیئات سے ظلمت نکلے گی جس سے دونوں کا حال معلوم ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ جو چیز زیادہ ہو وہ پلڑا بھاری ہو کر نیچے جھکے گا۔ جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔ اور ایک رائے یہ ہے کہ حسنات بھاری ہوں گے تو ان کا پلڑا اوپر کو جائے گا، دنیا کے برعکس معاملہ ہو گا۔ اس لئے کہ حسنات کا تعلق اوپر سے ہے۔ اور سیئات سفلی ہیں۔ الیہ یصعد الکلم الطیب۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنات بہترین شکلوں میں متشکل ہو کر سامنے آئیں گے۔ اور سیئات مہیب اور خوفناک شکلوں میں۔

اعمال کی مثالی صورتیں

مثلاً نماز ایک بہترین اور خوب صورت حور کی شکل میں سامنے آئے گی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب وغریب خوب صورت عورت کو دیکھا۔ اُس نے کہا میں تمہاری حُور ہوں، مگر وہ آنکھوں سے اندھی تھی۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ تم نماز پڑھنے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو۔ اور یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ کمال تو یہ ہے کہ دنیا کا بازار گرم رہے مگر عاشق کا خیال محبوب ہی کی طرف ہو۔ تمہیں کسی کا دھیان ہے تو اس بھرے بازار میں بھی چلتے ہوئے تمہاری توجہ ادھر ادھر کی چیزوں کی طرف نہ ہو گی۔ تو خدا چاہتا ہے کہ میرے بندہ کی آنکھیں کھلی رہیں مگر دل میری طرف ہو۔ اس حال میں بھی خشوع وخضوع کو قائم رکھے۔ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ   باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ نماز قیامت میں خوب صورت حور کی شکل میں نمازی کے سامنے آئے گی۔ تم نے خواب میں دیکھا کہ مجھے حور ملی ہے۔ مگر اندھی ہے۔ اس حدیث سے میں نے معلوم کیا کہ تم نماز آنکھیں بند کر کے پڑھتے ہو۔

توجیہات کی تطبیق

وزن اعمال کی صورتوں میں تیسرا قول یہ بھی ہے کہ اعمال کے نام رجسٹروں کو تولا جائے گا۔ تینوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ مگر درحقیقت کوئی تعارض نہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اطمینان کی خاطر سب کی سب صورتیں ظاہر فرما دیں گے۔ اعمال اچھے اور برُے اپنی اپنی شکلوں میں سامنے آجائیں گے۔ اور بندہ کہے گا کہ اے اللہ یہ سانپ بچھو تو میرے اعمال نہیں۔ میں نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔ تو ارشاد ہو گا کہ اچھا تمہاری تسلی کراتے ہیں۔ سی۔ آئی۔ ڈی یعنی اعمال ناموں کے مرتب کرنے والے ملائکہ کو حکم دے دیا جائے گا کہ کتابیں لے آؤ۔ اب پھر اگر یہ استغاثہ کرے اور اپیل دائر کر دے اور کہہ دے کہ میں بے ادبی تو نہیں کرتا مگر یہ تو آپ ہی کے فرشتے ہیں۔ آپ کی سی آئی۔ ڈی ہے۔ شاید نیکی لکھی نہ ہو یا کم کر دی ہو۔ اور زبان سے نہ بھی کہے مگر شاید دل میں یہ خیال آجائے کہ مجھے اطمینان نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا اس کے جتنے اعمال ہیں وہ سب کے سب خود حاضر ہو جائیں تو تمام حسنات وسیئات اس کے سامنے آجائیں گے۔ ووجدوا ما عملوا حاضرًا۔ اور جو انہوں نے کیا اسے حاضر پالیں گے ـــــ بلکہ اس کے جسم کا ہر عضو ریکارڈنگ مشین کی طرح بول کر شہادت دے گا۔ اس کی زبان گنگ ہو جائے گی اور ہاتھ پاؤں شہادت دیں گے۔ فتشهد بها جباههم وجلودهم۔ ان کی پیشانیاں اور ان کے چمڑے ان پر شہادت دینے لگیں گے۔

اعمال تولنے والے

دوسری بات یہ ہے کہ ان اعمال کا تولنے والا کون ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وازن یعنی تولنے والے خود رب العزّت ہوں گے۔ دوسرے قول میں عزرائیل علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت آدم علیہ السلام کا نام بھی آتا ہے۔ چاروں روایات میں تطبیق ممکن ہے اللہ تعالیٰ حکم دیں گے۔ تو ان کو نسبت دی گئی ان کی طرف

سے عزرائیل کو حکم ہوگا تو وہ بستہ اور نامۂ اعمال بغل میں دبائے آجائیں گے۔ کہ وہ اس کی روح قبض کرنے والے ہیں۔ اور آج کل بھی پہلی پیشی میں مجرم کے پکڑنے والے پولیس کے آدمی پیش ہوتے ہیں۔ پھر قانون لانے والے جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ گویا وہ وکیل استغاثہ ہیں کہ میں نے قانون پہنچایا تھا۔ اُس نے جان بوجھ کر حکم عدولی کی ہے۔ اور قانون کو نہیں مانا۔ پھر اللہ بنی نوع انسان کے جد بزرگوار حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ اے آدم یہ تیری اولاد ہے اب تو خود اس کے بارے میں فیصلہ کردے۔ اولاد کے مقدمہ میں پیشی کے وقت باپ دادا بھی پیش ہوتا ہے۔ تو یہ ساری صورتیں ہو سکتی ہیں۔

خُداوند تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس

وقت تنگ ہے۔ اب مختصراً احدیث کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ تینوں جملے خبر مقدم اور سبحان اللہ وبحمدہ۔ الخ مبتدا مؤخر ہے۔

سبحان اللہ خداوند تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ جو عیوب عالم اور تمام مخلوقات میں ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس سے منزّہ ہے وہ لم یلد ولم یولد ہے۔ اس میں عجز نہیں کہ نہ وہ کسی مکان میں مقیم ہیں۔ نہ محاط ہیں۔ باری تعالےٰ کی اتنی کامل و مکمل تنزیہہ صرف اسلام میں ہے۔ عیسائیوں کی کتابوں میں اب بھی ہے کہ نوح علیہ السلام نے بددعا کی۔ طوفان آیا۔ ساری مخلوقات ہلاک ہوئی۔ پھر خدا نعوذ باللہ پچھتائے اور بیمار پڑ گئے۔ تو فرشتوں نے آکر خدا کی بیمار پرسی کی اور بائیبل میں یہاں تک گستاخی کے الفاظ ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے خدا سے کشتی لڑی اور اس نے نعوذ باللہ خدا کو پچھاڑ دیا۔ اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اور جو جی چاہے کرسکتے ہیں۔ گویا خدا کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ تو سبحان اللہ کے جملہ سے اس قسم کی تمام باتوں کی تنزیہہ و تقدیس ہوئی بحمدہ سے اوصاف کمالیہ کا ثبوت ہے چاہے تخلیق ہو۔ احیاء و اماتت ہو ترزیق ہو، علم ہو، قدرت ہو، حکمت و رحمت ہو، جو کچھ بھی ہے اسی کے پاس ہیں۔ یہ تمام اوصاف ثبوتیہ

اُس کے ذاتی ہیں۔ باقی سب مخلوق کے مستعار اور عرضی ہیں۔ خدا کی مخلوق میں درجۂ ذات میں کوئی کمال نہیں۔ یہ دیوار پر روشنی آفتاب کی ہے۔ اور سورج میں روشنی اللہ کی طرف سے ہے۔

حضرت نانوتویؒ کی تواضع

قربان جائیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ بانی دارالعلوم دیوبند کے بڑے عالم بڑے متقی اور عارف گذرے ہیں۔ تواضعاً فرماتے تھے کہ واللہ العظیم محمد قاسم اور دیوار میں کوئی فرق نہیں۔ تو درحقیقت یہ سچ ہے۔ کہ خُدا کے جو کچھ حالات ہیں ان کے پرتو اور روشنی سے ایک خاکی جسد میں یہ کمالات اور فضائل پیدا ہوئے۔ ورنہ تمام مخلوق دیوار کی طرح ہر وصفِ کمال سے مبرّا تھی۔ یہ سب کچھ کمالات خدا کے دئے ہوئے ہیں۔

حمد کا مستحق

الحمدللہ کا معنی یہ ہے کہ تمام خوبیاں ستائش اور تعریف صرف اللہ کی ہے۔ وہی مستحق ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور روح دی۔ یہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ دو چیزوں کو ملانا آسان ہے۔ پانی اور آگ کو ملادیں تو بھاپ اور طاقت پیدا ہو جائے گی۔ مگر آپ پانی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آگ زمین اور آسمان اور کسی حیوان میں روح پیدا نہیں کرسکتے۔ اس وجہ سے قیامت کے دن تصویر کشی کرنے والوں کو کہا جائے گا۔ جو کے دو دانے آپس میں ملاؤ۔ یہ عاجز ہوگا۔ تو کہا جائے گا کہ تیری اتنی طاقت نہیں تو تصویریں کیوں بناتے تھے

تخلیق وانکشاف میں فرق

تو آجکل سائنس کا دور ہے۔ مگر ایجاد و تخلیق کسی نے نہیں کیں ایجاد تو صرف اللہ تعالےٰ کرتا ہے۔ اس نے ہر چیز کی خاصیتیں اس میں پیدا کی ہیں۔ زمین میں پٹرول سونا چاندی اس نے پیدا کیا تھا۔ ہم نے کنواں کھود کر اسے ظاہر کر دیا۔ تو سائنس صرف اشیاء کے خفیہ حقائق اور خواص ظاہر کر دیتی ہے۔ مگر اشیاء کی تخلیق کی ہے خدا نے۔ سائنس نے نہیں کی۔ ورنہ کسی مادہ سے سائنس ایک چیونٹی اور مکھی تو پیدا کر دے جو کھائے پئے اور اس میں روح کے تمام خواص

ہوں۔

خدا تعالےٰ نے انسان بنایا آسمان اور زمین بنائی اور قرآنِ کریم نازل فرمایا خدا نے پیغمبر کو بھیجا۔ یہ سب کام انسان کے قبضۂ قدرت سے باہر ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ عظیم ہے۔ عظمتوں والا ہے ـــــــ امام بخاریؒ نے آخر میں ایک ایسی حدیث ذکر کی جو تمام حسنات کو جامع ہے۔ اس لئے قیامت کے دن میزان کا وزن بھی اس سے بڑھ جائے گا۔ امامؒ نے آخر کتاب میں یہ حدیث ذکر کر کے اس شکل میں خدا کی نعمت تکمیلِ کتاب کی توفیق کی حمد بھی ادا کی۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

✣ ——— ——— ✵ ——— ✣
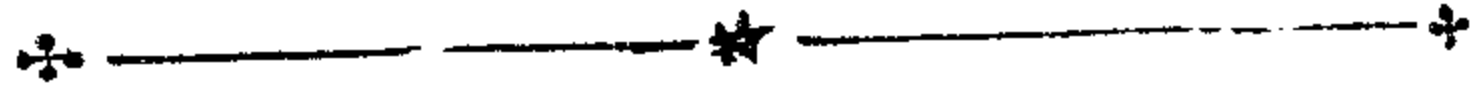
درسِ بخاری شریف

کی

اختتامی تقریب کے افادات

(۵ شعبان ۱۳۸۵ھ بعد نمازِ ظہر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

طلبہ سے دورۂ حدیث

باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ وان اعمال بنی ادم وقولھم یُوزَنُ و قال مجاھد القسطاس العدلُ بالرُّومیۃ ویقالُ القسطُ مصدرُ المقسط وھو العادل واما القاسط فھو الجائر۔ حدثنا احمد بن اشکابَ قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زُرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحٰن اللہ وبحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم۔

مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاری

اس باب سے قیامت کے دن انسان کے اقوال و اعمال کا وزن ثابت کرنا چاہتے ہیں، ظاہر ہے کہ کلام اللہ جس سے خدا تعالٰی متصف ہے، اور جو کلام صفتِ خداوندی ہے، غیر مخلوق اور غیر موزوں ہے، اور وہ کلام جس سے ہمارا تلفظ وابستہ اور متعلق ہے، وہ چونکہ ہمارا ہی قول و عمل ہے تو اسے تولا جائے گا گویا وارد و مورود میں فرق ہے۔ وارد (تلفظ) موزوں ہے، اور مورود کلام اللہ ہے جو نہیں تولا جائے گا۔

خود الفاظ قرآن قدیم ہیں۔ اور یہ کلام لفظی کلامِ نفسی کا مظہر ہے۔ اسی نکتہ کو امام بخاریؒ نے محمد بن یحیٰی الذھلیؒ کو مسئلہ خلق قرآن کے متعلق جواب دیتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ لفظی بالقرآن مخلوق یعنی قرآنِ مجید پر جنبش لسانی حادث ہے۔ اس سے لوگوں نے امامِ بخاریؒ کی طرف خلقِ قرآن کے قائل ہونے کی نسبت کی۔ حالانکہ امام کا مطلب ہرگز یہ نہ تھا۔ بلکہ یہی کہ میرا تلفظ جو متعلق قرآن ہے۔ وہ مخلوق ہے جسے میزان میں بھی تولا جائے گا۔ تو کلام اللہ بحیثیت صفت خداوندی جو مورود ہے غیر مخلوق ہے۔ اور بحیثیت تلفظ جو وارد ہے، مخلوق ہے۔

وزنِ اعمال و اقوال وان اعمال بنی ادم و قولھم یوزن۔ بے شک انسان کے اعمال و اقوال تولے جائیں گے۔ چونکہ تلنے والے اعمال و عبادات (صلوٰۃ و صوم حج و زکوٰۃ) اور جنایات مختلف الانواع ہیں۔ اس لئے ونضع الموازین القسط میں (ہم عدل و انصاف کے ترازو کھڑے کر دیں گے) موازین جمع وزن صیغہ لایا گیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے دن قرطاس (کاغذ) کا ایک معمولی پرزہ جو خلوص و یقین کے ایک کلمہ سے مزیّن ہوگا۔

جرائم اور معاصی کے بڑے بڑے دفاتر اور دواوین پہ بھاری ہو جائے گا ذلک فضل اللہ واللہ ذو الفضل العظیم۔ مصنّف نے یہاں بھی روایت ابوہریرہؓ میں لفظ ثقیلتان فی المیزان سے مدعا ثابت کیا۔ کہ اقوال کا بھی وزن ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ والوزن یومئذ الحق۔ (اور واقعی اس دن وزن بھی ہوگا) اللہ کے ہاں کوئی کام مشکل نہیں۔ اور آج کل تو اعراض بھی تولے جاتے ہیں۔ درجۂ حرارت و برودت کے ذریعہ گرمی اور سردی کا وزن ہوتا ہے و وجدوا ما عملوا حاضرا۔ (جو کچھ انہوں نے کیا تھا اسے موجود پائیں گے۔)

سائنس اور شریعت فلسفۂ جدیدہ سائنس کی اکثر اشیاء نے شریعت کے

کئی مسائل کی تائید کی حضرت شاہ صاحب (مولانا انور شاہ) سے فلسفۂ قدیم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا گیا کہ فلسفۂ قدیمہ شریعت سے مخالف ہے۔ اور موجودہ سائنس اور جدید فلسفہ سے شریعت کی تائید ہوتی ہے۔ ان چیزوں کا شریعت سے تصادم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

لغوی تحقیق

قسط کا معنی عدل و انصاف ہے۔ مصنف اپنی عادت کے مطابق حدیث یا قرآن کے ایک لفظ کے مادہ کی مناسبت سے دوسرے الفاظ کی بھی جو قرآن و حدیث میں اس مادہ سے مستعمل ہوئے ہوں تشریح فرماتے ہیں یہاں قسطاس کی شرح بھی کر دی کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اہل روم کے نزدیک اس کا معنی عدل ہیں پھر معرب ہونے کے بعد اس لفظ نے حکم بھی عربی کا لیا، قسط مجرد مصدر ہے مقسط کا مصنف نے اشارہ فرمایا کہ مصدر خواہ مفرد ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے مفرد و جمع دونوں کی توصیف کی جا سکتی ہے۔ اس لئے موازین کے بعد قسط مفرد لایا گیا مُقسط کا مصدر اقساط ہے۔ مگر باعتبار حذف زوائد قسط کو مصدر کہا ـــــــ باب افعال کا ہمزہ کبھی سلب کے لئے آیا کرتا ہے۔ تو سلب ظلم نہیں، مگر عدل، اس لئے مقسط مزید بمعنی عادل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ان اللہ یحب المقسطین۔ (بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے) اس کے مجرد سے اسم فاعل قاسط ہے۔ جس کا معنی جابر اور ظالم ہے۔ جیسے فرمایا۔ واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ (اور لیکن جو ظالم ہیں سو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے)۔

گویا یہ لفظ اضداد سے ہے۔ ظلم و عدل دونوں معانی میں مستعمل ہے۔

فہمِ قرآن و حدیث کے لئے علمی مہارت

اس لئے تو قرآن و حدیث کا سمجھنا بغیر علمی مہارت کے ممکن نہیں۔ گو اس کی حفظ اور تلاوت بھی باعثِ اجر ہے۔ مگر اس کا صحیح

فہم ہر کسی کا کام نہیں۔ حجاج بن یوسف اس امت کے ظالم حاکم گزرے ہیں۔ ہزاروں اولیاء و علماء و صحابہ کو جبراً قتل کیا پھر بھی قرآن سے شغف تھا۔ قرآنِ مجید کے اعراب و حرکات اسی نے لگائے ہیں۔ اس وقت کے حاکم ظالم اور جابر ہونے کے باوجود علوم دینیہ سے باخبر ہونے قرآن اکثر حکام کو یاد ہوتا اور کئی حکام تو حافظِ حدیث بھی ہوتے۔ وہ شخص حافظِ حدیث کہلاتا جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوتیں۔ تو حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؓ سے اپنے بارے میں اس کی رائے دریافت کی تو سعیدؒ نے جواب دیا کہ میری رائے میں تو قاسط عادل ہے۔ لوگ حیران ہوئے کہ کس طرح حضرت سعیدؒ نے حجاج بن یوسف کی تعریف و توصیف کی اور اسے عادل و منصف کہا۔ حجاج نے فوراً ان کا تحیر و تعجب دور کر دیا اور حاضرین سے کہا کہ تم اس کے مطلب کو نہیں سمجھے اس نے مجھے ظالم اور مشرک کہا۔ اس نے قاسط بمعنی ظالم اس آیت سے لیا۔ واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ اور عادل سے اس کا مراد مشرک ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں وارد ہے۔ واما الذین کفروا بربھم یعدلون۔ (اور جو کافر ہیں وہ اوروں کو اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔)

آخری حدیث کی شرح

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث پر مصنّف نے اپنی جلیل القدر اور عظیم کتاب ختم فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ دو کلمے ہیں۔ جو رحمان کے ہاں بہت پسندیدہ و محبوب ہیں۔ اور جو اس کو پڑھے، اس کا ورد کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا۔ اور اس پہ بہت بڑا اجر و ثواب پائے گا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ دیگر اسماء قدسیہ کا ذکر نہیں بلکہ رحمان کا لفظ آیا ہے جس میں اشارہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا وصفِ رحمانیت ہی ہے۔ جو اتنے عظیم انعامات و اکرامات کا باعث بن رہا ہے ــــــ پھر فرمایا کہ یہ دو کلمے زبان پہ اور تلفظ میں بہت آسان ہیں۔ کہ مختصر جملے ہیں جنہیں غبی اور

ذہین سب بآسانی یاد کر سکتے ہیں اور جس سے حسنات کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔

تنزیہ و ثبوتِ کمالات

سبحان اللہ وبحمدہ - اس میں اللہ جل جلالہ کے ہر عیب و برائی اور ہر قسم کے شرک اور نقصانات سے تنزیہ و تقدیس ہے جس سے شرک کی بنیادیں کٹ جاتی ہیں۔ سبحان اللہ العظیم اس میں ساری عظمتیں اور کبریائیاں اللہ کے لئے خاص کر دی گئیں اور اللہ کا اتصاف بصفات الکمال کر دیا گیا۔ سبحان اللہ میں تنزیہ و تزکیہ اور وبحمدہ میں ثبوتِ صفاتِ کمالیہ ہے۔ اور العظیم میں عظمتِ زبانی کی تصریح ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی کا محتاج نہیں۔ یہ سب موجودات اس کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ یہ اصل توحید ہے۔ جب نعم خداوندی مستحضر ہو جاتی ہیں تو انسان بے ساختہ حمد و تعریف کرنے لگتا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ ____ مگر فرطِ محبت سے اگر کسی کی نظر صرف رحمان پر رہے کہ جب وہ رحمان ہے۔ تو طاعت کی کیا ضرورت ہے۔ تو سبحان اللہ العظیم میں اس کی عظمت و جلالت کی طرف اشارہ ہوا کہ وہ ہر عظیم سے بزرگ و برتر ہے۔ تو عظیم سے مقام خوف اور رحمان سے مقام رجاء کی توجہ دلائی گئی۔ ان کلمات کا وہی مفہوم ہے جو کلمہ طیبہ کا ہے۔ کہ لا الٰہ میں تنزیہ و تقدیس اور نفی شرک ہے اور الا اللہ میں اعتراف وحدانیت اور ثبوتِ صفت کمالیہ ہے۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب کا خاتمہ بنا کر اس طرف بھی اشارہ کیا کہ جس شخص کا خاتمہ کلمۂ توحید پر ہو تو دخل الجنۃ وہ جنّت کو داخل ہوگا (کما فی الحدیث الآخر) نیز اشارہ ہے۔ کہ الفاظ کلمہ توحید بوقت نزع ضروری نہیں بلکہ اس کا مفہوم جن الفاظ سے بھی ادا ہو اور وہ کلمہ جو تقدیس و تحمید خداوندی پر مشتمل ہو وہ کافی ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری کلمات تھے۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ (اے اللہ بہترین مقام عطا فرما۔)

اوّل و آخر کتاب میں ربط

امامؒ نے یہ کتاب عمل کرنے کے لئے بنائی اور عمل کا مدار نیت ہے۔ اور اعمال کی انتہا وزن قیامت وزن پر ہے۔ اس لئے کتاب کا آغاز بھی امام بخاریؒ نے نیت کی اہمیت والی حدیث سے کیا یعنی:

انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ

اعمال کی فضیلت اور قبولیت کا دارو مدار نیات پر ہے۔ انسان کو نیت کا ثمرہ ملتا ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی وہ واقعی ایسی ہوگی اور جس نے حصولِ دنیا یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے خیال سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اپنی غرض دنیوی ہی کے لئے ہوگی۔ (یعنی اللہ کی طرف سے اس کا اجر نہ ملے گا۔)

مدارِ اعمال و احکام صرف وحی

امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ تمام اعمال و احکام کا مبدأ اور مدار وحی ہے اور وہی عمل و حکم صحیح قرار پائے گا جو وحی سے مستنبط ہو۔ اور جو وحی سے مستنبط نہ ہو وہ غلط ہوگا۔ اور اعمال و احکام کا مدار و مبدأ اور اس کا بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونا نیت کی خلوص اور تصحیح پر موقوف ہے۔ اگر نیت خالصۃً للہ اور اس کی رضامندی کا حصول ہو تو وہ عمل اللہ کے ہاں شرف قبول پائے گا۔ تصحیح نیت کے بعد اعمال کی انتہا وزن پر ہے جس پر سعادت و کامیابیٔ دارین و فوز آخرت ہے۔ اور جب نیت درست ہو تو اعمالِ حسنہ کا وزن بھی بھاری ہوگا۔ خلاصۂ کتاب یہ ہے کہ جب مسلمان کا عمل اور حکم وحی سے مستنبط ہو اور عامل کی نیت صحیح ہو تو قیامت کے دن اس کے اعمال کا وزن بھاری ہوگا۔ اور یہ شخص اپنے مقصدِ حیات رضائے خداوندی کو پالے گا۔

حدیث کا مشغلہ

مصنفؒ نے اس حدیث کو آخر کتاب میں لاکر اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان و اکرام کا شکریہ ادا کرنا چاہا کہ اس نے اپنے محبوب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احادیث جمع کرنے کی توفیق دی۔ اور پھر ہم گنہگاروں کو بھی اس کے پڑھنے اور سننے کا موقعہ عطا فرمایا حدیث میں شغل موجبِ سعادت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر خداوند کریم کا بے پایاں فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم بول و براز کے کیڑے اور گندگی کے حشرات ہوتے۔ یہ اس کا کرم ہے۔ کہ ہمیں اس نے اشرف المخلوقات یعنی انسان بنایا پھر ہمیں اپنے رسول کریم کی احادیث پڑھنے پڑھانے کی توفیق دی۔ اگر ہماری تمام عمر اس نعمت کے عوض اس کی سجدہ ریزی اور شکر میں گذر جائے تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

میرے شیخ اور مرشد مولانا حسین احمد مدنیؒ

مجھے بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت میرے آقا و مولیٰ حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام مجاہد اعظم مرشد العالم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے دیوبند میں دی۔ یہ سب کچھ خداوند کریم کا احسان ہے۔ اور اس کے بعد اس مشفق و مہربان استاد کی برکت اور دیگر اکابر سلسلہ کا فیض ہے۔ کہ جو کچھ ہمیں ملا انہیں کے ذریعہ سے ملا۔ اللہ تعالےٰ حضرت شیخؒ کے مرقدِ پاک کو مرکزِ انوار و برکات بنادے حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا مدنیؒ کی کراماتِ ظاہرہ میں سے یہ بات بدرہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کی صحبت و مجلس کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ وہ آج دینی امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ اور مجھ جیسا گنہگار، حقیر اور ناچیز بے علم شخص کو بھی اس نسبت سے اس مقدس مشغلہ کی سعادت حاصل ہے حضرت شیخ درسِ حدیث کے وقت احادیث کا حق ادا کرتے کبھی ان کو اس میں وقت کی تنگی یا کثرتِ سوالات

وغیرہ سے پریشانی اور ملال نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ کبھی ان پر پڑھانے کی عجلت تھی۔ شروع کے اسباق اور آخر کے نہایت اطمینان سے پڑھاتے تھے۔ کبھی وقت کی تنگی کی وجہ سے خدمتِ حدیث کے حق ادا کرنے میں تعجیل سے کام نہ لیتے۔ حلم کی یہ حالت تھی کہ جب طلبہ بے جا اعتراضات کرنے لگتے تو حضرت حسن بصریؒ "خلق الانسان من عجل" کہہ دیتے۔ (یعنی انسان عجلت سے پیدا کیا گیا۔

احادیث کی مکمل لغوی و فقہی اور فنی تشریح اختلاف مذاہب اور مذہب احناف کی تائید و تقویت عجیب و غریب پیرایہ میں کرتے۔ بغرض سلف سے جتنے آداب و شرائط درسِ حدیث کے لئے منقول ہیں وہ ان میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔

میرا سندِ حدیث

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے واسطہ سے میرا سندِ حدیث یہ ہے۔

حدثنی سیدنا و شیخنا و مولانا حسین[1] احمد مدنیؒ قال حدثنا شیخ الھند مولانا محمود[2] الحسن الدیوبندیؒ قال حدثنا الشیخ الامام محمد[3] قاسم النانوتویؒ و الشیخ رشید احمد الگنگوھیؒ[4] قالا حدثنا الشیخ الشاہ عبد[5] الغنی المجددی المھاجر المدنی

مجھے حضرت شیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے حدیث کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے حاصل کی۔ شیخ الہند نے الشیخ الامام محمد قاسم النانوتوی اور شیخ رشید احمد الگنگوہی سے ان دونوں حضرات نے شاہ عبد الغنی مجددی سے۔

---

(۱) ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۷۷ھ (۲) ۱۲۶۸ھ تا ۱۳۳۹ھ (۳) ۱۲۴۸ھ تا ۱۲۹۷ھ (۴) ۱۲۴۴ھ تا ۱۳۲۳ھ (۵) یہ شاہ عبد الغنی مجددی حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادہ نہیں بلکہ ان کا نسب نامہ حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے۔ شاہ عبد الغنی بن شاہ ابو سعید بن شاہ صفی القدر بن شاہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ۔ ان کا سن ولادت ۱۲۳۵ھ ہے اور وفات ۱۲۹۵ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

قال حدثنا الامام الحجۃ الشاہ	انہوں نے شاہ محمد اسحاق الدہلوی
محمد اسحاق[6] الدهلوی رح قال	سے، اور شاہ محمد اسحاق نے شاہ
حدثنا الشیخ الاجل الشاہ	عبد العزیز الدہلوی سے حضرت شاہ
عبد العزیز[7] الدهلوی رح	عبد العزیز نے اپنے والد اور
قال حدثنا الامام الحجۃ الشیخ	شیخ الامام الحجۃ شاہ ولی اللہ الدہلوی
الشاہ ولی اللہ الدهلوی رحمہم	سے روایت و اجازت حدیث
اللہ تعالیٰ۔	حاصل کی۔

امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی رح سے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری اور الامام الاجل الشیخ الترمذی تک سلسلۂ سند مشہور و معروف اور اوائل کتب حدیث میں مذکور ہے۔ اور ان حضرات سے حضور اقدس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کا سلسلہ ہر حدیث شریف کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۳۴۲) (۶) ۱۱۹۶ھ تا ۱۲۶۲ھ (۷) ۱۱۵۹ھ تا ۱۲۳۹ھ (۸) ۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ

حضرت شیخ کے چند اور سلسلے بھی درج ذیل ہیں (۱) اخبرنی الشیخ حسین احمد المدنی عن الشیخ محمود الحسن الدیوبندی عن العلامہ محمد مظہر النانوتوی رح و مولانا القاری محمد عبد الرحمان الفانی فتی کلاھما عن الشاہ محمد اسحاق رح الی آخرہ (۲) قال شیخنا الحسین احمد المدنی اروی ھذہ العلوم عن الشیخ الاجل مولانا عبد العلی وعن الشیخ الاجل مولانا خلیل احمد السہارنفوری کلاھما عن مولانا رشید احمد الگنگوہی و مولانا محمد قاسم الی آخرہ۔ (۳) قال الشیخ الاجل واروی عن مشیخۃ اعلام من الحجاز اجازۃً و قراءۃً لاوائل لبعض الکتب اجلّھم شیخ التفسیر حسب اللہ الشافعی المکّی و مولانا عبد الجلیل برادۃ المدنی و مولانا عبد السلام الداغستانی مفتی الاحناف بالمدینۃ المنورۃ و مولانا السید احمد البرزنجی مفتی الشافعیۃ بالمدینۃ المنورۃ رحمہم اللہ تعالیٰ ——— سمیع الحق

سند کی حقیقت اور اجازت

ان حضرات اکابر و مشائخ کے ذریعہ جو اجازت روایت حدیث حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے دی وہی حضرت شیخؒ کی اجازت تمہیں دیتا ہوں۔ میں تو خود ایک ناچیز اور ہر لحاظ سے کم سواد ہوں۔ اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اعطاء علوم و فیوض خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور واسطہ تمام علوم کی تقسیم کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں حضور کا ارشاد ہے۔ انما انا قاسمٌ واللہ معطی۔ (میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں) درمیان میں ائمہ محدثین سلسلہ اور زنجیر کی حیثیت ہیں جس طرح ایک کھیت کو پانی دریا سے نالہ کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔ نالہ نہ ہو تو اس کی سیرابی مشکل ہے۔ اس طرح اساتذہ و مشائخِ روایت حدیث بھی ایک میزاب کا کام دیتے ہیں سند کے ذریعہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طلبۂ حدیث کی کڑی لگ جاتی ہے۔ اور رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے شاہ ولی اللہ کے دور تک اکثر متقدین کے ہاں تعلیم حدیث کا یہ طریقہ رہا کہ حدیث کی عبارت کی سماعت و قراءت اور روایت کے اتصال کے لئے محض سرد الحدیث کا طریقہ رائج تھا۔ یہ حدیث کا ایک طریقہ ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ کہ حضور اقدسؐ سے سلسلہ متصل ہو فقہی و لغوی تحقیق کو زیادہ اہمیت نہ تھی۔

تلامذہ کو گرانقدر نصیحت

اب تمہارا تعلق اور رابطہ سلسلۂ حدیث سے قائم ہو چکا ہے۔ اور علوم نبویہ کے سمجھنے اور مطالعہ کرنے کے لئے ایک راہ کھل گئی ہے۔ آگے تم لوگوں کا کام ہے کہ اپنے استعداد سے کام لے کر اس میں تبحر اور وسعتِ مطالعہ پیدا کریں۔ یاد رکھیں اپنے آپ کو ہرگز نہ عالم سمجھیں اور نہ حصول علم میں عار و شرم محسوس کریں یہ اجازت بھی ان شرائط و آداب کے ساتھ مشروط ہے۔ جو اکابرِ سلف نے حدیث کے بیان اور درس و تدریس

کے لئے ضروری قرار دی ہیں۔ جب تک اس کے سمجھنے کی پوری صلاحیت وکوشش نہ ہو اور اطمینان وتسلی نہ ہو جائے فہم حدیث میں اپنی رائے سے کام نہ لیں حضرت امام مالکؒ سے چالیس مسائل کے بارہ میں دریافت کیا گیا مگر انہوں نے ۳۶ مسائل کے بارہ میں لا ادری (مجھے معلوم نہیں) کہہ کر معذرت کر دی تو آپ کو بھی عدم علم کے وقت لا ادری کہنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیئے۔ اور اختلافات اور جھگڑوں سے سکوت کریں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ جب نیشاپور تشریف لائے اور لوگوں نے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق دریافت کرنا چاہا تو تین دن تک جواب دینے سے گریز کرتے رہے۔ کہ اختلافات میں نہ پڑیں آخر محمد بن یحیی الذھلی نے کہلوایا کہ لفظی بالقرآن مخلوق حضرت امام ابو حنیفہؒ تلامذہ کو رخصت کرتے وقت نصیحت کرتے کہ اپنے ہاں کے علماء کی قدر کیا کرو۔ وہ اپنا ایک حلقۂ اثر رکھتے ہیں۔ جو تمہارے پاس نہیں ہوتا۔ ان کا احترام کرو۔ انہیں آگے رکھو اور اگر کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو فوراً میرا مذہب اور قول بیان نہ کرو۔ بلکہ کئی علماء کے اقوال پیش کر دو۔ اور اس کے بعد میری رائے بھی پیش کر دو۔ حضرت امام اعظمؒ کا یہ مطلب نہ تھا کہ ناجائز کی تائید کرو بلکہ حق بات پہنچانے اور تبلیغ کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں تبلیغ اختلافات اور فتنہ انگیزیوں میں پڑ کر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بہت بڑی حکمت، میانہ روی، نرمی اور تحمل کی ضرورت ہے۔ اس ملک میں قادیانی، پرویزی بلکہ عیسائی تک اپنے باطل مذاہب کی اشاعت کے لئے نرمی، شفقت، خدمت، اور محبت کے تمام ذرائع استعمال کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیضانِ حکمت

مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۶۶ء مطابق ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کو صبح دس بجے مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں "ختم بخاری شریف" کی تقریب میں ختم بخاری کے بعد ذیل کی تقریر ارشاد فرمائی جسے مولانا سعید الرحمان علوی نے مرتب کیا اور یہ ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور (کتاب و حکمت نمبر) میں شائع ہوا۔

قال امیر المؤمنین فی الحدیث الامام الشیخ محمّد بن اسمٰعیل البخاری: باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمة وان اعمال بنی اٰدم وقولهم یوزن وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومیة ویقال القسط مصدر المقسط وهو العادل واما القاسط فهو الجائر حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمّد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کلمتان حبیبتان الی الرحمان خفیفتان علی اللّسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

سب سے پہلے آپ حضرات کا شکرگزار ہوں کہ اس مبارک تقریب میں مجھ ناچیز

کو آپ نے شمولیت کا موقعہ دیا۔ یہاں بہت سے اکابر جو علماً و عملاً مجھ سے فائق ہیں، موجود ہیں۔
صرف اس لحاظ سے کہ میں ذرا دور سے آیا ہوں، میری حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

صحیح بخاری کی مقبولیت

بخاری شریف کے متعلق علماء فرماتے ہیں: اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق خود امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہر حدیث کے اندراج سے پہلے میں نے غسل کیا دو رکعت نفل پڑھ کر حرم میں استخارہ کیا۔ اس کے بعد ترجمۃ الباب (عنوان) اور حدیث کو نقل کیا۔ یہ مصنف کے خلوص نیت کا ثمرہ ہے کہ اس کی جملہ احادیث پر اجماع ہے۔ اور کتاب اللہ کے بعد جتنا اس پر اعتماد ہے اور کسی کتاب پر نہیں نیز جتنا فائدہ کتاب اللہ کے بعد اس کتاب سے مسلمانوں کو پہنچا کسی دوسری کتاب سے نہیں پہنچا۔ ۱۶ سال کے عرصہ میں امام نے یہ کتاب لکھ کر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا۔ مسائل کا اس میں قیمتی ذخیرہ ہے اور صحیح احادیث کی جو کثرت ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔

حدیثِ رسولؐ کے برکات

علماء نے تجربہ کیا کہ مشکلات کے وقت بخاریؒ کا ختم بہت نافع ہوتا ہے۔ خود ہمارے بزرگوں کا یہ معمول تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جہاں پڑھا جائے گا وہ جگہ انوار و برکات سے معمور ہو گی۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی کہ میری موت کے وقت احادیثِ رسول پڑھتے رہنا۔ چنانچہ بیماری کا بگڑتا رنگ دیکھ کر حالتِ نزع میں شاگردوں، عزیزوں اور عقیدت مندوں نے احادیث کی تلاوت شروع کر دی۔ حضرت مرحوم اسی حالت میں احادیثِ رسولؐ میں مستغرق رہے اور واصل بحق ہو گئے۔

علامہ جزائری نے لکھا ہے کہ بخاری کے مختلف ابواب جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے۔ وہ ۳۴۵۰ ہیں۔ ان میں سب سے پہلا باب ہے۔ باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر اس میں سیدنا حضرت عمرؓ کی مشہور حدیث نقل کی۔ انما الاعمال بالنیات وانما الامرئ ما نوی فمن کانت

هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرأۃ ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه ـــــ اور کتاب کے آخر میں سب سے آخری ترجمۃ الباب جو وہ ہے ونضع الموازین القسط۔ الخ اور اس میں حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کی۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن الخ۔

وحی کی حقیقت

مصنف علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے باب میں دو چیزیں نقل فرمائی ہیں، وحی اور نیت۔ وحی کو سب سے پہلے لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ دین افکار و آراء کا نام نہیں زید عمر بکر کی عقل اگر کوئی تدبیر کرے اسے دین کا نام دیا جائے ایسے نہیں ہو سکتا۔ دین نہ تو متفرق افکار کا نام ہے اور نہ متفرق معقولات کا۔ بلکہ دین نام ہے مرضیات واحکامات خداوندی کا۔ یہ مسئلہ بہت طویل ہو جائے گا کہ انسانی عقل بہت محدود ہے ایک انسان دوسرے کے ساتھ دل جوڑ کر بیٹھ جائے، تو بھی دوسرا دوست نہیں سمجھ سکتا کہ میرا دوست کیا چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ سینہ سے سینہ ملا کر بھی ایسا ممکن نہیں۔ تاوقتیکہ وہ زبان سے کہہ دے۔ تو جب زبان سے کہے بغیر دوسرے انسان کی مرضیات کا پتہ نہیں چل سکتا۔ تو خدائے قدوس کی مرضیات کا پتہ کیسے چلے گا، جب تک وہ فرمائیں نہیں۔؟ پھر عقلاً کی رائیں مختلف ہیں۔ ایک کہتا ہے عالم قدیم ہے، دوسرا کہتا ہے حادث ہے، ہم کس کی بات مانیں؟ ایک شخص ایک چیز کو کڑوا کہتا ہے، دوسرا میٹھا کہتا ہے، ہم کس کی بات مانیں۔؟ تو امام بخاریؒ نے باب بدء الوحی قائم کر کے فرما دیا کہ دین کے معلوم کرنے کا ذریعہ وحی ہے، جس کی حقیقت یہ ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ کہ وحی میں حق و باطل کے اشتباہ کا سوال ہی نہیں۔ پھر وہ حکیم و حمید کی طرف سے منزل ہے۔

وحی کی عظمت اور حفاظت

وحی میں تین چیزیں ہیں ایک ہے موحی یعنی جس کی طرف سے وحی آتی ہے وہ خدا ہے جس کی صفت حکیم و حمید اور

قادر و قیوم ہے، اس کی طرف سے جو قانون آئے گا۔ وہ سراسر باعث نجات وسعادت ہوگا۔ اور اس میں بھلائی ہوگی۔ دوسرے ہیں وحی لانے والے وہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں جن کی حقیقت یہ ہے۔ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین۔ وہ رسول کریم ہیں اور صاحب قوت ہیں۔ ان کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ چھ لاکھ کی آبادی کو اپنی انگلیوں سے آسمان پر لے گئے۔ وہاں سے نیچے ٹپک دیا۔ جبرئیل امین سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی تھکن محسوس ہوئی ہے۔؟ فرمایا نہیں۔ ہاں ایک مرتبہ عجلت سے کام لینا پڑا، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نسبی بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا میں اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر تھا۔ خدا نے حکم دیا کہ جلدی کر و یوسف پانی تک پہنچنے نہ پائیں! پھر جبرئیلؑ کا مستقر وہ بھی لفوائے قرآن عرش کے پاس ہے۔ پھر وہ مطاع ہیں۔ ان کی فرمانبرداری کی جاتی ہے۔ روایات میں ہے کہ جب وحی لاتے ہیں تو ہزار فرشتے باڈی گارڈ کے طور پر آگے پیچھے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔ یہ محض قانونی تحفظ ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے دنیا بھر کے شیاطین مل کر بھی کوئی حرکت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ پھر جبرائیل امین فی نفسہ امین ہیں خیانت کا سوال ہی نہیں اور جس ذات اقدس پر وحی آتی ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو نبوت بلکہ ختم نبوت اس وقت ملی جب کہ آدم بین الماء والطین تھے اور جن کو علم الاولین والآخرین عطا ہوا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ان سے پہلے فرشتوں کے متعلق معلومات تو وحی آئی خدا کی طرف سے، لانے والے جبرئیل امین، آئی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر آگے مبلغین ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو میدان عرفات میں تھے، جنہوں نے گھر بار چھوڑا جائیداد چھوڑی، قبیلہ کنبہ چھوڑا، محض اس لئے کہ براہ راست مہبط وحی سے علوم حاصل کر سکیں۔

صحابہؓ کو حدیث سے عشق | اور صحابہؓ کو اخذ حدیث کا جو شوق تھا۔ اس کا اس سے اندازہ لگائیں۔ کہ حضرت فاطمہ کو حضور علیہ السلام

نے مرضِ وفات میں بلا کر کان میں کچھ کہا، آپ رو پڑیں، دوسری مرتبہ ایسے ہی سرگوشی فرمائی تو آپ ہنس پڑیں۔ اخذ حدیث کے شوق نے حضرت عائشہ کو سوال پر مجبور کیا۔ حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ قصہ کیا تھا؟ کہنے لگیں کہ رازِ نبوی ہے۔ انتقال کے بعد پھر امہات المومنین نے جمع ہو کر حضرت فاطمہؓ سے پوچھا گویا اخذ حدیث کا شوق ابھی برابر تھا۔ اب حضرت فاطمہؓ نے بتلا دیا کہ راز تو آؤٹ ہو چکا ہے کہنے لگیں کہ پہلی مرتبہ آپ نے مجھے اپنے انتقال کی خبر دی اور دوسری یہ خبر دی کہ سب سے پہلے تیری ملاقات مجھ سے ہو گی اور تو سیدۃ النساء اہل الجنت ہے۔

اعمال کی شکل

بہر حال ایک ہے شکل عمل ایک ہے روح عمل اور ایک ہے نتیجہ عمل۔ اشکال اعمال کی نماز کیسے ہو، روزہ کیسے ہو، تجارت کیسے ہو، ملازمت کیسے ہو۔۔۔۔ حضرت سلمان فارسی کو کسی نے طعنہ دیا کہ علمکم النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم کل شیئٍ حتی قضاء الحاجۃ قال نعم او کما قال۔ فرمایا ہاں ہمارے نبی نے ہمیں سب کچھ سکھلایا اور دور رس نگاہیں سمجھتی ہیں کہ دنیا میں انبیاء کے تشریف لانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں رہنمائی کریں تو امام نے احادیث جمع کر کے تراجم کر کے اشکال اعمال سے آگاہ کیا گویا یہ انسائیکلوپیڈیا ہے امام فرماتے ہیں کہ سن لو دنیا میں رہنا ہے، عبادات کرنی ہیں، حکومت کرنی ہے تو توجہ الی الوحی کرو، حضورؐ کی احادیث کے سامنے دو زانو بیٹھو۔

امام بخاری سب سے پہلے ذکر وحی لائے کہ مدار دین اور اصل دین یہی ہے اور فرمایا کہ اعمال کا مدار اس پر رکھو اس میں غلطی و نسیان نہیں۔ سہو اور چوک نہیں۔ لوگ آج اس پر بحث کرتے ہیں کہ وحی حجت ہے یا نہیں؟ وہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ مدار دین یہی ہے، لہٰذا اس کی حیثیت کمزور کرو۔ اور مسلمانی کے جامہ میں اس پر بحث ہوتی ہے۔

اعمال کی روح

اور دوسری چیز جو پہلے باب میں پیش کی وہ روح اعمال ہے۔ کیونکہ جسد بغیر روح کے بے سود ہے ایک بادشاہ اس وقت تک بادشاہ ہے جب

تک اس میں روح ہے، روح گئی تو اپنے ہی منوں مٹی کے نیچے رکھ کر آگئے۔ تو روح اعمال اخلاص وللہیت ہے۔ جب عمل شریعت کے قالب کے مطابق ہو۔ اور روح عمل درست ہو تو آپ سارا دن مشغول فی العبادت سمجھے جائیں گے۔ اگرچہ آپ سارا دن دکان پر رہیں۔ آپ تجارت کرتے ہیں اس نیت سے کہ حقوق پورے ہوں تو عبادت ہے اور اگر نماز پڑھتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ نمازی کہیں، تو قیامت میں رسوائی ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا: نیۃ المؤمن خیر من عملہ۔ تو روح اعمال اخلاص وللہیّت ہے۔ حدیث میں ہے کوئی مسلمان خوشی سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے وہ بھی عبادت ہے۔ اب آکروما خلقت الجن والانس الّا لیعبدون کا مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد ہی عبادت ہے۔

وزن اعمال

تو گویا پہلی حدیث میں اشکال وارواح اعمال کا تذکرہ کیا اور اب آخری حدیث میں نتیجہ اعمال کا ذکر ہے۔ دنیا میں ہر ایک نے ہزاروں کام کئے ہیں تو نتیجہ یہ ہے کہ قیامت میں ان کا وزن ہوگا، وزن کے بعد یا جنت ہوگی یا جہنم موازین میزان کی جمع ہے، بمعنی ترازو جمع لائے اس لئے کہ ہر عمل کے لئے علیحدہ علیحدہ ترازو ہو، تو بھی ممکن ہے اور یہ بھی ہے کہ بسبب عاملین جمع لائے کہ ترازو ایک ہوگا اعمال تو سب کے تلیں گے، اس لحاظ سے موازین فرمایا۔ پھر یہاں بحث ہے کہ وزن اعمال صرف مسلمانوں کے ہوں گے یا کافروں کے بھی ایک قول کے مطابق کفار، انبیاء، معصوم بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تلنے کے لئے اضداد کی ضرورت ہے، کافر کے سیّات ہی سیّات ہیں اور انبیاء کے حسنات ہی حسنات ہیں تو یہاں وزن نہیں تو گویا عندالغزالی عصاۃ المسلمین (گنہگار) کے اعمال کا وزن ہوگا لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ وزن اعمال میں سب شریک ہیں۔ کافروں کے وزن اعمال کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک پلڑہ میں محض سیّات ہوں گی، دوسرا خالی ہوگا، تو مقصد حل ہو جاتا ہے۔ کہ مقصد ہے بھاری پن دکھانا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کفار میں طبقات ہیں۔ عبادات ان کی معتبر نہیں کہ ایمان نہیں اور ایمان شرط ہے

عبادات کے لئے۔ ہاں انسانی نیکیوں کے سبب تخفیف ہوگی جیسے کہ ابوطالب کے متعلق ہے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ ابوطالب نے آپؐ کی ہمیشہ حمایت کی کلمہ نہیں پڑھا اس حمایت کا اسے فائدہ ہوگا؟ فرمایا جہنم سے نہیں بچ سکتا۔ ہاں اس کا جسد آگ سے محفوظ ہے۔ صرف اس کے پاؤں میں آگ کے چپل ہیں، جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

وزن اعمال کے بارے میں تین قول

وان اعمال بنی ادم الخ اعمال کے تلنے سے متعلق تین قول ہیں

پہلا قول یہ کہ حسنات اجسام نورانی اور سیئات اجسام ظلمانی بن جائیں گے، تو گویا یہاں کے اعراض وہاں اجسام بن جائیں گے۔ عالم مثال میں نبی کریم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا۔ مابقی حضرت عمرؓ کو دیا اور اس کی تعبیر علم سے فرمائی ہمارے بزرگوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک حسین وجمیل عورت ملی۔ مگر اندھی ہے۔ تو فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ نماز کے وقت تو آنکھیں بند کرتا ہوگا۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اندھی ہونا اسی کا ثمرہ ہے کہ تو نماز میں آنکھیں بند کر لیتا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رجسٹر تلیں گے، جنہیں کراماً کاتبین لکھتے ہیں اس کی دلیل حدیث ترمذی ہے کہ ایک آدمی کے ۹۹ رجسٹر لائے جائیں گے، سیئات سے پُر ہوں گے، وہ غریب پریشان ہوگا کہ میں تو مارا گیا یہ ۹۹ رجسٹر سیئات سے پر ہیں یہاں تک کہ ایک رجسٹر لایا جائے گا۔ جس میں اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا ذکر ہوگا۔ تو یہ ایک بھاری ہو جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ کہ خود اعمال سامنے آ جائیں گے۔ آج کل اس پر بحث کی ضرورت نہیں کہ آخر دنیا میں کس کس چیز کا پیمانہ نہیں۔ درجہ حرارت تک پتہ چل جاتا ہے۔ اور ان تینوں میں تطبیق ممکن ہے۔ کیونکہ آخری عدالت ہوگی۔ پہلے اجسام کی صورت میں وزن ہوگا۔ ممکن ہے صاحبِ اعمال کی تسلّی نہ ہو تو اعمال ہی سامنے کر دیے جائیں۔ بہرحال تطبیق ممکن ہے۔

کیا عربی میں عجمی الفاظ ہیں

قال مجاهد القسطاس العدل بالرومية.

امام بخاریؒ کا طریقہ ہے کہ آیت یا حدیث میں آئے ہوئے الفاظ کے مترادفات کا ذکر کر دیتے ہیں۔ دوسری زبانوں کی لغات کا عربی میں آنا اس میں ایک قول امام شافعیؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے لغات عربی میں نہیں کہ یہ لسان عربی مبین ہے۔ اگر ایسے ہے تو پھر مشکوٰۃ سجیل وغیرہ الفاظ کیسے آگئے۔ اس کا جواب ہے کہ یہ الفاظ تو لغات سے ہیں۔ ایک ہی لفظ کئی زبانوں میں مشترک ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول ہے کہ الفاظ عجمی تھے پھر عربی میں منتقل ہوئے تو پھر بھی بلسان عربی مبین درست ہے کیونکہ انسانی مدنی الطبع ہے۔ تبدیلی کے ساتھ ایسے ہوتا رہتا ہے۔

مقسط کا مصدر اقساط ہے، اس کا مجرد قسط ہے تو گویا قسط مصدر المصدر ہے ——— كما قال ابن بطال۔ اور اس کا معنی عادل ہے، یعنی مزید ہو تو عادل اور مجرد ہو تو ظالم اور مقسط من الافعال اگر بمعنی ظلم لیا جائے تو بھی درست ہے کہ افعال میں ہمزہ سلب کے لئے آتا ہے تو پھر بھی معنی عادل درست ہے یعنی ازالہ جوار۔

علمی لطیفہ

قسطلانی نے لطیفہ نقل کیا ہے کہ حجاج بن یوسف جس کے متعلق امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس امت کی ہر چیز کو خدا نے دوسروں پر فوقیت دی۔ اگر قیامت میں دوسری امتوں کے ظلم اکٹھے ہوئے تو ہمارا ظالم (حجاج بن یوسف) بھی بڑھ جائے گا۔ ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہؓ و تابعین قتل کروائے اور اس کا کارنامہ ہے کہ اشاعتِ قرآن کو دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ عجمی لوگ غلط نہ پڑھیں، اس نے اعراب لگوائے۔ بڑی عظیم خدمت بھی ہے۔ بہر حال اس نے مشہور تابعی سعید بن جبیر سے پوچھا میں کیسا ہوں (كيف انا ؟) فرمانے لگے انت عادل قاسط لوگ سمجھے کہ ڈر گئے اور تعریف کی لیکن حجاج تو خود بڑا ماہر اور زبان دان تھا کہنے لگا انہوں نے مجھے مشرک اور ظالم کہا ہے: قاسط بمعنی ظالم یعنی و اما القاسطون فكانوا لجهنم حطبا (ظالم جہنم کا ایندھن ہیں) اور عادل بمعنی مشرک یعنی وهم بربهم يعدلون

(یعنی جو لوگ دوسروں کو خدا کے برابر کرتے ہیں۔ تو مشرک ہیں) خیال کریں کہ اتنا بڑا ظالم لیکن قرآن کی حقیقت کو کیسے سمجھتا ہے۔ اور آج ہر ایک کو قرآن دانی کا دعویٰ تو ہے، لیکن جو حال ہے وہ سب دیکھ رہے ہیں۔ اللہ بچائے۔

آخری حدیث کی تشریح

حدیث خفیفتان علی اللسان ظاہر ہے کہ کلمات مختصر ہیں، پڑھنے میں تکلیف نہیں دیر نہیں لگتی ثقیلتان فی المیزان پہلے گزرا۔ کہ ایک رجسٹر ۹۹ رجسٹروں سے بھاری ہوگا۔ تو ثقل بھی درست ہے بشرطیکہ نیت خالص ہو۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

باری تعالیٰ کی صفات تین قسم کی ہیں۔ سلبی صفات یعنی وہ مکان سے پاک ہے، زبان سے پاک ہے، اس کی اولاد نہیں، ہر قسم کے عیوب ونقائص سے منزہ ہے اس کی تعبیر سبحان اللہ سے ہوتی ہے کہ وہ قادر ومختار ہستی ہر قسم کے عیوب ونقائص سے منزہ ومبرا ہے، دوسری قسم صفات ذاتیہ کی ہے۔ ان کی تعبیر الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ کہ وہ ذاتِ قدیم وغفور تمام تعریفوں کی مستحق ہے، کہ ہر قسم کی صفاتِ محمودہ سے متصف ہے۔ تیسری چیز افعال باری ہیں۔ اس کی تعبیر عظیم سے ہوتی ہے۔ یعنی خداوند کریم اپنے بلند افعال کے سبب عظمت سے متصف ہے۔ تو تخلقوا باخلاق اللہ (کہ باری تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرو) کے تحت ہر قسم کے عیوب ونقائص سے ہمیں پاک ہونا چاہیئے۔ چوری ڈاکہ شراب خوری، راہزنی، سمگلنگ ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ غرضیکہ ہر وہ برائی جو انسانیت کے خلاف ہے اور جس کی مذہب اجازت نہیں دیتا، اس کو چھوڑنا ہی سبحان اللہ کا اقتضاء ہے۔ سچ بولنا۔ صلہ رحمی۔ احسان ومروّت۔ غرباء ویتامیٰ کی کفالت جیسی جملہ اچھی صفات مذہب نے سکھلائی ہیں اور محمد مدنی علیہ السلام نے جن کی تعلیم دی ان کا اپنانا الحمد للہ کے منشاء کو پورا کرتا ہے۔ اور اس کے بعد ایسے کام کرنا جو بلند وبالا ہوں جن سے مسلمانوں کا دنیا میں وقار ہو۔ ایسے کاموں کے کرنے سے ہم صاحبِ عظمت ہوسکتے ہیں اور العظیم کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان وہ کام کریں جو ان کی شان کے مطابق ہوں۔ باری تعالیٰ توفیقِ عمل دیں ــــ آمین۔

⁂ ———— ★ ———— ⁂

باب ۵

دِین و شریعت

محاسن، حقانیت اور صداقتِ اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجدید و حفاظت دین

خطبہ جمعۃ المبارک ۶ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) وکتب عمرؒ بن عبدالعزیز الی عدی

ان للایمان فرائض وشرائع وحدودًا وسننا فمن استکملها فقد استکمل الایمان ومن لم یستکملها لم یستکمل الایمان۔

تجدید دین کا غیبی انتظام

محترم بزرگو! عمر بن عبدالعزیزؒ اس امت کے اوّلین مجدد ہیں، اور اللہ کی عجب شان ہے کہ اس مذہب اسلام کو فنا ہونے نہیں دیتے۔ حضورؐ کو فکر دامنگیر تھی کہ میرے بعد تو نبی نہیں آئے گا۔ اس امّت کی اصلاح اور دین کی حفاظت کیسے ہوگی، تو اللہ نے وعدہ فرمایا کہ اس کا انتظام فرما دیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے: ان اللہ یبعث لهذہ الامة علیٰ رأس کل ماۃ من یجدد لها دینها۔ اللہ تعالےٰ ہر سو سال بعد ایسے افراد کو پیدا فرمائے گا جو اس امّت کے لئے ان کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

سو سالہ دور میں انقلابات بہت آتے ہیں، لوگوں کی عادات و اخلاق، لباس اور طرز و طریق بدل جاتے ہیں جو لوگ مذہب اور دین کو بدلنے کی سعی کرتے ہیں وہ بھی کچھ دوڑ دھوپ کر چکے ہوتے ہیں ہر شعبہ میں تغیر اور دینی مزاج سے دوری آنے لگتی ہے، ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ مصلحین اور مجدّد دین پیدا فرما دیتا ہے، جو دین کو از سر نو روشن اور

تازہ کر دیتے ہیں جس طرح کہ پنسل یا سیاہی سے لکھے ہوئے نقوش وقت گذرنے کے ساتھ دھندلے ہو جاتے ہیں، پڑھے نہیں جا سکتے اگر دو غبار میں چھپ جاتے ہیں. تو ایک شخص اگر گرد و غبار جھاڑ دیتا ہے اور قلم دوات لے کر پرانے نقوش پر سیاہی پھیر دیتا ہے کہ تازہ ہو جائیں۔

تو اسلام کے زرّیں نقوش، اس کی تعلیمات، طریق، سنن، آداب اور واجبات و فرائض ہیں۔ اگر کسی نے عملاً یا عقیدتاً یا علمی لحاظ سے اس میں ردّ و بدل کرنے کی کوشش کی ہوتی ہے۔ تحریف و تبدیل سے کام لیا ہوتا ہے تو اگر ان نقوش کو اسی طرح دھندلا ہی چھوڑ دیا جاتا تو اب تک پوری امّت تبدیل ہو چکی ہوتی، دین گم ہو جاتا، مگر اللہ کو اس کی حفاظت مطلوب تھی۔

مدارِ فضیلت تشریعیات ہیں نہ کہ تکوینیات

اور جس طرح اللہ تعالیٰ تکوینیات کا نظام چلاتا ہے کہ آج اللہ نے چاہا تو بارش برسا دی، بادل لایا، مینہ برسایا، سائنس کی کرشمہ کاریوں کا اس میں کوئی دخل نہیں، زندگی موت سب اللہ کی قدرت میں ہیں، یہ زمین، آسمان، ہوا، پانی، نہر، دریا سب اللہ کے نظام میں ہیں —— تو تشریعیات یعنی شریعت کا نظام بھی اسی طرح اللہ ہی چلاتا ہے۔ صرف اتنا ہے کہ تکوینیات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، نہ ہم اس پر مکلّف ہیں نہ اس پر مدارِ فضیلت ہے، ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضرؑ کی صحبت سے کبھی جدا نہ ہوتے اس لئے کہ ان کے پاس تکوینیات کا علم تھا جو اتنا اہم نہ تھا کہ باعث رفع درجات ہو اور تشریعیات کا علم باعثِ کمال ہے، وہ حضرت موسیٰ کو حاصل تھا۔ انبیاءؑ تشریعیات کے عالم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا درجہ بہت اونچا ہے تکوینیات پر فرشتے مامور ہیں۔ اور انبیاء ملائکہ سے بہت مقدس ہیں، وہ کمال ہے یہ نہیں —— آج ایم۔ اے بی۔ اے اور انجینئرنگ، سائنس، ڈاکٹری، کو ہی عزّت اور آرام و راحت کا سبب سمجھتے

ہیں، اور بخاری، ہدایہ، اور مشکوٰۃ والے نظروں میں ہلکے ہوتے ہیں، حالانکہ وہ تکوینیات ہیں ،
کسب اور فن ہے جس کے حصول میں اتنا کمال نہیں اور تشریعیات کا مقام یہ ہے کہ اگر
پھٹے پرانے لباس والا پراگندہ بال اور پراگندہ حال شخص اللہ کا مقرب بندہ کسی بات پر
قسم کھالے کہ ایسا ہوگا، تو خدا اس کی بات کو ضائع نہیں فرماتا، اس کی لاج رکھتا ہے
اور قسم پوری کرانے کے لئے اس کی منشاء کے مطابق کام ہوجاتا ہے۔ رب اشعث
اغبر لو اقسم علی اللہ لابرّہ۔ اس شخص کو غیب کا علم نہیں ہوتا، مگر
منہ سے نکلی تو خدا نے پوری فرمادی۔

وعدۂ حفاظت کے باوجود ہم کیوں مامور ہیں

یہ تشریعیات کا عالم اور شریعت پر عمل کرنے والوں کا ذکر ہے۔

تکوینیات والوں کا نہیں، تشریعیات کی وجہ سے جنّت ملتی ہے، جہنّم سے انسان بچ جاتا
ہے۔ تو اس میں ہمارا حصّہ رکھا ہمیں مکلّف بنا دیا کہ تمہیں اس پر عمل کرنا ہے۔ اور فلاں باتوں
سے بچنا ہے اور تکوینیات پر کچھ نہیں ملتا۔ بارش خدا نے برسائی تو ہمیں کیا اجر ملے ——
تو تشریعیات کو رفع درجات کا سبب بنا دیا اور خلاف ورزی و بے اعتنائی کو بربادی
اور خسران کا

الغرض تکوینیات اور تشریعیات دونوں کا نظام اللہ ہی چلاتا ہے۔ مگر شریعت کی
حفاظت اور اشاعت میں بظاہر بندوں کو بھی مکلّف بنا دیا، اسی طرح ابتلاء ہوئی ورنہ در حقیقت
اسلام کو اللہ ہی رکھے گا، بہت سے لوگ آئے اور اس حسرت میں مرکھپ گئے کہ
اسے مٹا دیں گے، مگر خود مٹ گئے اگر کسی کی خواہش نہ تھی کہ اسلام غالب ہو اس کا
بول بالا ہو تو اللہ نے انہیں آپس میں ٹکرا دیا اور اس ٹکرانے میں اللہ کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔

معاندین اسلام کے باہمی اختلافات میں خدائی حکمت

ولولا دفع اللہ الناس

بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا۔

اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو دوسرے سے تو ڈھائے جاتے، تکئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت۔

ہم نے اس ملک میں بعض ایسی جماعتیں دیکھیں جو اسلام کا نام تک نہیں لینا چاہتی تھیں۔ قوم کو اور نظریات کی طرف دھکیلنا چاہتی تھیں۔ تو اللہ نے بظاہر سب کچھ انہیں دیا سب کچھ ہاتھ میں آیا، صدر صاحب نے منت سماجت کی کہ آپس میں اتفاق کر کے لے لو مگر اسلام کے بارہ میں عزائم بُرے تھے، اللہ نے آپس میں ٹکرا دیا۔ اگر یہ لوگ برسر اقتدار اکٹھے ہوتے اور آپس میں نہ لڑتے تو پہلے ہی دن اسلام کو مٹانے کی سعی کرتے تو اللہ دکھاتا ہے کہ میں اپنے دین کو کیسے محفوظ رکھتا ہوں۔ اگر ہم جیسے دو چار افراد اسمبلی میں اسلام کے لئے چیخ رہے ہوتے مگر تین سو افراد میں ہماری کون سنتا۔ تو خدا نے ان سے یہ توفیق سلب کر لی اور صدر صاحب نے اعلان کیا کہ آئین اسلامی ہوگا۔ اور سب کو ایسا سبق حاصل ہوا کہ آج اسلام کو معاذ اللہ ان فٹ سمجھنے والوں اور انگریزی سے سرشار دماغوں کا بھی یہی نعرہ ہے۔ کہ ہماری موجودہ مشکلات کا حل اگر ہے تو صرف اسلام میں ہے۔

اسلامی اخوّت کا رشتہ

مشرقی و مغربی صوبوں کے درمیان اگر کوئی رشتہ ہے تو اسلامی اخوت ہی کا ہے اگر اسلامی آئین احکام اور قانون ہوگا تو سب تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے ہوں گے۔ نہ صرف ترک و ایران، افغان اور انڈونیشی بلکہ یورپ کے رہنے والے مسلمان سب ایک ہی مٹھی اور ایک ہی جان ہوں گے۔ المومنون کجسد واحد۔ جیسے ایک بدن سے اس کا سر ناخن سے بہت دور ہے، مگر ناخن کی تکلیف سے سر بھی بے چین رہتا ہے۔

تو یہ کون سا رشتہ ہے ؟ اور کس نے ہمیں ایک تسبیح میں پرو دیا ہے ۔ یہ ہے اسلام
اللہ کا حکم ہے کہ اس رشتہ کو محفوظ رکھو ایک کی بیماری، عزت اور غریبی سب کی بیماری اور
عزت یا غریبی ہونی چاہیئے۔ حضورؐ نے اسلام کا دعویٰ کرنے والے ایک صحابی سے فرمایا
کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے خوب سوچ لے کہ خود بھوکے رہو گے، دوسروں
کو کھلاؤ گے خود ننگے رہ کر اوروں کو پہناؤ گے۔ الغرض اسلام نے تو یہ سبق دیا تھا۔ اگر
یہ رشتہ قائم اور تازہ رہتا تو یہ واقعات پیش نہ آتے، تو اللہ حکیم ہے، اپنے کام خوب
سمجھتا ہے۔ مگر اس کا نتیجہ انشاء اللہ بہتر رہے گا انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون۔

نازک دور میں کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ حفاظت

اسلام پر اس سے سخت دور آئے ایک دور وہ بھی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا عالم مخالف تھا حضور اور حضرت
ابوبکرؓ غارِ ثور میں چھپ گئے ہیں سب کفار مقابلہ کے لئے نکلے ہیں، تلاش میں ہیں قیافہ داں
کافروں کا کہنا تھا کہ اسی غار میں ہیں، نقوشِ قدم یہاں تک آچکے ہیں، نوجوانوں نے کہا
تمہارا دماغ خراب ہے، یہاں غار کے دہانے پر عنکبوت کا جالا تنا ہوا ہے۔ اور کبوتر انڈے
سی رہا ہے اگر وہ دونوں اس میں داخل ہوئے ہوتے تو یہ چیزیں کیسی ہوتیں۔ تو اللہ نے
عنکبوت کے تار سے ایٹم بم سے زیادہ کام لیا اور حضورِ اقدس و حضرت ابوبکرؓ کی حفاظت
تو منبع اسلام کی حفاظت تھی اور پورا دین محفوظ رہ گیا۔ اور اللہ نے مکڑی کے جالے کو اسلام
کا مضبوط قلعہ بنا دیا کسی کی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ ذرا گردن جھکا کر نیچے جھانک لیتا۔

دشمن کے ذریعہ حفاظت

ہجرت کی رات سارے راستوں کی ناکہ بندی ہوئی کہ حضورؐ نکلنے نہ پائیں، قبائل عرب ایک تو
مذہبی دشمن تھے، پھر اس کے علاوہ ان کو سو سو اونٹوں کے انعام کا مژدہ بھی ملا تھا،

مذہبی عناد کے ساتھ اتنا بڑا لالچ بھی جمع ہوا تھا مگر اللہ نے اسی موقعہ پر کیسا انتظام اپنے دین کی حفاظت کے لئے فرمایا۔ سراقہ بن مالک بھی جو اس وقت کافروں کا سرغنہ تھا، گھوڑے کو لے کر حضورؐ کی تلاش میں نکلا اور ایک راستہ میں حضورؐ کو آلیا۔ جب حضورؐ کے نزدیک ہوا تو گھوڑے سمیت زمین میں دھنس گیا۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگا کہ مجھے نکلوا دیں، میں اب سمجھ گیا۔ اس دفعہ معاف کر دیں۔ حضورؐ نے دعا فرمائی، زمین سے نکل گئے۔ پھر دو سو اونٹوں کا ہوس غالب آیا جوش دنیا کے لالچ کا بیدار ہوا ارادہ بُرا ہو گیا، تو دوبارہ دھنس گئے، اسی طرح تین دفعہ معافی مانگی اور پھر عہد توڑتے اور پکڑے جاتے، تیسری بار عہد کیا اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور کہا کہ میری درخواست ہے کہ جب آپ کو غلبہ ملے گا تو مجھے ابھی سے امان دے دیں۔ اللہ کی شان قاتل اب معافی اور امن کا طالب ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اب آپ آرام سے مدینہ تک سفر جاری رکھیں اس راستے کی حفاظت میں کروں گا کہ کوئی اس راستہ سے آپ کی تلاش میں نہ آسکے ـــــ اب ادھر ادھر دوڑ رہا ہے کسی کو دیکھتا تو لپک کر کہتا کہ جاؤ اور راستوں کو تلاش کرو، اس راستہ پر میں خود تلاش کر رہا ہوں۔

تو دین کی حفاظت کافر سے ہو رہی ہے۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ خواہ اس کے ارادے بُرے ہوں مگر اسے دین کی تقویت کا سبب بنا دیتا ہے۔ ایک شخص خیبر کے جہاد میں میدان میں آیا، ایک طرف بیٹھ گیا، جو بھی کافر الگ ہو کر اس کے پاس سے گذرتا اسے وہیں ختم کر دیتا۔ رات کو صحابہؓ کے درمیان گفت گو چھڑ گئی کہ آج کس کس نے کیا کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ سب نے اپنی رائے ظاہر کی۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ اصل کام تو فلاں شخص نے کیا ہے کہ تنہا ۲۵، ۳۰ کافر قتل کر ڈالے۔ حضورؐ نے سنا تو فرمایا کہ ٹھیک ہے مگر یہودیوں کا قاتل یہ شخص جہنمی ہے ـــــ صحابہؓ حیران رہ گئے کرید میں لگ گئے کہ وجہ کیا ہے۔؟ دوسرے تیسرے دن وہی شخص جنگ میں تیر کا

نشانہ بنا، صحابہؓ دوڑ کر شہادت کا مژدہ اور مبارکباد دینے لگے اس نے کہا کہ مبارک باد کیسی میری یہ بہادری اور جرأت شہادت کے لئے تو نہ تھی میں تو عورتوں کے طعنہ کی وجہ سے آیا کہ انہوں نے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔ پھر خود اپنے آپ کو نیزہ کی نوک پر گرا دیا، اور قاتل نفس بن کر دنیا سے چلا گیا ـــــ تو انجام اور خاتمہ ٹھیک نہیں تھا مگر اللہ نے اس کے ہاتھوں کئی کافروں کو قتل کرایا ـــــ تو اگر مسلمان نے دین کی خدمت چھوڑ دی تو اللہ سراقہ جیسے کافر اور خیبر کے منافق جیسے افراد سے دین کی تقویت کرائے گا۔ اگر انہوں نے بھی نہ کیا تو جمادات' حیوانات اور دیگر عناصر سے کام لیں گے کبوتر سے مکڑی اور اس کے جالے سے۔

خلافت راشدہ عدل وانصاف کا مثالی دَور

الغرض خلافتِ راشدہ کا دَور جو عدل وانصاف رشد وہدایت اور ہر قسم کی برکات، فتوحات اور اشاعتِ اسلام کا دَور تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہاں تک حکم نافذ کیا تھا کہ صرف وہ شخص دکانداری اور تجارت کر سکے گا جو فقہ اور احکامِ دین میں امتحان دیگر پاس ہو چکا ہو۔ گویا اس کے پاس مسائل حلال وحرام اور جائز وناجائز سے خبرداری کی سند ہو ـــــ تو اس دور میں تو ہر دکان ایک چھوٹا سا مدرسہ بن چکا تھا۔ تجارت کے ساتھ قال اللہ اور قال الرسول کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

عمر بن عبدالعزیز کا تجدیدی دَور

مگر اس کے بعد بنوامیہ کا دور آیا جس میں حجاج جیسے ظالم پیدا ہوئے۔ سخت مظالم ہوتے، لوگوں کے اموال چھینے جاتے اور امراء وحکام کے رحم وکرم پر سب کچھ تھا۔ مدارس بند ہو گئے ایسے احکام اور احادیث جو حکومت کی پالیسی سے ٹکراتے تھے اس کی اشاعت کوئی نہ کر سکتا تھا۔ حسن بصریؒ جیسے بزرگ جو تصوف کے چاروں سلسلوں کے امام ہیں حکومت کے ڈر سے روپوش ہو کر درس دیتے۔ وہ بھی اپنے ان خاص شاگردوں کو جن کے بارہ میں پورا اعتماد ہوتا۔ کسی نے کہا کہ حجاج کے بارہ میں بددعا کریں۔ فرمایا دیکھو اس کے بعد ایک زمانہ آنیوالا

ہے، جو اس دور سے بھی خراب ہوگا، اس لئے اس کے بارہ میں بد دعا نہ کراؤ، پھر اور بھی پچھتاؤ گے

عصر حاضر حجّاج کے دور سے بھی بدتر ہے

میں خود حیران رہتا کہ حجاج کا زمانہ کیسے بہتر تھا مگر اب معلوم ہوا کہ وہ خود ذاتی حیثیت سے تو ظالم تھا مگر دین کی دشمنی اور تحریف نہیں کرتا، دین کو بدلنا نہیں چاہتا روزانہ خود قرآن کا درس دیتا، بڑی خدمت کی قرآن کی، عراق میں سنا کہ کراچی میں ہندوؤں نے مسلمان عورت کو چھین لیا ہے، اسلامی غیرت سے بے چین ہوئے۔ اپنے بھتیجے محمد بن قاسمؒ کو بھیجا اور تب جا کر دم لیا کہ عبرت ناک سبق سکھایا۔ تو ان لوگوں میں جو کچھ بھی تھا، مگر دین کی تحریف کا جذبہ اور داعیہ تو نہیں تھا۔ اب تو جمہوریت جمہوریت کے نعروں میں سارے دین کو بدلنے اور اکثریت کی رائے کو شریعت پر مسلّط کرنے کا دور آگیا ہے۔ اس لئے حسن بصریؒ نے فرمایا کہ آئندہ اس سے بھی بدتر دور آئے گا۔

الغرض اس دور میں خطرہ پیدا ہوا کہ اسلامی تعلیمات، اسلامی عدل و انصاف اور اسلام کا چراغ گل نہ ہو جائے تو رب العزت نے اسی خاندان بنو امیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا جو حضرت عمر فاروقؓ کے نواسے ہیں اور نانا کی حمیت اور غیرت فاروقی اپنے اندر رکھتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یکلخت سب کچھ بدل دیا۔ اصلاح اپنے گھر سے شروع کی کابل تک بنو امیہ کی سلطنت تھی۔ مگر مملکت کے دو تہائی سے زائد زمین حکام اور امراء کے قبضہ میں چلی گئی تھی، آپ نے پہلے ہی دن خویش و اقارب کو جمع کیا اور ایسے تمام املاک کے ہبہ نامے اور رجسٹریاں پھاڑ دیں، اور کہا کہ تمہارے بزرگوں کو کن کارناموں کے عوض یہ جاگیریں ملی تھیں۔؟ پہلے اپنے الاٹ منٹ کے تمام کاغذات تلف کر دئے پھر سب کے۔ اپنی چہیتی بیوی جو عبدالملک کی بیٹی تھیں کے گلے سے لاکھوں روپے کا ہار اتروا کر بیت المال میں داخل کیا، اس نے کہا کہ یہ مجھے میرے والد نے دیا تھا فرمایا ٹھیک ہے مگر اس نے کہاں سے کمایا۔؟ بیوی نے فریاد کی کہ یہ سب کچھ لے لو مگر میرے باپ کی اس

نشانی کو مت لو، فرمایا یا تو اس نشانی کو چھوڑنا ہوگا ورنہ میری جدائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے ہار دیدیا ـــــ تو گھر سے اصلاح شروع فرمائی۔ پرانے ظالم امراء اور اُن سے وابستہ تمام ملازمین کو تبدیل کرکے دیندار اور متقی افراد کو کلیدی عہدے دئے، ادھر مساجد مدارس میں طلبا کو بٹھا کر دین کی درس تدریس کا کام شروع کرایا۔ ابوبکر محمد بن حزم گورنر مدینہ کو احادیث کی جمع و تدوین کا حکم دیا عام طور سے لوگوں نے مرجیہ کے مذہب کے مطابق یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمان ہونے کے لئے بس ایمان کا دعویٰ کافی ہے۔ باقی جو کچھ مرضی ہو کرے۔ اسلام کا لیبل لگانے سے سب کچھ مل جائے گا، ان تمام علمی، عملی اور عقیدہ کی خرابیوں کی اصلاح عمر بن عبدالعزیز نے فرمائی۔ آپنی احتیاط تھی کہ ایک شخص کو گورنری کا پروانہ جاری کیا مگر معلوم ہوا کہ یہ شخص حجاج کا رفیق رہا ہے، اس کو بلا کر پروانہ واپس لے لیا اور کہا کہ مصاحبت گو تھوڑی ہی کیوں نہ ہو مگر اس کا بھی ضرور اثر ہوتا ہے تم حجاج کے ساتھ ایک دن بھی رہے ہو تو تجھ میں اس کی خو آئی ہوگی۔

ایمان کے تقاضے

ایک عام شاہی فرمان عدی بن عدی کے واسطہ سے جاری فرمایا جس میں ارشاد تھا: ان للایمان فرائض الخ ایمان کے کچھ تقاضے ہیں اس کو پورا کرنا ہوگا تب ایمان کامل ہوگا، ورنہ نرا ایمان کا دعویٰ کام نہیں دے گا۔ ایمان کے لئے اعمال ہیں مثلاً صلوٰۃ زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ اور کچھ عقائد ہیں، کچھ منہیات ہیں۔ اس طرح ایمان کے کچھ حدود ہیں جس سے مراد سزائیں بھی ہیں جیسے حدِ زنا، حدِ سرقہ، حدِ شرب، حدِ قذف، اور اعمال کے حدود ان کا مبداء و منتہیٰ بھی ہے اور حضورؐ کے بیان کردہ طریقے بھی ہیں سب طرق اور احکام و قوانینِ اسلامیہ کی رعایت لازمی ہوگی۔ امیر المومنین کی ایسے احکام اور کوششوں نے فضا بدل دی۔ خلافتِ راشدہ جیسا دور آیا اور اللہ نے ان کے ذریعہ اسلام کی حفاظت فرمائی۔ ہم بھی آج اسلامی قوانین کی برکات سے محروم ہیں۔ خداوند کریم ہمیں انگریزی قانون سے نجات دیکر عمر بن عبدالعزیز کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین

✣ ——— ★ ——— ✣

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
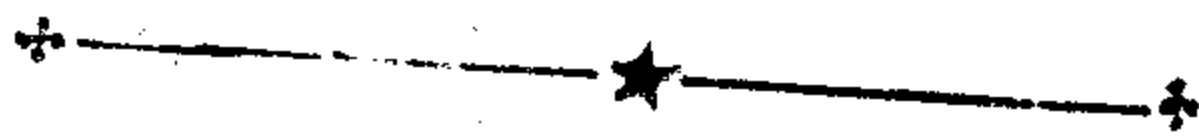
اسلام:- انسانیت کیلئے عزت اور سُرخروئی کا پیغام

خطبۂ جمعہ ۱۸ اگست ۱۹۷۴ء جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقون لایفقہون وقال عمر رضی اللہ عنہ الحمد للہ الذی اعزنا اللہ بالاسلام۔

زمانۂ جاہلیت

میرے محترم بزرگو! تاریخ آپ کے سامنے ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانے کو زمانۂ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ یہ مختصر لفظ پوری تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونے سے پہلے دنیا کے لوگ اور خصوصاً عرب بالکل جاہل اور جاہلیت کے کاموں میں رات دن مشغول رہا کرتے تھے نہ تو وہاں ظاہری علوم تھے، نہ عرب میں کالج تھا نہ سکول نہ پرائمری سکول نہ مڈل سکول اللہ تعالٰے رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم۔ الایۃ اللہ اس قوم کو امی فرماتے ہیں اس قوم میں عقائد کے لحاظ سے کردار کے لحاظ سے جاہلیت کے بہت سے امور تھے، کردار اور عمل کے لحاظ سے

ان میں فوضیت تھی، ہر ایک گاؤں اور قبیلہ دوسرے گاؤں اور قبیلے سے متنفر تھا۔ ہر گاؤں اور قبیلے کا بڑا اپنے آپ کو خود مختار بادشاہ سمجھ رہا تھا۔ اس کے پیرو اس کے لئے جان دینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ زندگی گذارنے کے لئے ڈکیتیاں کرنے۔ ایک دوسرے کا مال چھیننا ایک دوسرے کو قتل کرنا، لڑنا جھگڑنا اس کا شغل تھا۔ ایک میلہ لگا ہوا تھا اس میں ایک شخص اپنے خیمہ سے نکل کر باہر آتا ہے۔ اور بیٹھ کر اپنے پاؤں پھیلا کر لوگوں کو چیلنج دیتا ہے جیسا کہ آپ کے ہاں جوا پر داؤ لگاتے ہیں۔ تو اس نے چیلنج دیا کہ ہے تم میں کوئی مرد کہ میرے ان پھیلائے ہوئے پاؤں کو سمٹا سکے۔

ایسے کوئی بات ہے کہ کہا کہ تم میں مردانگی اور بہادری ہو تو آؤ میرے پاؤں کو سمیٹ دو۔ ایک شخص نے سنا تو خیمہ سے نکل کر آیا اور تلوار اس کے پاؤں پر دے ماری اور پاؤں کاٹ کر رکھ دیا۔ اور کہا یہ لو میں نے تمہارا پاؤں سمیٹ دیا ہے۔ اس بات پر لڑائی شروع ہوئی ایک بہت بڑے عرصہ تک جاری رہی اور بے شمار افراد دونوں طرف سے قتل ہوتے رہے جس کی منشا صرف وہی جاہلیّت کی بات ہوئی۔ ہزاروں باتیں ہیں ان کی جاہلیّت کی۔

قتلِ اولاد

جس قوم میں اتنی سنگدلی ہو کہ اپنی بیٹی کو بچپن میں ذبح کریں اور وہ اس چیز کو عار سمجھیں کہ یہ بڑی ہو گی تو کوئی میرا داماد بنے گا۔ میری لڑکی سے شادی کرے گا تو یہ میرے لئے عار ہو گی — اتنا بھی نہ سوچے کہ اگر شادی بیاہ نہ ہوتا تو خود کہاں سے پیدا ہوتے۔ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔

اور بیٹوں کو بھی قتل کرتے اس لئے کہ بڑے ہوں گے تو شادی بیاہ کھانے پینے کا چکر ہو گا۔ نفری آئے گی تو کھانے پینے کے لئے روٹی نہیں ملے گی۔ اور جب بھوک سے تڑپیں تو اب ہی انہیں قتل کر دو اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ اسلاق دنفر کے ڈر کی وجہ سے اپنی اولاد کو مت قتل کرو۔

توجس قوم کی یہ حالت ہو آئی سنگ دلی ہو کہ اپنے جگر گوشوں کو ذبح کرتی ہو۔

تحریک ضبطِ ولادت جیسا کہ آج بھی خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے اسی املاق اور فقر کے ڈر سے یہ کہتے ہیں کہ بچے کم پیدا کیا کرو ــــ اللہ اکبر، گویا خود ہی رازق ہو ــــ دیکھیے جب تک کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا۔ اور واقعی معنوں میں کہ ــــ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر خدا اس کو روزی پہنچائے گا) تو کوئی کمی نہ تھی۔ آپ سب نے پاکستان کے قیام سے پہلے ایک روپے میں دس دس پندرہ پندرہ سیر گیہوں خریدا ہوگا جب کہ یہ خاندانی منصوبہ بندی کی سکیم نہ تھی۔ روپے کی دو سیر مصری چینی جب کہ یہاں کارخانے بھی نہ تھے، باہر سے چینی آیا کرتی تھی۔ آج چھ روپے سیر نہیں ملتی ــــ تو اصل میں خدا ہمیں تھپڑ مار رہا ہے کہ میرے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔ اب سنبھالو رزق کے مسئلے کو۔ اور یہ بھی جاہلیت کا وہی طریقہ قتل ہے۔ قتل کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔

اسلام اور عصر حاضر کے ترقیات اپنی اولاد کو دین سے محروم رکھو اس ڈر سے کہ کیا کھائیں گے۔ اس لئے صرف کالجوں ہی میں پڑھاتے ہو تو یہ بھی تم نے قتل کر دیا دنیا میں اسے کچھ ملازمت مل بھی گئی۔ مگر آخرت اس کی تباہ ہوئی یا نہیں انگریزی کا تمدن اور انگریزی تعلیم ہی سارا مطمح نظر رہا۔ اور ہم انگریزی زبان دانی کے خلاف نہیں ہیں لوگ کہتے ہیں کہ مولوی انگریزی زبان اور مغربی ترقیات کے خلاف ہے۔ حاشا وکلا ہم تو کہتے ہیں کہ بھائی یورپ میں جتنے کارخانے ہیں اسلحہ کے اس سے زیادہ مسلمانوں کو بنانے چاہئیں۔ وہ ایٹم بم بناتے ہیں ہائیڈروجن بم بناتے ہیں، ہوائی جہاز اڑاتے ہیں سب سے پہلے تو یہ کام مسلمانوں کے کرنے کا تھا ــــ مسلمانوں نے سب سے پہلے طائف کے محاصرے میں منجنیق استعمال کیا جو اس زمانہ کی توپ تھی اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے: واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ (کافروں کے مقابلہ

میں جتنی بھی تمہاری قوت ہو طاقت ہو ہتھیار جمع کرو تاکہ تمہارا اور خدا کا دشمن اس سے ڈرا سکو)

نماز کے لئے پانچ وقت ہیں اسے اللہ نے خاص اوقات سے مقید کر دیا ہے۔ روزہ سال میں ایک ماہ۔ حج عمر میں ایک دفعہ۔ زکوٰۃ سال بھر میں اگر نصاب پورا ہو جائے۔ وہ بھی چالیسواں یا عشر یا نصف العشر دیدو۔ سب عبادات مقید ہیں۔ محدود ہیں۔ مگر یہاں تو عجیب لفظ ہے ما استطعتم جتنی بھی تمہاری قوت ہے بس چلے۔ مطلق چھوڑ دیا ——— اور یورپ نے جو کچھ سیکھا ہے بنو عباس کے زمانہ میں یونانی علوم فلسفہ وغیرہ انہوں نے عربی میں ترجمہ کروایا پھر اندلس اور یورپ میں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہاں تو اسلام کے بغیر عہد جاہلیت تھا۔

ہم نے یورپ سے صرف بُرائیاں سیکھیں

تو یورپ نے اس دور میں پڑھا لکھا اور اسلام سے جو کچھ سیکھا اس پر عملدرآمد کیا ہم نے لے پس پشت ڈال دیا۔ نتیجۃً انہوں نے آکر ہمارے اوپر حکومت شروع کر دی اور ہم نے اُن سے صرف ان کی اخلاقی خرابیاں بے حیائی اور خدا فراموشی سیکھی۔

——— تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دورِ جاہلیت نام ہے اس دور کا جس میں جہالت ہی جہالت تھی۔ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے۔ مال چھینتے تھے۔ بغیر کسی منشاء کے وہ ایک دوسرے کے درپے ایذاء تھے۔ اسلام نے آکر یہ اعلان کر دیا کہ ——— انما المؤمنون اخوۃ ——— یہ اسّی کروڑ مسلمان جتنے بھی ہیں جس ملک کے بھی ہیں جس رنگ کے بھی ہیں آپس میں بھائی ہیں۔ ایک قوم ہیں ——— یہ ہمارے ہاں جو صوبوں کا نام لیا جاتا ہے کہ ان کے حقوق الگ ہیں اور قومیں الگ الگ ہیں ——— اللہ اکبر ——— یہ سب اس انگریزی تعلیم کی برکت ہے۔ ہم انگریزی کے ان علوم اور مضامین کے خلاف ہیں۔ جو مسلمانوں کو افتراق اور انتشار سکھاتے ہیں۔

انگریزیت کفر کی پہلی سیڑھی

یہ انگریزی جو ہے یہ کفر کے لئے پہلی سیڑھی بنی ہوئی ہے۔ یہ ایک ہیولیٰ ہے جس شکل کو اس کے سانچے میں ڈال دیا اسے قبول کر لیتا ہے۔ تو جو چیزیں مفید ہیں وہ تو اسلام نے پہلے چودہ سو برس پہلے

اس کا سبق سکھایا، یورپ نے نہیں۔ جیسا کہ کتا کتوں سے لڑتا ہے اسی طرح یورپ آپس میں نہیں لڑ رہا ہے چین اور روس باہمی نہیں لڑ رہے کیا یہ امریکہ دوسرے ممالک سے برسرپیکار نہیں ہے کیا یہ سب مغربی ممالک کے طور طریقے نہیں۔؟ روزانہ سنتے ہیں کہ اتنے ٹن بم گرائے گئے، انسانیت ان کے ہاتھوں تباہ ہوتی ہے یا نہیں۔؟ ہمارا اسلام ان باتوں کو قبول نہیں کرتا یہی مغربیت ہے اور انگریزی تہذیب و تعلیم جس کے ہم مخالف ہیں انگریزی زبان کے نہیں۔ مگر یہ سب چیزیں انگریزی تعلیم میں ڈال دی گئی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اخوت و ہمدردی کا عملی مظاہرہ

اسلام جب آیا تو ان لوگوں کو جو دیوانوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹتے تھے، اُن لوگوں نے اسلام قبول کیا تو حالت یکسر بدل گئی اور وہ لوگ، جو ایک دوسرے کے مال و جان اور عزت لوٹنا فخر سمجھتے تھے حالت یہ ہوگئی کہ مہاجرین جو مکہ معظمہ اور گرد و نواح کے کافروں کے ہاتھوں تنگ تھے اور انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر سے آنے والے مہاجرین اور انصار یعنی مقامی باشندوں کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک انگریز مورخ کہتا ہے کہ اسلام کی ترقی کا پہلا ہتھیار یہی مواخات تھا اب بھی ——— انما المؤمنون اخوۃ ——— کی تلاوت کرتے ہیں اور اب بھی ہمارا اس پر ایمان ہے۔ مگر انہوں نے عملی شکل میں، وہ چیز بتلادی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، رئیس ہیں حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف مکہ معظمہ کے باشندے تھے ایک بڑے تاجر اور مالدار تھے اللہ کے لئے انہوں نے وطن چھوڑا مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو آنے والے مہاجرین کی مناسبت سے کسی انصاری سے اس کا بھائی چارہ قائم کراتے تو حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا بھائی حضرت سعد بنوادیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ خوشی خوشی اپنے بھائی کو ساتھ گھر لے گئے۔ کہا، بھائی یہ میرا مکان ہے تم میرے بھائی ہو تو یہ مکان آدھا آپ کا ہے۔ آدھا میرا ہے۔ یہ زمین ہے آدھی آپ کی آدھی میری۔ اور ایثار کا سب سے بڑا مظاہرہ جو فرمایا وہ یہ کہ عرب جو غیور تھے اور عربوں میں غیرت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ مگر یہاں مسئلہ

اسلامی مؤاخاۃ اور بھائی چارے کا آگیا تو سعد بن معاذ نے حضرت عبدالرحمانؓ سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں تمہاری کوئی بیوی نہیں تم اگر چاہو تو جو بیوی بھی چاہو اُسے طلاق دے دوں اور عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کرلو۔ حضرت عبدالرحمان نے فرمایا اللہ تعالےٰ آپ کے مال اور اہل وعیال میں برکت ڈال دے اور سب کچھ تجھے مبارک رہے مجھے بازار کا راستہ بتلا دو میں خود کام کاج کروں گا۔

حضورؐ کے ذریعہ بے مثال انقلاب

تو وہ قوم کہ ایک ایک پائی کے لئے راستے لوٹتی اور بلا وجہ قتل کرتی اس قوم کی ایسی حالت ہوگئی۔ میں حیران رہ جاتا ہوں کہ اسلام اور حضورؐ کی تعلیمات سے کیسا انقلاب آیا۔

جس ملک میں نہ کالج تھا نہ سکول نہ اکیڈمی تو ایمانداری سے کہو کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے کمانڈر اور جرنیل کو آج تک کسی قوم نے پیش کیا ہے۔ جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت کو اُلٹ دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے جب حضرت خالدؓ کو کمانڈر سے سپاہی بنا دیا تو ذرا بھی حکم عدولی نہ کی فرمایا کہ الحمدللہ کہ اب تک میں لڑاتا رہا اب خود سپاہیوں کی صفوں میں لڑتا رہوں گا۔ یہ تو میری ترقی ہوگئی۔

حضرت معاویہؓ کا قیصر روم کو جواب

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف رائے کی بنا پر کچھ شکر رنجی ہوگئی تو جب کہ دونوں کے درمیان لڑائی برپا تھی حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قیصر روم قاصد بھیجتا ہے کہ تمہاری لڑائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اسلحہ، روپے، کپڑے، غلے، دوائیوں سے آپ کی مدد کروں لیکن حضرت معاویہؓ خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ لے عجمی کتے تم ہمیں لڑانا چاہتے ہو، تمہارا اس میں کیا دخل ہے۔ خدا کی قسم حضرت علیؓ جس دن اعلان کریں کہ میں قیصر روم سے جہاد کرنا چاہتا ہوں تو میدانِ جنگ میں ان کے لشکر کا پہلا سپاہی ہوں گا۔ قیصر روم یہ جواب پاکر ٹھنڈا ہوگیا۔ اور ایک ہماری حالت ہے۔ آج ہم سے مشرقی پاکستان کس نے الگ کرایا۔ یہ روس ہی تو ہے۔ ہندو تو ہے۔ کوئی نئی پالیسی نہیں، دشمن ہمیشہ ہمارے اختلافات

سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور ہم ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ اور ایک صحابہؓ کی ایمان کی پختگی تھی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کیا کوئی قوم خالد بن ولید جیسا جرنیل پیش کر سکتی ہے، جو سر سے پاؤں تک اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا جس پر زخم کا نشان نہ ہو اور انتقال ہونے کا وقت چارپائی پر آیا۔ تو دو باتیں فرمائیں ایک یہ کہ مسلمانو! اگر موت جہاد اور لڑائیوں میں شرکت کی وجہ سے آتی ہے تو میں ایک نمونہ ہوں کہ کون سی لڑائی ایسی ہے جس میں میں نے شرکت نہ کی ہو اور پہلی صف میں نہ لڑا ہوں مگر آج میں چارپائی پر مر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ موت سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ ایک شجاعت کا سبق دیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ تمام عمر کی تمنا تھی کہ میں میدانِ جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں۔ مگر افسوس کہ میری تمنا پوری نہیں ہو رہی، اور میری روح چارپائی پر نکل رہی ہے ——

سیف اللہ کی شہادت نہ پانے کا ایک نکتہ

اللہ ربی یہ تو حضرت خالدؓ کی شانِ عبدیت تھی۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ ان کی قربانیوں کی کوئی حد نہیں ایک جہاد غالباً غزوہ موتہ میں کافروں کو قتل کرتے کرتے سات یا نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ:

خالد سیف من سیوف اللہ　　　خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

—— تو اب تلوار کا کام اوروں کو کاٹنا ہے خود کٹنا نہیں۔ تو حضورِ اقدس ﷺ نے یہ خطاب خالدؓ کو دیا کہ "خدا کی تلوار" تو اگر خالد بن ولید بھی کسی میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو لوگ کہتے کہ یہ تلوار تو کاٹنے کی بجائے خود کٹ گئی —— تو اللہ کو حضورِ اقدس ﷺ کے عطا کردہ خطاب کی لاج رکھنی تھی۔ پیغمبر کی زبان سے ایک لقب —— سیف اللہ —— تجویز ہوا تو خدا نے اس وجہ سے انہیں کافروں کے ہاتھوں نہ مارا ——

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عادل ماہر قانون اور حق و انصاف کو دنیا میں پھیلانے والا آج کوئی بتلا سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پاکستان کابل اندلس الغرض یورپ افریقہ ایشیا میں فتوحات ہوئیں۔ کیا ایسے حکمران اور فاتح اور رول کے پاس ہیں۔؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران فتح کیا جس پر آج ہمارے شیعہ بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، اور ان کے صدقے سے کھا رہے ہیں۔ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کا نام سننا گوارا نہیں۔ یہ آپ کی لاعلمی ہے۔ اگر آج ہے تو ماؤزے تنگ کی قدر ہے، اور مارکس کی قدر ہے۔ آپ کو اپنے اکابر و اسلاف کیا معلوم ہیں کہ ان کی سیاست ان کی شجاعت ان کا تقوی ان کا زہد کیسا تھا۔ صحابیت کی اونچی شان تو ایک طرف کہ وہ تو بہت اونچے درجے ہیں ـــــــ

یورپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے اکابر کی سیرت اور سیاست سے سبق لینا چاہا کہ انہوں نے کیسی حکومت کی۔؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لاکھوں کروڑوں کی مال و دولت آئی مگر خود فقیر رہے۔ کسریٰ کے تاج و تخت قدموں میں آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فتح بیت المقدس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ بیت المقدس کو فتح کرنے جا رہے ہیں کپڑے پھٹے پرانے ہیں، ایک اونٹنی ساتھ ایک غلام باری باری سواری کر رہے ہیں۔ ایک منزل مالک سوار ہوتا ہے تو دوسری منزل تک غلام۔ بیت المقدس جو عیسائیوں اور یہودیوں کا مرکزی مقام تھا اور اب وہ لوگ مفتوح بھی تھے تو شہر سے باہر میلوں استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ سونے چاندی کے تمغوں اور لباس فاخرہ میں ملبوس فاتح کے استقبال کے لئے نکلے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مسلمانوں کے سپہ سالار نے آگے بڑھ کر درخواست کی کہ آپ امیر المومنین ہیں، فاتح ہیں اور آپ کے کپڑے بوسیدہ اور میلے ہو گئے۔ نئے کپڑے پیش کر دیئے کہ بدل لیجئے۔ اور

آج تو ہم اگر ویسے بھی گھر سے نکلتے ہیں تو دو گھنٹے کنگھی کرنے کپڑے اور سوٹ بوٹ ٹھیک کرنے پر لگ جاتے ہیں۔ مگر امیر المومنین بیت المقدس پر یعنی عیسائیت اور یہودیت پر اسلام کی فتح کا جھنڈا گاڑنے جا رہے ہیں۔ ہزاروں لوگ استقبال کے لئے ہیں۔ بظاہر شان وشوکت دکھانا چاہیئے تھا۔ مگر کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ان کے راہبوں اور پادریوں نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ ایک شخص اونٹنی پر سوار ہے۔ دوسرا مہار تھامے جا رہا ہے۔ تو کہا کہ ہماری کتابوں اور پیشینگوئیوں میں فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ ہے وہ تو اونٹ پر بیٹھے ہوئے شخص پر چسپاں نہیں ہوتا مسلمانوں سے پوچھا تو کہا کہ نہیں یہ مہار پکڑے ہوئے شخص امیر المومنین ہے۔ چونکہ اس وقت باری خادم کی سواری تھی اس لئے غلام سوار ہے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر انہوں نے اعتراف کیا کہ اسی ہیئت اور حلیہ والا شخص ہی فاتح بیت المقدس ہے جس کی علامتیں کتابوں میں لکھی ہیں۔ الغرض کپڑے پیش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے رد کر دئے، ناگواری ظاہر فرمائی۔

مدارِ عزّت صرف اسلام ہے

اور فرمایا: نحن قوم اعزّنا اللہ بالاسلام (ہم مسلمانوں کو اللہ نے اسلام ہی کی بدولت عزّت دی)۔

کیا عزّت کپڑوں میں ہے، بنگلوں اور موٹروں سے ہے۔ ایرکنڈیشنوں سے ہے فلموں اور تصویروں سے ہے ہم لوگ تو یہی سمجھتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ عزّت نہیں ساری عزّت اللہ نے اسلام کی برکت سے دی ہمیں پرانے پھٹے کپڑوں میں اللہ نے فتح دی، ہم کیوں اپنی حالت کو بدلیں اور عزّت اللہ نے کیسی دی، کیسا دبدبہ دیا کہ ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے ٹھہر کر پیچھے دیکھا تو ہزاروں کی فوج جو پیچھے تھی آپ کی گردن مڑتے ہی سہم گئی، دب گئی ہیبت نا روقی سے۔

وجاہت ربّانی

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہیں رو پڑے فرمایا اللہ اکبر۔ اور فرمایا میں اپنی جوانی کے آغاز میں اس جنگل میں اپنے والد کا ایک اونٹ چرا تا رہا۔ اس درخت کے نیچے آکر ٹھہر گیا کہ آرام کروں ایک دن میری آنکھ لگ گئی تو اونٹ غائب ہوگیا۔ والد صاحب نے ڈانٹا، چپت رسید کی کہ ہماری ساری معیشت کا

دار و مدار تو صرف یہی اونٹ تھا تو نے اُسے گم کر دیا۔ تو اب ذریعۂ معاش کیا ہو گا، فرمایا کہ آج وہی عمرؓ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسی مخلوق نہیں جس سے حضرت عمرؓ ڈرتا ہو ــــ تو یہ ہے اصل وجاہت اور عزّت ــــ ایک ہاتھ میں قرآن ہے ایک میں تلوار لیکن فتح بیت المقدس کے وقت بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے بزرگوں کی سیرت معلوم نہیں اور یہ کہ اسلام نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

دیانت

اور جس وقت حضرت عمرؓ کا انتقال ہو رہا تھا تو اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ تم میرے گھر بار کو بیچ کر اُس سے میرا قرض ادا کر دو تو جس کی سلطنت لاکھوں مربع میل تھی جو کسریٰ و قیصر کے تاج و تخت کا وارث بنا وہ اپنے بیٹے کو قرض پورا کرنے کے لئے جائداد بیچنے کی وصیت فرماتے ہیں۔ فرمایا اگر اس سے بھی پورا نہ ہو سکے تو میرے چچا زاد بھائیوں اور قریبی عزیزوں سے مدد لے کر قرض ادا کر دینا، بخاری شریف میں اب تک اس مکان کا نام بیت القضاءُ ہے کیا ایسی ہستی آپ کو اوروں کے ہاں مل سکتی ہے۔

مجدّدِ اوّل عمر بن عبد العزیزؒ

اور اللہ تعالیٰ اسلام کو مٹاتا نہیں۔ جہاں بھی ایسی باتیں شروع ہونے لگیں کہ خدانخواستہ اس کے فروغ سے اسلام میں اضمحلال آنے لگے تو احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مجدّد کو بھیج دیتا ہے جو مٹے ہوئے نقوش کو پھر تر و تازہ کر دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی بھی یہی شان مجدّدیت تھی ان سے پہلے خاندان بنو امیّہ بہت ہی سخت گیر تھا۔ اور اسلامی حالت میں جب کچھ اضمحلال آنے لگا تو اللہ نے اسی خاندان میں سے آپ کو پیدا کیا۔ آپ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اعلان کیا کہ اسلام صرف نام نہیں اس کے کچھ فرائض ہیں، واجبات ہیں۔ مندوبات ہیں، تقاضے ہیں، اس کو پورا کرنا ہو گا۔ یہ تھا آرڈی ننس ہمارے ہاں بھی آرڈی ننس جاری ہوتے ہیں۔ یہ پہلا آرڈر تھا تمام سرکاری ملازمین جن کی تعداد ہزاروں ہو گی، کو حکم دیا کہ اہم ترین چیز میری نگاہوں میں فریضۂ صلوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم جاری کیا تھا کہ ان اھم أمورکم عندی

الصلوٰۃ فمن اقامہا فقد اقام الدین ومن ضیعہا فہو
لما سواہا اضیع ۔ دکہ میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں اہم کام نماز کی ادائیگی ہے ۔
اور پھر وجہ بتلادی) کہ تمام ملازمین، خلیفہ کے ڈر سے بادشاہ کے ڈر سے کام کرتے ہیں۔ اور حاکم وخلیفہ
کی حیثیت تو اللہ رب العزت مالک الملک کے سامنے کچھ بھی نہیں، تو جو سرکاری ملازم اللہ
سے نہیں ڈرتا، اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا وہ کیا امیر کا حکم مانے گا، جو نماز کی پابندی نہیں کرتا
جو خدا سے نہیں ڈرتا تو فرائض منصبی کبھی بھی انجام نہیں دے سکتا۔ اللہ نے فرمایا: الذین ان مکنّٰہم
فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ یعنی مسلمانوں کی حکومت کا منشور اللہ
نے بتلادیا کہ اگر ہم ان کو تمکنت قوت اور سلطنت دیں تو کیا کریں گے ۔ ۱ اقامت صلوٰۃ ـــــ اللہ
کی تابعداری کی طرف لوگوں کو مائل کریں گے ، لوگوں سے کہیں گے کہ شراب مت پیو، قتل مت کرو،
ڈکیتی زنا مت کرو۔ آپس میں مت لڑو۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تخت پر بیٹھتے ہی امن
منشور پر عمل کر دکھایا اور آباؤ اجداد اور پیش رو حکمرانوں کی ایسی تمام جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کرادیں
جو انہوں نے جبرے الاٹ کرائی تھیں، خود فقیرانہ زندگی اختیار کی، نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ جنگل میں بھیڑ
اور بکری ایک جگہ سے پانی پینے لگے اور اگر بادشاہ اور حکومت کے کارندے مخلص ہوں، خدا ترس
ہوں تو خدا کی قسم نہ پولیس کی ضرورت ہوگی نہ فوج کی اور جہاں نیک آدمی کے اثرات انسانوں
پر پڑتے ہیں۔ وہاں جنگلی جانوروں پر جنگلوں صحراؤں پر بھی نیک حاکم کی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔ تو تمام
مسلمان نیز پورا ملک حکمران عادل کی نیکی سے کیوں متاثر نہ ہوگا۔؟

ابوبکر صدیقؓ پر حضورﷺ کا فیضان

حضور اقدسﷺ کے فیض سے حضرت عمرؓ پیدا ہوگئے،
حضرت صدیقؓ پیدا ہوئے۔ حضورﷺ نے فرمایا ما صبّ
اللہ فی صدری شیئاً الا صببتہ فی صدر ابی بکر ـــ اللہ نے جو کچھ میرے سینہ میں
ڈال دیا وہ میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا ـــــ وہ آئینہ ہیں کمالات نبوت کے ایک شخص
صاف ستھرا حسین وجمیل اچھے لباس میں آئینہ کے سامنے کھڑا ہوجاتا ہے۔ تو ایسا ہی سب کچھ

آئینہ میں آجاتا ہے۔ اور جہاں حضورؐ اقدس نے جیسے جواب دیا مثلاً صلح حدیبیہ میں تو حضرت عمرؓ نے جاکر سیدنا ابو صدیقؓ سے ذکر کیا تو وہی الفاظ آپ کے بھی ہوتے قبل از نبوت بھی حضور اقدسؐ کی شان میں جو آیا ہے کہ انک تصل الرحم وتحمل الکل و تقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں، مصیبتوں میں مددگار ہیں تو یہی الفاظ اور یہی صفات ابن دغنہ نے ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں بھی کہے کہ انک تحمل الکل و تقری الضیف الخ ابوبکرؓ نے ختم نبوت کی جڑیں لگا دیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہیں گی۔ سب سے پہلے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا ہزاروں صحابہؓ شہید ہوئے، مگر ختم نبوت کی جڑوں کو عالم میں گاڑ دیا۔ اور آج تک اسوۂ صدیقی ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے ——

فراست و حمیت دینی

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں۔ کہ اے ابوبکر کچھ نرمی کرنی چاہیئے۔ فرمایا: اے عمرؓ! اجبّاد فی الجاھلیۃ وخوارٌ فی الاسلام۔ جاہلیت کے زمانہ میں تو آپ بڑے طاقتور اور جابر تھے۔ اب کیوں سستی دکھا رہے ہو، اور فرمایا کہ حضرت اسامہؓ کے ہاتھ میں حضور اقدسؐ نے مرض وصال میں جھنڈا دیا تھا۔ اور کہا کہ تو کسریٰ کے مقابلہ میں جا۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور ابوبکرؓ کی کیا مجال ہے کہ اس سے جھنڈا چھین لے اور روک دے لوگوں نے کہا کہ فوج باہر چلی جائے تو دشمن مدینہ میں آگھسے گا۔ فرمایا خدا کی قسم ابوبکرؓ اکیلا یہاں رہے گا۔ دشمن کی فوج آکر میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دے مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ حضورؐ کے فیصلے اور حکم کو روک دوں اور ایک سنت میں التوا یا تاخیر کروں تو دیکھیئے اس میں بھی کتنی بڑی سیاسی مصلحت تھی کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا۔ دشمن موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ سی آئی ڈی جاکر خبر دیتی کہ ملک میں فتنہ ہے، خلفشار برپا ہے، حضورؐ انتقال فرما چکے ہیں تو وہاں ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دیتی کہ جرار فوج تو سرحدات کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور دشمن سوچتا کہ مسلمانوں میں اندرونی انتشار ہوتا تو یہ لوگ ہماری سرحدات پر کیسے جمع ہو سکتے ؟

— تو آج ابوبکرؓ جیسا صدیقؓ حضرت عمرؓ جیسا عادل عثمان غنیؓ جیسا زاہد و فاتح حضرت علیؓ جیسا حیدر کرار، خالد بن ولید جیسے مجاہد اور ابو عبیدہ بن الجراح جیسے امین کوئی پیش کر سکتا ہے۔ یورپ کے پڑھے ہوئے یورپ کی ڈگریوں والے کیا کوئی ان کے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ اسلامی انقلاب تعلیم اور حضورؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

سلمان کا ارشاد میرا سب کچھ اسلام ہے

حضرت سلمان فارسی نے بڑی قربانیاں دیں، کئی دفعہ غلام بنائے گئے مگر منزلِ مقصود مدینہ منورہ پہنچ گئے حضورؐ کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ ایران کے گورنر تھے، جب ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کا نام کیا ہے، تو فرماتے اسلام تمہارے والد کا نام کہتے اسلام، ملک کا نام فرماتے، اسلام تمہارے مذہب کا نام فرماتے اسلام — الحمد لله الذی اعزنا بالاسلام۔

اور خداوند قدوس کا ارشاد ہے: ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ منافق جو کچھ بکیں اور شانِ نزول یہ تھا کہ منافقوں نے کہا کہ یہ پردیسی یہ مسافر یہ فقیر صحابہؓ ہمارے ملک میں آکر ہمیں مکّہ دکھاتے ہیں اور شریر آدمی تو ہر جگہ شر پھیلاتا رہتا ہے تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اس دفعہ ہم مدینہ واپس ہوئے تو ان مسافروں کو جو (نعوذ باللہ) ذلیل ہیں نکال دیں گے —

شانِ صحابہؓ اللہ و رسولؐ کی نظروں میں

خداوند کریم تو غیور رہیں۔ میں کہتا ہوں خدا کی قسم صحابہؓ کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اتنی محبت ہے کہ جہاں ان پر کوئی چوٹ پڑتی ہے۔ اللہ نے وہاں سختی سے جواب دیا ہے حضورؐ کا غضب جوش میں آجاتا ہے۔ تو اللہ نے منافقوں کی بات سن کر فرمایا کہ تم ان کو ذلیل کہتے ہیں۔ ولله العزة۔ عزت کا مرکز اور منبع تو اللہ ہے ولرسوله دوسرے نمبر پر عزت کا مقام رسولؐ کا اور پھر — وللمؤمنین — جن کو تم اذل کہتے ہو۔ مہاجر پردیسی مساکین سمجھتے

ہو۔ اللہ نے ان کو عزت دی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ مہاجر ہیں حضرت عمرؓ مہاجر ہیں حضرت عثمانؓ مہاجر حضرت علیؓ مہاجر ——— میں کیا عرض کروں، ہماری تباہی کا سبب ہم خود ہیں ———

ایک خواب

ایک پرچہ میں ایک خواب شائع ہؤا ہے کہ ایک بڑے دیندار آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضورِ اقدسؐ کی مجلس میں علماء اور دیگر لوگ بیٹھے ہیں۔ تو ایک عالم نے کھڑے ہو کر پاکستان کی حالتِ زار بیان کی کہ ہزاروں میل زمین کافروں نے چھین لی۔ اتنے مسلمان قید ہوئے یہ حالت ہے ——— تو فرماتے ہیں کہ حضورؐ اقدسؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ: ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم خدا کے دین کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا۔ اور فرمایا کہ تمہاری ذلّت کی اسی حالت پر فرشتے رو دیے۔ مگر خدا نے انہیں امداد کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ دیکھو مسلمانوں نے میری نبوت کا مذاق اڑایا۔ سب سے پہلے حملہ تو مسیلمہ کذاب نے نبوت ہی پر کیا تھا۔ اور اب تک مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جا رہی ہے ———

صحابہؓ اور اہل بیتؓ صحیح مسلک

افسوس کہ ہمارے اندر ہی ایک جماعت کی آواز ہے شیعوں کی کہ ہمارا نصابِ تعلیم الگ ہو تاکہ اس سے صحابہؓ اور خلفاء راشدین کا نام نکالا جا سکے۔

ہم تو اہلِ بیت کے غلام ہیں حضرت علیؓ کے عبداللہ بن عباس اور حضرت عباس کے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے غلام ہیں۔ اور آج تک جو سادات ہیں چاہے ان کا عمل جیسا بھی ہو مگر سیّد کی تعظیم اور احترام اس نگاہ سے کریں گے کہ حضورِ اقدسؐ کی طرف نسبت ہے۔ ہم تو ان سب کے خادم اور غلام ہیں۔ لیکن اگر کبھی ہمارا نصاب، ہماری تعلیم، ہمارے بچے شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت سے واقف نہ ہو سکے تو وہ کیا سلطنت کر سکیں گے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سیرت سے خبر نہ ہو تو وہ کیا کریں گے۔ صرف تبرّا بازی

اور لڑنا لڑانا کام رہ جائے گا۔

ایثار و مؤاخات الغرض اسلام کی ایک بات مؤاخاۃ تھی۔ اسلام لانے کے بعد وہ ایسے بھائی بنے کہ اپنے گھروں کو تقسیم کرنے لگے کہ ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ اور رسول اللہ نے فرمایا کہ من نفس عن مسلم کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب الدنیا والاخرۃ تم تھوڑی سی کسی کی دنیوی تکلیف ہٹا دو گے تو اللہ قیامت کے دن میں اور دنیا میں تمہاری بڑی سے بڑی تکلیفیں دور کر دے گا۔ اور فرمایا: من ستر علی مسلم ستر اللہ علیہ فی الدنیا والاخرۃ۔ جس نے کسی مسلمان بھائی پر پردہ ڈال دیا اللہ دنیا و آخرت میں اس کی ستر پوشی کرے گا۔ اور فرمایا: واللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ اللہ بندے کی مدد کرتا ہے۔ جب تک بندہ کی نیت اوروں کے بارہ میں صاف ہو۔ تو اس وقت اگر ہم یہ ایک سبق سیکھ لیں بھائی چارہ اور اخوت و ہمدردی کی آپس میں بھلائی اگر اس سبق کو اپنا لیں تو حالت بدل سکتی ہے۔

دین کی ناقدری کا نتیجہ ہم نے یہ سبق بھلا دیا تو آج ہمارے ملک میں بدامنی ہے۔ اور آج مالک مزدور زمیندار غیر زمیندار کارخانہ دار، دکاندار، کرایہ دار، باپ بیٹا شوہر بیوی کی لڑائی کیوں نہ ہو گی۔ یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جب ملک کے بااقتدار لوگ پالیسی بنانے والے جب اپنی پالیسی قرآن کے خلاف بنائیں گے تو خدا ان کو آپس میں لڑا دے گا۔ آج ہم ایک سوراخ بند کرتے ہیں تو شام تک پھر سو نئے سوراخ کھل جاتے ہیں اتنے قتل ہوئے اتنے فسادات ہوئے بس یہی خبریں ہوتی ہیں۔

یہ سب کچھ ہمارے دین کی ناقدری کا نتیجہ ہے۔ اور دیکھو جوتے میں اگر گندگی لگی ہو تو برا نہیں لگتا کیونکہ جوتے گندگی ہی میں پھرتے ہیں لیکن اس پگڑی اور صافہ میں ذرا سی نجاست لگ

جائے تو ہر شخص کہے گا کہ تمہارا صاف پلید ہو گیا۔ تو مسلمان اللہ کا محبوب ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی بڑی عزت ہے مگر خدا کے ہاں مومن کی حرمت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ نے آخری وصیت کے طور پر فرمایا: مسلمانوں یہ کونسا دن ہے، کہا عرفہ۔ پھر فرمایا کونسا مہینہ، کہا، ذی الحجہ پھر فرمایا کونسا مقام ہے۔ کہا حرم شریف۔ اور اس موسم اور حرم میں تو کافر بھی ایک دوسرے کی عزت و آبرو کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے۔ مگر آج طواف بھی کرتے ہو تو جیب کٹ جائے گی حاجیوں سے پوچھ لو ——— فرمایا حضورؐ نے کہ تمہاری عزت و حرمت مال و آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ شہر یہ مہینہ یہ دن اور یہ مقام محترم ہے۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرما دے، تمام مسلمانوں کو متفق کر دے اللہ ہمیں اپنے راستہ پر لگا دے اور حضورؐ کی سنت کی پیروی صحابہ تابعین تبع تابعین کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور اجتماعیت

اسلام جوڑتا ہے توڑتا نہیں

خطبۂ جمعۃ المبارک جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم واصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔

محترم بھائیو! اسلام ایک ایسی نعمت ہے، جس نے انسانوں کے منتشر شیرازہ کو آپس میں جوڑا اور اس نعمت کی وجہ سے اسلام کے رشتہ کی بناء پر ایک دوسرے سے ٹوٹے ہوئے انسان آپس میں مل گئے۔ اسلام جوڑنے کے لیے اور ملانے کے لئے آیا تھا، توڑنے کیلئے نہیں، باہمی اجتماع باہمی اتحاد اور ربط و تعلق باہمی کدورتوں اور نفرتوں کو محبت اور الفت سے بدلنا اسلام کی خاصیت ہے۔

عبادات کا اجتماعی اور معاشرتی پہلو

اس لئے اسلام کی تمام عبادات میں بھی یہی اجتماعیت اور ربط و تعلق کی شان موجود ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ ہر عبادت میں غور کیجئے ہر جگہ انسانوں کا ایک دوسرے کی خبرگیری ہمدردی اور مواسات کا پہلو نمایاں ہوگا۔

سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ جسے اللہ رب العزت نے مقرر کیا اور اس میں جماعت کی بڑی تاکید کی گئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ نوجوانوں کو بھیج کر جنگل سے لکڑیاں اکھٹی کراؤں پھر نماز با جماعت کے وقت کسی کو نماز میں آگے کر کے

خود مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں دیکھوں۔ اور جو شخص جماعت کو حاضر نہیں ہوا اس کے مکان کو جلا دوں۔

—— تو اتنا سخت ارادہ تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بلا عذر جماعت میں حاضر نہ ہونے والے لوگوں کے مکان اس لئے نہ جلائے کہ گھروں میں بچے بھی ہیں عورتیں بھی ہیں۔ نابالغ بچے تو مکلف نہیں، عورتوں کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تو ان کو بھی گھروں میں رہنے کا حق ہے تو بچوں اور عورتوں کی خاطر انہیں جلایا نہیں۔

رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین نے اتنا بڑا ارادہ فرمایا جس سے جماعت کے ساتھ نماز کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اکیلے نماز پڑھیں تو ایک عمل کا اجر ہے اور جماعت سے پڑھنے پر اگر ایک نمازی مقتدی بھی ہو تو ستائیس درجے ثواب دیا جائے گا، اور جتنی جماعت بڑھے گی۔ تو اتنا ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ خانہ کعبہ میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کا ہے۔ مسجد نبوی میں آپ نماز پڑھیں تو ایک نماز کا اجر پچاس ہزار نمازوں کا ہوگا۔ اور پنڈی کی اس مسجد یا دوسری مسجدوں میں ایک نماز باجماعت کا اجر ۲۷ درجے ہوگا۔ اور اس میں علماء نے بہت سی حکمتیں اور فوائد لکھے ہیں۔ سیاسی، اقتصادی لحاظ سے قطع نظر کر کے بھی بے شمار مصلحتیں ہیں، دین ملانا چاہتا ہے، جوڑنا چاہتا ہے، شیطان ہمیں توڑنا چاہتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے دین کو چھوڑا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے ساتھ تباہی لازمی ہے۔

صلوٰۃ باجماعت کے دیگر فوائد

باجماعت نماز میں سیاسی مقاصد کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں۔ اس میں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ دین کا شعار بلند ہوگا۔ ہر قوم ہر تحریک ہر حکومت اپنے شعائر کو جو اس کے لئے نشانیاں ہوتی ہیں اس کو بلند رکھنا چاہتے ہیں، کہیں نوجوں کی نمائش ہے یا کہیں اسلحہ کی، کہیں سلامی لی جاتی ہے اور تحریکوں والے بھی اپنے شعائر کو اپنے جھنڈوں کو اپنے دفتروں کو بلند اور ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ لوگ اسے دیکھ کر کہیں کہ یہاں فلاں جماعت کی تحریک چل رہی ہے تو اللہ کے جو شعائر ہیں ان میں نماز باجماعت کی بڑی اہمیت ہے اس میں اللہ کے سامنے ہم اپنی بندگی اپنی عاجزی اور اپنی غلامی و

عبدیت کا بر ملا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے اللہ جل مجدہٗ کی عظمت اور ہماری عبدیت ظاہر ہوگی اگھر میں چوروں کی طرح پڑھ لی تو کیا معلوم ہو کہ خدا کے غلام ہیں یا سرکش ہیں، تو ہر حکومت اپنے شعائر کا بلند ہونا چاہتی ہے، تو خدا کی حکومت بھی چاہتی ہے کہ میرے غلام اور عبید میرے شعائر کو بلند کریں۔

منجملہ دیگر فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سب کی نمازیں جماعت کی وجہ سے انشاء اللہ قبول ہو جاتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہمارے لیے ایک قانون مقرر فرمایا ہے کہ جب آپ کسی دکاندار سے یا کسی بائع سے کوئی چیز خریدنا چاہیں تو بائع اچھی اور بُری چیز دونوں کو ملا کر بیچتا ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت

مگر ایک ملاوٹ تو آجکل ہم لوگ کرتے ہیں اس کا نام غش اور دھوکہ ہے غداری ہے۔ دودھ میں پانی ملایا۔ ہلدی میں ملتانی مٹی ملا دی چائے میں بھوسہ ہو تو مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے یہ لوگ تو قوم اور ملک کے غدار ہیں۔ اور یہ قطعاً حرام ہے غلط چیز ہے۔ خدا کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے حقوق العباد کا احساس نہیں رہا۔

دیکھئے ہمارے اکابر اور اسلاف میں مرد تو مرد عورتوں کا کیا طرز عمل تھا حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ ہوا کرتا تھا کہ رات کے وقت گھومتے شہر مدینہ میں بھی اور مضافات میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے حضرت امیر المومنین کے نقش قدم پر چلنے والے امیر اور حکام عطا فرمادے۔

ارشاد ہے کہ جب تمہارے امیر بہتر اور دیندار و متقی ہوں گے۔ تو امت پھلے پھولے گی، ترقی کرے گی۔ ہمارے اکابر نے ہمارے سامنے کیسی چیزیں چھوڑیں۔ امیر المومنین فاروق اعظم کا ذکر آیا۔ قیصر اور کسریٰ کی بڑی بڑی سلطنتیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قبضے میں آئیں، غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ آیا۔ مسجد بھر گئی، لعل و جواہر اور سونے سے۔

سلطنت کسریٰ کی وسعت اور قدامت

کہتے ہیں کہ کسریٰ کی سلطنت حضرت نوحؑ سے لے کر ایک ہی خاندان میں چلی آرہی تھی۔ دنیا کا سونا اور جواہرات کسریٰ کے خزانوں میں جمع ہوتا رہا۔ چونکہ ایک خاندان نسلاً بعد نسل رہا۔ بعض نے تو کہا ہے کہ حضرت آدمؑ کی تیسری پشت سے یہ سلطنت قائم چلی آرہی تھی۔ تو کسریٰ کی

سلطنت کے مقابلہ میں آج کل کے روس اور امریکہ کی بھی کوئی پوزیشن نہیں۔ ہم نے ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم سمیت اب تک نہیں دیکھا کہ جنگ میں کسی ایک قصبہ اور ایک مورچہ پر تین لاکھ مسلح فوج جمع کر سکی ہوں اور قیصر کی فوج نے ایک قصبہ یرموک کی لڑائی میں تین لاکھ فوج جمع کی اور ایک لاکھ سے اوپر فوجیوں کو پابہ زنجیر باندھا تھا۔ کہ بھاگ نہ سکیں۔ تو جو حکومت گاؤں میں لڑنے کے لئے تین لاکھ فوج جمع کر سکے اس کی مجموعی طاقت کتنی ہوگی۔ لاکھوں مربع میل زمین ان کے قبضہ میں آئی لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کروں کہ کسریٰ کی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور ومزّقنا ھم کل ممزّق کا مصداق بن گئی۔ ایک حدیثِ رسول، ایک پرزہ، ایک خط مبارک حضور اقدس کا جس پر گویا حدیث لکھی ہوئی تھی، اس کو پھاڑ دیا، اس کی توہین کی، نتیجہ یہی نکلنا تھا جو سامنے آیا۔

امراء وسلاطین کو دعوت اسلام

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے مبلّغ ہیں۔ وما ارسلنٰك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا۔ اور جس طرح سورج کی حالت ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد اور جب وہ نصف النہار پر ہو اس وقت کسی بجلی کسی چراغ اور نہ کسی چاند اور ستارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح حضورؐ کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی اور ہادی نہیں آسکتا۔ تو حضورؐ نے سارے عالم کو دعوت دی، امراء اور سلاطین کو بڑے بڑے سرداروں کو گرامی نامے بھیجے جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی۔ کسریٰ کے نام بھی گرامی نامہ بھیجا گیا جس میں یہ حدیث مبارک ہے:

من محمد الرسول صلّى الله عليه وسلم الى كسرىٰ عظيم فارس اما بعد فادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم۔

یہ گرامی نامہ ہے حضرت محمد رسول اللہ کی طرف سے فارس اور ایران کے امیر کسریٰ کی طرف میں تجھے دعوت دیتا ہوں اسلام کی طرف آؤ اس قانون کی طرف جو امن وسلامتی اور سلم کا قانون ہے۔

یعنی ہم کسی کی زمین کسی کی سلطنت چھیننا نہیں چاہتے ہماری دعوت یہ ہے کہ آؤ یا ہمی سلامتی کا قانون

اسلام مانیں۔ اگر تو اسے قبول کرے گا تو محفوظ رہے گا۔ ورنہ ملک کی جس قدر رعایا ہے بے دین ہو گی تو سب کا وبال تمہارے اوپر ہوگا —— اس نے گرامی نامہ پھاڑ دیا۔

اسلام کی سخت جانی

اور دنیا میں نظائر ہمارے سامنے ہیں کہ اسلام کے ساتھ جو ایسا سلوک کرتا ہے خدا اسے نیست و نابود کر دیتا ہے گیند کی طرح آپ اسے جتنا بھی زمین پر پھینکیں گے ماریں گے اسے ختم سمجھیں گے اتنا ہی یہ اچھلے گا ابھرے گا —— پہاڑ سے جو ٹکرائے گا اپنے سر کو توڑے گا۔ اسلام کی حفاظت کا ذمہ خدا نے لیا ہے۔ تو کسریٰ بھی بڑا متکبر تھا، نام بھی اس کا پرویز تھا۔

کسریٰ پرویز، پرویزیوں کا مقتداء

اور اس نام کے بھی عجیب اثرات ہیں، جہاں یہ پرویز ہوگا حدیث کا منکر ہوگا۔ اگر ایسا نام کسی کا ہو تو بدل دو۔ عبداللہ وغیرہ رکھ دو پرویز نہ رکھا کرو —— یہ شخص نوشیرواں جس کے بڑے قصے ہیں کا پوتا تھا۔ تو اس نے حکم دیا یمن کے گورنر کو جو کسریٰ کے ماتحت تھا، کہ فوراً قاصد مدینہ بھیج کر حضورؐ کو گرفتار کر کے لے آؤ، نہ آئیں تو ان کا سر پیش کرو۔ اس کے دو افسر مدینہ پہنچے تو ان کے دل میں تھا کہ کوئی مضبوط قلعہ ہوگا۔ بڑی فوج ہوگی۔ اور معلوم نہیں حضورِ اقدسؐ سے کس وقت ملاقات ہوگی۔ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ حضورؐ ایک بوریہ چٹائی پر تشریف فرما ہیں۔

فقراء صحابہؓ اللہ کی نظر میں

چند صحابہؓ تھے کسی کی لنگی ہے چادر نہیں کسی کا صرف لمبا کرتا ہے، کسی کی ٹوپی نہیں، چند فقراء تھے۔ جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد تھا: واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه۔ (حضورؐ کو فرمایا گیا کہ جو بڑے بڑے امراء اور سرمایہ دار آپ کی مجلس میں اس شرط پر آنا چاہتے ہیں کہ ان فقراء کو مجلس سے نکال دو کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا عار ہے ہماری رسوائی ہے کہ ان ننگے، بھوکوں، ملنگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ان کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں، اپنے نفس کو ان فقراء کے ساتھ جمائے رکھو جو دن رات خاص میری

رضا کی خاطر میری یاد میں مشغول ہیں یہ میری نگاہ میں ان امراء و رؤسا سے معزز ہیں اور وہ لوگ حقیر و ذلیل۔

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے بھی ایک دفعہ مہاجرین کے بارہ میں کہا تھا، کہ لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعزّ منها الاذل۔ یہ ہمارے ٹکڑے کھانے والے اب ہمارے مقابلہ پر اُتر آئے ہیں — ابن ابی کو اس زمانہ میں اپنے علاقہ کا نواب کہیں یا ملک بظاہر اسلامی فوج میں شامل ہے۔ مگر ہے منافق تو کہا کہ مدینہ واپس ہو کر ان مہاجروں کو نکال دیں گے ان کا کھانا بند کر دیں گے۔ یہ پناہ گزین ہم جیسے معزز لوگوں کا سامنا کرتے ہیں؟

شانِ صحابہؓ اور قرآن

یہاں ایک بات اور سنئے کہ جہاں بھی صحابہ کرامؓ کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے تو اللہ اسے بڑی تفصیل سے ذکر کرتا ہے جیسے کہ ایک محب کسی محبوب کا نام آجائے تو اس کا جی نہیں چاہتا کہ اسے چھوڑ دے، دیکھئے قرآن کریم میں ایک جگہ صحابہؓ کا ذکر کس انداز میں آیا ہے۔ فرمایا محمد الرسول اللہ یہ تو حضورؐ کی شان بیان ہوئی آگے حضور کے صحابہؓ کا ذکر شروع ہوا والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینهم — تا — اجرا عظیما تو ساری رکوع صحابہؓ کی شان میں پوری ہوگئی۔ تو صحابہؓ کی توہین کو اللہ نہیں چاہتا اور رسول نہیں برداشت کر سکتا۔ اور کیسے برداشت ہو گا جنہوں نے اپنی جان اپنا مال اپنی عزت و آبرو اپنے خاندان سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ اور اس قربانی کی برکت سے تو آج ہم یہاں پنڈی میں بھی مسجد میں اللہ جل مجدہ کے سامنے سربسجود ہیں اگر صحابہؓ دین نہ سیکھتے اسے نہ پھیلاتے تو ہم یہاں پنڈی میں اس مسجد کی بجائے کہیں مندر کہیں دھرم شالوں میں بت کے سامنے بیٹھے ہوتے — تو یہ ان کے مساعی کی برکت ہے اب عبداللہ بن ابی انہیں ذلیل کہہ رہا تھا۔ تو خداوند کریم نے کہا —: وللہ العزة ولرسوله وللمؤمنین۔ اللہ و رسول کی عزت ہے اور عزت والے حضورؐ کے صحابہؓ ہیں یہ منافق نہیں۔

فرمایا اپنے نفس کو ان فقرا، اور بے کسوں کے ساتھ جمائے رکھ، دنیا دار آتے ہیں تو بہتر نہیں آتے تو ناراض مت ہو، غریبوں کو ان کی وجہ سے مت نکال، تو فرمایا اصل عزت والا اللہ ہے۔

آپ اردگرد کروڑوں چیزوں پر نظر کریں پانی، ہوا، یہ دری یہ پنکھا یہ لاؤڈ سپیکر یہ سائبان، یہ زمین و آسمان یہ ہمارا وجود، یہ اربوں مخلوق یہ حشرات اور بہائم سب کو خدا نے موجود کیا، سب کو کھانا ملتا ہے۔ یہ کون دیتا ہے؟ سب کے سانس کے لئے ہوا کی ضرورت ہے تو وہ انہیں کون پہنچاتا ہے۔؟

انبیاءؑ کی طاقت

آج ہم کسی کے پاس چند روپے دیکھیں تو اسے معزز سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ چیز ہے کیا؟ خداوند مالک الملک تو سارے خزانوں کا مالک ہے۔ تو عزت بھی سب سے اوّل اللہ کی ہے، پھر عزت اور طاقت کا مالک رسولؐ اور پیغمبر ہوتا ہے۔ ہم لسے کملی پہنے ہوئے زمین پر بوریہ نشین اور کمزور نہ سمجھیں ہمیں پیغمبر کی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا، اللہ نے انہیں بڑی قوت دی ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر نبی کو اللہ نے امّت کے بارہ میں ایک دعا کرنے کا اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو اللہ اسے دنیا ہی میں قبول کر دے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ ان متکبرین اور جبابرہ کو ختم کر دے، ختم ہوئے یا نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ فرعون کو بہت سمجھایا اب تو اسے ٹھیک کر دے تو فوج کے ساتھ بحیرۂ قلزم میں غرق کر دیا، لاٹھی کی ایک ضرب سے سمندر نے راستے چھوڑ دئے۔ تو انبیاءؑ کے زبان ہلانے کی دیر ہوتی ہے۔ ظالم لوگ مذاق کرتے ہیں اور نبی کو کمزور سمجھتے ہیں۔ مگر یہ ان کا صبر و تحمل اور شانِ عفو ہوتا ہے ورنہ اگر نبی چپکے سے کہہ دے کہ یا اللہ انہیں ختم کر دے تو ختم ہونے میں کچھ بھی دیر نہیں ہوگی۔ علمی لطیفہ کے طور پر عرض کروں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت عزرائیل آئے۔ اور عزرائیل کو تو آپ سب جانتے ہیں، سب کا مہمان بنے گا —— تو انبیاء کی روح قبض کرنے کے بارہ میں خدا کا قانون یہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام کی بات انبیاءؑ کے ساتھ ادب سے ہوتی ہے۔ آئے تو سلام کرے، اجازت چاہے، حاضری کے بعد عرض

کرے کہ اللہ کی طرف سے آیا ہوں. آپ کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہنا چاہیں تو بسم اللہ
میں حاضر ہوں. حضورِ اقدس جب مرضِ وفات میں تھے تو حضرت عائشہؓ جو سرہانے بیٹھی
تھیں فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ (اے اللہ
میں سب سے بہتر ساتھی جو تو ہے کی رفاقت چاہتا ہوں) میں فوراً سمجھ گئی کہ یہ وہی بات
ہے کہ عزرائیل نے حضورؐ کو اختیار دیا کہ آپ قیامت تک زندہ رہنا چاہیں دنیا کی سلطنت
بھی آپ کی ہوگی اور اگر آپ ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں تب بھی آپ کی مرضی تو حضورؐ نے
فرمایا: اختار الرفیق الاعلیٰ. دیکھئے اللہ اپنے بندہ کی شان بھی کبھی ظاہر کر دیتا ہے

حضرت عزرائیلؑ کی بڑی طاقت ہے۔ دیکھئے حضرت جبرئیلؑ نے قوم لوط کی بستیوں
کو جس کی آبادی لاکھوں تھی لواطت ہم جنسی کی بیماری اس قوم میں پیدا ہوئی تو ایک انگلی
سے پورے علاقے یا صوبے کو اٹھا کر آسمان تک لے گئے پھر الٹا کر کے پھینک دیا۔ اسی طرح
عزرائیل کی بھی بڑی طاقت ہے. سب کو روح قبض کرنے والا ہے —— وقت ہے نہیں
میری باتیں ویسے بھی بے ربط ہوتی ہیں۔ مگر بات سے بات نکلتی ہے۔

حضرت آدمؑ کا خمیر ساری روئے زمین سے سمیٹنے کی حکمت

تو جس وقت اللہ نے چاہا کہ انسان
کو پیدا کروں اس وقت اللہ نے چاہا کہ سارے کرۂ زمین کے اجزاء اس کے خمیر میں
شامل ہو جائیں اور حکمت اس میں یہ تھی کہ اولادِ آدم علیہ السلام کو زمین کے مختلف حصوں
اور مختلف اقلیتوں میں آباد ہونا تھا۔ اور ایک خطے سے دوسرے خطوں میں سفر کرنا تھا اس
لئے تمام شہروں اور خطوں کی آب و ہوا سے موافقت پیدا کرانی تھی اس لئے حضرت
آدمؑ کا جسم مبارک سارے روئے زمین کی حاصل شدہ مٹی سے بنایا گیا تو پہلے حضرت جبرئیلؑ
کو مامور کیا کہ جا کر زمین کے چہرے سے مٹی لے لینا ہم اپنے خلیفہ کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اور
انسان کی غالب عنصر مٹی سے ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین

تو جبرئیل علیہ السلام زمین کے پاس آئے اور ساری زمین ان کے سامنے ایسی ہے کہ ہتھیلی میں کوئی پیسہ وغیرہ رکھیں، جب ارادہ کر لیا کہ ساری زمین سے مٹی سمیٹ لوں تو زمین نے رو رو کر خدا کے نام کا واسطہ پیش کر کے کہا کہ مجھے معاف کر مجھ سے یہ مٹی نہ لے حضرت جبرئیلؑ تو اللہ تعالیٰ کے نام کے بڑے عاشق ہیں۔ ایک عاشق کے سامنے محبوب کا نام لو کہ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو تو مسلمان فوراً ڈر جائے گا۔

امام ابو حنیفہؒ کی نگاہ میں اللہ کے نام کی حرمت

ہمارے امام ابو حنیفہؒ جن کے مسلک پر نصف دنیا سے زائد مسلمانوں کی تعداد چل رہی ہے، فقہاء اور قاضیوں کے امام اور استاد ہیں انہیں حکومت نے بہ جبر قاضی بنا دیا۔ سرکاری عہدہ نہیں لینا چاہتے تھے، مجبوراً لیا مگر پھر چھوڑ دیا۔ تو قضا کے بعد پہلا مقدمہ ان کے سامنے آیا ایک شخص نے دوسرے پہ دعویٰ کیا تھا دوسرے نے کہا مجھ پہ ایک پیسہ بھی نہیں، امام نے مدعی سے گواہ طلب کئے کہا گواہ نہیں مدعی علیہ منکر تھا۔ اب شریعت کا قانون ایسی صورت میں منکر کو حلف دینے کا ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھا لے۔ وہ قسم کے لئے تیار ہوا۔ امامؒ نے کہا دیکھیں جلدی نہ کریں، خدا کا نام لینا اتنا معمولی نہ سمجھیں، ذرا سوچو، کہا میں نے سوچا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ امامؒ نے فرمایا معلوم نہیں خدا کا نام اگر سچائی سے لے تو پھر تو ٹھیک جھوٹ ہو تو کہیں سب پر خدا کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔ تو فرمایا قسم مت کھاؤ مدعی سے کہا اپنا حق مجھ سے لے لو اور اسے چھوڑ دے دوسرے مقدمہ میں بھی ایسا کیا اور عدالت سے باہر نکل آئے کہا کہ میرے پاس اتنی دولت نہیں کہ لوگوں میں بانٹتا پھروں تو یہ خدا کے نام کی عظمت کا احساس تھا جبرائیل امینؑ کو اللہ کی عظمت کا سب سے زیادہ احساس تھا۔ خدا کا واسطہ سن کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میکائیلؑ کو بھیجا، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، اسرائیل علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی سلسلہ ہوا، وہ بھی واپس گئے۔ یہ گویا وجوبی حکم نہ تھا اختیاری حکم بھی تو ہوتا ہے۔

حضرت عزرائیلؑ اور قبض ارواح

عزرائیل علیہ السلام آئے کہ تمام انسانوں کے لئے ایک ہیولیٰ تیار کرنا ہے۔ حضرت آدمؑ کا قالب بنانا ہے۔ زمین نے منت کی کہ مجھ سے نہ چھین۔ اس لئے کہ جب انسان بنے گا اور شریعت پر اگر اس نے عمل کیا خدا کی تابعداری کی جنت میں جائے گا۔ لیکن اگر مخالفت کی تو میرے اجزاء بھی جہنم میں چلے جائیں گے مجھ میں خدا کی ناراضگی مول لینے کی تاب نہیں اس لئے زمین کو پس و پیش رہا۔ حضرت عزرائیل نے ہاتھ بڑھا کر مٹی لے لی اور فرمایا خدا کا حکم خدا کے نام سے پہلے ہے، خدا کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ میں تو خدا کا آرڈر مانوں گا۔ مٹی لے گیا۔ اور چونکہ مٹی کی یہ امانت لینے والا وہ ہے تو واپس سپرد کرنے والا بھی اسی کو مقرر کیا، اب روح تو اوپر چلی جاتی ہے، جسم کو زمین کے حوالے کرنا ہے۔

تو جس نے پہلے مٹی کے اجزاء لئے تھے اسی کے سپرد کیا کہ تم اب ارواح بھی قبض کرو۔ تو بڑی طاقت تھی کہ دو انگلیوں میں ساری زمین کا جوہر نچوڑ لیا ــــــ لیکن پیغمبروں کی طاقت تو اور بھی بڑی ہے۔ اللہ نے ان کی شان دکھانی تھی۔ تو جب عزرائیلؑ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو اتفاق کی بات ہے مخلوق ہے اور خدا کا منشا ہی ایسا تھا وہ سلام بھول گئے، سامنے بیٹھ گئے۔ استیذان اور اختیار دینے کا طریقہ بھی ترک ہوا، بیٹھتے ہی کہا آئیے آپ کی روح قبض کر دوں جیسے کوئی کہے تجھے ختم کرتا ہوں۔ تو مؤمن کامل کہے گا کہ تو کون ہے ختم کرنے والا، وہ تو ایک اللہ کی ذات ہے۔

حضرت عزرائیلؑ اور حضرت موسیٰؑ کا واقع

تو حضرت موسیٰؑ مراقبہ میں تھے عجیب دور ان پر تکلیف گذر رہے امت کے ہاتھوں سے۔ کسی پریشانی میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز ہو رہا ہوگا۔ عزرائیلؑ کی آواز سے مراقبہ سے چونک اٹھے ذرا سا ہاتھ اٹھا کر عزرائیل کو جھٹک دیا کہ تو کون ہے قبض کرنے والا تو اس کی ایک آنکھ باہر نکل آئی، اور فرشتے انسان کی شکل میں بھی آتے ہیں، جبرئیل

علیہ السلام کو اصل شکل میں دو دفعہ حضور اقدس ؐ نے دیکھا عموماً حضرت دحیہ کلبیؓ یا دوسرے صحابہؓ کی شکل میں آتے رہتے۔

تو حضرت عزرائیل یہ نہیں کہ لڑتے جھگڑتے، سمجھے کہ جلال کی حالت ہے اور حضرت موسیٰؑ کی جلالی شان تو عجیب تھی۔ فرعون بڑا مغرور اور بدمعاش تھا۔ سارے قرآن میں دیکھیں حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کو تو سولی پر چڑھا دیا، قتل کیا، بچوں کو قتل کرتا رہا، مگر حضرت موسیٰؑ کو پکڑنے کا آرڈر فوج یا پولیس کو کبھی نہ دے سکا۔ یہ ہمت نہ ہو سکی۔ حضرت موسیٰ کے پاس تھی ایک لاٹھی، سوتے تو اسے سرہانے رکھ دیتے جاگتے تو ہاتھ میں ہی لاٹھی ایک بار جب اژدہا بن کر سارے محلات کو جبڑے میں لیا تو فرعون کا پاجامہ خراب ہو گیا تو اس کی یہ ہمت نہ ہو سکی کہ حضرت موسیٰؑ کے قتل کا حکم دے تو ان کی خدائی ہمت اور جلال کا کرشمہ تھا۔ حضرت عزرائیل بھی اللہ کے پاس واپس آگئے اور ساری صورت اللہ کو عرض کیا، اللہ کی شان تھی اس کی آنکھ تو درست کر دی۔ اور حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عزرائیل علیہ السلام تھے کہ جو بچ گئے۔ حضرت موسیٰؑ جلال میں آئے تھے اور اس وقت وہ آسمانوں اور زمین کو بھی مکا مارتے تب بھی سب پاش پاش ہو جاتے۔ تو اللہ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا آپ کا خیال تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ آنا نہیں چاہتے، مگر ایسا نہیں، تو پھر جا سیدھے طریقہ سے سلام اور استیذان کے بعد انہیں اختیار دے دیکھ دے کہ حضرت موسیٰؑ اپنا ہاتھ کسی بھیڑ بکری دنبہ کی پشت پر رکھ دیں جتنے ہزار بال ہاتھ کے نیچے آگئے ہر بال کے عوض ایک برس زندگی بڑھ جائے گی، موسیٰؑ نے سن کر پوچھا پھر کیا ہوگا، کہا پھر بھی خدا کے پاس جانا ہوگا فرمایا: الآن ——— ابھی سہی، میں تاخیر نہیں چاہتا۔ تو یہ تو پیغمبر کی طاقت کی شان ہے۔

کسریٰ کی رسولؐ دشمنی اور قاصد کا انجام

مگر کسریٰ کی خر دماغی دیکھئے پولیس کو نبی کے بارہ میں آرڈر دیتا ہے پکڑ لو انہیں کچل دو جیسے آجکل بھی ہمارے ہاں بڑے عجیب خر دماغ ہوتے ہیں، گورنر کے

بھیجے ہوئے افسر گئے حضورؐ کو زمین پر بیٹھے دیکھا نہ اسلحہ ہے نہ سامان نہ قلعہ مگر ہیبت اتنی طاری ہوگئی کہ ہوئے سکتہ میں ہیں، رعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے جن کی مہمان نوازی عادت تھی مصافحہ کیا اور فرمایا کہ یہاں رہیں انہیں آرام سے بٹھاؤ و کھانے پینے کا بندوبست کردو اور صبح ان کو آکر ملنے کا کہا کہ اس طرح رعب بھی کم ہوجائے گا۔ دوسرے دن صبح آنے کے بعد انہوں نے مدعا بیان کیا کہ ہم تو تنخواہ دار ملازم ہیں، تابعدار ہیں، آرڈر کی تعمیل کرنا ہے۔ گرفتاری مرضی سے کرانا چاہیں تو فبہا ورنہ تلوار سے سر کاٹنے کا حکم ہے، حضورؐ نے فرمایا کس نے حکم دیا کہا خسرو پرویز نے۔ فرمایا وہ تو فلاں تاریخ کا یا بعض روایات میں ہے کہ رات ہی کو قتل کردیا گیا ہے۔ اب کس کے آرڈر کی تعمیل کرنی ہے۔ تو اس ذلت سے اللہ نے اسے سزا دی۔

توہینِ رسولؐ کا عبرت ناک انجام

جو بھی حدیث رسول کی توہین کرتا ہے، اللہ اُسے ذلیل کردیتا ہے۔ خسرو اپنی سگی ماں پر عاشق تھا چاہا کہ باپ کو بیچ سے ہٹادوں باپ کا پیٹ چیر کر اسے قتل کردیا۔ اللہ جب تباہی لاتا ہے، تو سب پہ ـــــ باپ کو قتل کیا تو ڈر لگ گیا کہ کوئی بدلہ نہ لے لے۔ تو خاندان کے سارے مرد جو ملک کے اہم مناصب پر فائز تھے سب کو ایک ایک کر کے قتل کردیا۔ اب خود اس کی باری آئی باپ کو اندازہ تھا کہ بیٹا بدمعاش ہے۔ تو پہلے سے زہر کی گولیوں کو لپیٹ کر بوتل میں رکھوا دیا اور اپنے خاص صندوق میں بند کر دیا اور بوتل پر لیبل لگایا کہ باہ کے لئے بڑی قوت کی دوا ہے۔ بیٹے نے دیکھا تو سمجھا کہ شاید ان گولیوں کی وجہ سے باپ عیاشی کرتا تھا سب کو قتل کر کے مطمئن تھا کہ مقابلہ کا تو کوئی رہا نہیں ـــــ داد عیش دینے سونا چڑھی ہوئی زہر کی گولیاں کھالیں، کھاتے ہی سمجھ گیا کہ زہر کھا لیا۔ اب اس کے خاندان میں کوئی مرد تو رہا نہیں تھا۔ اس کے بعد اس کی بہن "بوران" تخت پر بٹھائی گئی، حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا جس حکومت کی سربراہ عورت ہو وہ حکومت کبھی کامیاب نہیں ہوگی ـــــ حضرت عمرؓ

نے فرمایا کہ اے اللہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

فتوحات و غنائم

تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عراق، عرب، یمن، مشرقی یورپ سب پر حکومت قائم ہوئی، تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مال غنیمت آیا لوگوں نے مشورہ کیا کہ یہ خزانے کس طرح تقسیم ہوں۔ فیصلہ ہوا کہ سب سے زیادہ حصہ حضورؐ کے خاندان کو دیا جائے، یعنی بنو ہاشم پھر امیر المومنین ابو بکرؓ کے جو رشتہ دار ہیں ان کو دوسرے نمبر پہ دینا چاہیئے یہ شوریٰ والوں کا فیصلہ تھا کہ ساری برکت تو حضورؐ کی ہے کہ آج ہم تاج و تخت کسریٰ کے مالک ہیں۔ پھر حضرت صدیقؓ کی قربانیاں ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کی امارت تو اس ترتیب سے حصے ہونے چاہئیں۔ یہ تجویز حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کی گئی، فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سب سے زیادہ حصہ حضورؐ کے قرابت داروں یعنی بنو ہاشم کو ملنا چاہیئے۔ پھر حضورؐ کے جدِ امجد ہیں عبد مناف۔ پھر مثلاً قصی کی جو اولاد ہے۔ اس طریقے سے اوپر جاتے ہوئے اجداد کے خاندان کو ترجیح دی جائے، اول دوسرے تیسرے، غرض جو بھی کسی سے حضورؐ کا رشتہ ہے وہ محروم نہ رہ جائے۔ پھر ابو بکرؓ کا پھر عمرؓ کا خاندان ہو تو اپنا نمبر سب سے پیچھے کر دیا۔

بات ملاوٹ کی شروع تھی، وقت بھی ختم ہو رہا ہے۔

حضرت عمرؓ اور رعایا کی نگہداشت

تو حضرت عمرؓ گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں۔ ایک عورت بیٹی کو کہتی ہے کہ صبح ہونے کو ہے جلدی کرو دودھ میں پانی ملا دو۔ جیسے آجکل کی ملاوٹ ہے۔ بیٹی دیندار تھی، کہا ماں تجھے امیر المومنین کا اعلان معلوم نہیں کہ ملاوٹ سے منع کیا ہے۔ ماں نے کہا بیٹی تجھے اعلان سے کیا اسے کوئی اطلاع تو نہیں ہو گی، ہم گھر بیٹھے ہیں، کس کو علم ہے۔ لڑکی نے کہا ماں تیری بات بھی مانتی ہے۔ لیکن اللہ کا حکم بھی ملحوظ رکھنا ہے اور امیر المومنین تو نہیں ہیں مگر اللہ تو موجود ہے، میں اس میں پانی نہیں ڈالوں گی۔ حضرت عمرؓ راستہ میں کھڑے تھے۔ باتیں سنیں، گھر گئے، جا کر اپنے صاحبزادوں

کو بتایا اور کہا دیکھئے ایک غریب خاندان کی لڑکی ہے۔

شادی کا معیار

ظاہر ہے جب دودھ بیچ کر گذارہ کرتے تھے تو غریب ہی ہوں گے۔ یہ بھی معلوم نہیں رنگ کیسا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں کسریٰ اور قیصر کی بعض صاحبزادیاں مسلمان ہوئیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی باندیاں بیویاں بنیں۔ جہاں ایسی باندیاں تقسیم ہو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ اپنے بیٹوں کے لئے شہزادیوں کا رشتہ مانگتے تو کون انکار کرتا۔ مگر حضرت امیر المومنینؓ نے کہا کہ اس غریب لڑکی کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس سے شادی کرلو۔ بیٹے نے کہا سبحان اللہ خدا کا خوف ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عمرؓ تیار ہو گئے۔ تو ایک تو وہ ملاوٹ تھی اور ایک ملاوٹ وہ ہے کہ قصائی گوشت بیچتا ہے تو ہڈی بھی اس میں ہوتی ہے۔ یہ کھلی ملاوٹ ہے، خفیہ اور غبن نہیں گندم میں چنے اور جو کے بھی کچھ دانے ہوتے ہیں۔ تو قصائی سے کہیں کہ گوشت تو لوں گا۔ مگر ہڈی واپس کروں گا وہ کہے گا یا تو سب لو یا سب لوٹا دو۔ ہڈی لے کر میں کیا کروں گا۔

عود الی المقصود

الغرض قانون ایسا ہے کہ عیب والی چیز بھی لو گے۔ یہ چھپی ہوئی بات نہیں کھلی ہوئی بات ہے۔ اسی طرح نماز با جماعت میں جتنے لوگ شریک ہیں مجھ جیسے گناہ گار بھی ہیں، جن کی نماز اس قابل نہیں کہ قبول ہو اور نیک خدا کے مقرب بندے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ خریدار ہے ہم بیچنے والے ہیں۔ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ (الآیۃ)

اب محض اس کے فضل و کرم سے کہ اس کے ہاں تو قانون کا لزوم ہے نہیں مگر بڑا مہربان ہے اپنے اختیار سے ہمارے لئے بنائے گئے قانون کی خود بھی پابندی کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ زید بکر اچھے لوگوں کی نماز قبول کر دے اور باقی ردی کی ٹوکری میں ڈال دے اس کی رحمت سے یہ بعید ہے تو ایک کی وجہ سے سب نمازیں قبول کر دے گا کہ ہم نے جماعت

میں اپنی نماز کو اس کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ اس بنا پر ہم جیسے ردّی لوگوں کی نماز بھی قبول ہو گی۔ ایک تو دین کا نشان بلند ہو گا۔ لوگ دیکھیں گے کہ یہ اللہ کے غلام ہیں اور دین میں یہ بھی ایک عبادت ہے اس کے علاوہ اگر انفرادی نماز لائق قبولیت نہ تھی اوروں کی برکت سے قبولیت بھی ہو گئی پھر یہ کہ ایک لالٹین ہو تو روشنی دھیمی ہوتی ہے۔ دس بیس جمع کر دو روشنی بڑھتی رہے گی۔ ایک دوسرے کا اثر قبول کرے گی۔ ایک شخص کے ایمان اور نماز کی روشنی ایک واٹ ہے۔ دوسرے کی دس واٹ تیسرے کی سو واٹ یہ تمام نورانیت قلوب جمع ہو کر اربوں واٹ تک روشنی پہنچ جائے گی۔ اور اس کے علاوہ نماز با جماعت میں صبر و تحمل کا بھی اجر ہے، گھنٹہ پہلے آئے اوروں کے انتظار میں بیٹھے ہیں یہ صبر کا مادہ ہے۔ اور ایک دوسری مصلحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے حالات سے بھی واقفیت ہو گی۔ عبرت اور سبق ہو گا ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کریں گے محلّے کے لوگ دن میں پانچ مرتبہ ایک دوسرے سے ملیں گے شہر کے آس پاس کے دیہات کے مسلمان ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ کی شکل میں جمع ہوں گے اور یہ سب برکات اور بھی وسیع پیمانے پر حاصل کریں گے آگے چل کر حج کا موسم آئے گا۔ تو ساری دنیا اور سارے عالمِ اسلام کے مسلمان بیت اللہ کے آس پاس مل بیٹھیں گے۔ جمع ہو کر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں گے۔ ایک دوسرے سے ربط و تعلّق بڑھے گا۔ حالات کی خبر گیری ہو گی تو ہر عبادت میں یہی اتحاد۔ یگانگت باہمی ربط و تعلق موجود ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا جسے میں نے ابتداء میں تلاوت کیا تھا۔ مگر افسوس کہ وقت نہیں رہا۔

مسلمانوں کی تباہی کا سبب نا اتفاقی

مختصراً عرض کروں گا کہ آج مسلمان اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں۔ بڑا سبب باہمی نا اتفاقی ہے جو ملک میں بھی ہے گھر میں بھی باپ بیٹے میاں بیوی کے درمیان بھی ہے، بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ یہ چیز جس قوم میں آجائے سمجھئے کہ اب یہ جہنم اور تباہی کے کنارے پہنچ چکی ہے۔ خداوند کریم نے اس آیت میں اسلام کی یہ نعمت ذکر کر دی کہ اے انصار و مہاجرین

یاد کریں جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسلام کی برکت سے ایک ہو گئے، اللہ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک دوسرے کی عزت کرنے والے ایک دوسرے پہ مال و جان قربان کرنے والے بن گئے۔ جاہلیت کی باتیں کہ میرا خاندان میری قوم میرا منصب میرا ملک سب چھوڑ بیٹھے۔ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ خاندانی جغرافیائی عصبیت کو ختم فرمایا اللہ کی نعمت یاد کرو کہ خدا نے تمہیں ملا دیا۔ آگے فرمایا: وکنتم علی شفا حفرۃ من النار۔ اس وجہ سے تم تباہی اور ہلاکت کے دھانے پر کھڑے تھے فانقذکم منھا۔ خدا نے تمہیں ان چیزوں سے نجات دی اور ہلاکت کے گڑھے سے بچایا تو اسلام کہتا ہے کہ مخالفت کی کوئی بات اپنے اندر نہ پیدا کرو۔ حکم ہے کہ ایک مسلمان دوسرے سے مذاق نہ کرے لایسخر قوم من قوم۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی غیبت نہ کرے۔ ایک شخص کی بہت سی نیکیاں ہوں گی۔ حکم ملے گا کہ جہنم میں جائے، وہ حیران ہو کر پوچھے گا تو ارشاد ہو گا کہ یہ صحیح ہے کہ تم نے بڑی نمازیں پڑھیں حج کیا مگر مسلمانوں کو لڑایا تم نے، تم زبان سے ایسی باتیں نکالتے ہو جیسے بچھو ڈنگ مارتا ہے اور ایک شخص آئے گا کہ نمازیں کم ہوں گی پیش ہو گا، حکم ملے گا لے جاؤ اسے جنت میں۔ اب وہ بیچارہ حیران ہو گا کہ میں تو بڑا مجرم اور قصوروار ہوں۔ یہ کیا معاملہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے مسلمانوں میں مصالحت کی کوشش کی آج ہر ایک بچھو بنا ہوا ہے۔ دلوں میں بے چینی اسی وجہ سے ہے، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلا کر آپس میں متفق کر دے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد اور اخوّتِ اسلامی

اسلام میں تجارت اور صنعت کی اہمیت

یہ تقریر ۳۰/ اکتوبر ۹۱ء کو اسلام آباد میں ایک صنعتی ادارہ کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے تحریر فرمائی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ انما المؤمنون اخوۃٌ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین

محترم بزرگو! تقریر کرنے کا تو خیال نہ تھا، یہاں آ کر احباب کی خواہش ہوئی کہ چند منٹ کچھ کہا جائے، میں نے آپ کے سامنے ایک آیت اور دو جملے حدیث کے بیان کئے۔

تمام رشتوں سے مضبوط رشتہ

خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ دنیا بھر کے جتنے مسلمان ہیں سب کے سب آپس میں بھائی ہیں انّما المؤمنون اخوۃٌ۔ بے شک تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے مسلمانوں میں یہ جو رشتہ ہے اسلام کا، وہ تمام نسبی رشتوں سے قوی تر ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام نسبی اور

ہے کسی کا کام زمینداری اور کاشت کاری، کسی کا تجارت، کسی کا صنعت کاری، کسی کا دفتری ملازمت کسی کا فوجی خدمت، الغرض نوع انسانی کی بقاء کے لیے سب انسان مختلف المقاصد ہوں گے، مگر ایک دوسرے سے مربوط اور پیوست ہوں گے، اگر ایک شعبہ میں بھی کمی یا خرابی آ گئی تو "جسدِ قومی و ملّی" کے لیے نقصان ہوگا، تو حضورؐ کے ارشاد کی روشنی میں دنیا کے ستر کروڑ مسلمان ایک ہی جسد ہیں ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ ان اشتکی رجلہ اشتکی کلہ، اگر ایک آنکھ یا ایک پاؤں میں بھی تکلیف آ جائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

سب کچھ باہمی ربط پر موقوف ہے

پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو آنکھ سوتی نہیں آنسو بہاتی ہے۔ زبان یا اللہ یا اللہ اور فریاد کے کلمات ادا کرتی ہے، زخمی تو ہو گیا پاؤں مگر بے آرام آنکھیں ہیں، نیند حرام ہو گئی ہے۔ پس ہمارے بدن کا یہ جو کارخانہ ہے اس کا ہر پرزہ الگ الگ کام پر مقرر ہے مگر آپس میں روح کی وجہ سے مربوط اور پیوست ہے تو سب کے سب اعضاء ایک دوسرے کی ہمدردی میں شریک ہوتے ہیں، آنکھ میں تکلیف ہو تو پاؤں ڈاکٹر کی طرف چلنے لگتے ہیں۔ دل و دماغ ازالہ کی تدبیریں کرنے لگتا ہے، غرض تمام اعضاء اس کے ازالہ میں مشغول ہو جاتے ہیں، مگر یہ سب کچھ تب ہوتا ہے کہ سارے اعضاء کا روح اور زندگی کی وجہ سے باہمی ربط قائم رہے، مگر جب آدمی مر جاتا ہے تو ہاتھ پاؤں سر پیٹ سب اعضاء الگ الگ اور منتشر ہو جاتے ہیں، کوئی تعلق اور ربط غم درد کا باقی نہیں رہتا۔ وہی آدمی جب زندہ تھا تو سارا بدن ایک ایک عضو کا خادم تھا، مر گیا تو جو عضو بھی کاٹیں دیگر اعضاء کو تکلیف اور ذرا سی پرواہ بھی نہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ سارے جسم کو ملانے والی چیز جو روح ہے، نہ رہی تو سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ جب تک ملانے والی اور مضبوط کرنے والی چیز روح موجود تھی تو پورا قالب ایک دوسرے سے مرتبط رہا ——— یہی حال تمام عالم کے مسلمانوں کے جسدِ واحد

نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب رشتے منقطع ہو جائیں گے، صرف میرے ساتھ جس کا رشتہ ہوگا وہ منقطع نہیں ہوگا۔

اخوت اسلامی کے تقاضے

تو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ سب مومن دنیا بھر کے جہاں کہیں بھی ہوں، بھائی بھائی ہیں اور حدیث میں ہے کہ ایک بھائی کو مناسب نہیں کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

المسلم اخو المسلم فلا یخونہٗ ولا یکذبہٗ ولا یخذلہ۔

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے پس وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ جھوٹ بولتا اور نہ اسے رسوا کرنا چاہتا ہے۔

کسی کو جائز نہیں کہ مسلمان بھائی کی اعانت نصرت اور اس کی خدمت کو چھوڑ دے یا اس کو ذلیل کرے۔

ستر کروڑ مسلمانوں کا جسد قومی وملی

اور حضور اقدس ؐ نے فرمایا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جسدِ انسانی جیسے ہیں یہ ہمارا بدن ہے، اللہ نے اس کے نظامِ حیات اور حوائج پورا کرنے کے لئے کان، ناک، آنکھ، ہاتھ پاؤں دئے اور سب کا ایک حکم نہیں، درجہ و مرتبہ الگ الگ ہے، پاؤں سے ہم کانٹوں پر چلتے ہیں، زمین پر، مگر کیا آنکھوں سے بھی چل سکتے ہیں۔؟ ان کا کام تو دیکھنا اور دکھانا ہے اور برُے بھلے کو معلوم کرتا ہے، یہ گھڑا ہے، یہ موٹر لاری ہے، الغرض نفع اور نقصان پہنچانے والی تمام اشیاء کی تمیز کراتا ہے، کانوں کا کام سُننا، ناک کا کام سونگھنا اور زبان کا کام بولنا اور چکھتا ہے، ہاتھ کا کام پکڑنا اور اٹھانا ہے، مختلف جوارح اور اعضاء ہیں، مگر انسانی زندگی ہر ایک کی محتاج ہے اور ایک ہی طرح کی حاجت تمام اعضاء سے نہیں پوری کی جاسکتی، پاؤں نہ ہوں تو لنگڑا ہے، کان نہ ہوں تو بہرا ہے، آنکھ نہ ہو تو اندھا ہوگا، مجموعۂ اعضاء کے ملنے سے ایک قالب بن گیا، اور ہر ایک کا اپنا اپنا کام ہے، اسی طرح یہ تمام نوعِ انسانی بھی ایک بدن

اور جسم واحد کا ہے، وہ چین کا ہو یا امریکہ کا پاکستان کا ہو یا مشرقِ وسطیٰ کا وہ سب کے غم درد
میں شریک ہوگا، کسی کی تکلیف برداشت نہیں کرسکتا، قومیت، عصبیت، ملک و وطن
اور کسی قسم کے علاقائی اور طبقاتی تقسیم کا روادار نہ ہوگا، بلکہ سچے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے
کا غمگسار رہے گا، مگر یہ تب ہوگا کہ اس میں زندگی ہو اور روح ہو اور وہ روح صرف اور صرف
اسلام اور ایمان ہے، ان کی تعداد جتنی بھی ہو ایک جسم اور ایک جان ہوں گے اور خداوند تعالیٰ
وہ زمانہ جلد لائے کہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے بموجب دنیا کے ہر گوشہ اور ہر گھر میں
خواہ وہ گارے مٹی کا ہو یا بالوں اور اون کا خیمہ ہو، اللہ کے نام سے خالی نہ رہے، اور پوری
دنیا ایک گھرانہ اور ایک جسم بن جائے اگر ہمارے اندر ایمان کا رشتہ قائم رہا مضبوط
رہا تو چینی، جاپانی، برطانوی اور پاکستانی سب مسلمان ایک ہوں گے،
ایک کی راحت سب کی راحت، ایک کی تکلیف سب کی تکلیف، ایک کا فقر سب کا فقر
ایک کی غنیٰ سب کی غنیٰ ہوگی اور اگر یہ چیز نہ ہو اور ہم اربوں کھربوں ہو جائیں مگر اس
وقت حقیقت میں ہم مردہ ہوں گے۔

صحابہؓ کا باہمی ایثار اور مواسات

صحابہ کرامؓ کی زندگی اسلام کی وجہ سے پاک صاف تھی، اور حالت یہ تھی کہ جنگ
یرموک کے موقعہ پر غالباً ابو حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میرا بھائی زخمی ہوا، تڑپ رہا تھا، نزع کی
حالت طاری تھی جس میں شدت کی پیاس اور تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے اشارہ
کرکے پانی مانگا، میں دوڑتے دوڑتے پہنچا تو پاس ہی دوسرا مسلمان زخمی پڑا تھا، اس
نے کہا: العطش العطش مجھے پیاس ہے میں نے جب بھائی کے منہ میں پانی ڈالنا چاہا
تو اس نے دوسرے ساتھی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے اسے دے دو، اس کے
پاس پہنچا تو تیسرے زخمی نے پانی کے لئے پکارا، اس نے کہا کہ پہلے اسے دیدو،
اسی طرح آخری مسلمان تک جب پہنچا تو اس کی روح پرواز کرگئی تھی، واپس آیا تو سب کے

کی جو فضیلت ہے یہ ساری سلطنت اس کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتی، دنیا کیا ہے، اس کی تمنا مت کرو، اور خود سلیمان علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے ہاتھوں سے ٹوکریاں بنتے تھے اور اس کی کمائی کھاتے، باقی سب کچھ تمام ملک کے لئے تھا، اور آپ تو پیغمبر تھے، ہمارے ہندوستان کے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جن کی سلطنت آسام سے ہرات تک پھیلی ہوئی تھی اور ہندوستان اس وقت سونے کی چڑیا تھی، مگر عالمگیر کی حالت یہ تھی کہ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے اور اس کے ہدیہ سے اپنے اخراجات پورے فرماتے، یہ کتابت، یہ ٹوکریاں اور زرہیں بنانا بھی ایک صنعت ہے اور انبیاء کی سنت ہے، یہی حال تجارت کا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل تجارت فرماتے تھے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کی، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عطر کی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خشک کھجوروں کی تجارت کیا کرتے، تو اللہ نے جس طبقہ کو تجارت یا صنعت کاری کا موقع دیا، اور اس سے ان کا مقصد قوم وملک کی بہبود اور اللہ کو خوش کرنا اور مخلوق کی اعانت اور بھلائی کرنا ہو تو حضور علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے حق میں بڑی بشارتیں دی ہیں۔ فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین۔	جو تاجر کہ سچا اور امانت دار ہو اسے انبیاء صدیقین شہداء اور نیک لوگوں کی معیت نصیب ہوگی۔

تجارت میں کامیابی کا راز

حضور نے تجارت میں کامیابی کا گر بھی تبلا دیا کہ یہ گر دو ہیں۔ (۱) صداقت (سچائی) (۲) اور امانت، کہ بیچتے وقت عیب کو تبلا دے، سچ بولے، بد دیانتی نہ کرے، قول اور عہد کا پاس رکھے تو کامیاب ہے، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تجارت کے دوران ایفاء عہد کی خاطر تین دن تک ایک شخص کا انتظار کرتے رہے۔ ایسے تاجر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بڑی نعمتوں سے نوازیں گے پس جو شخص بھی نیت کی تصحیح کر کے مسلمان قوم، ملک و وطن کی خیر خواہی

تو ایسی دولت کو خیر اور نعم المال الصالح کہا گیا ہے۔ اگر امراء کو حصولِ دولت میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی تمیز ہو جائے اور فقراء حلال ذریعہ سے اپنی ضروریات پورا کرنے کی سعی کریں تو نہ شر رہے گا نہ فساد ـــــ آج ہم ستر کروڑ ہیں مگر صحیح معنوں میں دس ہزار بھی بمشکل مل سکیں گے، یہ اس لئے کہ ہم اسلامی نقطۂ نظر کو کسی کام میں ملحوظ نہیں رکھتے، ہماری تجارت صنعت اور ہمارا معاشرہ اور تمدّن اسلامی طریقہ پر نہیں، اس لئے طبقاتی جنگ ظاہر ہو رہی ہے اگر ہم اسلام کو اپنا لیں تو یہ سارے فتنے خود بخود مٹ سکتے ہیں۔ اسلام ہی تو کہتا ہے کہ مزدور کو اس کی اُجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ اسلام ہی کہتا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ نوکر اور مزدور کے ساتھ اکٹھے کھاؤ پیو، وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ پس اگر مسلمانوں کا صرف قالب ہو اور روح اسلام نہ ہو تو یہ قوم متعفن لاش ہوگی۔ اور اگر روح ہو تو سارا جسم کام کرے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

✣———★———✣
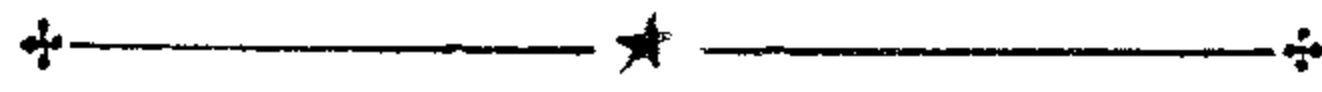
اہلیّت امیر کا معیار

اور اس طرح مسلمانوں کو حکمرانی اور حکومت کی اہلیت کا ایک معیار بتلایا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اے میری امت جب کہ تمہارے امیر اور حکم نافذ کرنے والے حکومت کرنے والے تم سب سب میں سے بہتر ہو۔ اور اس امت کی جب یہ شان رہے گی کہ ان کے جو امراء ہیں وہ سب میں دین کے لحاظ سے علم کے لحاظ سے تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہوں تو یہ امت سرخرو اور کامران و کامیاب رہے گی۔

معاشرہ کی اصلاح و فساد میں حکومت کا مقام

اور امیر ایک سرچشمہ ہوتا ہے۔ اگر چشمہ گندا ہوا اور اس چشمے سے ہم چاروں طرف نالوں میں پانی نکالتے ہیں۔ اور وہ نالیاں اگر سونے کی بھی ہوں صاف ستھری ہوں۔ لیکن جب چشمہ کا پانی گندا ہے۔ اس میں گوبر ہے بول و براز ہے۔ اس میں بدبو ہے تو یہ پانی چشمے سے سونے چاندی کی نالیوں میں بھی لے جائیں، مگر پانی بدبودار رہے گا غلاظت چاروں طرف پھیلے گی۔ اسی طرح امیر کی حالت ہے اگر وہ ٹھیک نہیں تو پوری رعایا پر اس کا اثر پڑے گا کہ الناس علی دین ملوکھم (لوگ اپنے حکمرانوں کے طور طریقوں کو اپناتے ہیں) تو حضورؐ نے فرمایا کہ سرچشمہ جو ہے امر کا وہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جس میں خیر ہو۔ اور اس کی شان یہ ہو کہ الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ جنہیں سلطنت دی وہ نماز اور زکوٰۃ قائم کریں بھلائیوں کی تلقین کریں برائیوں سے روکے اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ امیر وہ شخص ہو جو مسلمان ہو عاقل بالغ ہو عالم ہو متقی ہو۔ سیاستدان ہو۔ کسی مخلوق سے نہ ڈرنے والا ہو کہ خدا کے احکام کی تنفیذ میں کسی سے نہ ڈرے کسی کی رعایت نہ کرے اور جس قانون کو وہ نافذ کرنے والا ہو اسے جاننے والا بھی ہو اور ہم تو صرف نافذ کرنے والے ہی بن سکتے ہیں۔ حکم اور بنانے والے کب بن سکتے ہیں۔ وہ تو خداوند کریم

تو اب یہ ایک طالب العلمانہ سوال ہے کہ مسلمان تو مسلمان، مسلمانوں کے ملک میں تو کافر بھی رہ سکتے ہیں۔ ذمی بن کر وہ رہیں تو شریعت کا حکم یہی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے ہی حقوق ہر طرح رہیں گے۔

ودماءهم كدمائنا و	ان کا خون ان کا مال ان کی آبرو مسلمانوں
اموالهم كاموالنا	کے خون اور مال اور آبرو کی طرح محترم ہے
واعراضهم كاعراضنا۔	گی۔

ان کی عزت و آبرو کی حفاظت ہمیں کرنا ہوگی۔ حالانکہ لا الٰہ الا اللہ تو ان لوگوں نے نہیں کہا ذمی ہیں، کافر ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایک تو زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ جو مدار نجات آخرت ہے۔ لیکن جو کافر ہمارے ملک میں رہے گا۔ اب اس کے اوپر بھی دیوانی فوجداری قوانین تو اسلام ہی کے نافذ ہوں گے۔ اس نے یہ بات مان لی کہ مجھ پر اب ایسے فیصلے شریعت اسلام ہی کے چلیں گے۔ تو جب ایک کافر نے اس حد تک خدا کے قانون کو تسلیم کر لیا تو اگر حقیقتاً لا الٰہ الا اللہ نہیں کہا مگر حکماً کہہ دیا۔ اس لئے اس کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرما دی۔ اور اگر کوئی لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے خدا کی حاکمیت اور قانون کو تسلیم نہیں کرے گا۔ تو بظاہر حکماً مسلمان ہی کہلائے گا مگر لا الٰہ الا اللہ کی برکات اور خدا کی رعایتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ تو بہر حال بات قانون بنانے کی ہے، تو تقنین صرف خدا کا کام ہے کہ ان الحكم الا لله۔ اور ہم تو خدا کے غلام ہیں تو اب اس کے قانون پر چلیں گے اور اس کو نافذ کریں گے۔

حدیث توضیح و تشریح ہے | اور قانون وہ توضیح ہے جو حضور اقدس ﷺ نے احادیث کی شکل میں فرمائی۔

لتبين للناس ما نزل اليهم۔ اور ان کے فرائض میں سے تھا۔ لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم

نالی مٹی کی کیوں نہ ہو۔ اس میں صاف ستھرا پانی آئے گا میٹھا پانی ہر جگہ پہنچے گا۔ تو یہی حال امراء اور حکام کا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ امرا تم سب میں سے بہتر ہونے چاہئیں۔ دیکھئے حضور اقدسؐ کے بعد۔

معیار خلافت قرابت نہیں قربت

مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کیوں منتخب فرمایا بعض حضرات کہتے ہیں یعنی شیعہ کہ خلافت اس کو ملنی چاہیئے تھی جس کی قرابت خاندانی تھی حضورؐ کے ساتھ۔ بھئی قرابت نہیں جس کی قربت جس کا درجہ جس کی منزلت زیادہ ہو جس کے اندر قرب خداوندی زیادہ موجود ہو، اور اوروں میں بھی یہ بات تھی۔ لیکن ان میں نسبتاً زیادہ تھی تو انہی کو امیر منتخب کیا گیا۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ وکان ابو بکرؓ اعلمنا ہم سب میں بہترین علم رکھنے والے تھے۔ اور افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابو بکر الصدیق بلاشبہ انبیاء کی جماعت کے بعد سارے انسانوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مقام اونچا ہے۔

خلافت کا معیار ایسی باتیں ہیں۔ اور جو لوگ اس معیار کو چھوڑ کر اور معیار ڈھونڈھتے ہیں۔

جمہوریت اور کسرویت

یا صرف یہ معیار کہ فلاں امیر کا بیٹا ہے تو بس اہلیت کے لئے کافی ہے ڈ لوگ۔ سمجھتے نہیں کہ اسلام پر کس قدر بدنما داغ لگاتے ہیں۔ دیکھئے آجکل تو جمہوریت کا زمانہ ہے۔ قیصریت اور کسرویت تو یہ تھی کہ باپ مرا خلیفۂ وقت تھا۔ بادشاہ وقت تو اب اس کے بیٹے کو چاہیئے جتنا ہی بدمعاش کیوں نہ ہو اس کو ولی عہد بنا دو بیٹا نہ ہو تو خاندان کی کسی لڑکی کو ڈھونڈھ کر پکڑ لاؤ۔ اور اس کے تخت پر بٹھا دو۔ پرویز کسریٰ جب قتل ہوا اور اس کے بیٹے نے باپ کو قتل کیا یہ ایک لمبا قصہ ہے۔ بعض لوگوں نے اور غالباً حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں نظر سے گذرا ہے کہ حضرت آدم کی تیسری نسل سے لیکر اسوقت تک ایک ہی خاندان کی سلطنت قائم تھی۔ تو بڑی طاقت ور سلطنت تھی حضور اقدسؐ نے خسرو پرویز کو بھی اپنا گرامی نامہ بھیجا جس میں گویا ایک حدیث مبارک ہے بسم اللہ من محمد

ہو کر سکے باپ کو پہلے سے بیٹے کی حالت معلوم تھی۔ تو اس نے پہلے سے ایک صندوق میں دوائی کے بکس میں ایک ڈبیہ رکھدی اور زہر ملا کر کسی دوائی پر لکھا کہ یہ دوا قوت باہ کے لئے بے حد مفید ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ بیٹا شوقین مزاج ہے اسے استعمال کرے گا تو اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ شہزادہ نے وہی کیا سب خاندان کے قتل کے بعد اس نے وہ دوائی کھالی۔ کہ اب تو عیاشی کروں گا۔ وہ تھا زہر، کھاتے ہی زہر کے اثر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ خاندان میں تخت کا وارث مرد تھا نہیں۔ تو پھر اس کی بہن بوران کو تخت پر بٹھایا گیا حضورؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا لن یفلح قوم ولّوا امورھم نساءھم۔ کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جو اپنے امور کی باگ ڈور عورتوں کے ہاتھ دیدے۔ تو قیصریت اور کسرویت تو یہی تھی کہ خلافت وحکومت خاندان کی جاگیر بنادی جائے مرد نہ ہو تو کسی عورت یا بچے کو پکڑ کر تخت پر بٹھادیا جائے۔ اسلام نے اس چیز کو ختم کیا۔

خلیفۂ اوّل حضرت صدیقؓ کا تدین وتقویٰ

حضرت علی خلیفہ راشد ہیں، رابع خلیفہ ہیں۔ مگر پہلے جو خلیفہ منتخب ہوئے وہ تھے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق ——— اور حالت تدین وتقویٰ اور دیانت کی کیا تھی کہ خلافت سے قبل کپڑوں کی تجارت فرماتے۔ خلافت کا بار سنبھالنے کے بعد حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ کپڑوں کی گٹھڑی لادے ہوئے بازار بیچنے جارہے ہیں تو کہا حضرت اب تو آپ پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ امت کا سارا کام آپ کے کاندھوں پر ہے۔ فرمایا بیوی بچوں کا بھی فکر کرنا ہے۔ ان کی معاش کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ مسجد میں جاکر حضرت عمرؓ نے اہل حل وعقد صحابہؓ کو جمع کیا، مشورہ ہوا کہ اوسط درجہ کے مہاجر صحابی کا جو یومیہ وظیفہ ہو وہ خلیفۃ المسلمین کو بھی دیا جائے کہ وہ اپنے کاروبار سے بے فکر ہو کر خلافت کا کام کرسکیں۔ وظیفہ کیا تھا۔ وہی آٹھ آنے یا بارہ آنے کے برابر بیوی نے پیسہ پیسہ بچا کر کئی دن بعد کہیں حلوہ بنایا پتہ چلا تو اسے بھی اٹھا کر بیت المال میں بھیج دیا اور اپنی تنخواہ یومیہ اس کے برابر

تو گندہ نجس جسم کے ساتھ ہم جنت نہیں جا سکتے (قیامت کے پچاس ہزار مشقتوں کے دن سے بھی صفائی نہ ہوئی تو پھر جہنم سے صفائی کرائی جائے گی۔ دھوبی کپڑے کو گرم پانی میں جوش دیتا ہے۔ نہ ہو تو اسے لکڑی سے اور پتھروں سے مارتا ہے۔ قدموں سے پامال کرتا ہے تاکہ میل کچیل نکل جائے۔ تو اگر دل میں رتی بھر ایمان ہے تو پھر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخلہ مل جائے گا۔ بہرحال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ حال تھا جو افضل البشر بعد الانبیا رہیں جس کو خدا نے اولو الفضل کہا ہے۔ جو محمد الرسول اللہ والذین معہ کا زندگی اور موت کے بعد اور حشر کے بعد بھی مصداق ہیں۔

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے حالات

پھر حضرت عمرؓ خلیفہ بنے جن کے ہاتھ سے قیصر و کسریٰ کے خزانے تقسیم ہو رہے تھے۔ اس کا روزینہ بھی ۱۰،۸ آنے یومیہ تھا۔ صحابہؓ چاہتے تھے۔ کہ کچھ اضافہ ہو براہِ راست جرأت نہ تھی۔ تو ان کی صاحبزادی حفصہؓ جو ام المومنین تھیں کی وساطت سے کہلوایا کہ تنخواہ بڑی کم ہے۔ کچھ اضافہ مان لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے سن کر ناراضگی ظاہر کی۔ جس نے مشورہ دیا اس کا نام معلوم کرنا چاہا حضرت حفصہؓ نے کہا میں نام نہ تبلانے کا وعدہ کر چکی ہوں۔ پھر پوچھا اے بیٹی تمہارے ہاں حضورؐ کا بہترین کپڑا بہترین کھانا بہترین فرش کیا ہوا کرتا تھا۔ فرمایا مجھے اتنا یاد ہے کہ ایک دن حضورؐ نے جو اچھے سے اچھا کھانا تناول کیا تو وہ جو کی گرم روٹی پر کچھ گھی لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اسے رغبت سے تناول کیا۔ کپڑے گیروی رنگ کے موٹے کھدر جیسے پیوند لگے ہوئے تھے۔ سونے کا فرش زمین پر ایک دری تھی۔ میں نے ایک رات اسے دو تہہ کر دیا کہ کچھ نرم ہو جائے۔ اس پر آرام فرمایا مگر سحری کو اٹھ کر فرمایا۔ حفصہؓ تم نے یہ کیا بچھایا۔ آئندہ ایسا نہ کرنا آرام سے سو جانے کی وجہ سے رات کی عبادت مشکل ہو جاتی ہے۔

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا دیکھو حفصہؓ ان لوگوں سے کہہ دینا کہ میرے دو رفیق ہمارے لئے ایک راستہ بنا کر چلے گئے ہیں۔ اور منزل مقصود کو پا گئے ہیں۔ یعنی رضا الٰہی اور حصول جنت

تو ڈکیٹر شپ نہ ہو۔ آج نہ دلیل سنتے ہیں نہ عقل کی بات۔ بلکہ صرف گننے کا سوال ہے کہ جدھر سے اشارہ ہوا اور زیادہ ہاتھ اٹھے وہی صحیح۔ تو امت کے معاملات اہل حل وعقد اور دینداروں کے مشورے سے طے ہونے چاہئیں۔ اگر یہ حالت ہے۔ تو تمہارا زمین کے اوپر رہنا بہت ہی اچھا ہوا ورنہ اگر نہیں تو اسلام ملک و قوم، حضورؐ کے لئے داغ بن جائیں گے۔ آگے فرمایا، اگر تمہارے امیر تم میں سے شریر ہوں، غنڈے ہوں لکھ بن لکھ ہوں شرابی زانی، رقص کرنے والے دین اسلام نماز، روزہ سے جاہل ہوں۔ اور تمہارے دولت مند تجوریاں بھرنے لگیں۔ نہ دین کے نہ قوم اور ملک کے بس اپنے نفس اور خواہشات کے اور امورکم الیٰ نساءکم ـــــ جو بھی معاملہ ہوا اس میں بیوی کو خود مختار بنایا۔ خدا اور رسول رشتہ داروں سے تعلق میں بھی بیوی کی مرضی اور نامرضی معلوم کرے اور عورتوں کے حقوق اپنی جگہ ہیں۔ ان کی بھی قدر ہونی چاہیئے۔ مگر عورت کا تابع ہونا بُرا ہے۔ تو اس حالت میں زمین کا باطن تمہارے لئے اس کے ظاہر سے بہتر ہے یعنی ایسی زندگی خیر و برکت کی باعث نہیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

✦ ——— ★ ——— ✦

سیرت و اخلاق مبارکہ کی وسعت

اور حضورِ اقدس ؐ کی شانِ اعلیٰ اور سیرتِ طیبہ کے لئے تو تمام عمر بھی ناکافی ہے حضرت عائشہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کے اخلاق بیان فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا: وکان خلقه القرآن۔ حضورؐ کے اخلاق کا تو سارا قرآنِ کریم ہی بیان ہے۔ قرآن کے عجائبات تو قیامت تک ختم نہیں ہوتے، تو حضورؐ کی زندگی کا ایک ہی شعبہ جو اخلاق ہیں قیامت تک اس کی تشریح اور تفصیل ختم نہیں ہو سکتی۔ ادارہ تعلیم الاسلام کو اللہ تعالیٰ اجر دے کہ اُس نے آپ کو یہاں جمع ہونے اور حضورؐ کی سیرت و سنّت، اخلاق و عادات کا کچھ حصہ سننے کا موقع مہیا کیا۔

امّت کی فکر میں حضورؐ کا سوز و گداز

حضور اقدس ؐ کو اپنی امّت کی بے حد فکر تھی۔ امّت کے لئے آپؐ نے بڑی مشقتیں اُٹھائیں۔ امّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضورؐ تشریف لائے ذرا سا بستر پہ لیٹے مگر پھر جلد اُٹھے صبح تک نماز میں کھڑے رہے اور صرف ایک ہی آیت بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے۔ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك غفور الرحيم۔ اے اللہ اگر میری اس اُمّت کو آپ سزا دیدیں تو تیرے ہی بندے ہیں۔ مجرم ہیں اس کے لائق ہیں۔ مگر تیرے ہی در کے بغیر ان کا آسرا دوسرا نہیں۔ تو جیسے چاہے ان کے بارے میں تجھے حق ہے۔ لیکن اگر تو انہیں بخش دے تو تو مہربان اور بخشنے والی ذات ہے۔

حضورؐ کی دُعاؤں کا اثر اور مجدّدِ اوّل عمر بن عبدالعزیزؒ

حضورؐ کی اس فکر، مشقت اور دعاؤں کا نتیجہ امّت کے حق میں ہر دور میں ظاہر ہوتا رہا۔ مسلمانوں کے اندر اللہ تعالیٰ ہر دور میں مجدّد مبعوث فرماتا رہا، اور پہلے مجدد جو گذرے ہیں سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ ان کی حالت خلافت سے قبل یہ تھی کہ بڑے بڑے رؤساء اور امراء دھوبی کی منت سماجت کرتے تھے کہ جس مٹکے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے کپڑے دھوئے جائیں ان میں ہمارے کپڑے بھی شامل کر دئے جائیں تاکہ وہ نایاب اور بیش

فاروق اعظمؓ اور رعایا کی خبر گیری اور خوفِ جوابدہی

حضرت عمرؓ رات کے وقت گھر سے نکل کر مدینہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے کہ رعایا کی کیا حالت ہے۔ ایک رات دیکھا کہ شہر سے باہر ایک بوڑھی عورت خیمہ سے باہر پریشان بیٹھی ہے اور کچھ پکا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس وقت کیا پکاتی ہے۔؟ کہا کیوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا انسانی حقوق اور ہمدردی کے تقاضا سے آپ کا احوال پوچھتا ہوں تو اس نے تبلایا کہ میرے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ میں اس طرح خالی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا کر انہیں بہلا رہی ہوں، کہ اس طرح انہیں کچھ تسلی ہو اور وہ سو جائیں اس بڑھیا نے کہا کہ مجھے حضرت عمرؓ سے ملنا ہے اور قیامت کے دن اس سے باز پرس بھی کروں گی کہ میرے بچے بھوکے پھرتے رہے اور آپ نے ان کی فکر نہ کی۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ گئے خوفِ خدا اور فکرِ محاسبہ سے لرز گئے اور فرمایا کہ اے بڑھیا تو نے عمرؓ کو اپنی حالت سنائی ہے۔ کہا نہیں۔ تو فرمایا عالم الغیب تو فقط اللہ کی ذات ہے۔ اس میں عمرؓ بیچارے کا کیا گناہ ہے۔ پھر قیامت کے دن اس کے گلے میں کیوں پڑو گی تو اس نے جواب میں کہا کہ جب وہ حاکم بنا بیٹھا ہے تو اس کا فرض ہے کہ ہماری حالت معلوم کرتا پھرے اور رعایا کی حالت دریافت کرتا رہے، اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اُسے استعفیٰ دینا چاہیئے حضرت عمرؓ گھر واپس ہوئے گھر سے کھانے پینے کی چیزیں خود اُٹھائیں اور بڑھیا کے پاس روانہ ہوئے۔ حضرت اسلم نامی غلام ساتھ تھے انہوں نے بوجھ اٹھانا چاہا تو فرمایا کہ نہیں قیامت کے دن تجھ سے نہیں بلکہ مجھ سے حساب لیا جائے گا۔ اور مجھے جواب دینا ہوگا۔ تو جب ایسا ہو تو میں خود اپنی یہ خدمت پیش کر سکوں۔ یہ عمرؓ ہیں! جن سے قیصر و کسریٰ کانپتے تھے جن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ میرے بعد اگر نبی آ سکتا تو عمرؓ نبی ہوتے۔ لیکن نبوت مجھ پر ختم ہے اور فرمایا کہ جس راستہ سے عمرؓ گذرتے ہیں شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ ایسی اونچی شخصیت تھے۔

بڑھیا کے پاس سامان لادے ہوئے پہنچے سب کچھ پیش کر دیا۔ خود ہانڈی چولہے پر چڑھا، آگ جلاتے

ہے مگر اٹھا نہیں سکتی۔ حضورؐ نے یہ بوجھ اُٹھایا اور اس کے مکان تک لے گئے۔ بڑھیا بڑی خوش تھی اور جاتے وقت کہا کہ ایک نصیحت کرتی ہوں کہ تم بے حد شریف اور رحمدل جوان ہو اس لیے یاد رکھنا کہ کہیں یہاں شہر کے ایک نوجوان کی باتوں میں نہ آجاؤ۔ جس نے نئے دین کی بنیاد رکھی ہے اس کے پاس بھی نہ جانا۔ آپ نے فرمایا وہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے سُن کر کہا اچھا وہ اتنا بلند اخلاق والا انسان ہے، فوراً ایمان لے آئی۔ یہ تھے سرورِ کائنات اور ان کے اخلاقِ عظیم۔ تو یہی حالت اس امت کے مجدد اوّل حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بھی تھی اور ہر ہر کام میں یہی احساس غالب تھا کہ حضورؐ جب مدعی ہوں، اللہ تعالیٰ مطالب ہوں بندوں کے حقوق کا۔ تو مجھے کون بچا سکے گا۔

خلافت کے بعد پہلا کام دین کی حفاظت

خلافت کے بعد سب سے پہلے امرا و حکام کے نام جو حکم جاری کیا وہ یہی تھا کہ اگر میرے اقتدار کے زمانے میں حضورؐ کی ایک سنّت بھی زندہ ہو جائے اور اس کے بدلے امیرالمومنین کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے تو عمرؓ کامیاب ہے کہ اس کے زمانہ میں ایک سُنّت زندہ ہو گئی۔

آج بھی ہر طرف سے اسلام کے نعرے لگتے ہیں کہ اسے جاری کر دیں گے۔ جاری تو کرتے نہیں البتہ بھاڑ و کر دینا چاہتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری سلطنت اور خلافت کی حفاظت کی جائے بلکہ اعلان کیا کہ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔ میری جان و مال اور عبادت، زندگانی اور موت سب اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے۔

حضورؐ کی دعاؤں کی برکت

حضور خاتم النبیین نے فکر لگی تھی کہ میری امت پر دولت عیاشی فحاشی، حکومتوں اور ازموں کے فتنے آئیں گے، حفاظت کی کیا صورت ہوگی تو اللہ نے انتظام فرمایا کہ اس دین کی حفاظت کے لئے ہر صدی

اللہ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میرے نبی کے لباس کی مشابہت کرنے والوں کو دولتِ ایمان سے محروم رکھوں۔

اتّباعِ رسولؐ کا نتیجہ مغفرت و محبوبیّت

توحضورؐ کی ذراسی مشابہت اور اتباع کا بھی یہ نتیجہ ہے کہ اللہ تعالٰے ایسے لوگوں کو محبوب بنا لیتا ہے۔ اللہ نے حضورؐ کے ذریعہ اعلان کروایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہو تو حضورؐ کی اتباع کرو اس طرح اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ محبّ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اگر تمہیں کسی بچے سے محبت ہو اور اور وہ گم ہو جائے یا فوت ہو جائے تو جو بچہّ عادات اور اطوار اور رنگ ڈھنگ میں اس سے مشابہ ہو اس سے بھی والدین محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور دل میں محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں اسے گود میں لیتے ہیں کہ یہ میرے بچے جیسا بچہ ہے۔ تو انبیاء جو اللہ کے محبوب ہیں اگر ان جیسی زندگی اختیار کر لوگے تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور تمہاری ایسی حرکات اور گناہوں کو بھی معاف کر دے گا جو محبت نہ ہونے کی صورت میں قابلِ معافی نہ تھے۔ اور دیکھو بچے سے والدین کو محبت ہوتی ہے تو کبھی وہ داڑھی میں ہاتھ ڈالتا ہے اور کبھی کیا کرتا ہے مگر والد کو غصہ کی بجائے پیار آتا ہے، اور اسی طرح حبیب اللہ کی محبت حضورؐ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہو جائے گی تو وہ ہمارے سارے گناہ اور زیادتیوں کو بھی بخشدیگا۔ ویغفرلکم ذنوبکم

اتّباعِ سیرت و سُنّت کیوں ضروری ہے

اللہ کی رضامندی کے لئے نبیؐ کی سیرت اور سنّت کو اسوہ بنانا کیوں ضروری ہے۔ اس لیے کہ جس طرح انسانی جسم کی بصارت کے لئے آنکھ کی ضرورت ہے مگر آنکھوں سے فائدہ تب ہوگا کہ چاند سورج چراغ بجلی کی بیرونی روشنی بھی ہو اگر اس وقت یہ بجلی فیل ہو جائے تو آنکھیں بے کار ہوں گی، اور ہم ٹکریں مارتے پھریں گے۔ یا کسی

صحابہؓ کی بے نظیر محبت

صحابہؓ کو حضورؐ سے محبت ایسی تھی جس کی نظیر تاریخ پیش نہیں کر سکتی ابو بکرؓ نے محبت میں کیا کچھ نہیں دکھایا۔ غارِ حرا کی ایک رات کی قربانی ساری امت پر بھاری ہے اور اطاعت ایسی کہ بدر کے موقع پر حضورؐ سے کہا کہ، ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں بلکہ اگر آپ ہمیں آگ اور سمندروں میں کودنے کا حکم دیں گے تو بے دریغ کود پڑیں گے۔

اس وقت ہماری قوم ایک اہم اور نازک موڑ پر ہے۔ اگر ہم نے اس مرحلہ پر بھی حضورؐ کی سیرت مطہرہ کو اپنا اسوہ بنایا اور ہر شخص نے خواہ رعایا میں سے ہو یا حکام میں سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور اللہ کے ہاں محاسبہ کا شعور پیدا کیا۔ تو انشاء اللہ ہم سب اس امتحان سے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اللہ نے دی، اس کا پٹرول یعنی تھوک خدا نے دیا۔ رکوع سجدہ سے شکر ادا کروں تو پیشانی اور
اعضاء آپ نے دیئے، آپ توفیق نہ دیں تو جھک نہیں سکتا رکوع سجدہ نہیں کر سکتا جیسا
کہ بڑھاپے اور بیماری میں سجدہ نہیں ہو سکتا، جو سانس نیچے جاتا ہے اس سے زندگی ملتی
ہے، باہر نکلتا ہے تو اندر کی آلائشیں نکلتی ہیں۔ تو دو سانسوں کی قدر و قیمت نہیں پوری
ہو سکی ہیں۔ احساس ہی نہیں اور مدار حیات بے شمار نعمتوں سے فائدہ لے رہے ہیں تو
حضرت موسیٰ نے عجز۔ اور قصورواری کا اعتراف کیا کہ کونسا طریقہ شکر ادا کرنے کا اختیار
کروں، عبادت، کلماتِ طیبہ، مالی عطایا اور انفاق مال کا شکریہ ادا کروں تو یہ سب
بھی آپ کا دیا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے کونسی چیز دی۔ ہاتھ جیب کی طرف بھی آپ
کی توفیق سے بڑھا تیری مہربانی نہ ہوتی تو کیا کر سکتا۔

انفاق فی سبیل اللہ

ہم لوگ دیتے نہیں یہ دینے کا مسئلہ حضرت علیؓ سے پوچھیں
جن کی تعریف میں آیت نازل ہوئی کہ ویطعمون
الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ حضرت علیؓ خزانہ بیت المال
کا بانٹ دینے کے بعد جھاڑو دیکر دو رکعت شکرانہ کے ادا فرماتے کہ امانت
حق داروں کو پہنچ گئی۔ یا اللہ آپ نے میرے ذریعہ سے تقسیم کر دیا۔ میں اس کا شکر
گذار ہوں اپنے لئے بیت المال سے ایک حبہ نہ لیتے اور خلافت سے پہلے حضورؐ کے زمانہ
میں کھانا کھانے بیٹھے کہ مسکین نے آکر مانگا دوسرے دن یتیم نے تیسرے دن قیدی نے آپ
اسی طرح اٹھا کر دیدیتے، خود کو بھوک اور پیاس بھی تھی۔ بہرحال نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا
بھی ضروری ہوتا ہے۔ جتنا مقام اونچا ہوتا ہے اتنی ہی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ اتنا
امتحان بھی سخت ہوتا ہے۔

نعمتوں کی بے قدری

آج ہمیں اللہ نے حکومت دی مسلمان برسر اقتدار ہوئے
مگر اب تک جتنے بھی برسرِ اقتدار آئے تو حدود اللہ کی

سب سے زیادہ پھر بدریین صحابہؓ کی، اس طرح درجہ بدرجہ صحابہؓ کے مراتب کے لحاظ سے وظائف مقرر تھے، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اللہ اتنی فراخی لے آیا کہ ہر بالغ کے لئے باقاعدہ وظیفہ ہوتا پھر ایسا وقت آیا کہ دودھ سے منقطع ہوئے ہر بچے کی بھی تنخواہ لگ جاتی، ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت پر کسی کوچے میں پھر رہے تھے۔ ایک بچے کے رونے کی آواز آئی آپ بچے کا رونا کب برداشت کر سکتے تھے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی والدہ نے مدتِ رضاعت سے پہلے بچے کا دودھ چھڑوا دیا ہے کہ حکومت اس کا وظیفہ مقرر کردے گی۔ حضرت عمرؓ کو دکھ ہوا اور کہا آئندہ بچے کی ولادت کے ساتھ ہی اس کا وظیفہ جاری ہوگا۔ اور جہاں دین آئے وہاں دنیا خود بخود خادم بن کر آتی ہے، ہم نے دین سے پیٹھ پھیرلی تو ہم سے رزق بھی دور بھاگتا گیا۔ اور ہم سے اللہ کی ہر نعمت چھن رہی ہے۔

دنیا دین کی تابع ہے

حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں ایک دن مسجد چھتہ میں بیٹھے ہیں طلبہ کے ساتھ۔ ایک نواب دعا مانگنے آیا پھر جاتے وقت خدمت میں ایک تھیلی پیش کی اور کہا کہ یہ آپ کی ضروریات کے لئے ہیں، فرمایا مجھے ضرورت نہیں، کہا کسی مصرف خیر میں خرچ کر دیجئے، فرمایا مجھے کیوں وکیل بناتے ہیں، نیکی کا کام ہے، خود کرو اور لطیفہؓ یہ بھی کہا کہ دیکھو اگر مجھ میں انفاق کی اہلیت ہوتی تو خدا مجھے دیدیتا جب خدا نے تجھے دیا تو اب وسائط کیوں ڈھونڈتے ہو، جاؤ اپنی مرضی سے خرچ کرو۔ الغرض قبول نہ فرمایا۔ نواب صاحب رخصت ہوئے تو مسجد سے باہر جہاں حضرت مولانا کی جوتیاں تھیں تھیلی کر اس میں بھر دیا۔ اور چلے گئے۔ مولانا درس سے فارغ ہو کر جب جوتے پہننے لگے تو جوتوں میں اشرفیاں بھری تھیں، طلبہ کو بلایا اور کہا کہ دنیا ایسی خبیث چیز ہے، کہ تم پیچھے بھاگو تو یہ دور بھاگتی ہے۔ اور جب تم اس سے دور بھاگو تو وہ قدموں میں جوتوں میں آتی ہے، فاحشہ عورت کی طرح ہے۔

ذکر اللہ تسخیر کائنات کا ذریعہ

صحابہ کرامؓ پر اللہ نے دولت خزانے آسمانوں اور زمینوں کے خزانے کھول دیئے تھے ان کے ایک

حدود اللہ میں مساوات

ایک موقع پر حضرت عمرؓ سفارش نہیں فرما سکتے تھے حضرت صدیقؓ نہ کر سکے مگر بنی مخزوم کو یہ قرابت معلوم تھی کہ حضرت اسامہؓ حب رسول اللہ ہیں۔ یہ اگر حضورؐ کی خدمت میں عرض کر دیں کہ اس دفعہ فلاں جرم کو معاف کر دیں۔ حضرت اسامہؓ نوجوان تھے وہ ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ جیسی سمجھ تو نہیں رکھتے تھے حضورؐ کے پاس جا کر سفارش کر دی۔ حضور کو بڑا ناگوار گذرا اور فرمایا! افی حدٍّ من حدود اللہ۔ خدا کی حدود میں سفارشیں ہونے لگیں۔ حکومت اور اقتدار تو اللہ کا امتحان ہے۔ جیسا کہ یہ پاکستان بھی ہم پر اللہ کا امتحان ہے۔ اور اس نے ٹکریں مارتے ہیں کہ ہم اس جادۂ مستقیم پر چلتے ہیں۔ یا اسے چھوڑتے ہیں۔ تو حضورؐ نے حضرۃ اسامہؓ سے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کر لیتی (اللہ تعالیٰ ایسے عمل سے محفوظ رکھے، اور محفوظ تھی) وہ بھی ایسا جرم کر بیٹھتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹتا، اسلام میں یہ نہیں کہ یہ بڑا آدمی ہے نواب ہے، بڑے خاندان کا فرد ہے۔ بادشاہ یا وزیر اعظم کا مقرب ہے تو اس پر کوئی قدغن نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ یہ کونسا ایمان ہے، کہ بعض مانیں بعض نہ مانیں، ایک شخص روزہ نہیں رکھتا، افطار بڑے اہتمام سے کرتا تھا۔ لوگوں نے اس روزہ خور سے کہا کہ بھئی یہ کیا صورت ہے۔؟ کہا کہ کافر تو نہیں کہ روزہ بھی نہ رکھوں اور افطاری بھی نہ کروں مسلمان ہوں تو کچھ تو کرنا ہی پڑے گا، ہمارے ان یاروں کو بھی جہاں اسلام میں فائدہ نظر آتا ہے۔ اسلام پیارا ہو جاتا ہے۔ اور جہاں تکلیف ہے، وہاں دور سے سلام کر دیتے ہیں۔ مسلمان کی کامیابی تو اس میں ہے کہ معصیت اور نافرمانی بالکل چھوڑ دے، اور مکمل طور پر اسلام کے راستہ پر روانہ ہو جائے، یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ: اور مضبوطی سے اسلام کی رسّی تھام لے۔ پھر انشاء اللہ کائنات اس کی تابع ہوگی، بادل اس کی مرضی پہ برسیں گے، زمین غلہ اگائے گی۔ ہر چیز موافق طبع بن جائے گی۔ اس کے علاوہ اور جو بھی راستہ اختیار ہوگا واللہ العظیم۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اسلام کے علاوہ اس امت کی فلاح کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

کسی فانی چیز پر غرور نہ کریں

میرے محترم بزرگو! ہمیں شیطان ابلیس کی طرح علم پر دولت پر کسی چیز پر مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ حکومت پر غرور نہیں ہونا چاہیئے۔ دولت قارون کے پاس تھی، فخسفنا بہ وبدارہ الارض۔ دولت سمیت خدا نے اُسے زمین میں غرق کردیا۔ حکومت فرعون کو ملی تھی، نمرود کو ملی تھی، شداد کی تھی جس نے دُنیا میں جنّت بنا رکھی تھی۔ لیکن اس کا انجام کیا ہُوا؟ نہ حکومت کام آئے گی، نہ دولت، نہ علم اور عبادت۔ جس میں غرور اور عجب آجائے، جس عبادت میں تکبّر آجائے، جس علم میں غرور ہو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ نہ دُنیا کا فائدہ نہ آخرت۔

مدار کامیابی آخرت

ارشاد ہے: تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوًا فی الارض ولا فسادًا۔ دنیا میں تو یہ ہے کہ جس کے پاس دولت ہو، قوت ہو، توپ و تفنگ ہو، طاقت ہو تو دُنیا میں وہ اچھا رہا۔ لیکن یاد رکھیے! آخرت کا گھر جہاں ہم سب کو جانا ہے، وہ اللہ تعالےٰ ان کو دیتا ہے جو اونچائی کو غرور کو نہ چاہے۔ جو شخص کہے کہ مَیں تو علم میں بڑا ہوں، بڑا بادشاہ ہوں۔ میرے پاس طاقت ہے، دولت ہے جو اس گھمنڈ میں آگیا، تباہ ہُوا۔ آخرت کا گھر تو اس کو ملے گا جس نے اونچائی تو کیا بڑائی کا ارادہ بھی نہ کیا ہو، اللہ کی نگاہ میں یہ سامنے گدڑیوں میں بیٹھے ہوئے فقراء اور مفلوک الحال مسلمان اگر انجام ایمان سے ہو، بادشاہوں سے نوابوں سے جرنلوں سے معزز و برتر ہوں گے۔ اگر خدانخواستہ خاتمہ ایمان پر نہ ہُوا تو یہ سب شان و شوکت ہیچ ہے۔

تکبّر کی مذمت

اللہ تعالےٰ تکبّر کو پسند نہیں فرماتے، فرماتے ہیں: الکبریاء ردائی۔ بزرگی اور تکبّر میری چادر ہے۔

جب دوسرے مسلمان کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ گویا جنّت کی ہواؤں سے لدے پھندے درخت اس کے مُنہ تک آتے ہیں۔ بہرحال اس علاقہ کے قصبات اور شہروں میں اور مبالغہ نہ ہوگا کہ سارے ملک میں لوگوں نے ناچیز کے لیے اجتماعی و انفرادی دعائیں مانگیں۔ ختم قرآن کیے، نوافل ادا کیے اور مجھ ناچیز گناہگار کی صحت کے لیے دعائیں مانگیں۔ تو یہ میرے اوپر ان سب کا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کے درجوں کو بلند فرما دے میں سب کے لئے ہر نماز کے بعد خصوصیّت سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! ان سب کے ساتھ بھلائی فرما جو دارالعلوم اور ناچیز کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ جو خدا کے دین کے علم کی قدر کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب تم دین کی قدر کروگے تو خدا تمہاری قدر کرے گا۔ اللہ بڑا غیّور ہے۔ ہم اس کے مکان، اس کے گھر، اس کی مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں ہوں تو وہ ہمارے گھروں کو بھی دنیا و آخرت میں آباد کرے گا۔

میرے بزرگو! سینہ کی کمزوری کی وجہ سے زیادہ کہنے کی ہمّت نہیں، دو چار باتیں ضروری عرض کرتا ہوں۔

اللہ سے مومن کا عہد و میثاق

اللہ تعالےٰ نے آیت مذکورہ میں مسلمان کی صفت بیان کی ہے کہ مسلمان وہ ہے جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو وعدے کو نبھائے، جو وعدے کا پکّا ہو، جو امانت میں خیانت نہ کرے۔ آپ کو معلوم ہے اور تفصیل کا وقت نہیں مگر جب ہم سب کی ارواح اللہ نے پیدا فرمائیں تو اللہ نے پوچھا تم کس کی عبادت کروگے؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تمہارا رب کون ہے؟ حضرت آدمؑ کی پشت سے اولادِ آدم کی ارواح کو نکال کر ان سے دریافت کیا: الست بربکم۔ تمہارا پالنے والا تمہارا خالق، تمہارا رازق ہوں کہ نہیں؟ سب نے اقرار و اعتراف

ملحوظ رکھ کر فیصلہ کر لیتے تو آج ہمیں اتنا بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ آپ نے مجھ جیسے کمزور اور ناتوان کو ووٹ دے کر اس وعدہ کی تجدید کی اور عمل کر کے دکھایا اور الحمدللہ کہ ایسے مسلمانوں کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ آئین بنتے وقت گو یہ باتیں حکومت چھاپتی نہیں، عوام کو بے خبر رکھا جاتا ہے مگر وہ سب ترامیم اسمبلی کے ریکارڈ میں محفوظ ہوں گی۔ مگر علماء نے اسلام کے لیے ہر ہر دفعہ میں ترامیم پیش کیں۔ سب سے پہلے تو آئین کی بسم اللہ ہی سوشلزم پر رکھی گئی تھی۔ لڑتے جھگڑتے اسے ختم کرایا گیا۔ اب سارے آئین میں سوشلزم کا لفظ نہیں ملے گا۔ اس لفظ کو اڑا دیا گیا۔ تو عرض یہ ہے کہ ہم نے اللہ پاک سے وعدہ کیا کہ ہم صرف اسلام کو چاہتے ہیں۔ بس یہی وعدہ اور میثاق تھا تو آج بھی ہم اس عیدگاہ میں وعدہ کریں کہ ہمارا اعلان ہے، وعدہ ہے کہ ہم نہ سوشلزم چاہتے ہیں نہ سیکولرازم اور نہ دوسرے ناموں کے کسی چیز کو ماسوائے اسلام کے نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے نا؟ (آوازیں، بالکل ٹھیک ہے ہم وعدہ کرتے ہیں)

قیام پاکستان کے وقت عہد و مواعید

پاکستان بناتے وقت مسلمانوں نے یہی وعدہ کیا تھا۔ بڑے بڑے خرانٹ آئے۔ کوشش کی کہ اس ملک میں اسلام کا نام و نشان بھی نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو مٹا دیا وہ مٹ گئے لیکن پھر بھی بعض اوقات اور پچھلے دنوں خاص طور سے حکومت کے قلعے میں محصور ہو کر پولیس اور فوج کے گھیرے میں بیٹھ کر حکومت کے کچھ کارندے[1] کہتے ہیں کہ ہم یہاں سوشلزم لائیں گے اسلامی سوشلزم لائیں

---

[1] اُس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے اور وفاقی وزیر شیخ رشید وغیرہ کے ایسے بیانات آنے لگے تھے۔ سرخ سویرے اور سرخ سوشلزم کی باتیں اسمبلیوں میں ہونے لگی تھیں اس کی طرف اس دوسری بات میں اشارہ ہے۔ (مرتب)

سنہرے ناموں میں اسے لپیٹا کہ عزتِ نفس اور آزادیٔ رائے مل جائے گی، حقوق ملیں گے۔

عزتِ نفس آزادیٔ رائے اور اسلام

تو کیا اسلام نے عزتِ نفس، اسلام نے آزادیٔ رائے، اسلام نے رعایا کے حقوق، اسلام نے حکومت کے، ماں باپ کے، اولاد کے، ماتحتوں کے حقوق بیان کیے یا نہیں یا اس میں کچھ کمی ہے، جو تم سوشلزم سے اسے پورا کرتے ہو۔ حضورِ اقدس ﷺ سے غالباً عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اے بیت اللہ! واللہ تیری بڑی شان ہے۔

واللہ ما اعظمک عند اللہ — تو بڑی پیاری ہے، بڑی پیاری ہے

واللہ ما اجلک عند اللہ — خدا کو اور بڑی شان ہے خدا کی نظروں میں

تیری بڑی شان ہے۔ خانہ کعبہ کی۔ مگر ایک مومن کا نفس اور اس کی جان خدا کے نزدیک تم سے بھی زیادہ محترم ہے۔

آج کہتے ہیں عزتِ نفس! عزتِ نفس! خدا معلوم عزت سمجھتے کس چیز کو ہیں؟ لاکھوں انسانوں اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے عزت حاصل کرتے ہیں۔

احترامِ آدمیت

اسلام کہتا ہے کہ تم نے اگر کسی ایک مسلمان کو بھی قتل کر دیا تو گویا ساری مسجدیں تم نے ڈھا دیں — حرمین الشریفین کو تم نے گرا دیا۔ آسمانوں، زمینوں اور عرش و کرسی کو گویا تم نے مسمار کر دیا اور کائنات کو ایٹم بم سے گرا دیا۔ اتنا گناہ جو کرے گا اس سے قاتل کا گناہ بڑھ کر ہے۔

میں عرض کروں کہ یہ آزادیٔ رائے! آزادیٔ رائے! آزادیٔ رائے کے نعرے کس مقصد کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ کون سی آزادی رائے کہ جو بُرا بھلا

ان پر نظر نہ پڑ جائے۔ ایک تو یہ احترام ہے اور ایک حالت بدقسمتی سے یہ ہو گئی کہ اب ان ماؤں کی فلمیں بنائی جا رہی ہیں۔ آج سے کچھ عرصہ قبل فجر اسلام ایک فلم آئی، ہمیں نے اسمبلی میں کھڑے ہو کر واویلا کیا۔ لیکن ہم جیسے غریب اور نحیف آواز کو کون سنتا ہے۔ پھر اب اطلاع آئی ہے کہ نہ صرف کافروں نے بلکہ اپنوں نے بھی تعاون کیا۔ لیبیا کے سفیر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ خدا کے لیے تم لوگ اسے روک دو۔ ایسے کافروں کو اپنے ہاں سہولتیں کیوں دیتے ہو؟ کہا، تمہارے جذبات میں حکومت کو پہنچا دوں گا۔ وہ فلم بن رہی ہے نام ہے "محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

ناقابل برداشت فلمیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے بارے میں فلم برداشت کرنا مسلمانوں کے لیے ناممکن ہونا چاہیے۔ یہ جو آج عید کے دن سینماؤں میں جاؤ گے اور یہ کنجریاں، یہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں، بدمعاش اور خبیث لوگوں کے مراکز سینما ہال کیا اب ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر فلمیں لگائی جائیں گی؟ نعوذ باللہ! نعوذ باللہ! نعوذ باللہ! میں تو کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت تک زندہ ہی نہ رکھے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی تصویروں کو فلموں میں ناچ گھروں میں پیش کیا جائے۔

میں مسلمانوں سے عرض کروں گا کہ پہلے بھی مسلمانوں کی بیداری کی وجہ سے ایسے ارادے خاک میں ملا دیئے گئے تھے اور اب بھی یہ جو فلم کروڑوں ڈالروں سے اور کافروں کی مشترکہ کوششوں سے بن رہی ہے۔ تو کیا تم لوگ اس کو برداشت کر لو گے؟ واللہ ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہم لیبیا کی حکومت سے بھی اپیل کرتے ہیں اور اپنی حکومت سے بھی عرض کرتا ہوں کہ خدا کے

باب ۷

حُقوق العباد

معاشرت و معیشت

پاک وصاف ہوں اس لئے غسل اور وضو کیا جاتا ہے۔ اور وضو سے جس طرح ظاہری جسم صاف ہوتا ہے، اسی طرح معنوی نجاسات گناہ صغیرہ بھی اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مضمضہ کرنے سے منہ کے گناہ اور استنشاق کرنے سے ناک کے گناہ، چہرہ دھونے سے آنکھوں کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور ہاتھ پاؤں دھونے سے ان اعضاء کے گناہ گر جاتے ہیں۔ تو جو شخص اچھی طرح اور ثواب کی نیت سے وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کہہ دے اور وضو کی مسنون دعائیں پڑھ لے تو حدیث میں آتا ہے کہ اس وضو کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں سے اسے صاف ستھرا کر دیتا ہے، اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ نماز کی حالت میں پاک صاف ہوں وثیابک فطھر (اور کپڑوں کو پاک صاف رکھ)

امام شافعیؒ کا مسلک تو یہ ہے کہ سوئی کے سرے کے برابر نجاست بھی کپڑے پر نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قدرے تخفیف ہے کہ درہم کی مقدار سے کم ہو تو معاف ہے، پھر بھی کپڑے کا پاک ہونا لازمی ہے۔

پھر یہ معاملہ دنیادی شان وشوکت رکھنے والوں سے ملاقات اور صرف نماز کی حالت پر موقوف نہیں، بلکہ جب قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہماری حقیقی حاضری ہوگی اور اللہ کی رحمتوں کا جو مورد ہے یعنی جنت، اس میں بھی پلید جسم کے ساتھ ہماری حاضری نہیں ہوسکے گی۔

برزخ میں بھی جسمانی طہارت کی تحقیق ہوگی

قبر عالم آخرت کا پہلا دروازہ ہے اور جب قبر میں انسان داخل ہوتا ہے تو وہاں بھی تفتیش اور تحقیق وضو، اور طہارت کے بارے میں ہوگی گویا قبر میں پہلا سوال وضو کے بارے میں ہوگا اور اگر اس کا جسم دنیا میں بول و براز سے آلودہ رہا ہوگا تو اس جسمانی نجاست سے قبر میں معذب ہوگا، اور ظاہر ہے کہ بے نماز شخص کو بول و براز اور گائے بیل کے پیشاب سے بچنے کی کیا پرواہ ہوتی ہے تو اس کا وبال قبر ہی سے بھگتنے لگے گا، احادیث میں آتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور اقدسؐ کا گذر دو تازہ اور نئی قبروں کے قریب سے ہوا یہ صحابہؓ کی قبور

داغا جائے گا، اگر قبر کے عذاب سے نجاست کے یہ دھبے نہ دھل سکے تو جہنم کی آگ سے اُسے صاف کروایا جائے گا۔ اگر صاف ہوا تب جنت میں داخلہ کے قابل ہوگا، قرآنِ مجید میں ایسے مال و دولت سونا اور چاندی کے بارے میں جس میں سے اللہ کے حقوق ادا نہ کئے گئے ہوں حرام طریقوں سے کمایا گیا ہو، مخلوقِ خدا کو اس سے فائدہ نہ پہنچایا گیا ہو۔

عذابِ جہنّم سے تطہیر کہا گیا ہے کہ ایسے سونے اور چاندی کی بڑی سلاخیں آگ میں سُرخ کرکے ان کے چہروں اور جسم کے دیگر اطراف کو داغا جائے گا۔ مقصد اس سے وہی تطہیر ہوگی کہ پلید اور نجس گوشت جل جائے جو ایسی دولت سے بنا ہے، دنیا میں بھی اگر کپڑوں سے نجاست اور میل کچیل ہٹاتے ہیں تو اسے آگ پر کھولتے ہوئے پانی میں ڈالتے ہیں پھر لکڑی سے یا پتھروں سے اسے مارتے ہیں تب کہیں زیب تن کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح باطنی نجاست کی تطہیر کا سلسلہ قبر ہی سے شروع ہوجائے گا، داغ دھبے مٹ گئے تو بہتر ورنہ قیامت کے دن کے شدائد سے اسے صاف کرایا جائے گا، وہ دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے، اور سورج جو اب کروڑوں میل دور ہے اس وقت ایک میل کی مسافت پر ہوجائے گا، گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی گھٹنوں کے برابر کوئی ناف کوئی پیشانی تک پسینہ میں غرق ہوگا، اگر ایسے شدائد پر بھی اس کی نجاستوں کی تلافی نہ ہوئی تو پھر جہنم میں اسے غوطے دیئے جائیں گے۔ اگر دل میں ایمان کی روشنی ہو تو جہنم میں جلانے کے بعد اسے نکال کر جنت بھیج دیا جائے گا۔

دنیا میں اس کی مثال اس کی مثال دنیا میں دیکھو اگر کسی فولادی لوہے پر زنگ لگ گیا ہو تو اسے آگ میں جلا جلا کر اور ہتھوڑے مار مار کر صاف کروایا جاتا ہے۔ پھر جب ٹھنڈا ہوجائے اور زنگ بالکل دور ہوچکا ہو تو خالص اور کھرے لوہے سے اوزار بناتے ہیں۔ اگر ٹھیک نہ ہوا ہوا اور غل و غش باقی ہو تو پھر اسے بھٹی میں ڈالتے ہیں، اگر پورے طور پر زنگ اسے کھا چکا ہو، آر پار ہوچکا ہو، اور کام کا لوہا اس میں باقی نہ رہا ہو تو اسے پھر بھٹی کے منہ ہی میں چھوڑ دیتے ہیں، اور انگاروں کے ساتھ جلتا رہتا ہے۔ یہی مثال انسان کی ہے اگر اس

وقت نہیں دیا تھا، آج انہوں نے راستہ میں دیکھ کر دیدیا حضرت صدیق رضؓ نہایت پریشان ہوئے کہ یہ تو مشتبہ کمائی تھی کہ جادو سحر کے ذریعہ حاصل ہوئی تھی، اب اسے واپس اگلنے کی کوشش شروع کی مگر نہار منہ ایک ہی لقمہ کھایا تھا قے کب ہو سکتا، نہایت تکلیف اٹھائی ہر طرح کی کوشش کی، پیٹ بھر کر پانی پیا اور حلق میں انگلیاں ڈال کر بالآخر وہ ایک لقمہ قے ہوا، لوگوں نے کہا کہ حضرت ایک لقمہ کی خاطر اتنی اذیت اٹھانے کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا کہ یہ تو اللہ کا کرم تھا کہ کھائی ہوئی چیز باہر نکلی، ورنہ اگر اس میں میری جان بھی جاتی تو پرواہ نہ تھی، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو گوشت حرام کھانے سے بن جاتا ہے وہ آگ سے جل جانے کے مستحق ہے۔ لا یربو لحم نبت من سحت الا کانت النار اولی بہ۔ (الحدیث)

ناپ تول میں دھوکہ

محترم بھائیو! آج ہم مسلمانوں کو ان باتوں کا ذرا بھی احساس نہیں، نہ حرام سے بچنے کی پرواہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہ خرابی تھی کہ ناپ تول میں دھوکہ دیتے تھے۔ ترازو مارتے تھے، اللہ نے اس جرم کی وجہ سے ایک بادل ان پر بھیج دیا جس سے آگ برسی اور ساری قوم آگ سے تباہ کر دی گئی۔ آج مسلمان بھی اس گناہ میں مبتلا ہیں، ڈنڈی مارنا تو کوئی گناہ معلوم نہیں ہوتا، خداوند تعالےٰ نے ہمیں بار بار تنبیہ کی ہے کہ اس گناہ سے بچتے رہو۔

واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔	اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے مت گھٹاؤ تول کو۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے اور انہیں ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔

ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوا ھم	خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ جب ماپ کرلیں لوگوں سے تو پورا بھرلیں اور جب ماپ کر دیں۔ ان کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں، کیا خیال نہیں

نے مال فروخت کر دیا، واپس ہو کر حضرت امام کو تفصیل تبلادی کہ فروخت ہوا اور غالباً تیس ہزار تک اس میں نفع ہوا، امام نے پوچھا کہ کیا تو نے خریدار پر عیب ظاہر کر دیا تھا ؟ اس نے کہا میں تو قطعی بھول گیا اور بڑی ندامت ظاہر کی، امام صاحبؒ نہایت خفا ہوئے وہ سارا نفع خیرات کر دیا، اور اس شریکِ کار سے شرکت کا معاملہ اسی وقت ختم کر دیا۔

حضرت مالک بن دینار بڑے صوفی عابد اور محدّث گذرے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر نزع کی حالت تھی بوقت وفات میں ان کے پاس گیا، نہایت اضطراب اور پریشانی میں تھا، مالک بن دینار نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کے دو پہاڑ ہیں اور مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں عبور کروں۔ پوچھا یہ کس چیز کے پہاڑ ہیں کہا کہ میں نے دکانداری کرتے ہوئے دو باٹ رکھے تھے، ایک پر خریدتا تھا، اور دوسرا جو اس سے کم تھا اس سے فروخت کیا کرتا۔ اب وہ دونوں ناپ تول کے پتھر ان پہاڑوں کی شکل میں میرے سامنے ہیں۔ اب میں ان پر کیسے چڑھوں اور کیسے عبور کروں۔

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر سکرات موت طاری تھے اور تلقین کے باوجود کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا، میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جب کلمہ زبان سے پڑھنے لگتا ہوں، تو میری دکان کی ترازو کی ڈنڈی زبان کو سختی سے دبا کر اسے روک دیتی ہے اور کلمہ پڑھنے نہیں دیتی۔

حرام کمائی کے اثرات

تو بھائیو! ان گناہوں کا اثر موت کے وقت ظاہر ہونے لگتا ہے اور ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، بعض اوقات اہل اللہ اور عارفین پر ان چیزوں کا انکشاف ہو جاتا ہے، اور اس کی مثال تو حضورِ اقدس ﷺ کے زمانے میں بھی موجود ہے ایک صحابی سے اس کی والدہ ناراض تھی، اس کی موت کا وقت آیا حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے، کلمہ کی تلقین فرمائی مگر اس کی زبان کلمہ پڑھنے سے گنگ ہو جاتی تھی، حضورؐ کو وجہ معلوم تھی، اس کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ میں آپ کے اس بیٹے کو آگ میں ڈالنا چاہتا ہوں، لکڑیاں

معاشی اور معاشرتی کا راز

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا اثر یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ ایسے شخص کی زندگی بڑھا دیتا ہے، تقدیر مبرم خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہر نظام ظاہری باطنی اسباب سے وابستہ ہے مگر تقدیر معلق کی وجہ سے (جو بدل سکتی ہے) اس کی زندگی بڑھ جاتی ہے تو تم میں سے کون نہیں چاہتا کہ زندگی میں برکت ہو۔ اولاً عزیز و اقارب کا حق ہے، پھر پڑوسی اور اہل محلہ کا کہ ان سے بھلائی کرو پھر گاؤں کا اور سارے علاقے کا، اگر سب ان حقوق کی پاسداری کرنے لگیں تو پھر دیکھیں کہ خدا اپنے رزق کے خزانے تم پر کھولتا ہے یا نہیں، اگر تم ہر ایک کو کچھ دے نہ سکو تو کم از کم ہر مسلمان کے خیر خواہ ضرور بنو، خوش خلقی بھی بڑی چیز ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص مرا تو فرشتوں نے پوچھا کہ تو نے کوئی بھلائی بھی کی ہے یا نہیں؟ سوچ کر کہنے لگا کہ ہاں میں خدام، نوکروں اور ماتحتوں کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتا رہا، اگر ایک شخص دے سکنے کے باوجود مجھے اپنا قرض نہ دیتا اور مہلت مانگتا تو اسے مہلت دے دیتا کہ چلو جب ہو جائیگا تو دے دے گا۔ دکان میں لوگوں سے حسن خلق اور نرمی کا برتاؤ کرتا رہا، صرف یہی بھلائی میں نے کی ہے، خدائے پاک نے اسے بخش دیا کہ میرے بندے نے لوگوں کے ساتھ عفو اور درگذر کا برتاؤ کیا ہے تو میں بھی اس سے عفو کرتا ہوں، مقولہ ہے کہ "تاجر نرم حاکم گرم" تو کامیابی اس طریقے سے ہوگی، حاکم اگر مجرموں کے حق میں گرم ہو تو وہ ڈرتے رہیں گے اور تمام خراب لوگ سہمے رہیں گے اور تجارت میں نرمی اور خوش خلقی برتو گے تو کامیابی ہوگی، حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ خدا میرے اُس اُمتی پر رحم کرے جو خرید و فروخت (بیع و شراء) کے وقت نرمی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرے اور ہنسی خوشی سے معاملہ کرے۔ چاہے گاہک سختی سے کیوں نہ پیش آئے۔ اسی طرح اس شخص پر جو قرض مانگنے میں بھی نرم ہو۔ رحم اللّٰہ امرأ سمع اذا اشتری واذا باع واذا اقتضی (الحدیث) اس کا فائدہ دنیا میں بھی خدا دے دیتا ہے کہ تجارت بڑھ جاتی ہے اور آخرت میں بھی بخشش اور عفو و کرم کی شکل میں۔

(اقتباس خطبہ جمعہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

اسلام ہی حقوق اللہ سکھاتا ہے، جن کی ادائیگی فرض ہے. مثلاً پنج وقتہ نماز، روزہ رکھنا، حج کرنا، زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

حقوق العباد سے لاپرواہی

اسی طرح بندوں کے بھی ایک دوسرے پر حقوق ہیں. اور اللہ کے بندوں سے بھی ہمدردی کرنا لازمی ہے. مگر آج ان حقوق سے بالکل بے پروائی برتی جا رہی ہے۔ دنیا ایک جہنم کدہ بنی ہوئی ہے. ہر طرف زیادتی، ظلم و تعدی، حق تلفی اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، قومی جنگ، صوبائی جنگ، انفرادی اور اجتماعی جنگ ہر طرف لڑائی ہی لڑائی ہے۔ امن و سکون کی مقدار بہت کم رہ گئی ہے. گویا آج کا انسان اس سے آگاہ ہی نہیں کہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے. ؟ اور اگر ہے تو شاید اسے شریعت کا جزو ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ حقوق اللہ کی طرح بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ایمان کا لازمی جزو رہے۔

حضورؐ کی نگاہ میں بعض حقوق العباد

عبداللہ بن سلام جو یہود کے بہت بڑے محقق عالم تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ حضورِ اقدسؐ جب مدینہ تشریف لائے تو حضورؐ کا نورانی چہرہ دیکھ کر کہا کہ یہ شخص قطعاً جھوٹا نہیں سچا ہے، نبی آخر الزمان ہے۔ آپ حضورؐ کی تشریف آوری کے وقت اپنی زمین پہ کام کے لئے گئے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ حضورؐ آچکے ہیں، تو دوڑ دوڑ کر آئے، حضورؐ کو مجلس میں بیٹھے دیکھا تو حضورؐ فرما رہے تھے: افشوا السلام اے میری امّت ایک دوسرے کو سلام کہو۔

سلام کی جامعیّت

السلام علیکم کتنا پیارا جملہ ہے جس میں سلامتی کی دُعا ہے السلامۃ نازلۃ من اللہ علیکم تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کی سلامتی ہو۔ یہ دین و دنیا، آل اولاد، مال و دولت، جائداد، تجارت زراعت، عزّت و آبرو ہر چیز کی سلامتی کے لئے ہے۔ اور ترحیبی کلمات میں

سبق کتنا عمدہ دیا کہ آتے ہی وہ اعلان کرتا ہے کہ میری طرف سے تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی، دو چار لمحے بیٹھنا بھی تمہاری خیر خواہی میں ہو گا۔ جاتے وقت پھر سلام کہتا ہے گویا جو باتیں مجلس سے مخصوص تھیں اس میں بد دیانتی نہ کروں گا۔ امانتِ مجلس کا لحاظ رکھوں گا تو آتے جاتے دونوں وقت وعدہ کیا کہ مجھ سے غیبت چغلی یا بدخواہی کی توقع نہ کرنا، سامنے بھی اور پیچھے بھی سلامتی ہے تم پر

تو سارے دنیا کے مذاہب اور معاشرتی تحریکیں ایک طرف اور اسلام کے امن و سلامتی کی رعایت کے قوانین اور آداب ایک طرف ـــــ ہاں سلام کے لئے بھی آداب ہیں بعض اوقات اس سے مخصوص ہیں خطبہ، اذان، نماز، تلاوت، یا دُسری اہم عبادت میں مشغول ہو تو فارغ ہونے تک سلام نہ کہو۔ ہر چیز کا ایک موقعہ ہوتا ہے مگر عام اوقات اور حالات میں بڑے چھوٹے پر سلام پھیلا دو۔

اس معاہدہ کی رعایت لازمی ہے

تو جب ہم نے کسی سے ملتے ہی اس کی سلامتی کا عہد کیا تو پھر اسے ہاتھ پاؤں، زبان اور دیگر اعضاء سے ضرر اور تکلیف پہنچانا کب جائز ہو سکتا ہے ـــــ سلام کی رعایت لازمی ہو گی، صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں، بلکہ فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان تو وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں ـــــ تو صرف اسلام اور مسلمان کے نام کی رعایت اور نگہداشت ہی سے تمام خاندانی، ملکی اور انفرادی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

امن اور مومن

حضورؐ نے فرمایا: المؤمن من امنہ الناس علی دماءھم واموالھم۔ مؤمن وہ ہے جس سے کسی کو بھی اپنے مال و جان کے بارے میں خطرہ نہ ہو کہ وہ چوری کرے گا یا نقصان پہنچا دے گا۔ مؤمن

نے انہیں اپنے گھروں پر جگہ روٹی سالن جائداد، تجارت سب کچھ میں شریک کر دیا جتنی وسعت تھی اتنا ہی اوروں کو کھلایا، پلایا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو حضرت سعد نے پیشکش کی کہ میری ساری دولت برابر بانٹ لو۔ اور میری دو بیویوں میں سے جس کو چاہو طلاق دے کر تمہارے عقد میں دے دوں گا ــــــ آج بھی اگر ہمارے امراء اور اہلِ ثروت کی یہ حالت ہوتی تو بھوک کی وجہ سے شر و فساد کیوں پیدا ہوتا۔

صلہ رحمی

حضورؐ نے آگے فرمایا: وصلوا الارحام باہمی صلہ رحمی کرو، خیرات صدقات کو دیا تو ایک حصہ اپنوں کو دیا تو ایک کے بدلے دو حصے اجر ملے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو صلہ رحمی کا بدلہ صلہ رحمی سے دیتا ہے بلکہ رشتہ دار اگر قطع رحم بھی کرے تب بھی یہ صلہ رحمی کرتا رہے۔ فرمایا: لا یدخل الجنۃ قاطع۔ قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

نرم گفتاری

آگے فرمایا: وصلوا باللیل والناس نیام۔ رات کو جب کہ لوگ سوئے ہوں تہجد کیا کرو۔ حضورؐ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ جنت میں اونچے اونچے بنگلے ہیں، لعل و جواہر کی طرح شفاف، کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر سب کچھ نظر آتا ہے۔ یریٰ ظاھرھا من باطنھا و باطنھا من ظاھرھا ــــــ یہ کس لئے ہیں ــــ؟ فرمایا لمن الان الکلام۔ جو دوسروں کے ساتھ نرمی سے بات کرے۔ نہ کہ ایک بات اور دوسری لڑائی، مسلمان کا دل نرم گفتار سے خوش ہو جائے گا۔ سخت اور درشت لہجے سے دلوں کو ٹھیس ہوتی ہے۔ اگر مجبوری بھی ہے تو نرمی سے معذرت کرے۔ واطعم الطعام اور اس جنت کا مستحق وہ ہے جو لوگوں کو طعام کھلائے۔

حدیث کی تشریح

ابتدا میں جو حدیث سنائی گئی، اس میں حضورِ اقدسؐ نے حقوق العباد اور مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات کی اہمیت

پردہ پوشی

آگے فرمایا: من ستر علی مسلم فی الدنیا - الخ اگر کسی نے غریب کے ننگے بدن کو کپڑا پہنایا تو اللہ اسے جنت کی خلعت پہنا دے گا۔ یا کسی مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کی اور نیت اصلاح کی تھی، تو ستار العیوب اس کے عیوب کو چھپا دے گا۔ آج ہم دوسروں کی پردہ دری کے درپے ہیں۔ اس لئے ہمارے عیوب بھی نمایاں ہیں۔ اگر پردہ پوشی کرتے تو ہمارے عیوب پر بھی پردہ رہتا مسلمان کو مسلمان کی آبرو پر دست اندازی نہیں کرنی چاہیئے، بلکہ اس پر پردہ ڈالنا چاہیئے آج ہماری مجالس، اخبارات اور رپورٹر پریس اور سیاسی محفلیں ایک دوسرے کی پردہ دری اور بے حرمتی سے بھری ہوئی ہیں۔ اور فاحشہ کی اشاعت بڑھ چڑھ کر کی جاتی ہے۔ مسلمان کی شان تو یہ تھی۔ فرمایا حضورؐ نے: المسلم اخو المسلم لا یخونہٗ ولا یکذبہ ولا یخذلہٗ کل المسلم علی المسلم حرامٌ عرضہٗ ومالہ ودمہ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے۔ مسلمان کو مسلمان کی عزت و آبرو و مال اور جان سب حرام ہیں۔

پردہ دری کے نتائج

الغرض اوروں کے عیوب پر پردہ ڈالنا چاہیئے۔ حضرت ماعزؓ کو کسی نے زنا کے اعتراف کا مشورہ دیا تو حضورؐ نے فرمایا: لو سترتہٗ علیہ لکان خیرا۔ حد کے قیام سے پردہ ڈالنا اچھا تھا البتہ کسی تعصب، فرقہ بندی، پارٹی بازی اور اقربا پروری کی وجہ سے عیوب میں تعاون کرنا اچھا نہیں۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور ایسا کرنا عدوان میں تعاون ہوگا اور اگر مقصد پردہ پوشی ہو تو بہت اچھا ہے۔ ایک شخص حیا کی وجہ سے اپنا گناہ چھپانا چاہتا ہے۔ جب بے پردہ ہوگیا اور معاشرہ میں بدنام ہوگیا تو وہ بیباک ہو کر سب کچھ کرنے لگے گا۔ کہ عزت اور آبرو تو چلی گئی اب کیا شرم ہے اس کے

اسلام اور عورتوں کے حقوق

قومی اسمبلی میں عورتوں کے حقوق پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر۔

۸ اردسمبر ۷۴ء کو قومی اسمبلی کے غیر سرکاری دن پر بیگم نسیم جہاں رکن اسمبلی نے خواتین کی حیثیت متعین کرنے کے لیے ایک کمیشن کے قیام سے متعلق اپنی قرارداد پیش کی محرکہ کی تقریر کا خلاصہ عورتوں کے حقوق کے نام سے آزادی کا مطالبہ کرنا تھا۔ اس طرح اسمبلی میں عورت کے معاشرہ میں مقام اور ترقی پسندی اور آزادی کی حسن وقبح زیربحث آئی۔ اس دن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر سب سے مفصل اور دلچسپ اور اعتدال پر مبنی قرار دی گئی۔ حضرت مدظلہ نے اپنی تقریر میں کہا:

محترم سپیکر صاحب! میں بیگم صاحبہ کی قرارداد پر مختصراً کچھ عرض کروں گا اسلام نے عورتوں کو جو عزت دی ہے، کہیں اور اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ بھی زمانہ تھا کہ جب لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو یہ چیز شرمندگی اور ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس کا چہرہ شرم کے مارے سیاہ پڑ جاتا تھا۔ اسلام نے آکر ہمیں بتایا کہ جس کی لڑکی پیدا ہو یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور شکرانہ میں ایک دنبہ عقیقہ کرے۔ اس کے بعد بچی، بہن اور بیٹی کا پالنا بھی

نہیں ؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تیری مرضی کے بغیر نکاح تیری مرضی پر موقوف ہے ۔ اگر نافذ کراؤ تب بھی نہ چاہو تب بھی مرضی ہے ۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ ! مجھے اب والد ہی کا نکاح منظور ہے ۔ مجھے اُن پر بدگمانی نہیں ۔ محض یہ معلوم کرنا تھا کہ کیا ہمیں اپنے نفس پر اختیار نہیں ؟ اس سے معلوم ہوا کہ مرضی کو کتنا دخل ہے ۔ الغرض نکاح کے بعد روٹی ، کپڑا ، مکان یہ سب کچھ شوہر کے ذمّہ لازم ہے ۔ وہ روٹی کپڑا اپنی حیثیت کے مطابق دیگا ۔ یہ نہیں کہ دس ہزار کمائے تو ساری دولت داشتاؤں پر خرچ کرے ۔ بیوی بچوں کا پوچھے بھی نہیں ۔ اگر استطاعت ہے تو پلاؤ مرغ کھلائے گا ۔ نکاح کے بعد اس کا سکونتی گھر شوہر کے ذمہ لازم ہے ۔ ملکیتی نہ ہو تو نہ ہو ۔ پھر وہ بیوی گھر کا ملکہ ہے ۔ شریعت کے مطابق اگر شوہر غنی ہے تو بچے کے دودھ کے لیے دایہ بھی مہیا کرے گا ۔ اگر ماں نہ دینا چاہے تو دودھ پلانے والی لاکر اس کی تنخواہ شوہر برداشت کرے گا ۔

گھر کا کام کاج بھی بیوی پر لازم نہیں ۔ اگر اپنے تبرّع اور احسان کے طور پر کرے تو بہتر ورنہ شوہر اگر استطاعت رکھتا ہے تو بیوی کے لیے گھریلو کام کے لیے ملازم رکھنے کا بھی پابند ہے ۔ یہ سب اسلام کے احسانات ہیں اور ہر قسم کے حقوق اسلام نے عورتوں کو دے دیئے ۔

ہم نے یورپی تہذیب کی تقلید میں اور جہالت کی وجہ سے اسلام کو ہوّا سمجھ لیا ہے ۔ ایک اور بات یہ ہے کہ حقوق الگ چیز ہیں اور اس نام پر آزادی اور ترقی پسندی الگ چیز اسلام عورتوں کو بے پردگی کی اجازت نہیں دیتا ۔ یہ خطرات سے مقابلہ ہے ۔

آپ دودھ ، گوشت بلّی کے سامنے رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

کامیاب و بامراد زندگی

یہ تقریر ایک مخلص اور صالح شخص[1] کے جنازہ پر کی گئی

(خطبہ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگو! ایک انسان وہ ہے جس کی زندگی اپنے فائدہ کے لئے ہو ہر شخص اپنا گھر بناتا ہے، جائداد بناتا ہے، اپنی ذات کی ترقی اور بقا کے لئے کوشش کرتا ہے۔ ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو اپنے کنبہ اور برادری کا خیال رکھتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، احسان اور ہمدردی غیروں سے بھی موجب اجر و ثواب ہے مگر رشتہ داروں کے ساتھ دو اجر اور ثواب ہیں تو بعض افراد اپنے کنبہ اور خاندان کے مفاد کو ڈھونڈتے ہیں۔

مخلوقِ خدا سے ہمدردی

اور ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو کل مخلوق اور تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ یہ بہت اونچا مقام ہے، حدیث میں آتا ہے:

الخلق عیال اللہ فی الارض فاحبھم الی اللہ احسنھم الی عیالہ۔	ساری مخلوقِ خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کو وہ شخص زیادہ پسند ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا ہو۔

یہ ساری مخلوق اللہ کے ہاتھ کی صناعی اور کاریگری ہے اور اگر کسی سے ہمیں مجازی محبت بھی ہو تو اس کے ایک ایک خط اور ایک دستخط سے بھی محبت کی جاتی ہے کہ دوست کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ مخلوق بھی اللہ کی دستکاری ہے

---

[1] الحاج میاں میر احمد گل مرحوم سکنہ شیخی رکن مجلس شوریٰ دار العلوم (رحمۃ اللہ وارضاہ)

بلکہ وہ جگہ جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، تہجد پڑھتا تھا، اشراق پڑھتا تھا، تلاوت کرتا تھا وہ سب مقامات اس کی جدائی پر روتے ہیں۔ نہ صرف زمین بلکہ آسمان کے وہ دروازے بھی جن سے اس کے اعمال صالحہ اوپر جاتے ہیں وہ بھی گریہ کناں ہوتے ہیں کہ اس شخص کے اعمال خیر اب کیوں نہیں آتے، بند کیوں ہو گئے۔ کفار کے بارہ میں آتا ہے کہ ان کی تباہی پر نہ آسمان روتے ہیں نہ زمین۔ فما بکت علیهم السماء والارض اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ عباد صالحین کی جدائی پر سب روتے ہیں۔

فانی اور باقی

بھائیو کامیاب زندگی یہی ہے کہ مقصد کو پہچان کر زندگی گذار دی جائے اور رب العزت کی قسم زندگی کا مقصد صرف عبادات اور ہمہ وقت اسے اللہ کی تابعداری میں گذارنا ہے۔ زندگی تو ختم اور فانی ہونے والی چیز ہے۔ ہم اور آپ سب جائیں گے۔ کوئی کسی میت کے ساتھ لحد میں دفنایا نہیں جاتا، دفن بھی ہو جائے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ سب کچھ یہاں رہ جائے گا۔

ماعندکم ینفد وماعند اللہ باق۔ یہ صحت جائداد، جوانی، علم، مال و دولت خویش واقارب سب کچھ یہاں رہ جائے گا وماعند اللہ باق۔ اور اللہ کے خزانے میں جو اعمال وافعال، اقوال جمع کرائے اور روابط پیدا کئے وہی کام آئیں گے۔ قبر میں دائیں جانب نماز چوکیدار بن کر کھڑی ہو جائے گی۔ سرہانے قرآن مجید آجائے گا بائیں جانب روزہ ہوگا۔ اور قدموں کی جانب تہجد یا صدقہ آجائے گا۔ اور یہ ایسا ہے کہ کسی کو پولیس گرفتار کرنا چاہے اور کسی وقت اس کو خدمات کے تمغے اور سرٹیفکیٹ ملے ہوں تو اسے دیکھ کر پولیس معذرت خواہ ہو جاتی ہے کہ اس کے پاس تو ایسا پروانہ ہے بادشاہ کا اسی طرح قرآن خدا کا پروانہ ہے۔

قبر کی منزل

قبر ہر روز صدا دیتی ہے کہ:

انا بیت الغربة میں وحشت اور تنہائی کا گھر ہوں۔

دیا جائے گا۔

حضورؐ سے نسبت

بھائیو! ہمارے دلوں میں وہ عشق نہیں جو ہونا چاہیئے اگر آج بھی ہمیں کہا جائے کہ اس دیوار یا پہاڑ کے پیچھے تمہیں حضورؐ کا دیدار کرایا جاتا ہے تو اس کے بدلے ہزار جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے حضورؐ کا ادنیٰ امتی تیار ہوجائے گا۔ تو جب قبر میں حضورِ انورؐ کا دیدار ہوتا ہوگا تو کتنی تسلی اور سکون مل جاتا ہوگا۔ اب جو بدبخت ہوں گے حضورؐ سے اپنا تعلق قائم نہیں کریں گے۔ اپنا رشتہ کاٹ لیں گے تو وہ کب صحیح جواب دے سکیں گے اور جن کی صورت و سیرت حلیہ سب کچھ حضورؐ کی سنّت کے خلاف ہوگا تو اسے دیکھ کر کتنے خفا ہوں گے۔ بہت سے بدقسمت ہیں کہ مرتے دم تک اور مرنے سے ذرا پہلے بھی اپنی ڈاڑھی منڈوا دیتے ہیں اور شیو کرتے ہیں اور پورا حلیہ سنّت کے خلاف لے کر قبر میں پہنچتے ہیں۔ ایسے لوگ حضورؐ کا سامنا کیسے کریں گے۔ نہ صورت سنّت کے مطابق نہ لباس نہ عادات واطوار نہ افعال واقوال۔

الغرض حضورؐ کی زیارت سے ساری وحشت اور پریشانی دور ہوجائے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی سے سنا کہ "یا اللہ" انہیں اتنا لطف آیا کہ دوبارہ اُسے اللہ کا نام بلند کرنے کا کہا اس نے کہا جان و مال اور ساری متاع نذرانہ میں پیش کرو تو تب کہوں گا۔ فرمایا سب قبول ہے مگر ایک بار پھر اللہ کا نام لو ـــــ بہرحال جس نے عالم آخرت کی تیاری کی وہ بامراد اور کامیاب ہے۔ ہر وقت اللہ سے طلب مغفرت ضروری ہے۔

مُصیبت کا سبب اور علاج

دنیا تو مصیبتوں کی جگہ ہے ہم طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کے کچھ اسباب ظاہری ہوتے ہیں، کچھ حقیقی، رحم مادر میں ہماری زندگی تکالیف اور آلام سے خالی تھی، تو اس لئے کہ اس سے پہلے اور وہاں گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تھا حسن بصریؒ کو لوگ

جیسے کہ آج کل کے روشن خیال کہتے ہیں کہ یہ تو عقل کے خلاف ہے اس کی حکمت و فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا۔

تو ابلیس نے غرور کیا، ہمارے جدِّ امجد حضرت آدمؑ سے ایک بات سرزد ہوئی مگر رونے لگے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ اللہ کو عاجزی پسند ہے تو رجوع بالرحمۃ ہوئی اور سب کچھ معاف کر دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

"اے بندے تیرے گناہ اگر آسمان تک بھی پہنچ جائیں مگر دل میں ندامت ہوئی۔ اشک ندامت بہائے تو وہ سب بخش دیتا ہے۔"

تو استغفار بڑی چیز ہے۔ شیطان مردود ہوا تو بجائے استغفار کے چیلنج دیا کہ اس انسان کی وجہ سے مجھے مردود کر دیا تو اب ہر طرح سے اسے گمراہ کروں گا۔ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین۔ چو طرفہ اس پر حملہ کروں گا۔ آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اور اسے نافرمانی میں مبتلا کروں گا۔ مختلف طور پر اسباب گمراہی کے مہیا کروں گا۔

گمراہی کے چو طرفہ اسباب

اس آیت میں چاروں طرف کا ذکر تو ہے مگر اوپر سے بمباری کا نہ کہا کہ لاٰتینھم من فوقھم اس لئے کہ اوپر کا راستہ رحمتِ خداوندی کے لئے کھلا ہے جیسا کہ افلاطون نے حضرت موسیٰؑ سے سوال کیا کہ آسمان جو چاروں طرف سے محیط ہے اگر یہ کمان بن جائے اور تیر انداز اللہ ہو جو ہر طرف سے آفات و شدائد کے تیر برسائے تو بچنے کی صورت کیا ہو گی؟ حضرت موسیٰؑ نے فوراً کہا کہ تیر چلانے والے کے دامن میں آ جاؤ۔ چاند ماری کرنے والے کی بغل میں کھڑے ہو جائیں تو زد میں نہیں آؤ گے۔ گویا کہا کہ اس کا دامن پکڑ لو تو بچ جاؤ گے۔

دین کے تابع نہ کر دے۔

خواہش جو بھی ہو اس کے بارے میں حضورؐ کی شریعت سے پوچھنا ہوگا۔ رمضان شریف میں چائے پی سکتا ہوں، روٹی کھا سکتا ہوں، بھوک لگی ہے۔ سب کچھ موجود ہے مگر خواہش پر پابندی ہے۔ شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اس طرح احتیاج ہے، ضرورت ہے مگر پرایا مال ہے اس لئے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ خواہش کو شریعت کے تابع نہ بنالئے تو ایمان کا دعویٰ غلط ہے۔ ابن المنفق صحابی ہیں کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا ذکر سنا، ملنے کی تمنا تھی حج پر گیا۔ اس لئے کہ حضورؐ تشریف لے گئے تھے۔ منیٰ میں تلاش کیا مگر حضورؐ کو نہ دیکھ سکا لوگوں نے کہا عرفات میں دیکھ سکو گے۔ وہاں لوگ اردگرد جمع تھے، دھکم پیل میں پہنچا۔ کسی نے ٹوکا کہ ادب سے کام لو حضورؐ موجود ہیں کہ یہاں تو رفع صوت بھی حبط اعمال کا سبب ہے، حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ اعراب میں سے ہے۔ چھوڑ دو اسے کہ آ جائے۔

حضورؐ کی چار نصیحتیں

آکر حضورؐ سے پوچھا کہ جنت کیسے ملے گی، اور جہنم سے کیسے بچوں گا حضورؐ نے فرمایا دیہاتی عقل مند ہے۔ سوال مختصر ہے مگر بہت گہرا ہے فرمایا: (۱) شرک مت کرو کہ سب کچھ اس عالم میں اللہ کی طرف سے ہے۔ اعبدوا اللہ ولا تشرک۔ اس کی ذات، افعال، اعمال، کمالات میں کوئی شریک نہیں۔

(۲) دوسری بات یہ فرمائی: اقم الصلوٰۃ۔ نماز کسی وقت معاف نہیں ہوتی، بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر نہ پڑھ سکو تو اشارہ سے پڑھ لو۔ اس کی معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیماری بھی ہو تب بھی اس کے بے شمار نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب اگر مالک کا در چھوڑ دو تو کہاں جاؤ گے۔ نماز تو اللہ کے در پر حاضری اور سلامی ہے۔ قالب اور قلب دونوں سے عاجزی ہے، اللہ کی طرف رجوع ہے، اس پر مال و دولت خرچ نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی نہ کر سکو تو دعویٰ ایمانی کیسے کرتے ہو۔؟

(۳) تیسری چیز زکوٰۃ یعنی مال سے حق اللہ کی ادائیگی کی تاکید کی۔

مدارِ حیات نعمتوں کی فراوانی

اور یہ چیز بھی آپ ذہن میں رکھیں کہ جس چیز کی جس قدر ضرورت زیادہ ہے اور جتنی وہ مدارِ حیات ہے اس کو اللہ تعالےٰ نے اتنا ہی آسان کر دیا ہے۔ اور جو چیزیں بے مطلب اور بے مقصد ہیں وہ گراں اور مہنگی ہوں گی تو ہوا جو مدارِ حیات ہے۔ اس پر کسی کا کنٹرول سوائے رب العزت کے نہیں اور ہمیں ہر وقت نیند میں بیداری میں، جتنی ہوا کی ضرورت ہے ہم بلا مشقت وارادہ کے اسے حاصل کرتے ہیں بغیر کسی دقت کے اُسے آسان کر دیا کہ مدارِ حیات ہے۔ اس کے بغیر چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے ــــــ پھر پانی کو اللہ رب العزت نے آسان کر دیا گلگت اور کاغان کے پہاڑوں پہ بارش کو برسایا اور وہاں چشمے اور دریا پیدا کئے کچھ پانی اللہ رب العزت نے زمین پر بہایا یا نہروں دریاؤں کے ذریعہ چلایا اور چونکہ انسان کی زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اوپر سطح پہ پانی نہ مل سکے خشک ہو چکا ہو، گدلا ہو، گرم ہو، سڑ چکا ہو تو اسی پانی کو اللہ تعالےٰ نے زمین کی رگوں میں اندر جاری کر دیا۔ تو جہاں نہر دریا نہ ہو چشمہ نہ ہو وہ کنوئیں کھود کر تازہ پانی حاصل کر سکیں گے۔ چونکہ پانی دوسرے نمبر پر مدارِ حیات ہے۔ ایک دن دو دن اس کے بغیر تو آپ گذار سکیں گے مگر بالآخر تڑپ تڑپ کر پیاس سے مرجائیں گے۔ اس لئے اس کے حاصل کرنے میں کچھ مشقت تو کرنی پڑتی ہے۔ مگر بغیر اجرت کے مل جاتا ہے۔ اسی طرح مثلاً زمین کے اوپر چلنا پھرنا ہے۔ اس کو اللہ نے آسان کر دیا، مفت کر دیا۔ پیادہ چلنے والے کے لئے اب تک کوئی ٹیکس نہیں کہ سڑک پر جانے کا ٹیکس دو اور موٹر اتنی اہم نہیں۔ تو جو لے چاہے گا تو ٹیکس داخل کرتا رہے گا۔ اس لئے کہ موٹر مدارِ حیات نہیں۔ ہاں پاؤں سے چلنا ضروری ہے۔ تو اب تک الحمدللہ اس پہ کسی کا کوئی کنٹرول نہیں کہ اتنے قدم لئے ہیں۔ تو سو روپے ٹیکس دو۔

تسخیرِ کائنات

حرارت بجلی اور روشنی کی ضرورت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آفتاب کو مسخر کر دیا، ستاروں کو مسخر کر دیا۔ چاند کو مسخر کر دیا کہ وہ بجلی اور روشنی انسان کو مہیا کریں اور میں نے مسخر کا لفظ قرآن مجید سے

مسلمانوں کی دنیا میں قائم ہیں۔ انڈونیشیا، ملائیشیا، سعودی عرب افغانستان کو لو، عراق کو مصر کو شام کو الجزائر کو لو۔ پاکستان کو لو افریقہ میں کتنی ریاستیں ہیں جو آزاد ہیں اللہ تعالیٰ ان حکومتوں کو قائم دائم رکھے اور اتحاد پیدا فرمادے۔ تو انگریز کے دور میں ہم یہ کہا کرتے کہ ہم مجبور غلام ہیں۔ ہمیں انگریز دین پر چلنے نہیں دیتا۔ اور غلام کی زندگی کیا ہوتی ہے ــــ؟ مظلومیت کی زندگی تھی مگر آج تو ہم خود مختار ہیں۔ آزادی ہے، مشرقی ایشیا سے لیکر اندلس تک جائیں۔ مغرب میں جائیں یورپ افریقہ میں جائیں کتنی ریاستیں ہیں سلطنتیں ہیں ایسا دور تو مدتوں بعد مسلمانوں پر آیا ہے۔ آج ہم اگر اس سے فائدہ نہیں لے سکتے تو خدا نے تو ہمیں موقعہ دیدیا ہے۔

قدرتی وسائل اور دولت کی فراوانی

آج جتنی دولت مسلمان کے پاس ہے اتنی دولت کبھی بھی مسلمانوں کو نہیں دی گئی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ سعودی عرب نے اپنا سونا امریکہ سے نکالنا چاہا تو وہ چلانے لگا۔ سونا ہمارا ہے۔ مگر یورپ کے بنکوں میں پڑا ہوا ہے وہ اپنی تجارت اس سے کرتے ہیں۔ مگر دولت تو ہماری ہے۔ آج یورپ والے کہتے ہیں کہ عنقریب مسلمان ریاستیں دولت میں تمام دنیا میں پہلے نمبر پر آجائیں گی، پٹرول مسلمانوں کے پاس، سونے چاندی فولاد کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ایک سعودی عرب میں اللہ نے کتنے خزانے رکھے وہاں سے صرف پٹرول نکالا جارہا ہے، سونا نہیں، اس لئے کہ وہ پٹرول کی آمدنی کو سنبھال نہیں سکتے۔ کبھی ایک کو کبھی دوسرے ملک کو دے رہے ہیں۔ امانت کروا رہے ہیں تو وہ اگر سونا چاندی نکالنے لگیں تو خرچ کیسے کریں گے مسلمانوں کے پاس کتنا وسیع وعریض رقبہ ہے اور ذخائر اور معدنیات سے مالا مال ہے ــــ تو خدائی نعمتوں کی تو ہم پر حد نہیں۔

سائنس اور صنعت کی روح بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کے پاس تو سائنس ہے۔ ہمارے پاس سائنس نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ سائنس کے جتنے آلات اور مشینیں ہیں، چاہے ایٹم بم ہو یا ہائیڈروجن۔ چاہے وہ آسمان کے تاروں تک پہنچ جائیں وہ زمین کے گرد فضاء میں گھومیں چاہے

الناس فآواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون۔ ہمیں اچک لیں گے۔ پس اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا۔ اور اپنی مدد سے تائید کر دی۔ اور پاکیزہ نعمتوں سے نوازا تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

اور مستضعفین بھی ایسے تھے کہ اس علاقہ اور ملک پہ کوئی قبضہ نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسے قبضہ میں لیں تو انہیں تو کچھ دینا ہی پڑے گا۔ کچھ وصول تو ہوگا نہیں۔ قیصر و کسریٰ مقوقس اور نجاشی نے ہاتھ نہیں ڈالا سمجھتے تھے کہ یہاں کی آمدنی تو ہے نہیں، جزیرۃ العرب کے ننگے بھوکے باشندے انہیں تو دینا ہی ہوگا۔

قلت تعداد واسباب کے باوجود نصرت خداوندی

تو حضور اقدسؐ کے تشریف لے جاتے وقت دنیا میں میرے خیال میں ساری تعداد ۴ لاکھ کے لگ بھگ تھی ایک پشاور راولپنڈی کی تعداد بھی اس سے زیادہ ہوگی۔ یہ تو تھا کل اثاثہ مسلمانوں کا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کی شامل حال تھی۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ ان تنصروا اللہ ینصرکم ـــــ تم دین کی مدد کے لئے اللہ کے دین کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ چو طرفہ کا فر ریاستوں میں گھرا ہوا جزیرۃ اور بہت تھوڑے مسلمان۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ دنیا میں پھیل گئے۔ ایک یرموک جیسے دریا اور مختصر سی جگہ میں قیصر روم نے تین لاکھ فوج مقابلہ میں کھڑی کر دی، تیس ہزار آدمیوں کو پاؤں میں بیڑیاں پہنا دی گئیں کہ بھاگنے کا تصور بھی ختم ہو۔ طبری نے کہا ہے کہ ایک لاکھ سے زائد آدمی قتل ہوئے آج امریکہ اور روس ایک گمنام سے محاذ پر تین لاکھ فوج جمع نہیں کر سکتی۔ اس سے آپ قیصر کی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو قیصر یرموک میں تین لاکھ فوج جمع کر سکتا ہے۔ پورے ملک میں پھیلی ہوئی طاقت کتنی ہوگی مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ تیس پینتیس ہزار تھی لیکن وہ لوگ اللہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ کے دین کی نصرت کی خاطر جانیں پیش کیں تو خدا ہر جگہ فتح ہی فتح دیتا ہے۔

ہمارا رازق اللہ تعالےٰ ہے۔ ہم یہاں تمہاری مال و دولت چھیننے نہیں آئے ہم تم سے صرف یہی چاہتے ہیں کہ جس مالک نے ہمیں اور تمہیں بھی پیدا کیا ہمیں صرف اسی کے سامنے سربسجود ہونا چاہیئے۔ پس۔ ہمارا معاملہ لین دین کا نہیں جب وہ لوگ سمجھ گئے کہ مسلمان رکنے والے نہیں تو رستم دھمکیوں پر اترا۔

تم شراب میں مست ہو اور میرے ساتھی خدا کے عشق میں سرشار

مسلمانوں کے جرنیل حضرت سعدؓ بن وقاص نے کہا کہ بھئی ہم نے تمہاری بہبود اور نصیحت و خیر خواہی کے لئے بہت کچھ کہا مگر تم پر اثر نہیں ہوتا تو یاد رکھو میرے ساتھ ایسے ساتھی ہیں یہ بھوکے پیاسے آپ کو نظر آنے والے یہ خدا کے عشق میں مست ہیں۔ جیسے تم بھی لوگ شراب پی کر مست ہوجاتے ہو شراب کے اوپر مرتے ہو یہ میرے ساتھی شہادت کی موت پر مرتے ہیں۔ جذبہ یہ تھا۔ چنانچہ دکھا دیا اور آپ کو معلوم ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدسؐ کے صحابہ کی تعداد ۳۱۳ ہے، سات کمانیں آٹھ تلواریں ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار مسلح طاقتور فوج ابوجہل کے کمانڈ میں کھڑی ہے، حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا ہم لڑیں تمہارا جی تو متردد نہیں ایک صحابی حضرت مقدادؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں جو آپ کو کہیں گے کہ اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون۔

بنی اسرائیل کی سزا بھی

جب بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے کافروں سے جہاد کا حکم دیا کہ باپ دادا کے ملک کو اسلامی ملک بنادو تو کہنے لگے۔ کہ تو اور تیرا خدا لڑتا رہے۔ تو لڑیں ہم تو یہاں بیٹھتے ہیں انا ههنا قاعدون ہم تو کھڑے نہیں رہ سکتے کھڑے تھے تو بیٹھ گئے تو جانے اور تیرا خدا جانے حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں اب کیا کروں قوم کی تو یہ حالت ہے۔ میرا تو اپنے نفس اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر اختیار ہے۔ حکم ہو تو لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہیں مگر بنی اسرائیل

ولا تزر وازرۃ وزر اخری ـــــ یہ قیامت کے دن کا معاملہ ہوگا باپ کے گناہ سے بیٹے کو سزا نہیں دی جائے گی. بھائی کی وجہ سے بھائی کو، اگر کسی شخص کو سارے رشتہ دار دوست احباب کہہ بھی دیں کہ میرے اس بوجھ کو ذرا سا اٹھا دو میری کچھ مدد کرو تو کوئی امداد کے لئے نہیں آمادہ ہوسکے گا۔ وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منہ شیئًا ولو کان ذا قربی ـــــ یہ قیامت کا قانون ہے۔

دنیا میں مجرم کی وجہ سے غیر مجرموں پر وبال

اور دنیا کے اندر حکومتوں کا بھی قانون الگ ہے کہ ایک مجرم کی وجہ سے اس کے دوست احباب اور رشتہ دار بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی مجرم کو پولیس نے پکڑ لیا تو وہ تلاش کریں گے کہ اس کے دوست احباب کون ہیں اس نے رات کہاں گزاری تھی. فرض کیجئے کہ کسی دوست نے رحم اور شفقت سے کام لیکر اسے رات رہنے کی جگہ دی کہ سردی ہے، باہر مر جائے گا. جگہ دیدی، لیکن صبح جب وہ مسافر جاکر کوئی بڑا جرم کر بیٹھا تو اب پولیس والے آکر رات کی جگہ دینے والے کو بھی ہتھکڑی ڈال دیتی ہے. کہ تم بھی شریک ہو، تمہارا بھی اس کے ساتھ مشورہ ہے. اس کے بھائی اس کے باپ کو بھی حراست میں لے لیتے ہیں. پورے خاندان کی بے عزتی ہو جاتی ہے. آگے ہائی کورٹ میں جاکر مسئلے کی اور مقدمے کی تنقیح ہوگی تو اصل مجرم کو سزا دی جائے اور لوگ چھوٹ جائیں گے. مگر فیصلے تک سب رشتہ دار اور جاننے والے مصیبت میں ہو جاتے ہیں۔ گناہ ایک نے کیا اور اس کی وجہ سے پوری قوم اور خاندان پریشان ہو جاتا ہے. اس کا وبال اس کا بوجھ اوروں پر بھی پڑ گیا کہ کوئی نہ کوئی کوتاہی سب سے ہوئی ہوگی.

قوم موسیٰؑ میں اس کی مثال

بنی اسرائیل کی ایک بڑی قوم تھی. حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بارش بند ہوئی حضرت موسیٰؑ ساری قوم کو باہر میدان میں لے گئے کہ استسقاء کی دعا مانگیں کہ یا اللہ فضل فرما، قحط کو دور کر دے، بارش برسا ہمارے گناہوں

میں آتا ہے کہ لا یدخل الجنۃ نمام او قطاط۔ چغلی کھانے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔ مخبری کرنے والا نہیں جائے گا۔ دیوار کے پیچھے کان لگا کر باتیں سننے والا کہ اسے اوروں تک پہنچا دے یہ لڑانے والا ہے یہ ملک اور قوم کو تباہ کرنے والا ہے۔

مسلمان ملاتا ہے لڑاتا نہیں

مسلمان تو وہ ہے جو ملانے والا ہو لڑانے والا مسلمان نہیں ہوتا۔ مسلمان کی تعریف تو یہ ہے کہ: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔ مسلمان وہ ہے جس میں سلم ہو صلح ہو، آشتی ہو اور جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے جو کہتا ہے پہلے سوچتا ہے: کہ اس بات سے کسی کی دل آزاری، کسی کی تذلیل تو نہیں ہو گی کوئی مجھے جھوٹا تو نہیں کہے گا کوئی خلاف واقعہ تو نہیں کوئی خلاف عقل چیز تو نہیں، کوئی اس سے مذاق تو نہیں کرے گا۔ تو پہلے تولو پھر بولو مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ پاؤں اور زبان کی ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

خیر الناس من ینفع الناس۔ بہترین انسان وہ ہے جو مخلوق کو نفع پہنچائے ہمیں تو یہ سبق دیا گیا کہ راستے میں جو ضرر پہنچانے والی چیز ہے تو اُسے بھی ہٹا دو اور یہ ایمان میں داخل بات ہے ——— وادناھا اماطۃ الاذیٰ عن الطریق ——— قدم رکھتے ہوئے بھی خیال رہے کہ تمہارے قدموں کے نیچے چیونٹی نہ آئے اس کا بھی سوچے ———

الغرض تو وہ بنی اسرائیلی شخص مسلمانوں کو لڑانے والا تھا جسے ہم سیاست سمجھتے ہیں۔ اس کو بہادری سمجھتے ہیں۔ ہر فریق کو اپنا دوست کہے اور ہو کسی کا بھی دوست نہیں صرف اپنے پیٹ کا دوست ہے۔ بظاہر سب سے نبھاؤ ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے مزاج کی باتیں یعنی اپنی بڑائی مخاطب کی بڑائی اور دوسروں کی حقارت یہ چغلخوروں کا کام ہے۔ تو وہ شخص چالیس سال سے چغلخوری کر رہا تھا۔ خدا نے مہلت دی پھر عذاب نازل کیا۔ ساری قوم پہ بارش بند ہو گئی تو خداوند کریم نے فرمایا کہ اے موسیٰ اس کو یہاں سے نکال دو معلوم ہوا برائی کرنے والے کو

اور پھر ایک کی توبہ کی وجہ سے عذاب رفع بھی ہؤا۔ اور پھر حضرت موسٰیؑ نے اس شخص کا نام پتہ دریافت کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جس جرم اور گناہ یعنی چغل خوری سے میں روکتا ہوں تو خود اس کی چغلی کیسے کروں اور کیسے اپنے بندہ کی پردہ دری کروں تو نام نہیں تبلایا۔

صرف اپنا نہیں اوروں کا کردار بھی درست کرنا ضروری ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا: اے لوگو اس آیت کی وجہ سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑنا۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔

اے مسلمانو! اگر تم سیدھے راستے پر چلتے رہو تو گمراہوں کی گمراہی تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گی۔

آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے۔ اور آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی قبر میں دفن ہوگا۔ ہمیں اس سے کیا کہ نماز پڑھے نہ پڑھے۔ گھر کے لوگ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ ہمارا بھائی جوا کھیلتا ہے تو کھیلتا رہے۔ وہ اپنی قبر میں میں اپنی قبر میں جاؤں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث سُنی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دیکھو جو ظالم ہوگا تمہارے اندر، اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ لو روک لو اس کو ظلم سے اور نہایت سختی سے اس کو ظلم سے روک دو ورنہ اگر تم نے اس کی پرواہ نہ کی قاتل کو قتل سے ظالم کو ظلم سے نہ روکا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایسے عذاب آئیں گے کہ تم ہاتھ اٹھا اٹھا کر روؤ گے کہ یا اللہ یہ عذاب ہم سے اٹھا دے لیکن تمہاری دعائیں بالکل قبول نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ تم نے ظالم کو ظلم سے نہیں روکا۔ گویا حضرت ابوبکرؓ نے تبلا دیا کہ لا یضرکم تب ہے کہ اذا اھتدیتم۔ جب تک تم سیدھی راہ پر چلتے رہو گے اور اھتداء مسلمانوں کا یہ نہیں کہ صرف اپنا کردار ٹھیک کر دے بلکہ دوسروں کے کردار کو بھی درست کرائے تبلیغ کرنا وعظ و نصیحت کرنا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا یہ اھتداء میں شامل ہے۔

راستہ پر جاتے ہوئے تھک گئے۔ ایک درخت کے سائے میں استراحت فرمایا۔ تو ایک چیونٹی نے آکر انہیں بری طرح کاٹ دیا۔ نیند سے اُٹھ بیٹھے، ساتھی بھی ساتھ تھے فرمایا مسافر یہاں ٹھہرتے ہیں۔ یہ چیونٹی تو بڑی مضر ہے۔ مسافروں کو تکلیف دے گی۔ فرمایا اس کے سارے سوراخ کھود کر ختم کر دو۔ جلا دو اسے سارے سوراخ کو جلا دیا گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ ھلّا نملۃً واحدۃ۔ تجھے تو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو نے تو ساری چیونٹیوں کو یہاں سے بے گھر کر دیا۔ مار ڈالا۔ ایک تو یہ جواب تھا کہ بچھو سے بچھو ہی پیدا ہو گا۔ ایک بچھو نے آپ کو کاٹا آپ سارے کے سارے بچھو قتل کرتے رہتے ہیں کہ سب کی طبیعت میں نیش زنی ہے۔ ایک سانپ نے کاٹا مگر جو بھی سانپ ملے سب کو قتل کرتے ہیں کہ سب کی طبیعت ایک جیسی ہے۔ ایک کو موقع کاٹنے کا ملا اوروں کو ملا نہیں ورنہ مزاج سب کا یکساں ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ دنیوی قانون ہے کہ گنہگار کی وجہ سے غیر مجرم بھی عذاب میں آجاتے ہیں۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات بھی عذاب کا نمونہ ہیں

بھائی آج ہمارے مصائب اور تکالیف کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ مسلمانوں کا آپس میں تشتت وافتراق۔ ایک دوسرے کی ٹانگیں کاٹنا یہ بھی ایک عذاب ہے اور ساری قوم اس کی لپیٹ میں ہے۔ اور حضورؐ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ میری امت ساری کی ساری کافروں کی غلام نہ بن جائے اللہ نے قبول کر دی پھر دعا کی کہ یا اللہ میری ساری کی ساری امت قحط سے مسخ سے قذف سے ہلاک نہ ہو۔ یہ بھی قبول ہو گئی۔ پھر دعا کی یا اللہ میری امت آپس میں نہ لڑے۔ فرمایا یہ دعا نہ کرو جب یہ بد عمل ہو جائیں تو ایک دوسرے کی گردن کاٹیں گے کچھ نہ کچھ سزا تو انہیں دنیا میں ملنی ہی ہے۔ تو آج امت کا باہمی مخالفت اور ایک دوسرے کے گلے کاٹنا ایک دوسرے کی توہین و تذلیل بارش نہ برسنا گرانی، یہ سب عذاب ہیں۔ اور ہر شخص گریبان میں منہ ڈال کر سوچ سکتا ہے۔ گھر میں جا کر جائزہ لے سکتا ہے۔

آئندہ قصد ہو کہ گناہ کے نزدیک بھی نہیں جاؤں گا۔ تو وہ معاف کر دے گا۔ مگر ہم تو اس کی طرف جھکتے بھی نہیں اور سمجھتے ہیں کہ چلو بخش دے گا۔ وہ غفور الرحیم ہیں، چلو بخش دے گا۔ مگر وہ تو اس کی مرضی پر ہے، یہ کیا ضروری ہے کہ بخش دے ایک پیالہ زہر کا تمہارے سامنے کوئی رکھ دے کہ بھئی پی لو اللہ کا نام لے کر وہ مہربان اور غفور الرحیم ہے۔ بچا دے گا۔ تمہیں تندرست رکھے گا۔ بھائیو! پھر یہ زہر کا پیالہ پی لو گے ـــــ ہزاروں دفعہ کہہ دو کہ خدا غفور الرحیم ہیں، پی لو، مگر کبھی نہیں پیئے گا۔ لیکن جب گناہ کا مسئلہ آئے تو چلو خدا مہربان ہے، سب کچھ کر لو ـــــ تو بھائیو! ٹھیک ہے خدا کی رحمت سے ناامیدی نہیں مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ تو اس کی طرف رجوع ہونا چاہیئے۔ تب اس کی رحمت متوجہ ہو گی ـــــ یا اللہ اس پوری امت کو بھلائیوں سے مالا مال کر دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

✤ ——————— ★ ——————— ✤

علاج تجویز فرمایا ہے۔ اور وہ ہر کسی کی حالت کی بہتری اور بھلائی اس کے اعمال اور اخلاق پر موقوف ٹھہراتی ہے۔ مال و دولت کی ترقی اور دیگر اسباب ظاہریہ کے حصول سے ان امراض کا ازالہ نہیں ہوسکتا بلکہ اس بات سے ہوگا کہ اپنی زندگی اللہ کی مرضی اور قانون کے مطابق کردی جائے جب تک ہم اللہ کے قانون کو مضبوطی سے نہیں تھامیں گے اور اپنے اعمال اخلاق کردار اور ذہن و فکر اور خیالات و نظریات کو اللہ کی مرضی پر نہ ڈھالیں گے تو امراض بڑھیں گے اور بڑھتے رہیں گے۔

حضورؐ کی قبل از نبوت زندگی بھی اسوہ ہے

شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق زندگی گذارنے میں دنیا کی بھی بہتری ہے اور آخرت کی بھی بھلائی ہے۔ حضورؐ کی زندگی تو ایسی تھی کہ نبوت سے قبل کی زندگی کو بھی آپ کی کامیابی اور سرخروئی کا پیش خیمہ سمجھا گیا تھا جب ابتدائے وحی کا نزول ہوا اور آپ گھر تشریف لائے تو وحی کے ثقل اور ساری دنیا کو ہدایت کی ذمہ داری کے بوجھ سے دبے جارہے تھے۔ آپ کی شان تو یہ ہے کہ: وما ارسلنك الا رحمة للعالمين ہم نے آپؐ کو ساری مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

تو یہ ایک عظیم ذمہ داری تھی جو آپ کے سپرد ہوئی تھی۔ ہم اپنے محلہ اور اپنے گھر کی کسی خلاف شرع بات اور رسم و رواج کو نہیں بدل سکتے اپنی اولاد اور اقارب کی اصلاح مشکل ہوتی ہے اور حضورؐ جب مبعوث ہوئے تو ساری دنیا میں شرک کفر اور جہالت کا دور دورہ تھا تو فکر ہوا کہ ایسی بڑی ذمہ داری سر پر آپڑی ہے اور خلعت بھی ایسی نبوت کی عطا فرمائی گئی جو ختم نبوت ہے اور قیامت تک سارے عالم کی اصلاح و رہنمائی کا فریضہ سر پر ڈالتی ہے تو تشویش تھی کہ اتنا سخت کام مجھ سے پورا ہوسکے گا یا نہیں اور فریضہ کی ادائیگی میں مکمل طور پر کامیاب ہوسکوں گا یا خدانخواستہ دوسری کوئی صورت

ہوئے اور پریشان بھی کہ بنی بنائی سکیم ناکام ہو رہی ہے اُٹھ کر پیچھے بھاگ دوڑے کہ شکار ہاتھ میں آ کر جا رہا ہے جلدی سے اٹھے تو خود ہی اسی کنویں میں گر پڑے۔ "چاہ کندہ را چاہ درپیش" حضورؐ نے اس کی چیخ و پکار سُنی تو واپس ہوئے، اپنی چادر اور رسّی وغیرہ کو لٹکایا اور ابوجہل کو اس گڑھے سے نکال دیا۔ یہ اخلاقِ نبویؐ تھے۔

صلہ رحمی کیوں موجب اجر ہے

لوگ اجنبی اور غیر رشتہ دار لوگوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں کہ وہ احسان مانتا ہے مگر رشتہ دار سارے احسانات اور حسنِ سلوک کا سبب رشتہ کو سمجھتا ہے اور احسان کرنے والے پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ میرے باپ یا دادا کا مال تھا، اس نے قبضہ کر رکھا تھا۔ مجھے دیا تو کیا ہُوا۔ تو احسان کے جواب میں نہ شکریہ نہ دعا نہ بدلہ، ایسے مواقع پر انسان کی طبیعت احسان کرنے سے روکتی ہے کہ دوسرا تو مانتا تک نہیں اس لئے ذوی القربیٰ سے احسان بڑا مجاہدہ اور بہت زیادہ موجب اجر ہے اور اس لئے اس کی تائید حضورؐ نے بہت فرمائی ہے۔ آگے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے یہ بھی فرمایا کہ تقری الضیف آپ مہمان اور مسافروں کی مہمانداری فرماتے ہیں۔ وتعین علی نوائب الحق مصائب میں مدد کرتے ہیں۔ اور مصائب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ کسی مصیبت کو خود اپنے اوپر لا دیا جائے۔ مثلاً چوری ڈاکہ جوا کرنے لگا ہے اور پکڑا جائے، دوسرے یہ کہ اس میں اس کی تعدی نہ ہو اور قدرت کی طرف سے آ جائیں۔ سیلاب طوفان یا دیگر آفاتِ سماوی۔ تو ایسے مصائب میں لوگوں کی مدد کرنا حضورؐ کا شیوہ تھا۔ اس میں حضورؐ کے قبل از نبوت زندگی اور سیرت پر بھی روشنی پڑ گئی اور یہ کہ جب ایسی پاکیزہ زندگی گذاری جائے گی۔ تو دنیا میں کامیابی ہی کامیابی ہوگی۔

راحت اور کامیابی کا راز

الغرض کامیابی کا راز عبادت اور اخلاق و اعمالِ صاحبِ شریعت کی پیروی میں ہے۔ اور مصائب

تینوں عامی لوگ تھے، نہ قطب نہ ابدال نہ غوث نہ ولی نہ عالم مگر ایسے سخت حالات میں گھر کر بڑی اچھی تدبیر سوجھی اور ہمارے ہاں اب بھی بڑے بوڑھے لوگ سخت وقت کے لئے دس بیس روپیہ پس ماندہ رکھتے ہیں کہ کام آسکیں گے۔ اور اگر کوئی لگانے پر مجبور کر دے تب بھی کہتے ہیں کہ نہیں سخت وقت میں کام دیں گے۔

مراقبہ

تو ایسے ہی ہر مسلمان کو رات کے وقت جب لحاف اوڑھ کر سونے لگتا ہے تو سوچنا چاہیئے کہ میرے پاس عمل کا ایسا سرمایہ کونسا ہے جسے نازک وقت میں اللہ کے دربار میں وسیلہ بنا سکوں گا۔ جیب میں کچھ ہے بھی یا بالکل خالی ہے کسی چیز سے سخت وقت گذارو گے۔ بہرحال ایک نے والدین سے نیکی اور حسنِ سلوک کے عمل کو پیش کر دیا کہ ایک دفعہ سخت آزمائش میں رات بھر والدین کی خدمت کو اولاد پر ترجیح دی اور جاگتا رہا ـــــ اس دعا سے چٹان کا ایک تہائی حصّہ نیچے سرک گیا۔ تازہ ہوا آنے لگی۔ دوسرے شخص نے جوانی، محبت اور شدید تکالیف کے بعد محبوبہ سے مل جانے کی صورت میں اس کی نصیحت اور منع کرنے پر بُرے ارادہ کو چھوڑ دیا تھا، اس کی آواز سُنی کہ اللہ سے ڈرو اور ندامت کرو۔ تو قدرت کے باوجود ہٹ گیا۔ اس عمل کے طفیل دعا مانگی، پتھر ایک تہائی اور سرک گیا پھر تیسرے شخص نے دعا مانگی جس نے کسی مزدور کو اجرت نہ دے سکنے کی صورت میں اسکی اجرت کے اناج کو زمین میں بویا کاٹا یہاں تک کہ کئی سال میں بڑھتے بڑھتے وہ معمولی اجرت بہت بڑی مال و دولت کی شکل میں جمع ہوگئی۔ اور مزدور جب آیا تو حیرت میں رہ گیا۔ اس عمل کے صدقے سے اللہ سے دعا مانگی تو یکدم باقی چٹان بھی راستہ سے ہٹ گئی۔ اور یہ سب زندہ سلامت نکل گئے۔

اعمالِ صالح کی تاثیر

تو یہ سب کام اللہ کی رضا کے لئے تھے۔ گویا مشینوں اور کرینوں کا کام ان اعمالِ صالحہ نے دیا حدیث میں ہے کہ قبر میں دائیں طرف نماز، بائیں روزہ، سرہانے قرآنِ مجید، قدموں کی طرف صدقہ اور خیرات سپر اور ڈھال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تازیانہ عبرت ——

(سقوط بیت المقدس کے بعد پہلا خطبہ)

مسلمانوں کی شکست شامت اعمال ہے

خطبہ جمعۃ المبارک

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) سُبحان الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الّذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیاتنا انہٗ ھو السّمیع البصیر۔

محترم بزرگو! اس وقت تمام دنیا کے مسلمان ایک عظیم آزمائش میں مبتلا ہیں، ایک بڑے اور نازک امتحان میں۔

راہ چلتے شرم محسوس ہوتی ہے

مسلمان کفار کے نرغہ میں ہیں۔ بالخصوص مقاماتِ مقدسہ اور عرب علاقوں پر یہود کے قبضہ سے ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی ہے۔ میں تو دو چار دنوں سے راستے پر چلتے شرم محسوس کرتا ہوں۔ اور سوچتا ہوں کہ کیا ہمیں خدا کی زمین پر چلنے اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔؟ آج ہم خون کے آنسوؤں سے بھی روئیں تو اس غم کا تدارک نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی چیز مذہب، اسلام خدا اور رسولؐ کی عزت و آبرو ہے مسلمان تو تمام دنیا کو خدا کے قانون کے اجراء احیاء دین اور اسلام کا جھنڈا سربلند کرنے کیلئے

انہوں نے کمزوری اور بے ہمتی کی اور مقابلہ نہ کرسکے تو ساتھ والے ملک کے مسلمانوں پر جہاد
فرض ہو جاتا ہے۔ یہاں تک ساری دنیا کے مسلمانوں پر ایک انچ زمین اور ایک مسلمان عورت
کا کافر کے قبضے میں چلے جانے سے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اور کوتاہی کی صورت میں سب سے
مواخذہ ہوگا۔ کل عالم کے مسلمان مجرم اور گنہگار ہوں گے۔ البتہ اگر کافروں سے لڑنے والے
ملک میں قوت مدافعت ہو تو سب پر فرض نہ ہوگا۔

ساری دُنیا کے مسلمان ہموطن ہیں

مسلمان کے لئے سارا وطن ایک ہے، وہ قیود و حدود کا پابند نہیں ہوتا، اس کا معاہدہ صرف اللہ سے ہے
اور روئے زمین کے ایک سرے کے مسلمانوں کی مدد کے لئے دوسرے سرے کے مسلمانوں کو
بیدار ہونا چاہیئے۔ یہ فرنگی کی چالیں تھیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو الگ الگ کر دیا یہ ایران
اور پاکستان ہے یہ افغانستان ہے۔ وہ مصر و شام اور سعودی عرب اور اردن ہے مسلمان
سب ایک ملک کے باشندے اور ایک ہی مرکز سے وابستہ ہیں۔ اس کی مثال جسد واحد
اور ایک جسم کی طرح ہے۔ کہ آنکھ کو تکلیف ہو تو ہاتھ اور کان تمام جسم کو صدمہ ہوگا۔ جس طرح
دل ہاتھ پاؤں، کان، آنکھ سب ایک مرکز کے تحت ہیں۔ اور سب ایک بدن کے اعضاء ہیں
اسی طرح مسلمان ایک ہی لڑی لا الٰہ الا اللہ میں پروئے گئے ہیں۔ اور ایک خدا کے غلام
اور ایک رسولؐ کی امت ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: المؤمنون کجسد واحد
اذا اشتکی بعضہٗ اشتکی کلہٗ۔ یعنی مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں جب
بعض حصوں کو تکلیف ہو تو سارا جسم پریشان ہوتا ہے۔

اسلام دشمنی اور حق کی مخالفت یہود کی پرانی تاریخ

آج جب یہود جیسا ذلیل دشمن دندناتا ہوا
آرہا ہے۔ یورپ کی مدد سے وہ دنیا بھر کی آواز کو ٹھکراتا ہے۔ یہ ان کی پرانی تاریخ ہے۔
آج تک حق کے مخالف اور انبیاءؑ کے دشمن رہے۔ روایت ہے کہ ایک ایک دن میں انہوں

کے ذریعہ انہیں موت کی نیند سلا دیا جائے۔ ایک یہودی نے لکھا ہے کہ مسلمان عورت اور مال سے مجبور ہے۔ یہ مختلف ممالک میں دین کی تحریف و تجدّد اور سود و شراب اور زنا کو حلال قرار دینے کی جو کوشش ہو رہی ہیں، ان کی پشت پر بھی یہود اور مغربی اقوام ہیں۔ غرض فسق و فجور سب کا سرچشمہ یہی یہود اور مغربی اقوام ہیں۔ حضورؐ کی پیشگوئی ہے کہ جب ایسا وقت آ جائے کہ تم دنیا اور مال و دولت کے غلام بن جاؤ اور موت سے بھاگنے لگو، تو تمہاری مثال سمندر کے جھاگ کی طرح ہوگی کہ پانی کا بہاؤ اسے جدھر چاہے لے جائے، اس وقت قومیں ایک دوسرے کو بلائیں گی کہ آؤ مسلمانوں کو ہر طرف سے ختم کر دیں، کہیں پاکستان پر حملہ اور کہیں عرب پر حملہ یہاں تک کہ ہمارے اس ضعف اور ذمہ داریوں سے غفلت کی وجہ سے قبلۂ اول بیت المقدس بھی ان کے قبضہ میں چلا گیا۔

مسجد حرام بھائیو! اس روئے زمین پر تین مقدس مساجد ہیں۔ جو تمام روئے زمین سے بہتر ہیں —— (۱) بیت اللہ الحرام جس کی طرف رخ کر کے پانچ وقتہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ خدا نے اسے اتنی فضیلت دی کہ اگر کوئی شخص نماز تمام آداب و مستحبات اور خشوع خضوع سے بھی پڑھ لے مگر رُخ قبلہ سے قصداً موڑ لیا۔ تو امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک کافر ہوا۔ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یخشی علیہ الکفر اس پر کافر ہونے کا خطرہ ہے —— غرض تمام لوگوں کی عبادت قبول نہیں ہوگی جب تک رُخ خانہ کعبہ کی طرف نہ ہوگا۔ ان اوّل بیت وضع للنّاس۔ عبادت کا اولین گھر جسے لوگوں کے لئے مکہ مکرمہ میں قائم کیا گیا —— دنیا کی آبادی سے قبل خداوند تعالےٰ نے بیت اللہ کا خطہ پیدا فرمایا۔ اور جب تک یہ رہے گا حجاج حج کرتے رہیں گے۔ دنیا آباد رہے گی۔ اور جب اسے ڈھا دیا گیا۔ جیسا کہ قیامت کے قریب ایسا ہوتا ہے (خداوند تعالیٰ وہ وقت ہماری زندگی میں نہ لائے) تو سارا عالم تباہ ہو جائے گا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس میں ایک نیکی اور ایک نماز ایک لاکھ کے برابر ہے۔

(عبادت کی نیت سے صرف تین مساجد کے لئے سفر جائز ہے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد)

قانون فتح وشکست

قدرت کا اٹل قانون ہے کہ جب ایک قوم سرکشی اور نافرمانی میں حد سے گذر جائے تو خدا اسے ضرور سزا دیتا ہے۔ تقریباً دو ہزار سال قبل جب یہود کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو خدا نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ بابل سے آیا اور یہودیوں کا یہاں سے قلع قمع کیا۔ عورتیں باندیاں اور مردوں کو غلام بنایا۔ خداوند تعالیٰ غفور الرحیم ہے جب انہوں نے توبہ کی تو خداوند تعالیٰ نے انہیں پھر یہاں کے معابد میں عبادت کا موقع دیا۔ اور جب پھر انہوں نے شر وفساد برپا کیا تو اللہ تعالےٰ نے ان پر انطوکس کو مسلط کر دیا جس نے ان کی جڑ نکالی، اور آج جب یہود نے برطانیہ اور امریکہ کی مدد اور سازش سے بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ تو ہماری انتہائی غفلت اور بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ ہمارے دار العلوم کے ایک استاد نے جو پچھلے دنوں وہاں سے آئے ہیں، چشم دید حالات بیان کئے کہ اتنے بڑے شہر میں مسجد اقصیٰ جیسی مقدس مسجد میں نمازیوں کی تعداد تیس، چالیس سے بھی کم ہوتی ہے۔ ایک صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ اس جنگ میں یہود نے اپنے مذہب کے مطابق دو دن قبل روزے رکھ کر لڑائی لڑی اور ہمارے مسلمان ناچ گانوں میں مصروف تھے ـــــــ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔

بے شک خداوند کریم نے مسلمانوں کی نصرت اور امداد کا وعدہ کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ان کنتم مؤمنین کی شرط بھی لگائی ہے، کہ اگر تم سچے مومن بنو، عربوں کے پاس اسلحہ موجود تھا۔ مگر ایمان کی دولت کمزور ہوئی اور نتیجہ ـــــــــــــ

ہرچہ بر ماست از ماست۔

دولت کی فراوانی اور عیاشی کا تو یہ عالم کہ ایک دوست نے بیان کیا کہ ڈرائیور کے

اور جو قوم نعمتوں کی بے قدری کرے خدا اُسے سزا دیتا ہے مشرکین مکہ نے ہزار سال تک بیت اللہ کی بے قدری کی اس کے اندر بت رکھے، خدا نے انہیں ہمیشہ کے لئے اس سے محروم کر دیا اور اپنے فضل سے وہاں سے توحید کا غلغلہ بلند کیا۔ اب بھی مسلمان سنبھل جائیں تو خدا کی رحمت شامل ہو جائے گی۔ ورنہ آئندہ آنے والے خطرات کا حد و حساب نہیں ہو گا۔

یہود کے عزائم اور ہمارا فرض

یہود اس پر بس نہیں کریں گے۔ ان کے عزائم یہ ہیں کہ اردن اور بحیرہ احمر پہ قبضہ کرنے کے بعد اس راستے سے مدینہ طیبہ اور خیبر کو بھی اپنے ارادوں میں شامل کر لیا جائے۔ یورپی غیر مسلم ان کی پشت پر ہیں۔ صلیبی جنگوں اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے عہد کے مسلمانوں کا انتقام لینا ان کے مقاصدِ زندگی میں سے ہے۔ آج ہمارا فرض ہے کہ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس جہاد میں حصّہ لیں۔ یہود کے ساتھ کسی چیز کی کمی نہیں۔ اسلحہ، روپیہ، اور غلّہ بے حساب ہے صرف امریکہ میں ایک دن میں اربوں روپے اور کروڑوں ڈالر چندہ کفار نے ان کے لئے جمع کیا ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ عربوں کی مالی امداد کریں۔ امریکہ اور برطانیہ اور جو بھی مسلمان کی مخالفت کرتا ہے، اُن سے ہر قسم کے تجارتی اور اقتصادی تعلقات توڑ دیں، ان سے بائیکاٹ کر دیں۔ اور بڑی بات یہ کہ اپنی زندگی کو غیروں کی تہذیب و تمدن اور یورپی نظریات اور تعلیم سے صاف کر دیں۔ اولاد کو انگریزی اور انگریزوں کے مشنری اداروں سے بچائیں۔
سوال یہ ہے کہ جب ہماری زندگی بدلتی نہیں، نماز ہے نہ روزہ، نہ فلم بینی اور فحاشی سے توبہ تھیٹر اسی طرح چل رہے ہیں، ہر شخص اپنی بدعملی میں سرگرم ہے تو پھر بربادی کا شکوہ کیوں کرتے ہیں۔ جب قربانی، ایثار اور جہاد سے مسلمان کترائے گا تو ہلاکت کے گڑھے میں خود بخود گر جائے گا ـــــــ یہ تمہارے بنگلے، موٹریں، ریشمی کپڑے، رومال اور بے حساب اشیاء تمہیں ہرگز نہیں بچائیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہماری ذلّت اور پستی کا واحد علاج

صحابہؓ جیسی قربانی اور ایثار کی ضرورت
مسجد اقصیٰ کا سانحہ غزوۂ تبوک کی روشنی میں

خُطبہُ جُمعۃُ المُبارک ۶ رجب ۱۳۸۹ھ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم
یا ایہا الّذین اٰمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی
سبیل اللّٰہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیٰوۃ الدّنیا
من الاٰخرۃ فما متاع الحیٰوۃِ الدنیا فی الاٰخرۃ الّا
قلیل الا تنفروا یعذبکم عذابًا الیما ویستبدل
قوما غیرکم ولا تضروہ شیئًا۔ واللّٰہ علیٰ کلّ شیئٍ قدیر
اِلا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ اِذ اخرجہ الذین کفروا
ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہٖ لا تحزن انّ
اللّٰہ معنا۔ فانزل اللّٰہ سکینتہٗ علیہ وایّدہ بجنودٍ لّم
تروھا وجعل کلمۃ الّذین کفروا السّفلیٰ وکلمۃ
اللّٰہ ھی العلیا واللّٰہ عزیز حکیم۔

ترجمہ آیات: اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللّٰہ کی

نہیں مل سکتی۔ وہاں کی صراحی میں پانی ڈال کر رکھ دو تو دس پندرہ منٹ کے بعد برف سے زیادہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے، یہ وہاں کی آب و ہوا کی تاثیر اور برکت کا ظہور ہے۔ الغرض کاشت کار تو سال بھر اس موسم کے انتظار میں ہوتا ہے، کہ فصل پکے گا، اور ساری حاجات پوری ہوں گی۔ ایسے وقت میں اگر کاشت کار ذرا سی غفلت کردے تو سارا سال برباد ہو جاتا ہے۔ پھر حد سے زیادہ گرمی۔ ہم تو اس ستمبر کے مہینہ میں بھی میل بھر پیدل نہیں چل سکتے۔ اور وہاں تو مدینہ سے شام تک سارا علاقہ پہاڑی ہے نہ سڑک تھی نہ سواری نہ چھتری وغیرہ سے سایہ کا انتظام۔ الغرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ یہودی اور عیسائی یہاں آکر ہمارے گھر کو میدانِ جنگ بنانا چاہتے ہیں، تو سوچا ہم خود ان کی طرف کیوں نہ بڑھیں اور جنگ اُن کی سرزمین میں ہو۔ پھر دشمن کی فوجی طاقت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہ ایک یرموک کی جنگ کے موقع پر ۳ لاکھ فوجی میدان میں لایا جس میں ساٹھ ستر سپاہی تو پا بزنجیر صفِ اوّل میں ایک دوسرے سے باندھے ہوئے تھے کہ کوئی بھاگنا بھی چاہے تو بھاگ نہ سکے۔ سامانِ جنگ سپاہیوں۔ اور وسائل کی ان کے پاس کمی نہیں تھی، ایسے موقع پر جنگ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر جب کہ موسم بھی شدید گرمی کا ہو اور اپنے شہر سے ایک مہینہ کی مسافت پر دوسرے ملک کو میدانِ جنگ بنا دیا جائے۔ آج روس اور امریکہ ہماری مدد اسی خاطر کرتے ہیں کہ جب جنگ ہو تو ملک کو میدانِ جنگ بنا دیں اور خود بچے رہیں ـــــ ایسے وقت میں اپنی فصلوں کو چھوڑنا اور گرمی اور مصیبتوں کا برداشت بڑے حوصلہ و ہمت کا کام تھا۔

جان و مال کا سودا

صحابہ کرامؓ تو واقعی اپنے مال و جان کو اللہ کے نام پر فروخت کئے ہوئے تھے۔ اور اس آیت کے مصداق تھے کہ: ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ (میں نے تمہاری جان اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں، یہ تمہارے نہیں میرے ہیں) اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ یہ مال فلاں شخص کا ہے میرا نہیں تو جس وقت وہ طلب کرے گا، بخوشی دے دیگا۔ دارالعلوم کے طالبعلم جب فارغ ہو کر جاتے ہیں تو مدرسہ کی دی ہوئی کتابیں واپس لے لیتا ہے اور کسی کو انکار نہیں ہوتا

ہی میں لڑتے ہیں۔ آج جو حالت ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے ـــــ اللہ غفور الرحیم ہے کہ ہمیں مہلت دیتا ہے، ایک دوسرے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دو سو "اوقیہ" پیش کیا۔ اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ نے غالباً ایک سو وسق کھجور جو اس وقت کا قیمتی غلّہ تھا پیش کر دیں۔ ایک وسق ساٹھ صاع ہوتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے سامان سے لدے ہوئے تین سو اونٹ پیش کر دیئے جو تجارت کے لئے تیار کئے گئے تھے، اعلانِ جہاد ہوا تو سب کے سب حضورؐ کے سامنے پیش کر دئے اور ایک روایت تو نو سو اونٹ اور ایک ہزار دینار کی بطور چندہ پیش کی۔ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں: ما ضر عثمان ما عمل بعد ھذہ۔ عثمانؓ نے اتنی بڑی قربانی دی، اس تنگی کے وقت کہ اس کے بعد بالفرض وہ کوئی عمل نہ کرے تو اسے کوئی ضرر نہیں، یہ جنتی ہے۔ اللہ نے اس عمل سے انہیں بخش دیا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اس کے بعد بھی زندگی بھر اسلام کی خدمت کی۔ بارہ سال تو مسلمانوں کی خلافت کی خدمت انجام دی کابل تک فتوحات ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کی برکت ہے۔ جو یہاں مسلمان بیٹھے ہیں۔

تبوک کی قربانی اور بے مثال عمل کے موقعہ پر حضورؐ نے بشارت دی اور فرمایا: "اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

ایک ایسا صحابی ابوعقیل حجاب بھی تھا جو غریب تھا مگر اللہ کی راہ میں مدد کرنے کے لئے بے چین تھا کہ میں بھی کچھ پیش کروں۔ عشاء کی نماز پڑھ کر یہودیوں کے باغات کی طرف نکلا، باغ کی دیوار سے جھانکنے لگا، باغات چرخے سے پانی نکال کر سیراب کئے جاتے تھے، یہودی نے سمجھا کہ بدو ہے مزدوری کی تلاش میں نکلا ہے پوچھا: او بدو محنت کرو گے۔ کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا آؤ ایک ڈول کے بعد ایک چھوہارہ مزدوری دوں گا۔ یہ خوشی خوشی رات بھر بھاری ڈول کھینچ کر پانی نکالتا رہا، یہودیوں کا بخل تو مشہور ہے۔ یہ جب ایک ڈول نکالتا تو یہودی ایک کھجور بدو کے ہاتھ پر رکھ دیتا۔ صبح تک ایک صاع یعنی دو سیر گیارہ چھٹانک کھجور اس نے مزدوری میں کمائے اور نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں نہایت عجز اور محبت سے پیش کر دیئے کہ میرے بس میں یہی ہے اسے اللہ کی راہ میں قبول فرما دیں تو میری

خاتمہ ایمان پر نصیب ہو۔ خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیقؓ جیسے صحابہؓ جن کی معیت اور صحابیت قرآن سے ثابت ہے۔

الغرض صحابہ کرامؓ نے ایسی قربانیاں پیش کیں، اور ایسے نازک موسم اور حالات میں، مگر منافقین نے بہانے بنائے، بیوی بچوں کی بیماری، گھر کی تنہائی اور ایسے ایسے عذر تراشے کہ سن کر حیرت ہوتی ہے جو لوگ بے حیا ہو جائیں ان کی ڈھٹائی کی حد نہیں ہوتی۔ یہی حال منافقین مدینہ کا تھا۔ نام مسلمانوں کی فہرست میں تھا کہ جب تقسیم کا وقت آیا تو ہر ایک آگے بڑھتا، مگر سختی کے مواقع پر بہانے تراش لیتے

حضرت ابوخیثمہؓ

چند ایک صحابی واقعی مجبوری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، مومن اور پکے مسلمان تھے، رہ تو گئے مگر چین اور سکون کب ہو سکتا تھا۔ ابوخیثمہؓ ایک صحابی ہیں۔ قافلہ روانہ ہوا تو ان کا خیال تھا کہ اس کے پہنچنے میں تو سوا مہینہ لگے گا، میں آرام سے کام کاج سمیٹ کر پہنچ جاؤں گا، تو وہ رہ گئے، ایک دوپہر کو اپنے باغ میں آئے ٹھنڈی چھاؤں تھی، بیوی نے پانی چھڑک دیا تھا پینے کے لئے ٹھنڈا پانی موجود تھا۔ عربوں کا دستور تھا کہ باغ پک جانے پر بیوی بچے سب کو باغ میں لے جاتے اور وہاں رہتے تو ان کی بیوی ان کے انتظار میں بن سنور کر بیٹھی تھی۔ ابوخیثمہؓ اس شدید گرمی میں بچوں کے پاس آئے، بیٹھ گئے اور سوچنے لگے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ابوخیثمہؓ تم کیسے مسلمان ہو، تم یہاں آرام سے بیٹھے ہو اور حضور اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ معلوم نہیں کس پہاڑ اور کونسی گھاٹی اور تپتے ہوئے صحراؤں کو عبور کر رہے ہوں گے۔ یہ تو اسلام کا تقاضا نہیں کہ میں تو آرام سے رہوں۔ بے چینی بڑھ گئی اور سیدھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور روانہ ہو گئے۔ نہ کھایا نہ پیا نہ بیوی بچوں سے محظوظ ہوئے، ہانپتے کانپتے اکیلے سفر طے کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے میدان میں ہیں، دُور سے گرد و غبار نظر آیا تو حضور نے فرمایا: کن ابا خیثمہ۔ یعنی یہ آنے والا اگر ابوخیثمہؓ ہو تو کیا اچھا ہو گا۔ چنانچہ ابوخیثمہؓ آئے اور حضورؐ سے ملاقات ہوئی۔

کیا زندگی کا مقصد کھانا پینا اور لذائذ سے متمتع ہونا رہ گیا۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے مگر آخرت کے مقابلہ میں یہ سب کچھ ہیچ ہے۔ فما متاع الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل۔ جب سب کچھ ہاتھ سے چلا جائے تو احساس ہوگا، ایوب خان نے دس سال حکومت کی اب اُس سے پوچھو تو کہے گا کہ چند منٹ بھی اچھے نہیں گزرے۔ ہر لاکھ پتی، کروڑ پتی سب کچھ چھوڑ کر مرے گا۔ سکندر ذوالقرنین کی طرح ساری دنیا کی سلطنت بھی مل جائے تب بھی جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وصال کا وقت آیا تو عزرائیل علیہ السلام نے آکر پیشکش کی کہ چاہو تو ایک بھیڑ کی پشت پر ہاتھ رکھ دو جتنے بھی بال ہاتھ کے نیچے آئیں اتنے سال تم اور زندہ رہ سکتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا کہا موت۔ تو فرمایا کہ الآن۔ پھر ابھی کیوں نہیں۔ ؟ تو دنیا کی بادشاہت، بنگلہ، موٹر، صحت، جوانی ڈولت کوئی شے نہیں ___ آخرت حاصل کرو۔

ترکِ جہاد پر وعید

یہ تو ترغیب تھی آگے اُس کی ترہیب اور الارم ہے۔ الّا تنصروہ اگر اب بھی تم نے سستی کی جہاد کے لئے نہ چل پڑے کافروں کا مقابلہ نہ کیا تو یعذبکم عذابًا الیمًا خدا تمہیں سخت دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا۔ اللہ ہمیں عذاب سے بچا دے، یہ زلزلے، سیلاب، قحط میں ابتلا آپس کی مقدمہ بازی مارپیٹ اور جنگ و جدال سب عذاب کی نشانیاں ہیں۔ آگے فرمایا: اگر تم اسلام اور مذہب کے لئے اُٹھ نہ کھڑے ہوئے تو یستبدل قومًا تمہاری جڑ ہی کاٹ دے گا۔ دوسری قوم تمہارے بدلے دین کے لئے کھڑی کردے گا۔ ولا تضرّوہ شیئًا اگر اسلام کی خدمت سے تم نے منہ موڑ دیا تو کیا اسلام کمزور ہو جائے گا ؟ کیا حضورِ اقدس ﷺ کی شانِ رسالت اور خدماتِ جلیلہ میں فرق آجائے گا۔ ؟ بالکل نہیں۔ تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے وہ اوروں کو کھڑا کردے گا، اس کی سلطنت میں کیا کمی ہے۔ واللّٰہ قویٌّ عزیز۔ وہ قادر ہے، غالب ہے، تمہیں موقع دے رہا ہے،

اللہ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ ایک وہ تھے اور ایک ہم ہیں کہ اتنی سلطنتیں ہاتھ میں ہیں، مگر ذلیل سے ذلیل قوم اُٹھ کر ہزاروں مربع میل زمین ہم سے چھین رہی ہے۔ بیت المقدس اور شام کا اکثر حصہ گیا مگر مسلمان ٹس سے مس نہ ہوا۔ بلکہ ایک دوسرے پر غرانے اور چنگھاڑنے لگا۔ آپس کا اختلاف اور بھی بڑھا۔

مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی

کسی نے غیرت نہ کی سب مجرم ہوئے تو خدا نے دوسرا تھپڑ دیا کہ شاید اب انہیں غیرت آ جائے، تو مسجد اقصیٰ کو یہود نے آگ لگا دی کہ اب بھی غیرت آتی ہے یا نہیں، یہ تو اللہ کا گھر ہے، اپنے گھروں کے لئے تو مرتے مارتے ہو مگر اللہ کے گھر پر بھی غیرت کرتے ہو یا نہیں مسلمانوں کے قبلۂ اوّل کو یہود نے سازش سے جلا دیا۔ یاد رکھیں اللہ بے نیاز ہے تقسیم ہند کے وقت ہزاروں عورتیں سکھ لے گئے لاکھوں مر گئے اس کی بادشاہت میں کیا کمی آئی اسے ہماری حالت معلوم ہے، مگر ہمارا ایمان آزمانا اور دنیا کے سامنے تلوانا چاہتا ہے، اسلام اور اسلامی ملک پر غیرت نہیں، وطن وطن چھوڑیئے یہ مہمل لفظ ہے۔ بلکہ دیکھو کہ مذہب اسلام اور اللہ کی زمین پر غیرت کرتے ہو یا نہیں۔ یہود نے ہمارا قبلۂ اوّل جلایا تاکہ ہماری مرکزیت ختم ہو جائے، وہ ہماری غیرت کو چیلنج کر رہے ہیں، ان کی پشت پر سارا امریکہ اور دیگر کفار امداد کے لئے کھڑے ہیں۔ الکفر ملۃٌ واحدۃ۔ ہمارے خلاف سب ایک ہیں، انہوں نے ہماری عبادت گاہ قبلۂ اوّل کی ایسی بے حرمتی کی جو کوئی قوم نہیں کرتی، ہمارے ملک میں بے شمار معابد ہیں مگر ہمارا مذہب کفار کے معابد کا بھی تحفظ کرتا ہے۔

ہماری مثال اس چرسی کی طرح بن گئی ہے جو لحاف اوڑھے ہو اور کسی طرح جھنجھوڑنے سے بھی نہیں اٹھتا، اور مسجد اقصیٰ کو آگ لگانا ایسا ہے کہ اس چرسی کے لحاف کو آگ لگا دی جائے۔ یہ تو کسی طرح اٹھتا نہیں، شاید اس طرح بیدار ہو جائے۔ اب بھی نہیں اُٹھے گا تو لحاف ہی میں جل جائے گا۔

آئے گا جب کہ ہر بیت و ہر مدرسے اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگے گی۔ لیکن اگر ہمارے لیڈروں کو یہ فکر رہا کہ فلاں کو تمغہ مل جائے گا، فلاں کی شہرت ہو گی، فلاں بڑا بن جائے گا تو پھر کامیابی مشکل اور تباہی یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو نتیجہ آور بنا دے اور ہم سب کے ایمان سلامت رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

تربیت سے یہ چیز حاصل نہ ہوتی ۔۔۔۔۔

سبق :

سوال : اس جہاد سے پاکستان اور اہل پاکستان کو کیا سبق ملا اور کیا فوائد حاصل ہوئے ؟

جواب : اس جہاد نے پاکستان کو ایک ہی سبق دیا کہ اس ملک اور قوم بلکہ ہر اسلامی ملک کی حفاظت صرف اسلام اور اسلامی جذبات و احساسات اور مومنانہ کردار ہی سے وابستہ ہے ، یہاں مختلف قبائل اور علاقوں کے باشندوں کو صرف اسلام کے رشتہ نے دشمن کے مقابلہ میں بنیان مرصوص بنا دیا تھا ۔۔۔۔ مراکش اور انڈونیشیا میں رہنے والے مسلمانوں کے دل کی دھڑکنیں صرف اسلام کی وجہ سے پاکستان کے لئے دھڑک رہی تھیں ۔ خیبر اور چاٹگام نے اسلام ہی کے رشتے سے اپنی قسمت ایک دوسرے سے وابستہ کی تھی ۔ ایسے وقت میں حقیقی اور مؤثر مددگار صرف مسلمان ہی ثابت ہوئے خواہ وہ مصر و شام میں بستے تھے یا سعودی عرب اور ایران میں یہ حقیقت ایک بار پھر آشکارا ہوگئی کہ اہل کفر و ضلال سب ملت واحدہ کے اجزاء و اعضاء ہیں ۔ اور مسلمانوں کی دشمنی اور ان کی شکست کی خواہش ان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے ، خواہ ان کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے ۔

کفران نعمت :

سوال : جہاد ستمبر نے ہمیں جو سبق دیئے کیا ان کی بناء پر ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی آئی ہے ؟

جواب : افسوس کہ اس بارہ میں یہاں کی اکثریت بالخصوص ارباب اختیار و اقتدار نے خداوند کریم کے احسانات اور نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری کا مظاہرہ کیا زیادہ مسئولیت ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے ، ان کا فرض تھا کہ جنگ سے پیدا شدہ اسلامی جذبات کو نہ صرف محفوظ رکھنے کا انتظام کرتے بلکہ اس کی پرورش کرتے ۔ یہاں تک کہ جذبات دینی کی حرارت سے پگھلا ہوا مادہ فطرت پوری طرح مومنانہ ڈھانچہ میں ڈھل جاتا ، منکرات اور فواحش سے پورا معاشرہ کلی طور پر پاک کر لیا جاتا اور طیبات و معروفات کی برکات سے

اور فکری تربیت اس نہج پر کرتی ہے کہ وہ فتح، ذلت، شکست اور کامرانی کو خداوند کریم کی کرشمہ سازی کا نتیجہ سمجھنے لگیں، اور یہ کہ فتح اور شکست دونوں کے کچھ اسباب ہیں اور ذلت و سرخروئی دونوں کو خدا نے اپنے اپنے سبب سے وابستہ کر دیا ہے۔ قوم نے جس راہ اور جن اسباب کو اپنا لیا اسی کا ثمرہ اور نتیجہ پائے گی ـــــ اس بارہ میں خداوند کریم کے چند واضح ارشادات تو قوم کے ہر فرد کی نگاہوں کے سامنے رہنے چاہئیں ـــــ

۱۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ۔

اگر خداوند تمہاری مدد کرنا چاہے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر تمہیں رسوا کرنا چاہے تو کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اس کے سوا۔

۲۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔

کمزور اور سست مت بنو اور غم مت کرو اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب ہوگے۔

نیز حسب ذیل آیت تو اور بھی کھلے طور پر اسباب فتح اور یہ کہ ہماری تیاری کس نہج پر ہونی چاہیئے، پہ روشنی ڈال رہی ہے۔ یہ چند ایسے اصول ہیں جنہیں اپنا کر ہر دور میں مسلمان فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون واطیعوا اللہ ورسولہٗ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصٰبرین ولا تکونوا کالذین خرجوا من

اے ایمان والو جب تم مقابلہ کرو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور بہت یاد کرو اللہ کو تاکہ تم مراد پاؤ اور حکم مانو اللہ اور اس کے رسولؐ کا اور آپس میں مت جھگڑو۔ پس نامرد ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور مت ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرم ناک شکست کے اسباب اور علاج

عید الاضحیٰ کے موقعہ پر یہ تقریر عید گاہ اکوڑہ خٹک میں ہوئی۔ حاضرین کی تعداد چھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصبرین وما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین۔

محترم بزرگو! آج کسی خاص موضوع پر تقریر کا مقصد نہیں۔ نہ بوجہ علالت اتنی ہمت ہے صرف دعا کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں۔ اور چند منٹ تک کچھ عرض کروں گا تاکہ آنے والے تشریف لے آئیں۔

ذلّت و رسوائی کے ماحول میں عید

محترم بھائیو! آج جس ماحول میں ہم عید الاضحیٰ منا رہے ہیں ہمارے دل مجروح ہیں، آنکھوں سے اگر خون

پاکستان اور اسلام کے حامی ہونے کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہیں اور ان کے سینوں کو نیزوں سے چھیدا جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں ہماری حالت گویا وہ ہو گئی ہے۔

حبِّ دنیا و کراہیت موت

جس کو حضورؐ نے اشارہ فرمایا کہ اے میری امت تم پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کو تمہارے اوپر اور ایسے بلائیں گی جیسے دسترخوان پر بلایا جاتا ہے۔ جیسا کہ آج دنیا کی قومیں آپس میں ہماری بربادی کے منصوبے بناتی ہیں۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم اس وقت بہت قلیل ہوں گے۔ بدر کے موقع پر تو ۳۱۳ تھے ساری کفر کی طاقت مقابلہ میں جمع ہو چکی تھی۔ تو کیا جب مسلمان ملکوں کو بانٹا جائے گا تو ہم بہت کم ہوں گے۔ فرمایا نہیں تمہاری تعداد بہت بڑی ہو گی۔ کیا ۱۲ کروڑ تعداد معمولی ہے۔؟ اگر یکجا ہو کر تھوکیں بھی تو ایک دریا بن جائے مگر وہ جذبہ نہیں رہا بلکہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق حبّ دنیا اور موت سے نفرت ہم میں آ چکی ہے۔ محبتِ دنیا کی وجہ سے سب کچھ پیچھے ڈال دیا ہے۔ اللہ کے دین کے لئے قربانی کا جذبہ کہاں رہ گیا ہے۔ دنیادی اغراض اور خودغرضیوں کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔

صحابہؓ کا جذبۂ تسلیم و انقیاد

مؤمن جب لڑتا ہے تو ایسے جذبہ سے کہ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ لیا اور جنگ کی نزاکت تبلادی۔ حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جہاد کے موقعہ پر کہا کہ اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون۔ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے نہیں۔ بلکہ ہم تو آپ کے داہنے بائیں آگے پیچھے چوطرفہ لڑیں گے۔ الغرض سات کمان آٹھ تلواریں اور دو گھوڑے ستر اونٹ کل جنگی سامان ہے۔ مقابلے ایک ہزار مسلّح فوج کے ساتھ مگر جذبہ اور ایمان ایسا تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا یا رسول اللہؐ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اگر آپ ہمیں برك الغماد تک کہیں تو ہم جانے کو تیار ہیں۔ آپ کو اختیار ہے

کہتا رہا کہ ؎

ولست ابالی حین اقتل مسلماً — بایة شق کان فی اللہ مصرعی

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء — یبارک علی اوصال شلو ممزّع

اللہ کے حکم کی تعمیل میں میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کیا باک۔ وہ چاہے تو ان ٹکڑوں پر اپنی برکتیں نازل کر دے گا۔

جذبۂ شہادت

حضرت عمرو بن جموح صحابیؓ ہیں، لنگڑے ہیں، ان کے چار بیٹے غزوۂ احد میں شریک ہیں۔ مگر باپ بضد ہے کہ میں بھی جاتا ہوں۔ بیٹوں نے جاکر حضورؐ سے عرض کی کہ ہم سب موجود ہیں۔ آپ معذور ہیں مگر پھر بھی جہاد میں جانا چاہتے ہیں۔ باپ نے کہا: انی احب ان اطأ الجنة بعرجتی هذه یا رسول اللہ! میں لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت کی زمین پامال کرنا چاہتا ہوں۔ قربان جائیے حضور اقدسؐ کی شفقت سے کہ حضرت عمرو بن جموحؓ سے فرمایا، واقعی تو معذور ہے اور جہاد جانے پر مکلف نہیں اور بیٹوں سے کہا کہ کیوں اسے روکتے ہو، شاید اسی طرح شہید ہو کر سیدھا جنت پہنچ جائے الجنة تحت ظلال السیوف۔ جنت تلوار کے سایوں میں ہے ایک شخص اسلام لایا۔ فرمایا نہ میں نے نماز پڑھی ہے، نہ کوئی اور نیک عمل کیا ہے، سوائے کلمہ کہنے کے۔ اب میں سیدھا جنت کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ فرمایا، شہادت پاکر۔

قوم کی بے حسی اور بے حمیتی

تو کیا ہندوؤں سے لڑائی میں ہمارے ہاں بھی ایسا جذبہ تھا آج ہمارے ایک لاکھ بھائی ہندوؤں کی قید میں ہیں۔ مگر ہم یہاں ریڈیو پر گانے سن رہے ہیں۔ رقص و سرود کا بازار گرم ہے۔ میں کچھ عرصے سے نظر کی کمی کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ سارے اخبارات بے حیائی سے بھرے ہوتے ہیں۔ اخبار نہیں پڑھتا۔ جنگ کے زمانہ میں اخبار اٹھایا تاکہ شاید ان دنوں تو سینماؤں کی فحش تصاویر نہ ہوں گی۔ مگر دیکھا کہ ان دنوں بھی کم نہ تھیں، یہ ہے ہماری غیرت اور حمیت کہ مستضعفین من

دیکھئے ہمارے ذمہ بہت بڑا فریضہ ہے۔ تھوڑے سے خطّہ کو بھی کافر چھین لے تو جہاد فرض ہو جاتا ہے، تو ایسے وقت میں ہمیں کتنا بڑا فریضہ ادا کرنا چاہیئے و ما استکانوا نہ وہ دبتے ہیں، نہ ہم روس سے دبیں گے، نہ بھارت اور برطانیہ سے دبیں گے، بلکہ اللہ پر بھروسہ رہے گا۔ مگر ہم تو اب یاس کی حالت میں ہیں۔ امیدوں کو توڑ چکے ہیں جبکہ اللہ کی راہ میں پُرامید رہنا ضروری ہے۔

نصرت خداوندی کے لئے طلب و اہلیت ضروری ہے

ایسے وقت کیا کہنا چاہیئے

ربنا اغفرلنا ذنوبنا اے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے شامت اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت۔

عین لڑائی کے دوران بھی مساجد خالی رہیں، نمازیوں میں اضافہ نہ ہوا۔ کسی نے سمگلنگ ذخیرہ اندوزی، بلیک اور جوا، زنا، شراب نہ چھوڑی۔ حسد و بغض اور باہمی عداوت و اختلاف ترک نہ کیا کسی نے انابت الی اللہ اختیار نہ کی۔ اللہ کے مجاہدوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہوتا وہ تو اللہ کے سامنے رو رو کر کہتے ہیں، اے اللہ ہمارے گناہ بخش دے واسرافنا فی امرنا اور جو کچھ زیادتی ہم سے ہو چکی ہے۔ اللہ اسے معاف کر دے وثبت اقدامنا اور ہمارے قدموں کو کافر کے مقابلہ میں جمائے رکھ۔ وانصرنا علی القوم الکفرین۔ اور اے اللہ ہماری نصرت فرما ——— مگر ہم تو نہ اپنے اندر نصرت خداوندی کی اہلیت پیدا کرتے ہیں۔ نہ نصرت کے طلب گار ہوتے ہیں لیکن نصرت کے حقدار ہر حالت میں اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ کیا طلب اور اہلیت کے بغیر بھی کوئی چیز مل سکتی ہے۔ اس وقت ہمیں ان باتوں کے علاوہ اپنی تمام توجہ انفرادی اغراض اور جھگڑوں کی بجائے۔ اجتماعی مسائل کی طرف مبذول کرنی چاہیئے مظلوم مسلمانوں کی فکر کرنی چاہیئے اندرونی بغض حسد اور اختلاف چھوڑنا چاہیئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا، ہرگز

باب ۹

فریضۂ دعوت و تبلیغ

فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزّراع لیغیظ بھم الکفار (پ۲۶ الفتح رکوع۴)

"قوی مضبوط کر دیا پھر موٹی ہوگئی پھر اپنے تنا پر کھڑی ہوگئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلادے۔

حضورؐ کی دعوت

یہی حالت اسلام کی تھی، مسلمان اپنی بستیوں میں مسافروں جیسے تھے حضورِ اقدسؐ اور صحابہؓ کی مکی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اپنے عزیز اور قریب ترین لوگوں کو حضور کی باتیں نا آشنا معلوم ہوتی تھیں۔ منیٰ کے میدان میں حضورؐ آگے آگے جا رہے ہیں، اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جس کا حاصل یہ تھا کہ اے لوگو! آؤ ایک اللہ کی طرف، اس کے عبادت گذار بن جاؤ، جس نے تمہیں وجود بخشا اور تمہاری دنیوی زندگی کی بقاء اور آسائش کی تمام ضروریات اور حوائج مہیا کئے اس اللہ کی بندگی شروع کرو جس نے تمہیں عبث مہمل اور بے کار نہیں بنایا، کوئی معمولی انسان بھی مقصد اور بے فائدہ کام نہیں کرتا۔ تو اللہ نے کائنات کا یہ بڑا کارخانہ جب انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ آسمان سے زمین تک سب چیزیں انسان کی نشو و نما میں مشغول ہیں جو اس کے کھانے پینے رہنے سہنے اور پہننے کے حوائج پورے کر رہے ہیں۔

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا و سخر لکم ما فی السّمٰوٰت وما فی الارض۔

اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کی سب چیزیں تمہاری خاطر پیدا فرمائیں اور آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو تمہارے کام میں لگا دیا۔

تو کیا ایسا حکیم رب انسان کو بالکل بے کار اور بے مقصد بنا سکتا ہے۔ اگر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو تو پھر تو یہ ساری کائنات بے مقصد رہ جائے گی، تو حضورؐ دعوت دے رہے تھے کہ اس مالک الملک بادشاہ کی طرف آکر اس کی تابعداری کرو جو ہر قسم کے نفع اور نقصان کا مالک ہے وہ جیسا چاہتا ہے اس طرح زندگی بسر کرو تمدن اور معاشرت طرز رہائش کھانا پینا نکاح شادی موت غمی اور خوشی تجارت زراعت حکومت سیاست یہ سب کچھ اُس ذات کی مرضی کے مطابق

سامنے ہے ہم نے ان سے بڑھ کر امانت دار اور سچا انسان دوسرا نہیں دیکھا ـــــ وہ الصادق الامین ہے، وہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ بتوں کی بندگی چھوڑ دو مخلوق کچھ نہیں دے سکتی۔ نہ نفع نہ ضرر ـــــ جس ذات کے قبضہ میں آسمان اور زمین ہیں جس ذات نے ایک نطفہ سے انسان جیسے اشرف المخلوقات کو بنایا، جس کے قبضہ میں ہماری روح اور وجود ہے۔ معمولی سے معمولی نفع اور ضرر بھی اس کے ہاتھ میں ہے، اس سے مانگنا چاہئیے، صرف اللہ کی بندگی کرو، بت پرستی اور شرک چھوڑ دو، ہر انسان کا دوسرے پر حق ہے۔ اسے ہرگز جائز نہیں کہ کسی کے مال و دولت، تجارت، عزت و آبرو پر حملہ کر دے، وہ ہمیں باہمی حسن سلوک اور محبت کی تلقین کرتا ہے اور شراب، زنا، سود سے روکتا ہے۔ حضورؐ نے ہمیں ان چیزوں کی تعلیم دی۔ ہم اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے لگے تو اب یہ لوگ ہمیں اس پر چلنے سے روکتے ہیں۔ نماز روزہ اور اسلام پر عمل کرنے نہیں دیتے نجاشی کو یہ معلوم ہوا کہ ان باتوں کو تو کوئی شخص خلافِ عقل نہیں کہہ سکتا۔ بت پرستی زنا اور شرک سے منع کرنے میں کیا قباحت ہے۔؟ اللہ کی طرف بلانے، برادرانہ سلوک، غرباء مساکین کی مدد، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، اور انسانیت کی قدر و احترام جیسی باتوں کے سکھلانے میں کون سی برائی ہے؟ پھر ان صحابہؓ کے حالات اور حسن خلق کا حال بھی اس کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ تو نجاشی نے کفارِ مکہ کو خائب و خاسر واپس بھیج دیا۔

اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے

بھائیو! واقعہ یہ ہے اسلام دنیا میں خوش اخلاقی ہی سے تو پھیلا ہے۔

اسلام سِلْم سے ماخوذ ہے جس کا معنی امن اور سلامتی ہے لیکے شخص میں اسلام ہوگا جو امن کا مجسمہ اور سلامتی کا پتلا ہو۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں کے ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک شخص زبان سے دوسروں کی برائی کرتا ہے، لوگوں کی عزت لوٹتا ہے، گالی گلوچ غیبت

زیادہ دوسرے کا مال اچھا نہ لگتا ہو۔ اکثریت کو دوسروں کے ساتھ مقدمہ بازی بحث ومباحثہ میں مغلوب کرنے مال ودولت میں نیچا دکھانے اور ہر طرح سے دوسروں کو ذلیل کرنے میں مزہ آتا آتا ہے اور اس پر فخر ہوتا ہے کہ آج میں نے اتنی بہادری دکھائی ـــــ نام تو مسلم اور مومن یعنی امن و سلامتی اور صلح وصلاحیت والا، مگر کام دن رات قتل وقتال اور ضرر و آزار۔

حسن اخلاق کا اثر

توچند صحابہؓ نے حبشہ کے بادشاہ اور وہاں کے لوگوں کو حسن اخلاق سے اپنا گرویدہ بنا لیا، اور چند افراد مسلمانوں کی ایک جماعت جاوا سماٹرا موجودہ انڈونیشیا بغرض تبلیغ گئی، وہاں تجارت اختیار کی اور ان چند چھوٹے اور معمولی تجار نے پورے ملک کو اپنے اعلیٰ اخلاق اور معاملات کی سچائی سے مسخر کر دیا، معمولی نفع پر سودا سلف بیچتے تھے۔ مقصد لوگوں کی خدمت اور اسلام کی تبلیغ تھی اور اگر ایک شخص مخلوق خدا کو نفع اور اس کی بھلائی کے خیال سے تجارت کرے تاکہ لوگوں کی ضروریات پوری ہوں اور مناسب نفع بھی ملتا رہے تو ایسی تجارت بلاشبہ عبادت ہے۔ ان چند سوداگروں کی حالت کو دیکھ کر مقامی تجار جو لوٹ کھسوٹ کے عادی تھے۔ ان کے مخالف ہو گئے، حکومت سے شکایت کی، ان کے پیچھے پڑ گئے کہ ان کو وطن سے نکال دو۔ مگر جب عام لوگوں کو پتہ چلا جو ان کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے تھے، تو سب ان مسلمانوں کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور انہیں ملک بدر کرنے والوں کا مقابلہ شروع کیا اور کہا کہ ہم کو بھی جلا وطن کر دو تو حکومت نے مجبور ہو کر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ ان کی سچائی اور دیانتداری کو دیکھ کر پورا ملک مسلمان ہو گیا۔ اور آج گیارہ کروڑ افراد وہاں ان چند افراد کی بدولت مسلمان ہیں۔

ایمانی جذبہ اور امت کیلئے ایک سبق

الغرض کفار مکہ کا وفد حبشہ سے غصہ کھایا ہوا شکست خوردہ واپس ہوا تو ان کا غصہ اور جذبۂ عداوت اور بھی بڑھ گیا، سختی اور تشدد اور بھی بڑھا دیا۔ حضورؐ کے چچا ابوطالب کے پاس گئے انہیں ترغیب وترہیب کے ذریعہ اپنے بھتیجے کو روکنے کی کوشش کی مال ودولت اور

ہنسی کی جائے گی جیسا کہ آج کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا ملّا نے ہیں۔ اور اسلام کی حالت آج پھر اسی پر دیسی جیسی ہوگئی ہے کہ اس کا ٹھکانہ ہو نہ بوریا بستر نہ گھر نہ سامان نہ کھانے پینے کا انتظام۔ ہر شخص اسے اجنبی نظروں سے دیکھتا ہے اور اس سے گریز کرتا ہے۔ ایسے وقت میں حضورؐ نے بشارت دی ہے ان لوگوں کو جو اسلام کو اپنائے ہوئے ہیں، اور لوگوں میں اجنبی اور نامانوس ہیں، رسول اللہؐ نے انہیں غرباء کہا اور فرمایا کہ خوشی اور کامیابی ہے ان لوگوں کو۔

الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی جو لوگ ان کی اصلاح کی جدوجہد میں لگے ہیں جنہیں میرے بعد لوگوں نے ضائع اور فاسد کر دیا۔ اسلام کی غربت کے دور میں اس کا علاج بھی بتلایا کہ جیسے اسلام کے ابتدائی دور میں اصلاح اور تبلیغ اور امر بالمعروف کی کوششوں نے اسلام کو مانوس بنا دیا، اب بھی وہی نسخہ ہوگا۔ کہ لوگ خرابی کی اصلاح میں لگ جائیں، حالات اور زمانہ کو نہ دیکھیں اگر ایسے وقت میں کسی نے اسلام کے لئے کچھ کیا تو غیبی مدد اس کی شاملِ حال ہوگی۔ دیکھئے صحابہ کرامؓ کے ساتھ خدا کی مدد کیسے شریک رہی۔ قیصرِ روم نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کے ارادہ سے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ آکر تاک میں لگا رہا۔ ایک دن حضرت عمرؓ کو جنگل میں ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا پایا، تو درخت سے اتر کر حضرت عمرؓ کو قتل کرنا چاہا۔ درخت سے اترا تو ایک شیر کو حضرت عمرؓ کی حفاظت کرتے اور ان کے قدم چاٹتے پایا اور ڈر کر بے ہوش ہوگیا، جب ہوش آیا اور حضرت عمرؓ نے اس سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں تو اس بُرے ارادہ سے آیا تھا، مگر شیر کو آپ کی حفاظت کرتے دیکھا یہ شیر کیسے آپ کے مسخر ہیں۔ ؟ آج تو اہل وعیال اور اپنے بیوی بچے بھی بیزار اور متنفر ہوتے ہیں۔ یہ حیوانات اور درندے کیسے مسخر ہوگئے۔ ؟ حضرت عمرؓ نے ابھی جواب نہیں دیا کہ غیب سے آواز آگئی کہ " اے عمرؓ! تو دین کی خدمت کرتا رہ دنیا کی ہر چیز تیری تابعدار اور خادم ہوگی۔

ایک حالت یہ تھی اور ایک اب ہے کہ ہمارے مال و دولت اور ہماری حکومتوں اور ہمارے ذہن و دماغ پر یہود اور عیسائی مسلط ہیں جو ذلیل سے ذلیل اقوام ہیں وہ ہم پر سوار ہیں۔ حالانکہ اسی کروڑ

اذھب انت وربك تواور تیرارب جاکر لڑائی کرے ہم تو یہیں
فقاتلا انا ھھنا بیٹھتے ہیں۔
قاعدون۔

اگر ایسا ہوا تو سب غرق اور برباد ہو جائیں گے بلکہ ہماری بات تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ جیسی ہونی چاہیئے جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ اگر آپ کہیں تو سمندر میں کود پڑیں گے اور اگر حکم ہو کہ برک الغماد تک جائیں تو وہاں تک جائیں گے۔

ایمان کی حقیقت

نہ تو اس کی حکمت پوچھیں گے اور نہ وجہ کہ جب آپ کو پیغمبر مان لیا تو وجہ پوچھنے کی کیا ضرورت، نبی جو کہتا ہے وہی حق ہوتا ہے اور ایمان کا معنی یہی ہے کہ نبی پر اعتماد کر کے اس کی ہر بات کو حق سمجھا جائے دماغ میں آئے یا نہ آئے اسی کی نبوت پر بھروسہ اور اسی پر ایمان ہو کہ جو بھی اس کا ارشاد ہے اسی میں بھلائی اور کامیابی ہے۔ اس سے بڑھ کر نسخۂ شفاء ہمارے لئے کوئی نہیں، کیوں کہ جس اللہ نے ہمیں پیدا کیا اس نے زندگی کے طور طریقے اور کامیابی کا نسخہ بھی بتلانا تھا۔

جسم انسانی کا مشین

دیکھو یورپ سے بند دوائی آتی ہے تو ہر دوائی کے لیبل پر ترکیب استعمال اور سارا فارمولا لکھا ہوتا ہے جو بھی مشین آتی ہے تو اس کے ساتھ اس کے چلانے کا ہدایت نامہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے ایسے طریقوں سے چلے گا ورنہ ضائع ہو جائے گا۔ ہماری روح عالم بالا سے آئی ہے جسم اس کی مشین ہے، تو جو خدا جسم اور روح کا خالق ہے اس نے اس کے استعمال کا نسخہ اور ہدایت نامہ بھی پیغمبر کے ذریعہ بھیج دیا ہے اگر ہم نے ذرا بھی اصلاح کی کوشش کی اپنی زندگی کو اللہ کی مرضی پر ڈال دیا اور اور خدا کی مدد اور وعدۂ حفاظت دین پر بھروسہ کر کے فساد کی اصلاح میں لگ گئے، تو دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو جائے گی، نہ مارشل لاء ہوگی نہ ایک دوسرے کی پکڑ دھکڑ نہ چوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امّتِ مُسلمہ کا امتیازی وَصف دعوت اور بندگی

خُطبہ جُمعۃُ المُبارک ۱۰؍صفر ۱۳۸۵ھ ۲۵؍جون ۱۹۶۵ء

کنتم خیر امّۃ اخرجت للنّاس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر ۔ (الآیہ)

امّت محمدیؐ کی فضیلت اور اس کی وجہ

بھائیو! ملک کا صدر جس بنگلہ میں رہتا ہو تو اس کا خادم خاص بھی جو اسے پنکھا جھلاتا ہے، جوتے اٹھائے ساتھ ہی رہتا ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے اوّل جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور پہلی امّت میری ہی امت ہو گی جو جنت میں داخل ہو گی۔ تو سیّد الکائنات علیہ السلام کے غلام امتی بھی ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ بعض دفعہ غلام خدمت اور راستہ کی بھیڑ ہٹانے والا اطلاع دینے کے لئے آگے آگے چلتا ہے۔ تو ایسے غلام بھی ہوں گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے آگے آگے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو حضورؐ نے بشارت دی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں تیرے قدموں کی چاپ میرے آگے آگے سنائی دے رہی ہے اور انبیاء علیہ السلام کا خواب بھی وحی ہے ——— تو یہ ایک بڑا احسان ہے خداوند کریم کا ہم پر کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس الخ

یہ وہ تاج و تخت اور وہ دولت ہے جس سے غلامانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا ہے کہ تمام عمر اس کا شکر یہ اللہ جلّ مجدہٗ کے سامنے ادا کریں تب بھی قاصر

رہو تو ہم حرام کی طرف دوڑے یہ ہے عبدیت، یہ اسلام ہے۔ فیا اسفیٰ

شاہ دولہ کی مثال

شاہ دولہ ایک صوفی گذرے ہیں۔ بڑے مجذوب اور بزرگ تھے، لوگ آئے اور کہا کہ صاحب دریا چڑھ آیا ہے، گاؤں ڈوب رہا ہے۔ کہا ابھی تک ڈوبا نہیں ہے؟ بیلچہ، کدال اٹھائی اور دریا کا رُخ اور بھی گاؤں کی طرف سیدھا کرنے اور بند توڑنے لگا ——— لوگوں نے کہا صاحب بجائے دُعا تم نے یہ کیا کام شروع کر دیا کہ گاؤں جلد ڈوب جائے۔ تم ہوش میں ہو یا بیہوش ہو؟ کہا "جہاں مولا وہاں شاہ دولہ" یعنی جہاں مرضیٔ مالک ہے، وہاں غلام کی خوشی۔ یہ کیا بندگی اور خوشی کہ آقا کہے بے حیائی مت کرو۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے بغیر مہذب دنیا میں گذر نہیں ہو سکتا۔ آقا کہے فلاں امور سے اجتناب کرو، یہ کہے کہ اس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ تو غلامی نہیں مذاق ہے۔ نصیحت کے لئے تو غلام کا ایک جملہ کافی ہے جو اوپر بیان ہوا جس سے مالک کو عبرت حاصل ہوئی اور اس کی زندگی سدھر گئی۔

اُمّتی کو حضورؐ سے کب نسبت ہوتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو کچھ کیا یا جو کچھ فرمایا اگر اُمّتی نے اس پر عمل کیا تو کچھ تعلق اور نسبت اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہے اور اگر اس کا کھانا پینا حضورؐ کی سنّت کے خلاف ہو، حضورؐ کی حکومت اور طرح اور ہماری اور طرح تو اُمّتی ہونے کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ پھر ایسی اُمّت خیر اُمّت نہیں بلکہ "شر امۃ" ہے یہ اُمّت اونچے مقام پر ہے اور جب اونچے مینار سے کوئی گرتا ہے تو ساری ہڈیاں چُور چُور ہو جاتی ہیں۔

یرفع اللہ الذین آمنوا والذین اوتوا العلم درجات۔	اللہ تعالیٰ مومنین کی شان بڑھاتا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کیلئے بڑے مراتب اور درجات ہیں۔

رسول کا عاشق ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ

سب ہی اس بشارت کے مصداق ہونے کی امید میں ہیں۔ دوسرے دن حضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ بوجہ بیماری مدینہ سے نہیں آ سکے۔ پھر کسی نے کہا کہ حضورؐ وہ آ چکے ہیں۔ حضورؐ نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ اپنے زانوئے مبارک پر ان کا سر رکھا اور دہن مبارک کے لعاب کو ان کی آنکھوں پہ لگایا۔ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا فوراً شفایاب ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر کبھی مجھے آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضورؐ نے انہیں جھنڈا دیا۔ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا۔ اب جب تک سارے یہودی ختم نہ کر ڈالوں یہ تلوار نیام میں نہیں ڈالوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا نہیں کرو بلکہ پہلے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، قولوا لا الٰہ الا اللہ کہ سوائے ذات خداوندی کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کے سوا کوئی مالک بادشاہ نافع وضار ہے نہ کوئی سوائے اس کے کمالات کا مالک ہے یہ سب خوبیاں اسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہیں۔ فرمایا کہ اے علیؓ! اگر یہ تمام دنیا سرخ اونٹوں سے بھر جائے اور یہ تیری ملکیت میں آ جائیں تو وہ اتنی خوشی کی بات نہیں جتنی کہ تیری دعوت سے ایک شخص کے اسلام قبول کرنے میں خوشی ہے کہ وہ بھی جنت گیا اور تم بھی جنت گئے۔ لوگوں کا تعلق مولا سے پیدا کرو ــــــ کہ حضور اقدسؐ کی آمد کا مقصد یہی تھا۔ حضور اقدسؐ نے اپنے عمل سے ہر موقع پر یہی سکھایا۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ حضور کے چچا جنگ احد میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے مالک نے وحشی کو لالچ دی تھی کہ حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تو آزاد کرا دوں گا۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کے چچا اسد من اسد اللہ سیدنا حمزہؓ کو ناف کے نیچے نیزہ مار کر شہید کیا۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا

بھی راضی ہوگا۔ یہ متکبّرین کا شعار ہے۔

پھر انتقال فرما گئے، مسلمانوں کے امیر المومنینؓ بستر موت پر بھی ایک چھوٹی سی بات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ امر بالمعروف اس اُمّت کا شیوہ ہے۔ یہ دین خدا کی امانت ہے۔ ہماری خوبی اور کامیابی اسی میں ہے کہ لوگوں تک پہنچا دیں حسن اتفاق سے آج ایک وفد تبلیغی جماعت کا یہاں آیا ہے۔ یہ وہ مخلص جماعت ہے کہ صحابہؓ کی یاد ان لوگوں سے تازہ ہو رہی ہے۔ ان میں ضعیف اور بوڑھے بھی ہیں۔ مگر مشرقی پاکستان سے یہاں تک پیدل سفر کر چکے ہیں۔ دین کے لئے ان لوگوں کی یہ تڑپ اور ولولے کا نمونہ سلف صالحین اور صحابہؓ کے دور میں پایا جاتا ہے۔ حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ جا رہا تھا، ایک لنگڑا اپاہج اور مفلوج شخص دیکھا کہ بدن گھسیٹتا جا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اللہ کے گھر کی طرف جا رہا ہوں اور دس سال سے اسی حال میں آ رہا ہوں۔ حضرت شفیقؒ بڑے متحیّر ہوئے اور اس کی ہمّت پر تعجّب کرنے لگے اس شخص نے تعجّب کی وجہ پوچھی۔ حضرت بلخیؒ نے کہا کہ تم ناتوان اور کمزور ہو۔ فرمایا کہ نہیں مجھے شوق ہے اور محبت کسی کو کمزور نہیں ہونے دیتی اور اگر میں کمزور بھی ہوں تو وہ طاقت کا مالک ہے ——— دین کی تعلیم اور تبلیغ کے لئے ایسی ہمّت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بھائیو اور بزرگو! تقریر کا نہ وقت ہے نہ موقع۔ اس ملک پر اللہ کا بڑا احسان ہے، کسی ملک میں جب انقلاب آتا ہے تو وہاں کا مذہب اور دین سب کچھ انقلاب کی لپیٹ میں آجاتا ہے قرآن کریم میں ہے:

ان الملوك اذا دخلوا قرية	جابر بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوں تو اسے
افسدوها وجعلوا اعزة اهلها	برباد کر کے اس کے معززین کو ذلیل بنا دیتے
اذلة وكذلك يفعلون۔	ہیں۔

ذلیلوں کو عزت مند، عزت مندوں کو ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس قوم کا مذہب، تہذیب، اخلاق سب کچھ برباد کر دیا جاتا ہے۔

حفاظتِ دین کے لئے مولانا محمد قاسمؒ اور مولانا محمد الیاسؒ کے مساعی

جب ہندوستان پر انگریزوں کا عیسائیوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے چاہا کہ مناظروں کے ذریعہ شکوک و شبہات کے ذریعہ تشدد کے ذریعہ تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ اس ملک سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ مگر خدا محافظ تھا اسلام کا وہ یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی رحمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دل میں القاء فرمایا کہ دین کی بقاء و اشاعت کے لئے کمر بستہ ہوئے نہ صرف مناظروں کا جواب دیا۔ بلکہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، دیوبند کے مسجد چھتہ میں ایک استاذ جس کا نام محمود تھا اور ایک شاگرد جس کا نام بھی محمود تھا، جو آگے چل کر شیخ الہند رحمہ اللہ بنا۔ یہ مدرسہ کی ابتداء تھی مگر اس کی شاخیں سارے عالم میں پھیل گئیں۔

یہاں جب الحاد کی لہریں دوڑنے لگیں، عیسائی لگ گئے کہ یہاں کے باشندے صرف نام کے مسلمان رہ جائیں، لیکن دل و دماغ عیسائی ہو، تو طوفان کا مقابلہ مشکل تھا مگر اللہ نے دین کی حفاظت وعدہ — انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون کے مطابق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دل میں القاء کیا کہ اسلام کی اشاعت اور دین کی حفاظت کیلئے

میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس وقت صحابہ کرامؓ یہ کر سکتے تھے کہ جتنے بھی تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو موقعہ عطا فرمایا تھا۔ کہ اب حرمین میں اعتکاف کر کے بیٹھ جاتے اور ایک ایک نماز ایک ایک نیکی کا لاکھ لاکھ اجر حاصل کرتے۔ مگر آپ کو معلوم ہے۔ کہ اکثر صحابہؓ نے ہجرت کی۔ عراق، مصر، شام، ایران کی طرف گئے۔ کابل آئے۔ انڈونیشیا تک پہنچے، اور دنیا میں پھیل گئے۔ ایک ایک صحابیؓ نے لوگوں کو لا الٰہ الاّ اللّٰہ کی طرف دعوت دی، وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا فریضہ ہے کہ جب اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ سارے انسانوں اور ساری مخلوقات کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ وما ارسلنٰک الّا کافّۃً للنّاس بشیرا و نذیرًا۔

اب قیامت تک آپ ہی بشیر و نذیر ہیں۔ کوئی اور آنے والا نہیں، تو وصال کے بعد امّت کا فریضہ ہو جاتا ہے کہ قیامت تک دین کی تبلیغ دین کی اشاعت میں لگی رہے تو صحابہؓ بھی عراق، شام، فارس، روم کی طرف تشریف لے گئے۔ جیسے یہاں سے جماعتیں نکلتی ہیں، جنگلوں میں صحراؤں میں، دریاؤں میں جاتی ہیں۔ تاکہ لوگوں کو کلمہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ پہنچائیں تو صحابہؓ نے حرم شریف کے اجر و ثواب اور مدینہ طیبہ میں حضورؐ کے جوار کو چھوڑا۔ اس کام کی خاطر نکلے۔

اس ایثار اور قربانی کا لامتناہی اجر

مگر میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ قربانی دی تو خدا نے اجر بھی وہاں کی نمازوں سے زیادہ دیا۔ اس لئے کہ صحابہؓ کی برکت سے اسلام پھیلا۔ تیرہ چودہ سو برس گذر گئے، ہمارے آباء و اجداد کو، جنہوں نے کلمہ سکھایا۔ تو ان صحابہؓ کے بعد اب تک جس نے نماز روزہ رکھا، حج کیا، زکوٰۃ دی، جس نے بھی کلمۂ طیبہ پڑھا، جس نے بھی نوافل پڑھے، جس نے بھی دین کے لئے جہاد کیا۔ جو لوگ بھی دین کی خدمت کرنے لگے۔ تو کیا ان تمام حسنات کا اجر ان صحابہؓ کے اعمالنامہ میں درج ہوگا یا نہیں، نسلاً بعد نسل مردوں نے عورتوں نے کتنی عبادت کی ہوگی۔ ایک صدی ایک قرن، اور ایک کڑی ایک سلسلہ میں کتنے نماز روزے کتنے حج ہوں گے۔ کروڑوں اربوں سے بھی زیادہ۔ یہ ان اسلام

وابستہ ہیں۔ ڈھاکہ کے پاس ایک تبلیغی اجتماع میں میں نے ۵، ۶ لاکھ افراد کا مجمع دیکھا۔ باہر دُنیا کی حالت یہ ہے کہ آدمی پھرتا ہے تو انسان کو یاس اور ناامیدی ہو جاتی ہے کہ اسلام کا کیا ہوگا مگر یہاں آج ایک نماز میں شرکت سے امید بڑھ جاتی ہے کہ اسلام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ حضورِ اقدس کا ارشاد ہے: لا یزال طائفۃ من امتی۔الخ کا نمونہ سامنے آ جاتا ہے۔ یہاں نہ دولت ہے نہ سیاست نہ حکومت نہ قوت۔ شب و روز دین کی خدمت و اشاعت ہو رہی ہے۔ اور یہ سب اللہ کا کرم اور اس کی توفیق ہے۔ اگر ہم یہ کام نہ کریں تو خدا تارِ عنکبوت سے بھی یہ خدمت لے سکتا ہے۔ غارِ ثور میں ایک عنکبوت (مکڑی) سے جالا سے حضورؐ کی حفاظت کرائی۔ اگر ہم دین کے لئے کمربستہ نہ ہوئے تو خدا اوروں سے یہ کام لے لے گا۔ ایک شخص نے جہاد میں بڑی بہادری دکھائی کئی کافروں کو قتل کیا۔ صحابہؓ نے کہا فلاں شخص نے بڑی ہمت کی بڑا کام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے مگر وہ تو جہنمی ہے۔ صحابہؓ حیران ہوئے اور پیچھے لگ گئے کہ جہنمی ہونے کے ظاہری علامات بھی دیکھ سکیں۔ حضورؐ کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی، کل لڑائی ہوئی تو وہ زخمی ہوا۔ اور اس کے بعد خودکشی کر لی۔

حضورؐ نے فرمایا: ان اللہ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ خدا اس دین کی تائید فاجروں سے بھی فرما لیتے ہیں۔ جب آپؐ مدینہ طیبہ ہجرت فرما رہے تھے، تو سراقہ کے ہاتھوں آپؐ کی حفاظت کرائی اور راستہ کی نگرانی کرتا رہا۔

تو بھائیو! خدا کا ہم غریبوں پر بڑا احسان ہے۔ نہ کہ ہمارا کوئی کمال۔ یمنون علیکم ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان۔ یہ آپ پر اپنا اسلام لانا جتلاتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ احسان مت کرو، بلکہ خدا کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کی رہنمائی کی۔ تو یہ اللہ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ اس مرکزِ تبلیغ اور اس تبلیغی کام کو بہت ترقی دے۔ اور قیامت تک اسے دین کے پھیلانے کا چشمہ بنا دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کی تین ذمہ داریاں

تعلیم :— تبلیغ :— جہاد

شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ میں حضرت مدظلہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے مدرسہ عربیہ کے معائنہ اور امتحانات کے لئے تشریف لے گئے، مدرسہ میں مقیم طلبہ علوم دینیہ سے حسب ذیل مختصر خطاب فرمایا — (ادارہ)

میرے بھائیو! اور بزرگو! اللہ تعالیٰ اس مرکز تبلیغ کو ہمیشہ کے لئے باقی و دائم رکھے اور اسے ترقی عطا فرمائے، مجھ ناچیز کے ساتھ یہ شفقت ہے کہ مجھے باصرار یاد فرماتے ہیں۔ میں اور میرے رفقاء نے اس دعوت کو باعث عزت و سعادت سمجھ کر قبول کیا کہ یہاں کے فیوض و برکات سے خود بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔ محترم بھائیو! دین کی خدمت کے کئی محاذ ہیں۔

تعلیم کا محاذ

سب سے پہلا محاذ جس میں آپ کو انتہائی کوشش کرنا ہوگی، وہ ہے تعلیم و تعلّم دین استاذ کا کام ہے تعلیم سکھانا اور شاگردوں کا کام ہے تعلّم (سیکھنا) درحقیقت اگر تعلیم و تعلّم نہ ہو تو علم دین فنا ہو جائے گا۔ علم نہ ہو تو دین کہاں سے آئے گا۔ ایک شخص نہ نماز جانے نہ اس کے فرض نہ سنت وہ نماز کیسے پڑھے گا۔ علم دین فنا ہو جائے تو دنیا ہی ختم ہو جائے گی۔ امام بخاریؒ نے علم دین کے زوال کو قیامت کی نشانی قرار دیا کہ علم صحیح ختم ہو۔ تو دنیا ہی تباہ ہو جائے گی۔ سارا ملک دین سے جاہل ہو تو ملک کو اور خود کو تباہ کر دے

تعلیم اور مدرسے کی، انگریزوں نے سکھوں نے علماء کو بند کیا ۔ ان پر قبضہ کیا، عیسائیت پھیلانا چاہی۔ مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ نے ایک مرکز قائم کیا۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم جس کی برکت سے یہ تعلیم باقی رہی۔ تو علم دین بہت ہی اہم چیز ہے۔ دین کا حاصل کرنا اور پھر اسے دنیا میں پہنچانا ایک فریضہ ہے۔ تنخواہ ملے یا نہ ملے ہم تو خدائی ملازم ہیں۔ رسول اللہؐ نے ایسے لوگوں کو خدائی اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ دعا کی ہے: نضّر اللہ امرأ سمع مقالتی نوعاھا ثم اداھا کما سمعھا۔ فرمایا جس نے میری ایک حدیث سن کر اسے یاد کیا۔ پھر اسے اصلی حالت میں اوروں تک پہنچایا، خدا اسے ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔ آج اس مرکز سے وفود اور جماعتیں افواج کی طرح نکلتی ہیں۔ یہ سب حضورؐ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

جہاد

مسلمانوں کا تیسرا محاذ یہ ہے کہ کفر کی اشاعت میں روڑے اٹکائے جائیں۔ کفر و معصیت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ہم دین سے روکنے والوں سے جہاد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تینوں ذمہ داریوں میں کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

✣ ———— ★ ———— ×

"علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہچاننا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچانا، اوروں کو مُہذّب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کے لیے ابلاغ علم اور اشاعت حدیث فرض ہے۔"

"دُنیا کی زندگی فانی ہے، دین کی بقاء اور اشاعت اور اللہ تعالیٰ کے مرضیات پر چلنا چلانا جو ہر چیز سے محبُوب ہے، اس کے لیے بھی ایک زُمرہ اور جماعت ہونی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہے۔"

(شیخ الحدیث مدظلہٗ)

بہت سے احکام مہتم بالشان ہیں۔ جیسے توحید کا مسئلہ جو سب سے اہم ہے۔ یا نبوت و رسالت کا مسئلہ اسی طرح عبادت و اطاعتِ خداوندی دوسرے درجے میں اچھے اخلاق حقوق انسانی کی ادائیگی۔ اسی طرح ہزارہا احکامات ہیں جن کی اہمیت بجائے خود ہے۔

تعلیم و تخلیق کا منشار شانِ اکرمیت و ربوبیت

مگر اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم اور پہلی وحی اقرأ ہے۔ یعنی پڑھ لے پیغمبر۔ قرأت کا حکم دیا۔ جس کا معنی ہے پڑھنا۔ پہلا حکم تعلیم و تعلم کا دیا۔ اور یہ قاعدہ آپ کو معلوم ہے کہ حکم کا تعلق جب کسی وصف سے ہو جائے تو وصف منشاء اور علت ہوتا ہے اس حکم کے لئے۔ گویا قرأت سے جو مایوسی حضورؐ کو حاصل تھی اور حضورؐ نے کہا ما انا بقادی۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں تو اس مایوسی کا ازالہ پروردگار جل شانہٗ نے اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاکرم سے کیا۔ کہ وہ رب جو نیست سے ہست کرنے والا ہے جس نے انسان کو منجمد خون سے احسن تقویم پہنچایا ہے، وہ غیر قاری کو قاری بلکہ سید القراء بنا سکتا ہے اس کی شانِ اکرمیت پر نظر کرتے ہوئے قرأۃ فرمائیں تو انسان کی تخلیق کا منشاء شانِ ربوبیت اور قرأۃ کا منشاء شانِ اکرمیت ہوا۔

اور لطف یہ کہ ربّك الکریم نہیں فرمایا بلکہ ربك الاکرم فرمایا تو گویا شانِ ربوبیت کا تقاضا تخلیق ہے اور شانِ اکرمیت کا تقاضا تعلیم ہے۔ علم دینے کا منشاء وہ شانِ ربوبیت ہے جو اکرمیت سے موصوف ہے۔ پس اکرم جو انعام دیتا ہے وہ شانِ اکرمیت کے مطابق ہوگا۔ اور وہ انعام یہاں علم ہے تو معلوم ہوا کہ علم کی نعمت ایک مہتم بالشان نعمت ہے۔

علم فرشتوں پر فضیلت کا سبب بنا

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلعتِ نیابت اور خلافتِ ارضی کا منصب دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ تو قرآنِ مجید نے اس کی وجہ بیان کی ہے

اس نے کہا کہ یہ عبداللہ بن جزء رسول اللہ کے صحابیؓ ہیں اور حضورؐ کی احادیث سناتے ہیں، مجھے بھی ان سے حدیث سننے کی خواہش ہوئی والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو عبداللہ بن جزء یہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ کہ جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تفقہ فی الدین حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فکرِ رزق سے مستغنی کر دیتا ہے یہ پہلی حدیث تھی جو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی جو حرف بحرف صادق ہے۔

علم کی ظاہری برکات

اس دورِ فتن میں جب آپ لوگ احاطۂ دارالعلوم سے باہر نکلیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ اگرچہ تمہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور تم کو زائد و بے کار سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی کام کے نہیں لیکن الحمد للہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ علم کے صحیح طلب گار بنائے اور فقہائے دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے ہم جو صرف رسمی اور ظاہری تفقہ فی الدین کی راہ پر جا رہے ہیں۔ اس کی بھی اتنی برکت ہے کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ فارغ البال ہے جسے روزی کمانے کے لئے نہ ہل جوتنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ نہ کھیتی باڑی نہ مزدوری اور نہ بار برداری کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، بلکہ پوری بے فکری اور راحت سے تمہیں پکا پکایا رزق ملتا ہے۔ باقی لوگ ایک ایک نوالہ اور ایک وقت پیٹ بھرنے کے لئے شب و روز محنتوں اور مزدوریوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ مگر یہ ہمارا زمرہ مساکین اس دورِ زوال میں بھی جبکہ لوگوں کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چبھتے ہیں۔ سب سے زیادہ فارغ البال اور مطمئن۔ یہ اسی حدیث کی صداقت ہے۔ جو امام ابو حنیفہؒ نے سنی اور بیان فرمائی۔

انسانیت کا مابہ الامتیاز

علماء کے اس زمرہ میں شامل ہونا اور تعلیم و تعلم کی توفیق اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے تخلیق اور پیدائش کی نعمت تو مشترکہ نعمت ہے جو نباتات، حیوانات، جمادات، فلکیات اور دیگر عناصر اور سب مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ مگر انسان کا مابہ الامتیاز علم الانسان مالم

ہمارے زانو تہ کرائے۔

علم کی برکت سے دُنیا کی آسودگی

میں آپ کو کیا عرض کروں، حرص اور لالچ کا تو علاج نہیں ورنہ علم کی وجہ سے ہمیں دُنیا کی آسودگی بھی حاصل ہے۔ ہمارے کپڑے عوام سے اچھے ہیں۔ ہمیں پانچوں وقت صفائی کا موقعہ ملتا ہے جو اوروں کو نصیب نہیں۔ ہمیں اوروں سے زیادہ آرام و راحت میسر ہے۔ کسی کا ایک مہمان بھی اگر دوسرے دن رہے تو سگا بھائی کیوں نہ ہو اس کی خدمت سے تنگ آجاتا ہے، مگر ہم ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کے مہمان ہیں اور اس نے اپنے بندوں میں علماء وطلباء کی خدمت کے لئے ایسے لوگ پیدا کئے جو تمہاری خدمت اپنے اوپر انعامِ خداوندی سمجھتے ہیں۔ تمہاری ضروریات پورا کرتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں سے تمہیں زیادہ محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ برکت ہے علم کی۔

علم کے لئے اذعان و یقین ضروری ہے

بہر تقدیر اب اتنا عرض کروں کہ اس نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنا اور قدر کرنا ضروری ہے۔ علم کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ جو چیز ہم کتابوں اور اساتذہ سے سیکھیں اس پر ہمارا اذعان و یقین ہو۔ ایک تو صرف رسم ہے کہ بعض لوگ علم سیکھتے ہیں، یا باپ دادا عالم تھے تو اس لئے میں بھی علم حاصل کروں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ کچھ پڑھا جائے اس پر دل مطمئن ہو اور یقین و اذعان ہو کہ یہ درست ہے۔

بھائیو! علم کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائے اور یہ کہ اس میں جن ثواب و عقاب کا ذکر ہے اور جو وعدہ وعید ہے وہ یقیناً مرتب ہونے والا ہے۔ اور اگر یہ حالت نہ ہو تو علم فائدہ نہ دے گا۔

حدیث کی روشنی میں طالب علم کی تین قسمیں

حضورؐ فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش

اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو مگر قلیل ما ہم۔

علم کی اوّلین شرط تصحیح نیّت ہے

علم کی تحصیل میں اولین اور اہم چیز نیت ہے ایک آدمی جب ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے عزم اور نظریہ پہلے سے بناتا ہے۔ مقصد متعین کرتا ہے اگر یہ نیت ہو کہ آگے قبر، حساب کتاب کا مرحلہ ہے: خدا کے ہاں پیشی ہوتی ہے۔ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کی مرضیات کا حصول ضروری ہے، اور رضا کے حصول کے لئے علم ہی ذریعہ ہے۔ اب اگر پہلے سے علم اور اپنی زندگی کا مقصد متعین کر دے تو اس کا درجہ غازی اور شہید کے برابر ہے شہید وہ ہے جس کا ایک نظریہ وعقیدہ اور عندیہ ہو اور لوگ اس کے نظریہ اور عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں مگر یہ اس کی صداقت پر مطمئن ہوتا ہے کہ سر جائے تو جائے مگر اس نظریہ کے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ دل میں رچ جاتا ہے۔

مقصد کی خاطر قربانی

آپ کو صحابہؓ کے واقعات معلوم ہیں اور پڑھنے کے دوران بھی معلوم ہوتے جائیں گے حضرت جعفر طیارؓ کا ایک نظریہ تھا کہ زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء اسلام ہے۔ میدانِ جنگ میں اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں کافروں نے تلوار سے ہاتھ کاٹا، دوسرے ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا کہ گرنے نہ پائے۔ دوسرا ہاتھ کاٹا گیا، تو کہنیوں سے پکڑ کر سینہ سے لگا لیا۔ اور مرتے دم تک گرنے نہ دیا۔ کافروں نے تلواروں سے شہید کیا۔ تو گر پڑے۔ کتابوں میں ہے کہ حضرت جعفر طیارؓ کے دانت جھنڈے میں پھنس گئے تھے اور بمشکل جھنڈا ان کے دانتوں سے الگ کیا گیا۔ ان حضرات کا ایک عقیدہ تھا۔ اور اس پر اذعان تھا۔ کفار اس نظریہ کے مخالف تھے مگر ان میں جب تک جان باقی تھی وہ اس کی تحفظ کر رہے تھے۔ یقین تھا تب تو عمل بھی ایسا پیش کیا۔

غیروں سے سبق

آپ کو معلوم ہو گا کہ آج کل ہندوستان کے جنوبی حصوں میں زبردست گڑبڑ ہے کالجوں کے طلبہ وغیرہ حکومت سے لڑ رہے ہیں۔ حکومت ہندی

ہم خود اپنی ضعف اور کمزوری پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنے حال پر ہنسی آجاتی ہے۔ وہ مشہور مثل ہے کہ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربہ، ایسے دور میں ہم جیسے کمزور دین کی کیا خدمت کر سکیں گے مگر اللہ نے دین کا ایک کام شروع کرایا۔ اور اپنی امداد وفضل وکرم سے دستگیری کی۔ ہم الحمدللہ دنیا کے مقابلہ میں ایک نظریہ قرآن وحدیث کا رکھتے ہیں۔

امانت دین عمل وکردار سے بھی اوروں تک پہنچائی ہے

اور یہ دین جس شکل میں ہمیں سلف صالحینؒ سے پہنچا ہے یہ امانت ہمیں اسی شکل میں سیکھنی ہے اوروں تک پہنچانی ہے۔ نہ صرف زبان سے بلکہ عمل وکردار سے بھی اس کا دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر عمل وکردار نہ ہو تو زبان سے کچھ نہ بنے گا۔ چین کا وزیراعظم تو کاغذی جھنڈا زمین پر نہ برداشت کر سکے اور ہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے دعویدار بن کر سنت کا جھنڈا (ڈاڑھی) کتروا کر زمین پر گندے بول وبراز کے نالوں میں پھینک دیں۔ حضرت جعفر طیارؓ نے تو مرتے وقت بھی دانتوں سے جھنڈے کو مضبوط پکڑے رکھا۔ اور ہم ایک ایک سنت کو مٹتا دیکھ کر خاموش رہیں؟

علم کے ساتھ عمل کی ضرورت

جب کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے لئے ساری دنیا سے انقطاع کرلیا اور اس کی حفاظت کے لئے دنیا کو پس پشت ڈال دیا ضروری ہے کہ اس علم پر ہمارا یقین واذعان ہو، عمل ہو، اگر آپ مزدوری کرتے تو ستر اسی روپے کما سکتے تھے زمینداری تجارت کر سکتے تھے یہ سب کچھ چھوڑنا ایک عظیم مقصد کی خاطر ہے یہ نہ سمجھیں کہ بس ہمارا کام پڑھنا ہے اور عمل کرنا عوام کا کام ہے جیسے ہندوستان میں ایک مؤذن تھا۔ اذان دے کر اپنے جوتے اٹھا لیتا اور مسجد سے باہر چلا جاتا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اذان دے کر کہاں چلے جاتے ہو نماز نہیں پڑھتے، کہا ہم تو صرف بانگی (مؤذن) ہیں۔ نمازی اور آئیں گے۔

اگر یقین واذعان ہو تو ضرور عمل بھی درست ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک جگہ بچھو اور سانپ

علماء حق کے درجات

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو عالم اللہ کی رضا کے لئے بلا کسی غرض و لالچ کے علم کی تحصیل کرتا ہے اور اسے پھیلاتا ہے۔ تو سمندر کی مچھلیاں زمین کی چیونٹیاں وحوش وطیور اور حشرات الارض اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اگر علم کا حصول دنیاوی اغراض نام و نمود کے لئے ہو تو وہ شخص بلا شبہ الجم ملجام من النار کا مستحق ہوگا۔ اور اس کے لئے عذاب بھی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں طالب العلم کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کی راہ میں اپنے پَر بچھاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مراد کے ایک صاحب حاضر ہوئے۔ غالباً صفوان ان کا نام ہے۔ علم کا حاصل کرنا ان کا مقصود تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ ایسے لوگوں پر رحمت کے فرشتے سایہ فگن ہوتے ہیں اور فرشتوں کے اوپر اور فرشتے سایہ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی طرح آسمان تک فرشتوں کے پَرے لگ جاتے ہیں۔ فرشتوں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ طالب العلم پر جو رحمتِ خداوندی نازل ہو رہی ہے ہم خود بھی اس سے فیض یاب ہو جائیں۔ یہ رحمتِ خداوندی نہیں تو اور کیا ہے کہ طالب العلم کو بظاہر کوئی فکر نہیں ہوتا، نہ روٹی کا، نہ کپڑے کا۔ رزق سے اللہ تعالیٰ نے مستغنی کر دیا ہے۔

تبلیغ کے لئے عملی نمونہ

میرے بھائیو! دنیا کا کوئی فکر نہ کرو، نہ روٹی نہ معاش کا، اللہ غفور الرحیم اور رزاق ہے، اب تک جس ذات اقدس نے یہ سب کچھ مہیا کیا وہ آئندہ بھی دے گا۔ ہم ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ اس میں تمہارا اہم کام دین کی حفاظت کرنا ہے۔ اسے سمجھنا اور اس طرح حاصل کرنا کہ خود دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور عمل پیدا ہونے کے بعد اوروں کی اصلاح کریں۔ پچھلے دنوں ایک طالب علم یہاں آئے۔ پہلے کالج پڑھتے تھے، ڈاڑھی مونچھ صاف مگر یہاں چند دن رہنے کے بعد اصلاح قبول کی اور وہ یکسر بدل گئے، وضع رفع سنت کے مطابق بنائی۔ میں کچھ عرصہ بعد ان کے علاقہ میں گیا لوگ اس تبدیلی پر بہت حیران تھے اس سے متاثر تھے۔ اور سب اس کی عزت کرتے تھے۔

مدارس کی۔ اللہ تعالیٰ مولانا نانوتویؒ کی قبر پہ رحمتوں کی بارش برسادے کہ انہوں نے عین موقع پہ علم کی ایک شاخ لگادی اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے تو یہاں کا نقشہ بدل گیا ہوتا، دین مٹ جاتا۔ اب ان ملحدین کی سمجھ میں نہیں آتا ـــــ کہ مدارس عربیہ اور علماء و طلباء کا یہ جال جو پھیل رہا ہے کس طرح اس کا مقابلہ کریں اور اب رجالِ دین کے ذریعہ نہیں بلکہ ریسرچ اور تحقیق تصنیف و تالیف کے ذریعہ دین پر ان کی یلغار ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اس کے مقابلہ کے لئے بھی تیاری کریں کہ اصلی اسلام محفوظ رہے اور دین میں یہ لوگ تحریف نہ کر بیٹھیں۔

اشتراکیت اور دہریت کا مقابلہ

اندرونِ ملک ان فتنوں کی سرکوبی کے علاوہ دوسرا سیلاب دہریت کا ہے کفار کہتے ہیں کہ اسلام و مذہب کی ضرورت نہیں، چین اور روس وغیرہ دہری ہیں اور ہمارے ملک کو دہریت کا یہ خطرہ بھی درپیش ہے۔ امریکہ و برطانیہ ان دہریوں سے بھی زیادہ خبیث ہیں ہمیں آنے والے دور میں عقائد کا تحفظ کرانا ہے۔ باہر دنیا کو تبلانا ہے کہ اس عالمِ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالےٰ کا وجود اور وحی ضروری ہے۔ بغیر اس کے نجات نہیں ہو سکتی قیامت کا دن اور حساب و کتاب حق ہے۔ وحدانیت خداوندی اور رسالتِ محمدی حق ہے۔ اب اسلام کی حفاظت کے لئے تو اور مخلوق نہیں آئے گی ہمیں یہ کام سنبھالنا ہے۔ گو غیبی امداد ضروری ہے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم   اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

ایسے حالات میں اگر ہماری حالت خود خراب ہو باہمی جنگ و جدال اور فروعی مسائل پہ مار پیٹ میں لگے رہیں تو یہ کام کس طرح ہوگا، اہل باطل جو انگریزوں کے شاگرد ہیں۔ تو یہی چاہتے ہیں کہ علماء آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہیں جس طرح بنو عباس کے دور میں حکومت نے علم کلام کے جھگڑوں میں علماء کو مشغول رکھا تاکہ نصب العین ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے

بدخواہ کیسے ہوسکتے ہیں؟ اگر بُرائی سے منع کرتا ہے تو تمہاری خیر خواہی کے لئے۔ ہاں اگر بالفرض استاد ناجائز کہے تو لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ جسمانی والدین کا جتنا احترام ہے کہ انہیں درشت جواب بھی نہ دو اور نرم کلامی اختیار کرو وہی احترام روحانی باپ کا بھی کرنا لازمی ہے۔ اور اس کے احکام کی تعمیل ضروری ہے۔

نماز باجماعت

دفعہ نمبر ۴ اسی طرح ان ضوابط میں نماز باجماعت پر بھی زور دیا گیا ہے سنت کی پہلی بنیاد نماز باجماعت کی پابندی ہے اگر آپ لوگ احیاء سنّت کرنی چاہیں تو جماعت کو ملحوظ رکھیں۔ یہ کب جائز ہے کہ جماعت کھڑی ہو اور طلبہ ادھر اُدھر پھرتے رہیں، عوام کیا اثر لیں گے۔ تو یہاں ترک جماعت کے لئے کوئی غیر شرعی عذر مسموع نہ ہوگا۔

عالمانہ وضع رفع

دفعہ نمبر ۵ اس دفعہ میں عالمانہ وضع رفع اور صلحاء کا لباس اور شکل و صورت اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

بھائیو! باطل قومیں اپنی ثقافت اور یونیفارم کی حفاظت کے لئے جان دے دیتی ہیں۔ قوم کی قوم تباہ ہوجاتی ہے۔ مگر یونیفارم کو نہیں بدلتے۔ مرزا بیدل فارسی کا مشہور شاعر تھا۔ ایران سے علماء آئے دہلی میں مرزا بیدل سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کا چرچا انہوں نے سنا تھا جب اسے دیکھا تو حیران ہوئے کہ اتنی بڑی شہرت اور ڈاڑھی منڈھاف۔ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ایں مرزا بیدل است ریش رامی تراشد؟ تو اس نے کہا کہ "بلے ریش رامے تراشد مگر دل کسے رامی نخراشد"۔ آجکل بھی یہی کہا جاتا ہے کہ منڈوائی تو کیا دل تو صاف ہے اور محبت سے لبریز ہے وہاں بھی ایسا کہا گیا۔ کہ ڈاڑھی تراشتے ہیں۔ مگر کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ ایرانی علماء نے فقرہ چست کیا کہ لکن دل رسول اللہ رامی نخراشد۔ مرزا بیدل کے دل پر اس جملہ کا اتنا اثر ہوا کہ تڑپ گئے، سوچنے لگے کہ یہ کیسی محبت ہے کہ حضورؐ کی مخالفت کر رہا ہوں اور آپؐ کے دل کو زخمی کر رہا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ اس شدّتِ احساس کے غم میں تیسرے دن انتقال کر گئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاملینِ علوم نبوتؐ

مقام اور ذمہ داریاں

یہ خطاب ۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعلیمی سال کے افتتاح کے موقعہ پر طلبہ اور اساتذہ کے بھاری مجمع میں کیا۔

مقصد اور اس کی عظمت

محترم بھائیو! آپ ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں، اور وہ مقصد ہے حفاظت و خدمتِ دین، جس کا ذریعہ یہ ہے جو آپ نے اختیار کیا، کہ کلام اللہ اور احادیثِ رسول اللہ اور اس سے مستنبط اور مُستخرج مسائل اور علوم حاصل کریں۔ پھر ان مسائل معلومہ پر عمل کریں اور احاطۂ دارالعلوم سے باہر نکل کر اس کی اشاعت اور حفاظت میں لگ جائیں۔

اس عظیم مقصد کی اللہ تعالےٰ کے نزدیک جتنی منزلت و مرتبت ہے، اتنی کسی اور چیز کی نہیں۔ دنیا کا رجحان تیزی سے مادیت کی طرف بدل رہا ہے۔ مگر آپ لوگ دنیوی مفادات اور دنیوی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے کہ علم حاصل کر کے سائنسدان، انجنیئر یا ڈاکٹر اور کوئی افسر و عہدہ دار بنیں گے، بلکہ یہاں کے تمام طلبہ اور اساتذہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی اشاعت و حفاظت کی جائے گی۔

کا ظہور ہے۔ کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ دین اپنی اصل شکل میں کہاں ہے؟ اور رسول کریم کے زمانہ میں کسی مسئلہ اور ایک جزئیہ کا کیا حکم تھا اگر ضرورت پڑے تو ایک پھٹے پرانے لباس والا گمنام طالب العلم دنیا کے کسی دور افتادہ گوشہ سے بھی اُٹھ کر بتلائے کہ وہ دین وہ مسئلہ جو حضورؐ کے زمانہ میں تھا یہ تھا۔

اسلام کی حفاظت و اشاعت ظاہری اسباب سے وابستہ نہیں

اور یہ قدرت کی ایک عجیب حکیمانہ عادت چلی آرہی ہے، کہ اب تک اسلام کی حفاظت عموماً مفلوک الحال اور بے وسائل طبقہ ہی سے کرائی گئی، نہ تو دولت اس کی پشت پناہ بنی اور نہ حکومت وطاقت، اگر ایسا ہوتا اور کالجوں کی عظیم عمارات، بھاری مصارف اور خوب صورت اور صحت مند جوانیاں اس راہ میں لگتیں تو لوگ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کو ان ظاہری اسباب، دولت اور قوت کا کرشمہ قرار دیتے مگر الحمد للہ آج اسلام اصلی شکل پر تمام تر بغیر وسائل و ذرائع کے اپنی حقانیت کے بل بوتے پر درخشاں ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا نمایاں ثبوت پیش کر رہا ہے۔

باطل مذاہب کے پشت پر دولت قوت اور حکومت ہوتی ہے

آج عیسائیت دنیا میں گو اپنی صحیح صورت میں نہیں پھر بھی اگر کچھ نام اس کا لیا جاتا ہے، تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی پشت پر مشنریاں ہیں، کروڑوں روپے ہیں اور پھر شراب و عورت اور دوسری خواہشات کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ جو شخص عیسٰی علیہ السلام کو مصلوب کہہ دے سب کچھ اسے مل جائے گا، یہ تو اچھا خاصہ خواہشات پوری کرنے کا ایک آلہ ہے مگر اسلام کی پشت پر یہ سب کچھ نہ تھا اور نہ اب ہے تا کہ کسی کو کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ غرض علم دین کے لئے آپ لوگوں کا انتخاب خدا کا کرم واحسان ہے۔ ہمارا نہ عوام پر احسان ہونا چاہئیے نہ حکومت پر نہ کسی اور پر اور نہ خدا

اگر یہ لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم اٹھائیں تو چاہیں وہ کس قدر عظیم و مشکل کام کیوں نہ ہو، رب العزت پورا کر دیتے ہیں۔ تاکہ خداوند کریم کا وہ بندہ جھوٹا ثابت نہ ہو ـــــ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ (بسا اوقات ایک پراگندہ حال گرد آلود شخص (جو بظاہر کوئی وقعت نہ رکھے مگر اللہ کی نگاہ میں اس کا مقام ایسا ہوتا ہے کہ اگر خدا کی قسم اُٹھائے کسی بات کی تو وہ پوری فرما لیتا ہے) بخاری شریف میں ہے، آپ پڑھیں گے کہ ایک عورت پر دعویٰ ہوا۔ عورت کے رشتہ داروں نے دیت دینے اور مصالحت کی سعی کی مگر مدعی راضی نہ ہوا ـــــ حضورؐ نے قصاص کا فیصلہ دیا، کتاب اللہ القصاص اللہ کا حکم تو قصاص ہی ہے۔ صحابیؓ کے منہ سے یہ بات نکلی کہ اللہ تعالیٰ میری بہن کا دانت نہیں تڑوائے گا۔ حضورؐ نے تبسم فرما کر کہا کہ قانون تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے آگے قلوب خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ بس انقلاب آیا اور مدعی نے فوراً اسے معاف کر دیا، نہ قصاص لیا نہ دیت۔ اس وقت حضورؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ ـــــ مگر اس درجہ کے لوگ ہر وقت قسمیں نہیں اٹھاتے، البتہ غیر ارادی طور پر شاذ و نادر ان کے منہ سے ایسی بات نکل جائے تو خدا تعالیٰ اس کی لاج رکھتے ہیں اور اپنے بندہ کی بات کو پورا فرما دیتے ہیں۔

ائمہ دین کو قربانیوں کا صلہ ملا

یہ آج جو امام بخاریؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہمارے دل احترام سے جھکتے ہیں، ان کے والدین اور اقارب بادشاہ نہ تھے، نہ ان کے خاندان ابتداء سے بہت بڑے علمی خاندان تھے، نہ دولت و سطوت اور نوکروں چاکروں کے مالک تھے، نہ کوئی دنیوی خصوصیت تھی، مگر آج ان حضرات کی عظمت ہمارے دلوں میں راسخ ہے، اور اللہ کے ہاں معزز ہیں، وجہ یہ کہ انہوں نے اس مقصد جلیلہ کی راہ میں قربانیاں

نہ ہو نمائش اور نام و نمود ہو اس میں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ امام مسلمؒ نے لکھا ہے کہ ایک مبتدع کے لئے ممکن ہے کہ اس کی زندگی میں کچھ چرچا اور شہرت ہو جائے، مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ اس کا نام اور اس کا کام مٹ جاتا ہے، اور علماء حق و ائمہ ہُدیٰ پر جتنی بھی مدت گزرے اتنا ہی ان کا فیض اور ان کی مقبولیت بڑھتی جائے گی۔ گندم کا دانہ جب باہر ہے اس میں نمود ہے تو کچھ بھی نہیں، مٹی میں دب جائے، نمائش ختم ہو جاتی ہے تو دس دن بعد اس کی کونپلیں نکل آتی ہیں اور برگ و بار لے آتا ہے، جس نے اپنے آپ کو مٹایا، تکبر، خود پسندی، شہرت کو ترک کر دیا، اخلاص پیدا کیا، خدا نے اسے نمایاں کر دیا، گو اس کا ارادہ ایسا نہ ہو مگر خلوص کے اعمال کا طبعی نتیجہ یہی ہے۔ خدا تمہارے خلوص کا خفیہ سے عمل ثمر آور بنا دے گا۔ دل میں خلوص پیدا کرو کہ اے اللہ تیرے دین کو فتنوں کے سیلاب نے آگھیرا ہے دشمنوں کی یلغار ہے، تیری رضا اور تیرے دین کی خاطر ہی اس راہ میں زندگی لگاتا ہوں۔

تقویٰ

دوسری چیز اس راہ میں تقویٰ ہے کہ یہ علم کی دولت تقویٰ اور خدا تعالیٰ کے ڈرنے والوں کو نصیب ہو سکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ کو اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی، انہوں نے نسخہ تبلا دیا کہ علم خدا کا فضلِ عظیم ہے، اور یہ گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ہر قسم کے منکرات اور معاصی سے اجتناب نہ کریں ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی　　فاوصانی الی ترکِ المعاصی

فان العلم فضل من آلـه　　وفضل اللہ لا یعطیٰ لعاصی

زُہد عن الدنیا اور تواضع

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت حیٰوۃ (زندگی) ہے اور دوسری اونچی صفت علم ہے، اب اس کا علم مظہر خداوند کریم ہمیں تب بنائے گا کہ نافرمانی نہ ہو، کم از کم جذبہ تو تمرّد اور معصیت کا نہ رکھیں۔ اگر بمقتضائے بشریت غلطی ہو بھی جائے تو فوراً توبہ کر لیں، اور جب علم جیسی صفت

رائے بھی پیش کر دیا کرو۔ اور وہاں کے پرانے علماء سے اچھے سلوک کا مظاہرہ کیا کرو، کہ جمے ہوئے علماء جو پہلے سے وہاں ہیں ان کی وقعت لوگوں کے قلوب میں اپنی خدمات کی بناء پر آپ لوگوں سے زیادہ ہو گی، خواہ تمہارے ساتھ دسیوں سندات ہوں۔ مگر ان کے قدم جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اگر تم نے مخالفت کی فضا بنا دی تو دین کی خدمت کس طرح کر سکو گے۔ نیز یہ کہ اب تک انہی ائمہ و علماء نے اسلام کے مخالفین کے مقابلہ میں شعائر دین کی حفاظت کی انگریز کے دورِ استبداد میں نہایت کس مپرسی سے چند ٹکڑوں پر گذران کیا اور دین کو سینہ سے لگائے رکھ کر ہم تک پہنچایا، ان کی بے حرمتی نہ کریں ان کی قدر کریں۔

امام ابو حنیفہؒ کی دوسری وصیت

امام ابو حنیفہؒ نے اپنے تلامذوں کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ اگر وقت سے پہلے مسجد نہ جا سکو تو اذان کے بعد تو بلا تاخیر مسجد پہنچ جایا کرو۔" ——— یہ عوام جو اپنے خویش و اقارب کو بلا غرض روٹی نہیں دیتے ان کو کیا پڑی ہے کہ تمہاری تمام ضروریات کا انتظام کرتے ہیں؟ کچھ نہیں صرف ان کا حسن ظن ہے کہ یہ لوگ دین کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اگر ہم خود اس دین پر عمل نہ کریں گے اور آپس کی جنگ و جدال میں مشغول ہوں گے تو ان لوگوں کے دلوں میں کیا وقعت رہے گی اگر تم چاہو کہ لوگوں کے سامنے صحیح مسائل اور صحیح دین پیش کرو، تو صرف اس سے کام نہیں بنے گا، جب تک مسئلہ بیان کرنے والا خود اس پر عامل نہ ہو، اس دین کا عملی نمونہ نہ ہو، عوام اُسے دیندار نہ سمجھیں گے، صلوٰۃ عماد الدین اور بنیاد ہے، جب تک تم میں نماز کی پابندی نہ ہو گی دین کی بنیاد ہی نہ ہو گی تو کیا ہوا ہیں دین کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے؟

غرض دین اور علم دین کی راہ میں ہماری معمولی غفلت اور کوتاہی کا دبال آنے والی نسلوں پر پڑ سکتا ہے۔ اور اگر ہم نے مقصد کو پہچانا اور اس کی راہ کی نزاکتوں کا خیال رکھا تو دین کی امانت آنے والی نسلوں تک پہنچا سکیں گے۔ خدا تعالےٰ ہمیں صحیح علم اور صحیح فہم کی توفیق دے۔

سیدنا یعقوبؑ کے محبوب اور منظور نظر تھے اور والد بھی وہ جو پیغمبر تھے، اس لحاظ سے تمام بھائیوں کے مرشد، استاد اور شیخ اور مقتدا سب کچھ تھے، کامل توجہ حضرت یوسفؑ کی طرف تھی۔ کہ بچپن سے ان میں کمالات محبوبیت نمایاں تھے اور یوسفؑ کے بھائیوں میں والد کے جذب، توجہ کے وہ کمالات اور اسباب نہ تھے۔ تو بھائیوں نے کوشش کی کہ اپنے والد شیخ اور مرشد کی توجہ ہماری طرف بھی ہو جائے والد بزرگوار کی نظروں میں محبوب بننے کے لئے تاکہ والد کا فیض انہیں بھی پہنچ سکے۔ اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ حضرت یوسفؑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تو والد کی توجہ ہماری طرف ہو جائے گی۔ یہ اقدام ان کا مال و دولت اور میراث کی غرض سے نہ تھا کہ انبیاءؑ تو سرے سے مالدار نہ تھے، پھر انبیاءؑ کی میراث ہوتی بھی نہیں نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ یعنی ہم انبیاءؑ کی جماعت میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو کچھ چھوڑا وہ ساری امت کے لئے صدقہ ہوگا۔ غرض برادرانِ یوسفؑ کا مقصد توجہات اور فیوضاتِ والد کا حاصل کرنا تھا۔ قرآن میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوماً صالحین۔ (خالص رہے تم پر توجہ تمہارے والد کی اور یوسف علیہ السلام کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے کہ پدر بزرگوار کی خصوصی توجہ اپنی طرف کھینچ سکیں گے) ـــــ مگر فیض حاصل کرنے کے لئے راستہ جو اختیار کیا یہ ان کی خطا اجتہادی تھی، نیت بری نہیں تھی بلکہ محبوبیت کا حصول تھا مگر تقدیر ازلی بدلتی نہیں اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوا، بجائے محبوب بننے کے اگر عاشق بننے کی کوشش کرتے تو شاید زیادہ فیض انہیں ملتا شاید اس طرح حضرت یوسفؑ سے بھی بڑھ جاتے مگر ذلّت اور لغزش ہوئی اور بعد میں اپنی غلطی پر نادم ہوئے۔ یا ابانا انا کنّا ظالمین ـــــ اور ذلّت کے معنی لغزش کے ہیں، جیسے ایک شخص کیچڑ میں گر پڑے مگر گرتے ہی سنبھل جائے تو جو لوگ خدا کی حفاظت میں ہوں وہ لغزش کھاتے ہی سنبھل جاتے ہیں ـــــ اسی طرح بعد کے

معلوم کیا اور پھر اسی رات دیوبند واپس ہوئے اور طلوع صبح کے وقت دیوبند پہنچے صبح کی نماز کے بعد حضرت نانوتویؒ کو مریض کا حال سنایا۔ والد مولانا ذوالفقار علی صاحب تمام رات ان کی تلاش میں رہے یہ ان کے ادب اور خدمت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، زندگی بھر استاذ کے ساتھ رہے۔ اس ادب اور کمال محبت کا ثمرہ یہ ہوا کہ تمام عالم کو حضرت شیخ الہندؒ کا فیض پہنچا۔ آج برصغیر پاک و ہند ہو یا ایران افغانستان ہو، برما ہو یا افریقہ، جہاں بھی حدیثِ رسول کا فیض اور سلسلہ جاری ہے اس کا سرا براہ راست یا بالواسطہ حضرت شیخ الہندؒ سے ملتا ہوا پائیں گے۔ شیخ الہند شیخ العالم بن گئے، اپنے استاد کے مسلک اور مرضی کے مطابق تمام عمر خرچ کیا۔ علمی فیض اور برکت کے علاوہ جہاد اور قربانیوں میں بھی سب سے آگے رہے۔

شیخ الاسلام مدنیؒ کی محبت اور جان نثاری

پھر ان سے نیچے حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے تلامذہ کا حال دیکھئے شاگردوں میں حضرت علامہ شاہ انور شاہ کشمیریؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت علامہ مفتی کفایت اللہؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت حافظ عبدالرحمن امروہویؒ جیسے اکابر اور ایک سے ایک ذہین، جامع کمالات کہ ہر ایک دین کا ستون ہے، ہر ایک سے علم اور دین کے چشمے جاری ہوئے۔ مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے استاذ اور مرشد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ذریعہ ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعہ ان کا فیض جاری ہے، حافظہ اور ذہانت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ کی محبت اور جان نثاری جو ان میں تھی اس کی مثال نہیں تھی۔ عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد اپنی بیوی اور والدین کی جدائی تک برداشت کی انکی وفات کی اطلاعیں پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی، ادب محبت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فضیلتِ علم :

مقصد کی بلندی اور اس کے تقاضے

۲۲ شوال ۱۳۸۸ھ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب کے موقع پر درس ترمذی شریف کے افتتاح کے بعد طلبہ و اساتذہ سے خطاب فرماتے ہوئے :

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس پُرفتن دور میں آپ کو یہاں حصول علم کے لئے جمع ہونے کی توفیق ہوئی ۔ ہم اور آپ ایک عظیم مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔

اہلِ علم کا دنیوی مقامات اور مناصب والوں سے موازنہ

دنیا میں ہر شخص کا ایک مقصد ہوتا ہے ، کسی کا مال و دولت ، کسی کا حکومت و سلطنت ۔ مگر ان لوگوں کا یہ مقصد تمہارے مقصد کے سامنے ہیچ ہے اگر ایک فرد یا جماعت کی سعی بار آور ہو بھی جائے اور ساری دنیا کی حکومت اس کے ہاتھ آ جائے مگر اس کی پوزیشن اور مقام زیادہ سے زیادہ امریکہ کے صدر نکسن یا روس کے صدر کے برابر ہو جائے گا ، اور مرتبہ یا منصب چند دن رہے گا ، اگر ایک شخص کروڑ پتی بنا تو قارون اور نمرود و شدّاد کے مقام پر فائز ہوا ۔ اس کے مقصد کا مقام صرف یہی ہے ـــــ مگر آپ لوگ جس مقصد کے لئے نکلے ہیں ، اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پورا کر دیا اور آپ کامیاب ہو گئے تو یہ مقصد و مقام اتنا بلند ہے کہ حسب ارشاد نبویؐ العلماء ورثۃ الانبیاء

ایک حدیث کے لئے صحابہؓ کے اسفار

حدیث کی کتابوں میں پڑھو گے کہ ایک صحابیؓ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جو دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہے ایک حدیث کی خاطر اونٹنی خریدی اور دوسرے صحابیؓ کے پاس چالیس دن کا سفر کر کے پہنچے اور ایک حدیث اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ. سن کر واپس ہوئے۔

حج کے موقعہ پر دور دراز سے لوگ علوِ سند کی خاطر مکہ معظمہ آتے کہ جس شیخ سے حدیث پہنچی ہے اگر وہ حج کرنے آئے ہوں تو ان سے براہ راست سن لی جائے اور بیچ سے راویوں کے واسطے کٹ جائیں، یہ ان لوگوں کا شوق اور تڑپ اور علم کا جذبہ ہے جو صحابہ کرامؓ ہیں اگر ایک سیکنڈ بھی حضورِ اقدسؐ کی زیارت حالتِ اسلام میں ہو اور اسلام پر خاتمہ ہو جائے تو اس صحابی کا مقام تمام اولیاء سے بلند ہے، وہ بدّو صحابی جو دور سے میدانِ عرفات میں کھڑا حضورِ اقدسؐ کے دیدار کر رہا ہے، اس کا مقام تمام اولیاء، تمام اقطاب اور ابدال سے اونچا ہے —— تو ابو ایوب انصاریؓ جو دس سال تک حضورؐ سے فیض پاتے رہے مگر اُس زمانہ کا مشقتوں کا سفر مصر تک صرف ایک حدیث کے لئے اختیار کیا اور حضرت جابرؓ جو بزرگ صحابی ہیں ایک حدیث کے لئے دمشق کا سفر کرتے ہیں تو ابراہیم بن ادہمؒ اسی رحلت کو آفات سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں تو علم دین حاصل کرنیوالوں کی برکت سے اور مخلوق سے عذاب اُٹھ جاتا ہے اور انسان وارث انبیاء بن جاتا ہے۔

ایک جملہ میں مقام اور ذمّہ داریوں کا سارا نقشہ

اور حضورؐ کا یہ ارشاد العلماء ورثة الانبیاء بھی منجملہ جوامع الکلم کے ہے کہ مقام اور ذمہ داریوں کا سارا نقشہ اس میں سمٹ آیا ہے، کہ جب حضورؐ کے وارث کہلائے تو انہیں حضورِ اقدسؐ کی پوری زندگی ملحوظ رکھنی ہوگی تب اس اونچے مقام پر فائز ہونے کے مستحق ہو سکیں گے۔ اگر دنیا کے معمولی منصب کے لئے جو آخرت

اہلِ دنیا کی شفقتوں کے سامنے ہیچ ہیں۔

عظیم مقصد کے لئے عظیم قربانیاں

اتنے عظیم مقصد کے لئے اگر ہماری ہزار جانیں بھی قربان ہوں تو حق ادا نہ ہوگا۔

ایک صحابیؓ کو کافروں نے گرفتار کرلیا، ان کے سامنے ان کے دو ساتھی آگ پر جلتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں ڈال دیے گئے۔ اور انہیں کہا گیا کہ عیسائیت اختیار کرلو ورنہ آپ کا بھی یہی حال ہوگا کہا تمہاری مرضی ہے، ڈال دو مگر کسی مجبور و بے کس کو اسطرح مجبور کرنا اور یہ طریقہ تبلیغ غیرت اور شرافت کے خلاف ہے تین دفعہ کڑاہی تک انہیں لے جایا گیا۔ آخری مرتبہ صحابی کے آنسو ڈبڈبائے تو کافروں نے بلا کر کہا کہ شاید اب تم اپنے رویہ پر پشیمان ہوچکے ہو، اگر ایسا ہے تو اب بھی ہم تجھے چھوڑ دیں گے انہوں نے فرمایا ارے یہ تو فرا میں اس وجہ سے رو دیا ہوں کہ چند لمحے بعد جب میں اللہ کے حضور پیش ہوں گا، تو کس منہ سے کہ صرف ایک جان تیرے لئے قربان کردی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر بال کے بدلہ ایک روح ہوتی اور اسے قربان کرکے اللہ کے سامنے پیش کرتا تب سرخروئی ہوتی اس وجہ سے مجھے رونا آیا۔

ابتلاء بقدر ہمت

تو اس پرفتن دور میں علوم نبویہ اور قرآن وسنت کے لئے اگر معمولی مشقت پیش آجائے تو یہ کچھ بھی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو بے حد رحیم ہیں۔ انہیں ہمارے ضعف اور کم حوصلگی کا اندازہ ہے۔ اس لئے ہم پر ابتلاء اور آزمائش بھی بہت کم آتی ہے۔ انبیاء کرامؑ اور صحابۂ کرامؓ کا حوصلہ اور مقام بہت اونچا ہے اور ایمان بہت محفوظ ہے اس لئے ان کی ابتلا اور آزمائش بھی بہت سخت ہوا کرتی تھی۔ اشدّ الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ (لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے پھر اس کی جو ان سے جتنا قریب ہو)

عہدِ زوالِ علم میں بھی اہلِ علم پر خدا کی رحمتیں

ایسے دور میں کہ علم کا زوال ہے حدیث اور قرآن ختم کرنے یا اس میں

آزمائش میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے طالب العلمی کے دور میں بھی اس علاقہ میں بے حد تکالیف برداشت کرنی پڑتی۔ مجھے طالب العلمی کے دور میں اس علاقہ کے ایک گاؤں میں ۶ ماہ کے عرصہ میں بہت کم ہی ایسا وقت آیا ہو گا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایک جگہ پڑھنے کے دوران تو ایسا ہوا کہ کھیت سے گھاس پتے جمع کرکے ساگ پکوا لیا جاتا اور اسی پر گذرا وقات ہوتا۔ عام طور پر مساجد میں طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی۔ تیل کے چراغ سے مطالعہ ہوتا جو ذرا سے تیز جھونکے سے بجھ جاتا، عجیب بے نفسی کا زمانہ تھا۔ اساتذہ بھی ساتھ بیٹھ کر وہی باجرہ یا مکئی کی روٹی کھا لیتے ـــــــ ہمارے ایک استاد تھے، ان سے چند دن ملا حسن پڑھا ہوا، موضع گڑھی کپورہ میں ان کے پاس ٹھہرے تھے وہ بھی مسافر تھے۔ اس وقت بہت ضعیف ہیں۔ اُس وقت ان کی جوانی کا زمانہ تھا، بڑے شوق سے کتابیں پڑھاتے، کھانا اکٹھا ہو جاتا تو طالب علموں کے ساتھ بیٹھ جاتے، اسی مکئی کی روٹی اور لسی میں شریک ہو جاتے۔

امام بخاریؒ کا عہدِ طالب العلمی

امام بخاری طالب العلمی کے زمانہ میں سبق میں حاضر نہ ہوئے، ساتھیوں نے معلوم کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ گھر سے کچھ خشک روٹیاں ساتھ لائے تھے۔ دن میں ایک روٹی سے کام چلاتے روٹیاں ختم ہوئیں تو رفتہ رفتہ سارے کپڑے فروخت ہوئے، ایک تہبند رہتا تھا، مجبوراً اُسے بھی بیچ دینا پڑا، تو مجبوراً درس میں حاضر نہ ہو سکے اور کواڑ بند کرکے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت حفصؒ فرماتے ہیں کہ ساتھیوں کو پتہ چلا تو کچھ رقم اکٹھی کرکے ان کے لئے کپڑے خریدے تب کہیں باہر آکر وہ سبق میں شریک ہونے لگے۔ غرض ایسی ایسی ابتلائیں اللہ تعالیٰ ہم ضعفاء پر نہیں لاتے، تو نعمتوں کا شکر ضروری ہے۔

عجب اور غرور سے احتراز

اس نعمت حاصل کرنے میں خود پسندی اور غرور سے بہت احتراز کریں کہ میں بڑا ذہین اور فہمیدہ ہوں،

حضرت موسیٰؑ کا علمی سفر

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بارعب پیغمبر جن کی ہیبت جلال کی وجہ سے فرعون ان کی گرفتاری کی جرأت نہ کر سکا غصہ اور جلال میں بال کھڑے ہو جاتے، مگر جب ایک مرحلہ طالب علمی کا آیا حضرت خضر کے پاس گئے تو انہوں نے بڑے رعب سے کہا کہ: انك لن تستطيع معي صبرا۔
علم کے لئے تو صبر و تحمل کی ضرورت ہے برداشت چاہیئے، حضرت موسیٰؑ نے جلال کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار کی اور کہا کہ انشاءاللہ تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔
منت سماجت کی کہ مجھے علم سکھائیے اگرچہ وہ علم بھی تکوینیات کا تھا اور غیر ضروری۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی اور رسول تھے اور ضروری علم علم شریعت انہیں حاصل تھا، اور استاذ کی نبوت بھی مختلف فیہ ہے، پھر بھی علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔

معرفت علم کے لئے فنائیت

تو علم کے لئے تواضع ضروری ہے۔ عرب کہتے ہیں من قال انا وقع فی العنا جس نے کہا میں ہوں وہ مشقت میں پڑ گیا۔ اس انا کو مٹا دینا چاہیئے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ: العلم حجاب علم پردہ ہے۔ تو علم سے مراد علم النفس ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، تو صوفیاء کی غرض ہے کہ اللہ اور بندہ کے درمیان علم نفس بڑا حجاب ہے۔ جاہل صوفیاء اس سے مراد علم ظاہر اور علم شریعت لیتے ہیں۔
امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ان لم تكن تراه یعنی ان لم توجد تراه۔
کون، ثبوت، وجود، حصول ایک ہی چیز ہے کہ اپنے وجود اور ہونے کا احساس بھی نہ رہے۔ تب اللہ کو پا سکو گے۔ یہ عصبیت قبائلی، قومی اور وطنی اور نفسانیت جب تک باقی ہو تو نہ خدا مل سکتا ہے نہ مقصد میں کامیابی ہوتی ہے۔ بہر تقدیر علم بڑی عزت ہے، اس کے سامنے آرام و راحت اور نفس پروری اور دنیا کی دیگر تمام آسائشیں ہیچ ہیں حضورؐ سے بڑھ کر کون عالم ہے مگر دنیا میں ان سے بڑھ کر متواضع کون مل سکتا ہے؟

مظاہر العلوم ہو کر بھی قادیانی پرویزی اور کیا کیا بن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کتاب و سنت تو پڑھی مگر باطن صاف نہیں تھا ـــــ تو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تزکیۂ نفس ہو جائے، غیبت، غصہ، حسد، کینہ سے احتراز کریں، ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں اخلاق ذمیمہ سے احتراز کریں، دوسروں کے لئے گنجائش نکالیں کمرہ میں طعام میں، ایثار سے کام لیں۔

ایثار دیوبند میں نئے طلباء کے قیام وطعام کا انتظام دس بارہ دن تک قدیم طلبہ ہی کرتے رہے، ایک دوسرے سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ فافسحوا یفسح اللہ لکم۔ تم نے گنجائش پیدا کر دی تو خدا تم پر بھی آسائش لے آئے گا ہر چیز میں ـــــ یفسح اللہ لکم فی العلم والعمل والدنیا والقبر والاٰخرۃ وفی اللباس والاکل والشرب۔ علم، عمل دنیا وآخرت اور کھانے پینے ہر چیز کے لئے اس میں تعمیم ہے۔ اس لئے مفعول متروک ہے ـــــ زید یعطی ای کل شیئ جیسا ہے۔

اتّباعِ سُنّت نیز آپ کے چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے ہر چیز میں سنّتِ نبوی کی اتباع ہونی چاہیئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کو حالتِ نزع میں خادم نے وضو کرایا۔ بڑی تکلیف اور مشقت سے وضو ہوا مگر خلال جو مستحب ہے چھوڑ دیا۔ حضرت نے پھر حکم دیا کہ دوبارہ وضو کراؤ اور خلال بھی کرادو۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ کو بڑی تکلیف ہے اور خلال تو آدابِ وضو میں سے ہے۔ فرمایا کہ ان آداب اور سنن ہی کی وجہ سے خدا نے یہ مقام دیا ہے، اب میں اللہ کے حضور جا رہا ہوں تو نبی کریمؐ کی سنّت ترک کر کے جاؤں؟ اگر سنّت پر خود عمل نہ ہو تو پرویز فضل الرحمٰن جیسے ملحدین اور منکرین سنّت کا مقابلہ کیسے ہوگا، عمل میں کوتاہی اور سنّتِ رسولؐ ترک کرنے کی وجہ سے آج علماء کی بے وقعتی ہے۔ آپ کی ہر حرکت سنّت کے مطابق ہونی چاہیئے۔ خواہ حلقۂ درس میں ہوں یا باہر۔

ملحدین اور اہلِ فتن کی تردید اور کلمۂ حق اچھے سے اچھے طریقہ سے پہنچانا بھی ضروری ہے اگر دشمن کے پاس ایٹم بم ہے اور تمہارے پاس صرف ایک لاٹھی ہے، تو اس سے مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ مخالفین تقریر و تحریر سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، طلبہ کو ان دونوں چیزوں سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔

ہمارا مسلک و مشرب

ایک بات اور بھی ذہن نشین کر لیں کہ ہمارا مسلک حنفی ہے اسے راجح سمجھتے ہیں اور سب ائمہ کو حق سمجھتے ہیں مگر امام ابوحنیفہ رح کے مقلد ہیں، کسی کی بے ادبی نہیں کرتے امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیم کا بھی احترام دلوں میں موجود ہے مگر ہمارا مسلک حنفی اور مشرب دیوبندی ہے۔ آپ فروعی اختلافات میں نہ پڑیں اور طالب علمی کا ہر لحظہ قیمتی اور غنیمت سمجھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

✣ ———— ★ ———— ✣

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

میں کرنے لگتا ہے تو اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ یہاں ہم سب کے اجتماع کا مقصد بھی عنداللہ بہت بلند ہے۔ اس مرتبت و منزلت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔

آپ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کی بنا پر دین، قرآن اور متعلقاتِ قرآن، متعلقاتِ وحی اور اس سے مستنبط احکام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے کہ اس نے نازل کیے تو اس کی حفاظت بھی کرے گا اور بادشاہ جب اعلان کرے کہ اس مکان اور علاقے کی حفاظت میرے ذمّہ ہے تو اب بادشاہ خود تو ڈنڈا لے کر گلی کوچوں میں حفاظت کرتے نہیں پھرتا بلکہ اپنی رعایا فوج اور وفا شعار جانباز اور جاں نثار ملازمین کو اس کام کے لیے منتخب کر لیتا ہے اور اسباب مؤثر نہیں بلکہ علامات ہیں۔ تو اللہ کے اعلانِ حفاظتِ وحی کا ظہور عالمِ اسباب میں اس کا پڑھنا پڑھانا اور پھیلانا ہی ہے اور یہ مقدس کام آپ کا یہ زمرہ مساکین کر رہا ہے۔ دولت، طاقت، حکومتوں سے یہ کام نہیں لیا جا رہا۔ اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں ۳۰، ۳۵ حکومتیں ہیں، کون ہے جس نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے؟ اور اسے اپنی ذمّہ داری سمجھ رہا ہے؟ یہی حالت پچھلی صدیوں میں بھی رہی۔

تو خداوند حکیم و علیم مادی شان و شوکت، دولت، طاقت اور حکومتوں سے دین کی حفاظت کفار کا کام نہیں کرانا چاہتا۔ اگر چاہے تو تارِ عنکبوت سے کام لے لیتا ہے تو یہ آپ کا معنوی مرتبہ ہے ورنہ اللہ نے حکومتوں کے قلوب میں انقار کیا ہوتا۔ گویا اس میں خدا کی حکمت ہے ورنہ آپ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا دعویٰ نہ کر سکتے۔ عیسائیت وغیرہ کی اشاعت اور کفار حکومتوں، مشنریوں کے زور سے ہے۔ دلیل کی صداقت کی وجہ سے نہیں۔ دولتیں، ملازمتیں، شراب، عورت، عیاشی علاج معالجے سب کچھ باطل مذاہب کی پُشت پر ہے۔ انگریزی دور میں یہاں کروڑوں روپے عیسائیت کی ترویج پر خرچ کیے جاتے رہے مگر جزیرۃ العرب سے نکلا ہوا دینِ اسلام جہاں نہ فصل تھے نہ باغات، یتیم ابی طالب پر نہ باپ دادا کا سایہ ہے نہ مال و دولت ہے مگر اس دُرِّ یتیم

رسولؐ پر بلکہ ہم پر اللہ کا کرم ہے کہ اگر وہ ہمیں نالیوں کا کیڑا بنا دیتا، مکھیاں، چیونٹیاں بنا دیتا، کتا یا سور بنا دیتا تو ہم کیا کر سکتے اور کیا کہہ سکتے؟

یہ تو محض اس کی کرم نوازی ہے کہ اربوں میں کروڑوں میں تم لوگوں کو چنا گیا چنے افراد میں تمہیں بھی شامل کر دیا۔ ایسے کام کے لیے جو خدا کا اپنا کام ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ گویا اپنے معتمدین اور مقربین میں شامل کر دیا۔ اس سے بڑی نعمت کیا ہو گی۔ اس توفیق پر عمر بھر سجدہ ریز رہیں کہ اس نے آپ کو طالب دین بنایا تو اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکیں گے۔ مشکلات و مسائل کے باوجود دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں علم کے لیے ایک مخصوص جگہ دی۔ قیام و طعام کی سہولت مہیا کی، لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ تمہاری مدد کریں۔ یہ سب اس کی نعمتیں ہیں اور شکریہ کے قابل ہیں۔

اور جب مراتب اونچے ہیں تو بڑے مراتب والے قربانی اور جد و جہد بھی بہت زیادہ کریں گے۔ صدر اور وزیر بننے کے لیے تحریکیں چلائی جاتی ہیں، جیل، قید، پھانسی ہر چیز کے لیے آمادہ ہوتے ہیں، ہزاروں میں کوئی ایک کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ دنیوی مناصب کے حصول کا حال ہے۔ کاشتکار سال بھر محنت مشقت کرتا ہے تو اس منصب عظمیٰ وراثت نبوت اور خادم دین بننے کے لیے تو انتہائی جد و جہد، حوصلہ، ولولہ اور قربانیوں کی ضرورت ہو گی۔

اسے لہرایا اور ہمارے سپرد کرکے حکم دیا کہ اب آگے بڑھتے رہو، مگر ہم نے ۲۱ سال میں اسلامی مملکت کا اہم حصہ کافروں کے سپرد کر دیا۔

تشخیص مرض اور اصلاح کا اصل طریق کار

بھائیو! آج آپ کی یہ تمام کوششیں قابلِ ستائش ہیں۔ مگر جب مرض کی تشخیص نہ ہو اور برائی کی جڑ نہ کاٹیں گے تو علاج کارگر نہیں ہو سکے گا۔ ہسپتال کارخانے ترقیاتی منصوبے سب کچھ ہو رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں جزاک اللہ اور بھی ترقی کرتے رہو۔ مگر ہم دین کے خدام اور آپ حضرات علماء کا مقام اور کام یہی ہے کہ حضورؐ کے دین کو لے کر اُمت کی اصلاح و فلاح کے لئے کمربستہ ہو جاؤ کہ اسی طریقہ پر چل کر ہماری ترقی ہے۔ لن یصلح اٰخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔ اس امت کا آخری دور بھی انہی طریقوں سے درست ہوگا جس طرح اگلے دور کی اصلاح ہوئی۔

یہ دو اڑھائی سو علماء کا مجمع اگر اپنے اپنے دیہات میں پھیل کر اصلاح کے کام میں لگ جائے اور سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں خدا کے خوف کے جذبات ابھاریں کہ رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ (دانائی کی جڑ اللہ کا خوف ہے) تو کتنی اصلاح ہو سکتی ہے۔ قبل از اسلام عربوں کی زندگی کتنی خراب تھی کہ ہماری موجودہ خرابی بے حساب ہونے کے باوجود دورِ جاہلیت تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان طریقوں سے حضورؐ نے جسے اختیار کیا۔ ان کی ایسی اصلاح ہو گئی کہ اس معاشرہ میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ حضرت خالدؓ جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ کوئی ماؤزے تنگ کوئی شکسپیئر اور کوئی نکسن کے پیچھے جاتا ہے، تو جائے، ہمارا ہادی و ملجا تو ذات وحدہٗ لاشریک اور ہمارا اسوہ و نمونہ تو اس کا پیغمبرؐ اور ایسے ایسے صحابہ کرامؓ ہیں۔ الغرض پہلا فریضہ ہمارا یہ ہے کہ ہم اپنے دیہات میں پھیل کر وراثتِ نبوت کا کام سنبھالیں۔ اس راہ میں کسی چیز کی پرواہ نہ کریں، نہ طمع و لالچ ہو۔ اور نہ دنیا مطمح نظر ہو۔ حضورؐ نے حق کی آواز بلند کی اور جاتے وقت دنیا پر اسلام کی سلطنت قائم فرمائی مگر دنیا سے رحلت کے وقت زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس

اور مسلح نہ ہوگا۔ تو نہیں، اپنی تاریخ پڑھ لو۔ ایک جنگ یرموک میں لاکھوں مسلح کافروں سے مقابلہ

وراثت نبوت کی لاج

اسی طرح موارثیت الانبیاء (علم اور علوم نبوت اور سیرت طیبہ) کا وقار رکھنے صرف اللہ کی رضا مد نظر رہے۔ علم کو ذلیل نہ ہونے دیں۔ امام بخاریؒ کو حاکم بخارا دعوت دیتا ہے کہ میرے پاس آ کر مجھے درس دیا کریں۔ جواب میں کہا کہ یہ علم بڑی اشرف چیز ہے۔ اس کے پیچھے لوگ آتے ہیں۔ علم کسی کے پیچھے نہیں پھرتا، بادشاہ نے کہا کہ میرے شہزادوں کو ایک سپیشل کلاس دو جس میں عام لوگ اور پردیسی غریب الدیار طلبہ نہ ہوں۔ فرمایا یہ حضورؐ کی میراث ہے۔ جنہیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ:

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه۔

ان لوگوں کے ساتھ اپنے نفس کو روکے رکھ جو صبح شام اللہ کی رضا کے لئے اسے پکارتے ہیں۔ (اور ذکر و فکر ہی ان کا مشغلہ ہے)

تو اس میں یہ تقسیم نہیں کر سکتا۔ امیر بخارا خفا ہو گیا اور بخارا سے جلاوطنی کا حکم صادر کیا۔ امامؒ چلے گئے اور باہر ہی دفن ہوئے۔ مگر وقار علمی قائم رکھا۔ امام ابوحنیفہؒ ایک طرف دین کی اشاعت میں لگے رہے۔ دوسری طرف کوڑے کھا کھا کر دین کی حفاظت کی۔

دین اور دنیا دونوں میں رہنمائی کی دوہری ذمہ داری

بھائیو! ملت کی خیر خواہی ہمارا سب سے اہم فریضہ ہے۔ ہم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے آدھا ملک چلا گیا ہے۔ اس شرمناک شکست کی وجہ سے جو ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ مگر بہت سے جاہل اذہان اس حادثہ سے اسلام سے پھرنے لگے ہیں۔ حالاں کہ یہ اسلام کی شکست نہیں تھی — ہمیں لوگوں کی اصلاح کرنی ہے۔ اور لوگوں کے عقائد کو سنبھالا دینا ہے۔ وہ کتاب اور وہ سنت پھیلانی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اسلاف دنیا و آخرت میں سرخرو ہو گئے۔ اسلام کے اخلاق و اقدار پیش کریں۔ اسلام کی تجارت اسلام کی زراعت پیش کریں۔ اسلام کا طرز حکومت پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ جو بے حد مہربان ہیں۔ ایسا ہی رحم فرما دیں گے جیسے اگلوں پر فرمایا۔

باب ۱۱

نظام و نصابِ تعلیم مدارسِ عربیّہ

امت پر اس کے نہایت بہتر اثرات مرتب ہوں گے اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد العلماء ورثة الانبیاء من جملہ جوامع الکلم ہے کہ مقام و مرتبت کی بلندی
اور ذمہ داریوں کی نزاکت کا سارا نقشہ اس میں آجاتا ہے۔

تعلیمی معیار کا اہتمام

دوسری بات یہ ہے کہ ارباب مدارس کو تعلیمی معیار کا انتہائی اہتمام کرنا چاہیئے اور ہمہ وقت اس کی درستگی کی فکر لازمی
ہے۔ جن مدرسین کو تدریس کے لئے رکھا جائے، فی الواقع وہ متعلقہ علوم کے پورے اہل ہوں
متعلقہ کتابوں کے پورے ماہر ہوں، مدرسیات میں رسوخ اور عبور ہو۔ محنتی اور فرض شناس ہوں
اور یہ جذبہ ہو کہ طلبہ کتاب دانی اور فن میں واقفیت بلکہ مہارت حاصل کریں، وہ محض ملازمت
کی خاطر ڈیوٹی پوری نہ کریں بلکہ سلف کا ذوق شوق محنت اور شغف ان کی نگاہ میں رہے۔

تعلیمی معیار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کا امتحان داخلہ لیا جائے اور استعداد
کے موافق کتابیں دی جائیں۔ شرح جامی کا متعلم اگر نحو میر کے لائق ہے تو اسے قطعاً ترقی نہ دی جائے
اس سلسلہ میں کسی سفارش منت سماجت اور لجاجت کا لحاظ نہ ہو۔

اجتماعی مفادات اور معاہدوں کی رعایت

اور یہ چیز تب ممکن ہے کہ تمام اہل مدارس اس چیز پر اتفاق کریں
مگر افسوس کہ مدارس تکثیر سواد کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام مدارس کے اصلاحی اور انتظامی قواعد
قوانین کے مؤثر ہونے کے لئے صرف اس معاملہ میں باہمی تعاون اور قوانین کی رعایت ضروری
نہیں بلکہ ہر معاملہ اور اصلاحی قدم میں اگر دیگر مدارس اتفاق نہ کریں تو بہتر ثمرہ اور نتیجہ ظاہر نہیں ہو سکے گا
طلبہ جب ایک دروازہ بند دیکھتے ہیں تو سو دروازے کھلے پاتے ہیں۔ تعلیمی اور تربیتی پابندیوں اور
بندشوں میں جکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں مدارس کو اجتماعی فوائد اور باہمی
معاہدوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ تعلیمی سال کے دوران سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ
امتحان بے حد ضروری ہیں۔ ان امتحانات کے لئے طلبہ کی تیاری اور پھر امتحانات کے سارے

معاشرہ ہی ان کا مقصدِ زندگی بن جاتا ہے۔ اور اس طرح اس مقصد کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جس کے لئے عمر کا بہترین حصہ کھو چکا ہوتا ہے۔ بعض مدارس عربیہ نے تو فاضل اور مولوی فاضل ہی کو اپنا مقصد تسلیم بنا لیا ہے۔ یہ رجحان بہرحال افسوسناک ہے۔ اچھے ذہین اور صلاحیتوں والے طلباء کو ترغیب دینی چاہیئے کہ وہ عالم باعمل بن کر قوم کی دینی خدمت کریں۔ اس راہ میں ابتداً جو معاشی تکالیف بھی آئیں گی، ان سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ صبر و استقامت اور عزم و توکل کے بعد معاشی آسودگی کے اسباب بھی اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے فراہم کر دیتا ہے۔ منصب وراثت نبوت کو نگاہوں میں رکھ کر عزم و حوصلہ سے حالات کا مقابلہ کرتے رہیں۔ اور ایثار و قربانی سے کام لے کر علمی تبلیغی اور دعوتی راستہ پر گامزن رہیں۔

نئے دور کے لئے تیاری

یہ بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں سے انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے، اور دینی و علمی فتنوں کے مقابلہ کے لئے طلبہ کو اچھی طرح تیار کیا جائے جس طرح ہمارے اسلاف نے طلبہ کو اپنے زمانے کے علمی و فکری فتنوں کا انسداد کرنے کے لئے پوری طرح آگاہ کیا۔ اور پھر تصنیف و تعلیم کے ذریعہ ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

اصلاح نصاب

مدارس کو ہیئت اجتماعی سے ایسے محقق جید اور ماہر علماء کا بورڈ بھی بنانا چاہیئے، جو موجودہ فتنوں کا الاھم فالاھم تشخص کر کے ان فتنوں کے اصول اور بنیادی مباحث کو جمع کریں۔ اور پھر اس کا رد لکھوائیں۔ نیز طلبہ کو موجودہ زمانہ کے مسائل خواہ ان کا تعلق معاشیات و اقتصادیات سے ہو یا اعتقادیات یا معاشرتی و سماجی امور سے ہوں۔ پوری طرح آگاہ کرایا جائے، اور موجودہ غلط نظریات و تحریکات سے اسلام کا تقابلی مطالعہ و موازنہ بھی کرایا جا رہا ہے۔ فلسفۂ قدیم کے ساتھ فلسفہ جدید سائنس و طبیعات اور علم الکلام سے بھی طلبہ کو واقف کرانا ضروری ہے۔ ان مسائل میں قدیم نظریات سے واقف طلباء جب نئے مسائل اور نظریات کا سامنا کرتے ہیں، تو تغیر پذیر اور ترقی پذیر طبیعاتی اور معاشی مسائل

فکر و نظر کی اصلاح

نیز طلبہ کو ذہنی لحاظ سے ان باتوں کی پوری تربیت دینی ضروری ہے۔ اور اس طرح کہ ہمیشہ یہ چیزیں مستحضر رہیں۔

۱۔ راہِ حق اور کلمۂ حق کی خاطر شدائد اور محن کے لئے تیاری کہ جتنا مقام اونچا ہے، اتنی ہی ابتلاء اور آزمائش بھی ہوگی۔

۲۔ مقصد کی عظمت کا احساس کہ حصولِ تعلیم صرف اور صرف اشاعتِ دین، احقاقِ حق، اعلاء کلمۃ اللہ اور مرضیات الٰہی کا حصول ہے۔ آگے سارے اثرات کا مدار اسی پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔

۳۔ حصولِ علم کی راہ میں فنائیت، تواضع، مسکنت اور انکساری کہ العلم عز یحصل بذل لا عز فیہ۔

۴۔ سادگی، قناعت، زہد اور توکل کی زندگی۔

۵۔ اساتذہ، مدرسہ، رفقاء، منتظمین، علوم و فنون اور کتب سب کے ادب و احترام کا ہمہ وقت لحاظ۔

۶۔ جو کچھ سیکھا جائے اس پر پورا اذعان و یقین کہ گویا حاصل ہونے والی چیزیں قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائیں اور اس پر عملی اثرات مرتب ہونے لگیں۔ یہ احساس نہ ہو کہ ہمارا کام علم سے ہے۔ عمل عوام کا کام ہے۔

یہ چند پراگندہ باتیں تھیں جو اس وقت ذہن میں آئیں۔ حق تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ بارآور بنادے اور پردۂ غیب سے اہل علم اور مدارس عربیہ کی اصلاح احوال کے اسباب ظاہر فرمادے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اسلامی عقائد سے متصادم اور متناقض تھے چنانچہ علماء اسلام نے ان پہلوؤں کا ابطال کیا اور ان کے تنقیدی مطالعہ کو علم کلام کی صورت میں دینی تعلیم میں شامل کر لیا گیا، فلسفہ اور منطق کی کتابیں کم و بیش اسی دور میں نصاب تعلیم میں شامل کی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ ایسے فلسفیانہ نظریات کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان کا ابطال کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر سکتے تھے۔ علم کلام کی تشکیل اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کی گئی۔

علاوہ ازیں چونکہ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لئے عربی زبان، اس کے محاورات اور کمالات سے واقفیت ضروری تھی، اسی لئے عربی گرامر —— صرف، نحو —— کی تشکیل ہوئی۔ پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے کے لئے، جو اپنی مثال آپ تھی، علم بیان و معانی کی تشکیل ہوئی تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے لطیف پہلوؤں کا ذوق پیدا ہو سکے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عربی گرامر اور علم بیان و معانی کا مطالعہ بھی بجائے خود کوئی مقصد نہ تھا۔ بلکہ ان علوم کی تعلیم کو قرآن و حدیث ہی کی خدمت کے لئے شامل کیا گیا تھا۔

دینی مدارس کی تعلیم کا مقصد اس تعلیم کا بنیادی مقصد دین کا تحفظ اور اس کی اشاعت تھا۔ موجودہ دینی مدارس کا نصب العین بھی صرف یہی ہے کہ دینی تعلیمات کا تحفظ کیا جائے، اس سے زیادہ ان مدارس کی بساط بھی نہیں ہے۔ اصل کام جو موجودہ حالات میں ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جو دین بزرگوں سے ہم تک پہنچا ہے، وہی محفوظ رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ اور کرنے کے لئے نہ ہمارے پاس وسائل ہیں اور نہ فنڈز —— کوئی فعال نصب العین مدارس دینیہ اس وقت اپنے سامنے رکھیں گے۔ جب حکومت بھی تعاون کرے گی اور اس کار خیر میں حصہ لے گی، لیکن حکومت کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل اور قابل ہی ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس کام میں کوئی حصہ لے سکے۔

کرے۔ پھر دنیائے اسلام کے منتخب علماء مل کر ان جدید علوم کے ان پہلوؤں کا ابطال تیار کریں جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم ہوں، اس طرح جو مجموعے مرتب ہوں، انہیں دینی مدارس کے نصاب میں شامل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

۱۔ تبدیل شدہ نصاب کو صرف اسی صورت میں درس نظامی میں شامل کیا جائے گا جب اس کے لئے اجتماعی کوشش کی جائے گی۔ بیشک انفرادی سطح پر ہمارے ہاں بہت قیمتی کوششیں ہوئی ہیں۔ اور سوشلزم، سرمایہ کاری اور اشتراکیت کی رد میں جو کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، ان سے ہمارے نوجوان طبقے نے استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم یہ ساری کوششیں چونکہ انفرادی تھیں۔ اس لئے انہیں مدارس دینیہ کے نظام تعلیم میں شامل نہیں کیا جا سکا۔

۲۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے مرتب کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ مخالفین اسلام کے اقوال و نظریات ہی کو جمع کر کے نہ پڑھا دیا جائے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث اور عقل کی روشنی میں ان کا رد اور ابطال بھی طلبہ کو پڑھایا جائے۔

۳۔ اس کام میں جدید علوم کے ماہرین اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کا باہمی تعاون بیحد ضروری ہے۔

۴۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے عربی زبان میں مرتب کئے جائیں۔

علوم عمرانیات کا شامل ہونا بہت ضروری ہے۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور وسائل مہیا فرمائے تو ہم اپنے مدرسے میں علوم عمرانیات کو شامل کر لیں۔ لیکن اصل مسئلہ وسائل اور اساتذہ کا ہے۔

اس سلسلے میں خود طلبہ کا رویہ بھی سامنے رکھنا چاہیئے۔ طلبہ بھی نئے علوم نہیں پڑھنا چاہتے۔

مسائل سے توجہ ہٹا کر اصولی مسائل پر توجہ کی جائے، عالم اسلام کے مسائل جدید دور کے حالات و کوائف اور معاشرتی اور اقتصادی امور بھی زیر بحث لائے جائیں تاکہ طلبہ میں دورِ جدید کے مسائل کا فہم اور شعور پیدا ہو سکے۔

دراصل درس نظامی کا مقصد ہی یہی ہے کہ طلبہ میں مطالعے کی ابتداء کرادی جائے اور ان میں مطالعہ و تحقیق کا ذوق پیدا کر دیا جائے۔ درس نظامی سے فارغ ہونے والا طالب علم عالم نہیں بن جاتا۔ جس طرح منطق پر دو تین کتابیں پڑھ کر کوئی شخص منطقی نہیں بن جاتا۔ درس نظامی تو طلبہ میں اس بات کی استعداد پیدا کرتا ہے کہ وہ مزید مطالعہ و تحقیق کے قابل ہو سکیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ طلبا میں مطالعے کے ذوق کی کمی ہے۔ اور مطالعے سے گھبراتے ہیں۔

مدارس دینیہ میں پیشہ وارانہ تربیت

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تعلیم کا مقصد معاش کمانا ہے ہی نہیں۔ ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ دین کو سیکھیں، اس پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں نہ یہ کہ اس سے معاش کمانے کی کوشش کریں۔

تاہم آپ کی یہ بات درست ہے کہ موجودہ دور میں پیشہ وارانہ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ دراصل پرانے زمانے میں توکل اور قناعت بہت تھی۔ علماء مساجد اور مدارس میں بغیر معاوضہ یا تنخواہ لئے دین کی خدمت کرتے تھے، جوار کی سوکھی روٹی پر بھی خوش تھے۔ اب اس دور میں یہ جذبہ ناپید ہو رہا ہے۔ اب ضروری ہے کہ مدارس دینیہ کے طلبہ کو کچھ ایسے فنون سکھا دئے جائیں جن سے وہ آزادانہ طور پر اپنی روزی کما سکیں۔ ان فنون میں طب، خوشنویسی، درزی کا کام، جلد بندی وغیرہ کا کام وغیرہ شامل کئے جا سکتے ہیں۔

مگر اس سلسلے میں میرا عملی تجربہ یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے کوئی اور کام سیکھا ہے، وہ پھر اسی کام کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اب سکولوں اور کالجوں میں عربی اور اسلامیات پڑھانے پر بھی جو لوگ مامور ہوئے ہیں، ان کا عالم بھی یہ ہے کہ اپنی تین تین چار چار سو روپے کی تنخواہوں میں مگن ہیں

"مدارسِ دینیہ، نظام اور نصاب"

محمود شام مدیر ہفت روزہ "معیار" کراچی ۲۰ مارچ ۱۹۷۶ء

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سرپرست اور بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، قومی اسمبلی کے رکن بھی ہیں اور وفاق المدارس کے نائب صدر بھی۔

برِصغیر میں اسلامی مدارس کا کردار

میں نے ان سے گفتگو کا آغاز اس سوال سے کیا کہ "دینی مدارس کیا ہمارے معاشرے میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں؟"

مولانا عبدالحق، جو اس وقت پنڈی کے ایک مدرسہ کے اقامتی حصہ میں ایک چارپائی پر بیٹھے تھے کہنے لگے "ہمارے سامنے دو کردار ہیں ایک دین کا، ایک دنیا کا۔ ہمارے خیال میں اہم کردار دین ہے۔ دنیا میں جہاں بھی انقلاب آیا مذہب پر بھی انقلاب آیا۔ لیکن برِصغیر میں ایسا نہیں ہوا۔ ۱۲ سو سال غیر منقسم ہندوستان میں گزرے اور ۲۹ برس پاکستان میں۔ اس عرصہ میں کتنی تبدیلیاں آئیں، الحمدللہ یہاں دین محفوظ رہا۔ دینی تہذیب و تمدن محفوظ رہا۔ کوئی شخص مداخلت کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ یہ جذبہ اور حوصلہ صرف دینی مدارس کی وجہ سے ہے۔ دوسرے مسلمان ملکوں میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں کے مسلمانوں اور یہاں کے مسلمانوں میں فرق صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو ہوا اصل کردار اب دوسرے کردار کی بات کیجئے تقسیم کار تو ہر فن کے لیے ہے۔ لاکھوں لوگ دنیا کے کارخانے میں کام کر رہے ہیں، دینی مدارس سے تو چند ہزار وابستہ ہیں وہی قابلِ قدر ہیں۔ دنیا کے لیے تو کالج یونیورسٹیاں ہیں جہاں سے لوگ فارغ ہو کر مختلف ملازمتوں

اسلامی ممالک میں یہ اثرات نہیں ملتے"۔

نصاب اور آج کے تقاضے

میں نے مدارس میں رائج نصاب اور آج کے تقاضوں کے بارے میں پوچھا۔

مولانا کا جواب تھا "ہمارا یہ مقصد ہے کہ صحیح دین معلوم ہو۔ اگر صحیح دین معلوم کرنا ہے تو اس کے لیے قرآن، احادیث، فقہ، اصول فقہ، گرائمر، نحو کافی ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ امور مثلاً ڈاکٹری، انجینئری وغیرہ کے ہم مخالف نہیں ہیں۔ اس میں سے اگر عربی مدارس میں سیکھا جائے تو ہم اس کے خلاف نہیں ہیں۔ مگر ان کا غلبہ نہیں ہو جانا چاہیئے"۔

موجودہ نصاب کے بارے میں مولانا نے یہ بتایا کہ "یہ نصاب پورا پڑھا جائے تو آٹھ سال [illegible] ہوتے ہیں اس کے علاوہ دو سال اختیاری ہیں"۔

دینی و دنیوی علوم کی جامعیت

میں نے پوچھا "ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ دنیوی تعلیم حاصل کرنے والے۔ دین سے بھی آشنائی حاصل کریں اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے جدید علوم سے آشنا ہوں"۔

مولانا کا جواب تھا "اس کا انتظام تو حکومت کو کرنا چاہیئے کہ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے دین سے بھی آگاہی حاصل کریں۔ اس کے لیے اخراجات کی ضرورت ہے۔ ہمارا مدرسہ تو اللہ کے بھروسے پر چل رہا ہے۔ چار لاکھ سالانہ کا بجٹ ہے۔ آٹھ سو طلباء کو کھانا، کتابیں، رہائش اور بجلی وغیرہ مفت دی جاتی ہے۔ ہم نے اپنے طور پر یہ کیا ہے کہ مڈل کا حصہ ساتھ کر لیا ہے۔ اب دین کے ساتھ ساتھ آٹھویں جماعت تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارا ارادہ اس کو بڑھانے کا ہے"۔

باہمہ ذوقِ آگہی ہائے رے پستیٔ بشر
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

اس فضیلت کی وجہ بارِ امانت کا اٹھانا ہے

اس فضیلت کو دوسری آیت میں اس طرح واضح فرمایا گیا: انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض فابین ان یحملنھا وحملھا الانسان۔ (ہم نے آسمانوں اور زمینوں پر اپنی امانت کے اٹھانے کی پیش کش فرمائی تو انہوں نے اس بارِ امانت کو اٹھانے کی ذمہ داریوں سے معذرت کی اور انسان پر جب اسے پیش کیا تو اس نے اس ذمہ داری کو اپنے ذمہ لگا دیا۔)

یاد رہے کہ امانت کی یہ پیش کش جب مخلوقات پر ہوئی تو انہیں اختیار دیا گیا کہ اگر اس امانت کا بوجھ تم نے اٹھایا اور اس کا حق ادا کیا اور اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھال دی تو تمہیں رضائے الٰہی، جنت اور دائمی عزت نصیب ہوگی اور اگر ذمہ داری قبول کرنے کے بعد بھی تم نے حق امانت پورا نہ کیا تو تمہیں دائمی عذاب اور جہنم میں داخل ہونا پڑے گا۔ اس لیے تمہیں اختیار ہے کہ امانت کے متحمل بنتے ہو یا نہیں۔ برداشت کرتے ہو یا نہیں۔ دونوں باتیں تمہاری مرضی پر ہیں۔ مگر عدم تحمل کی صورت میں تمہیں اسی حالت میں رہنا ہوگا۔ جمادات کی طرح کہ نہ ترقی ہوگی نہ عروج اور نہ عذاب کا خطرہ ہوگا نہ جنت کی امید ہوگی۔ تو آسمانوں اور زمین نے امانت نہ اٹھائے جانے کو ترجیح دی کہ کہیں کوتاہی کی صورت میں عذاب میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔

انسان کی فطرت میں محبت ہے

مگر انسان جو کہ بالطبع رب العزت کا عاشق ہے اور عشق کے جذبہ سے اس کی روح اور اس کا قلب سرشار رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قلب ہر وقت متحرک اور مضطرب رہتا ہے اور دھڑکتا رہتا ہے گویا کہ

علوم کا ظہور اور تکمیل حضورؐ کی ذات پر ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمّت کو جو علوم دیئے گئے اس کی نظیر سابقہ ادوار اور گذشتہ اُمتوں میں نہیں ملتی۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم شبِ معراج میں جبرئیل علیہ السّلام کے ساتھ اوپر تشریف لے جا رہے تھے تو بیت المقدس میں بطور مہمانی وضیافت مختلف مشروبات پیش کئے گئے۔ ایک گلاس پانی کا بھرا ہُوا تھا ایک میں شہد تھی اور ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب تھی۔ مگر یاد رہے کہ یہ جنت کی شراب تھی، یعنی شراب طہور جو تمام مسلمانوں کو جنّت میں ملے گی اور طیّب و طاہر اور ہر قسم کی خرابیوں سے پاک صاف ہو گی۔ مگر پھر بھی شراب ہی اس کا نام تھا۔ حضور اقدسؐ نے نہ پانی لیا نہ شہد اور نہ شراب بلکہ دودھ پی لیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا: الحمدللہ! کہ آپ نے دودھ پی لیا یہ فطرت کے مطابق ہے اور دودھ عالمِ مثال میں علم کی شکل ہے۔ گویا اشارہ تھا کہ آپ کی امت علم میں باکمال اور سارے عالم میں ممتاز رہے گی۔ اگر آپ شہد پی لیتے تو اُمّت لذتوں میں پڑ جاتی اور اگر شراب پی لیتے جو اگرچہ طہور تھا تو اُمّت گمراہی میں مُبتلا ہو جاتی اگر پانی پی لیتے تو بے کمال رہ جاتی کیونکہ پانی صفات اور کمالات سے خالی ہے نہ میٹھا نہ کڑوا نہ سرخ نہ زرد نہ خوشبودار اور نہ بدبودار۔ اس میں بالفعل کوئی کمال نہیں۔ شہد میں لذّت اور مٹھاس ہے۔ شراب دینوی مزیلِ عقل ہے اور اخلاق رذیلہ برانگیختہ کرتی ہے۔ حضورؐ نے ان سب کو چھوڑ کر دودھ پی لیا جو علم سے تعبیر ہے۔

تو اُمّت میں بھی علم سرایت کر گیا، کیونکہ قاعدہ ہے کہ استاد کا رنگ شاگرد میں سرایت کرتا ہے اور باپ کے مخفی اثرات اولاد میں پائے جاتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے: الولد سرلابیہ۔ بچّہ باپ کا راز ہے اس کی

اصل علوم علومِ نبوّت تھے جو مُسلمانوں کو ملے

علم ساری امت کو حضورؐ کی آمد اور بعثت کے بعد اُن ہی کی برکت سے ملا۔ مگر امت دعوت کو زیادہ حصّہ علومِ مادیہ کا ملا اور امتِ اجابت یعنی مسلمانوں کو وافر حصّہ علوم غیب، علومِ نبوّت و آخرت کا ملا جو اشرف ترین علوم تھا۔ علوم مذہبیہ میں اُمت مُسلمہ کو جو مقام حاصل ہُوا اور جو تحقیقات ہر ہر مسئلہ اور ہر ہر موضوع پر علماء امت نے پیش کیے۔ اس کی نظیر کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی جس کا کچھ حصّہ لاکھوں کتابوں اور سینکڑوں علوم کی شکل میں آج بھی موجود ہے اس کا عشر عشیر بھی گذشتہ مسلمان اُمتوں میں نہیں ملتا۔

مادی اور روحانی علوم کا پورا ظہور حضورؐ کے بعد ہُوا

اسی طرح اُمتِ دعوت نے مادی علوم تمدّنی مسائل اور سائنسی تحقیقات اور تکوینیات کے مخفی اسرار ظاہر کرنے میں جو ترقی کی اس کی مثال حضورؐ سے پہلے زمانہ کی اُمتوں میں نہیں مل سکتی۔ الغرض ان تمام علمی کمالات کا ظہور امتِ مطلقہ میں اُسی مخزنِ علم کے کمالات کا پرتو ہے جو سیّد الرّسل اور خاتم النبیّین ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر ترقی کا یہ سلسلہ کہیں جا کر ختم نہیں ہوگا۔ بلکہ دینی اور دنیوی علوم میں قیامت تک امت ترقی کرتی رہے گی تو جس اُمّت کا پیغمبر سارے علوم اور کمالات کا سرچشمہ ہے اس کی اُمت کسی علمی انکشاف اور علمی ترقیات کی کب مخالفت کر سکتی ہے۔ یا علم کی کوئی صحیح نئی بات جامع العلوم نبی کریم علیہ السلام کی تعلیمات کی کب مخالف ہو سکتی ہے۔

خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات

آج کل چاند تک انسان کی رسائی اور پرواز نے ہر فرد کی توجہ اپنی

الغرض ان آیات میں تمام نئی نئی اور بری اور فضائی ایجادات کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح پہلے بات پہنچانے کا ذریعہ آمنے سامنے بات چیت کا تھا۔ رفتہ رفتہ ترقی ہوئی تو تار، ٹیلیفون، لاسلکی یہاں تک کہ ریڈیائی لہروں سے کام لیا جانے لگا اور کئی ذرائع کلام پہنچانے کے پیدا ہوئے۔

خلائی تسخیر خالص تمدنی اور سائنسی مسئلہ ہے

خلائی تسخیر کا مسئلہ بھی خالص تمدنی ترقی اور سائنسی تحقیق کا ہے جس میں کامیابی یا ناکامی دونوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ انسان ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت نہیں کر سکے گا اور نہ یہ کہا کہ خلاء میں ذی روح اجسام کی پرواز ناممکن ہے نہ اُس نے یہ دعوے کیا کہ فضاء میں کرۂ نار اور کرہ زمہریر ہے جن سے ذی روح کا گزر نامحال ہے اور نہ یہ کہا کہ زمین کی کشش ثقل سے باہر نکلنا ناممکن ہے۔ یہ باتیں تو فلاسفۂ یونان کی مخترعات ہیں جن کی بطلان اور تردید اسلامی معتقدات ہی نے کر دی تھی۔

قرآن مجید اور لامحدود پرواز

قرآن مجید پلک جھپکنے میں ہزاروں میل مسافت طے کرنے کے نہ صرف امکان بلکہ وقوع کا قائل ہے۔ ملکۂ سبا کا تخت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ قال الذی عندہ علمٌ من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ (اور کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا میں لا دیتا ہوں تیرے پاس اس تخت کو پہلے اس کے کہ لوٹ آئے تیری طرف تیری نظر)

اور وہ طرفۃ العین میں تخت لے آئے گویا کہ راکٹ کی تیز رفتاری سے

آپس میں گفتگو سن کر اُسے کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچا دیں۔ اس میں سُنی ہوئی کوئی بات تو درست ہوتی تھی اور سو باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہوتی تھیں جس کا لوگوں میں مشہور ہو جانے پر اس وقت کے مذہب حق پر اثر پڑتا اس کے بعد دوسرے نبی آجاتے اور وہ اس جھوٹ اور حق سے مخلوط باطل کو باطل کر دیتے مگر حضورِ اقدس ؐ آخری نبی تھے۔ خداوندکریم کو دینِ اسلام محفوظ رکھنا اور زائغین کی زیغ سے بچانا تھا۔ تو حضورؐ کی بعثت کے بعد جنات کا آسمانوں تک پہنچنا روک دیا گیا اور جب جنات اوپر پہنچنے لگتے تو ان پر انگارے اور شہاب ثاقب پھینکے جاتے تاکہ آسمانی باتیں نہ سن سکیں اور دینِ اسلام خلط ملط نہ ہو اور صعود بلکہ آسمانوں کو چھونے (لمس سماء) تک کا ثبوت ہوتا ہے۔ بعض روشن خیال اس کی بھی تاویل کرتے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ نے جنات میں آسمانوں تک پرواز کی صلاحیت رکھی ہے۔ اس لیے جنات وہاں تک پرواز کرتے تھے جہاں تک ان کی پرواز پر پابندیاں لگی ہوئی نہ تھیں۔ اب اگر انسان اپنے علم و تحقیق اور خدا کے دیئے ہوئے وسائل کی بناء پر اوپر چلا جائے تو اس میں کوئی استحالہ نہیں۔

اسلام میں ستاروں تک رسائی کے لیے آسمانوں سے گزرنے کا کہیں ذکر نہیں

یہ غلط ہے کہ ستاروں تک پہنچنے کے لیے آسمانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ چاند آسمانِ دُنیا اور سورج چوتھے آسمان پر ہے یا دیگر سیارے فلاں آسمان پر ہیں یا ثوابت سبعہ سیارہ ساتویں آسمان کے نیچے درجہ بدرجہ ہیں۔ یہ فلاسفۂ یونان کا عقیدہ اور بطلیموس کا مسلک ہے، جس کا ذکر تصریح و شرح چغمنی میں پایا جاتا ہے نہ کہ فلاسفۂ اسلام کا۔

ہیں تو یہ اشکال ہمارے اوپر وارد ہی نہیں ہوتا۔ جن مذاہب نے یہ دعویٰ کیا ہے ان پر اس کی زد پڑتی ہے مسلمانوں پر نہیں۔

تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں

قرآنِ مجید کا تو اعلان ہے کہ: وَلقد زیّنا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناها رجوماً للشیاطین۔ (ہم نے آسمانِ دُنیا کے ستاروں سے مزیّن کر دیا اور ہم نے بنایا انہیں شیاطین کو مارنے کی چیز)

شیاطین تو آسمانوں تک جاکر باہر رہتے ہیں۔ آسمانوں میں تو داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر ان ستاروں سے ان کا رجم تب ہی ہو سکتا ہے کہ ستارے بھی آسمانِ دُنیا سے باہر ہوں اور دُنیا کی زینت بھی ان ستاروں سے تب ہی ہو سکتی ہے اس لیے تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا:

النجوم قنادیلُ معلّقة بین السماء والارض بسلاسل من نورٍ بایدی الملائکة۔ (ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں آسمان اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔)

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں: "جدید سائنسدانوں کا قول بھی اس کے قریب قریب ہے مگر اُن کے ہاں نور کی زنجیروں کی تعبیر کشش اور مرکزِ ثقل کے نام سے ہوتی ہے۔ ویقرب منه قول الفلاسفة الجدیدة لکن بالجذب (روح المعانی ص۱۵ ج۳۰) سورہ طلاق میں آیت ومن الارض مثلهن کے تحت تو صاف تصریح علامہ آلوسیؒ نے کی ہے کہ:

ولم یقم دلیلٌ علیٰ ان شیئاً من الکواکب مغروزٌ فی شیئٍ من السماوات کالفصّ فی الخاتم والمسمار فی اللوح۔ (اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی ایک ستارہ بھی آسمان میں ایسا جڑا ہوا ہے جیسا انگوٹھی میں ہیرا یا تختی میں میخ)

ٹکڑوں نے مکہ معظمہ کی پہاڑی کو بیچ میں لے لیا۔ پھر اسی طرح رب العزت نے چاند کے دو ٹکڑوں کو ملا دیا اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یقولوا سحر مستمر (الآیۃ) اتنا بڑا کارنامہ جب بلا راکٹ و اسباب اور بغیر کھربوں روپیہ ضائع کیے ظاہر ہوا تو یورپ کے خود ماغوں نے اس معجزہ کی اب تک ہنسی اڑائی، فلاسفہ نے مذاق کیا مگر آج انھیں خود قائل ہونا پڑا کہ تمام سیارے خرق والتیام (پھٹنا اور جڑنا) اور توڑ پھوڑ قبول کرتے ہیں تو حقیقت تو یہ ہے کہ آج کی سائنسی تحقیقات سے اسلامی تعلیمات کی تائید ہو رہی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ جو لوگ معجزات کے منکر تھے اور محال سمجھتے تھے۔ ان دشمنانِ اسلام کی اپنی تحقیقات سے خدا نے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔

قیامت اور معراج کی تائید: قیامت جہان سیارات اور عالم کے فنا اور نیست و نابود ہونے اور نئے سرے سے دوبارہ قائم ہونے کا نام ہے۔ آج تک فلاسفہ اس نظام کو ناقابلِ تغیر مان کر اس کی قدامت کے قائل تھے۔ اس توڑ پھوڑ سے خود ہی حدوثِ عالم اور تغیر پذیر ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں۔ اسلام نے جب اعلان کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس جسدِ عنصری کے ساتھ خلاؤں سے اوپر تشریف لے گئے اور ایک رات میں واپس ہوئے تو ان لوگوں نے انکار کیا کہ کروڑوں میل کی مسافت کیسے طے ہوئی اور بغیر آکسیجن کیسے زندہ رہے۔ آج کے خلا نورد اس جسمِ خاکی کے ساتھ صرف چاند تک پہنچے اور بعض جگہ فی سیکنڈ ہزاروں میل کی رفتار سے پرواز کی۔

تو ملک الملک جو سموات و ارض کا خالق ہے۔ اس کا اپنے رسول ؐ کو پہنچانے میں کیا استحالہ رہا؟ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا۔ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا)

رفع مسیح کی تائید: قرآنِ مجید نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ بل رفعہ اللہ الیہ مگر جدید تعلیم یافتہ حضرات

پیش کیا تھا۔ تصریح اور شرح چغمینی اٹھا کر دیکھیں۔ اس وقت سے انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ جرم قمر خاکستری ہے۔ اور یہ عربی مقولہ تو زبان زد ہے کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس (چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل کی گئی ہے)

سائنس سے باطل مذاھب بھی متاثر ھونگے : گو ہماری نگاہ میں اس کارنامہ سے ایک ہی فائدہ تو حاصل ہوا وہ یہ کہ باطل مذاہب لرزہ براندام ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت پر زلزلہ آگیا ہے اور آج کے اخبارات میں ہے کہ یہودیوں نے تو اپنی بعض عبادات میں ترمیم کردی ہے اور کلیسا والے بھی واویلا کر رہے ہیں۔ فلاسفۂ یونان کی تغلیظ ہوگئی۔ معجزات سے منکر شرمندہ ہوئے مگر اسلام کی تو سراسر تائید ہی تائید ہوگئی۔ کوئی مسئلہ اور کوئی عبادت نہ متاثر ہوئی اور نہ قیامت تک متاثر ہوسکے گی۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک الدین القیم۔ یہ تو دین قیم ہے اور قیامت تک زندہ رہنے والا دین ہے۔ خداوند کریم نے اتمام حجت نہ صرف دلائل سے بلکہ اس زمانہ کی سائنس کی بدولت حواس اور مشاہدہ سے بھی کرادی۔

وحی اور اسلام کے دیگر دعوٰوں کی تائید : جب اسلام نے اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں سے اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں اور وحی و الہام کے ذریعہ انبیاء کرامؑ رب العزت کی باتیں سن سکتے تھے تو اس کا انکار کیا گیا اور آج ڈھائی لاکھ میل دور خلائی جہاز والوں کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے، ٹیلی فون کئے جاتے ہیں اور ایک انسانی ایجاد ٹیلیویژن کے ذریعہ ڈھائی لاکھ میل دور کے حالات کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روحانی قوت کے ساتھ بغیر آلات و وسائل کے کیوں جبرئیل امینؑ اور خداوند کریم سے ہمکلام نہیں ہوسکتے اور اگر انھیں آسمانوں کا مشاہدہ ہو رہا تھا تو کیا تعجب تھا۔

معجزہ امکان کی دلیل ھے : اتنی بات یاد رہے کہ انبیاء کرامؑ کے ہاتھوں ایسے امور کا ظہور بلاشبہ معجزہ تھا جو بغیر آلات و وسائل کے ہو جو کسی کے بس میں نہیں مگر اس سے بہر حال یہ تو ثابت ہوا کہ ذی روح جسم کا رفع الی السماء ممکن ہے۔ اس لیے کہ معجزہ نام ہے اس کا کہ کسی امر کا ظہور

متجددین کے جاہلی نظریات

شیخ الحدیث کا اشاعتی بیان۔ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے زکوٰۃ اور سود کے بارے میں ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے تازہ خیالات کو" جاہلی نظریات" اور دین کے لیے کھلا چیلنج قرار دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنوا اگرچہ کافی عرصہ سے دین کے اٹل اور غیر متبدل احکام و نصوص اور قطعی مسلمات کو مشق تحقیق بنائے ہوئے تھے، مگر اب اخباری سطح پر ان کے" لادینی خیالات کی اشاعت سے بڑے خطرے کی غمازی ہو رہی ہے۔ انھوں نے اس سے پہلے دین کے" علل و غایات" کو ابدی مگر احکام و نصوص کو قابل تبدیل و ترمیم قرار دے کر دین کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔" سنتِ جاریہ" کے نام سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بغاوت کی۔ ابھی پچھلے دنوں ہی" حدودِ شرعیہ" کو مشق ستم بنایا اور لفظ حد کو چودہ سو سالہ متفقہ اور متواتر مفہوم سے الگ کرنے کی سعی کی۔" سود" کو منافع کی آڑ میں حلال ٹھہرانے کے جاہلی خیالات کا اعادہ کیا اور اب زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی کی، تجویز پیش کی جس کے مقادیر اور مصارف قطعی منصوص ہیں اور جس طرح دیگر عبادات، نماز کے اوقات و ارکان اور رکعات کی تعداد، روزوں کی تعداد اور کیفیت، حج کے ارکان اور مناسک میں ہرگز دخل اندازی نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح زکوٰۃ جو ایک اہم عبادت ہے۔ اس طرح کی دست درازیوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ڈاکٹر صاحب نے ابھی حال ہی میں" عالمی مذاہب کانفرنس" میں کمیونزم کو اسلام سے بہتر قرار دے کر دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی اور پاکستان کے لیے رسوائی کا سامان فراہم کیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ" لادینی نظریات" اسلامی نظریہ پاکستان کے خلاف